

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بیشتر القاری

بشرح

صحیح البخاری

تالیف

علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
صدر المدرسین مدرسہ اسلامی عربیہ اندریکوٹشاہ میرٹھ (انڈیا)

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بشیر القاری

بشرح

صحیح البخاری

تالیف

علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
صدرالدین مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ (انڈیا)

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی



فہرست دیباچہ بشیر القاری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱	خطبہ ششلی جنت جمع	۱۸	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ رحمۃ اللہ	۲۴	غور و دانش کے تین مرتبے	۳۲	حدیث مرفوعہ کے اقسام باعتبار دفع
۲	وجہ تالیف	۲۰	امام بخاری کے والد ماجد	۲۵	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کا لوب	۳۳	اقسام حدیث باعتبار ذکر واد
۶	حالات خود بخیر خود	۱۹	دعا مقبول نہ ہونے کا سبب	۲۶	کشیان کا قول	۳۴	حدیث مرسل و منقطع کا حکم
۷	بہن کے سفر میں ایک مشہور	۲۰	امام بخاری کی ولادت	۲۷	حقوق العباد کا احساس	۳۵	انقطاع کی معرفت کیسے ہوتی ہے
۸	اعتراف کا صل	۲۱	ماں کی دعا سے بصارت واپس ہو گئی	۲۸	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی	۳۶	حدیث مذکور کا حکم
۹	مراد آباد سے دارالخیرہ جیرٹریف	۲۲	حفظ حدیث کی طرف توجہ کیسے ہوتی	۲۹	کی پابندی نیت	۳۷	تدلیس کا سبب
۱۰	کوشد رحال	۲۳	آفتاب زیت الدیث	۳۰	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی کتاب	۳۸	حدیث کی روایت بالسنی کا حکم
۱۱	واجب الاتباع طریقہ تدلیس	۲۴	تحصیل حدیث کیو اسطے سفر	۳۱	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی	۳۹	مناہج و دیگر کی تعریف
۱۲	شرکار اسباق	۲۵	امام بخاری کے شیوخ کی تعداد	۳۲	رمضان عبادت غیر مقیدین پر قیادت	۴۰	اقسام حدیث باعتبار صفات
۱۳	سلسلہ تدلیس	۲۶	اور ان کے طبقات	۴۱	مختصر وفات	۴۱	عدالت وغیرہ کا بیان
۱۴	ہنگام دین کی کتاب	۲۷	حدیث لا تشد الرجال کا مطلب	۴۲	امام بخاری کی ہانگاہ و رسالت	۴۲	عدالت میں طعن کے وجوہ
۱۵	فقیر کے والد ماجد	۲۸	بیان کردہ واپس	۴۳	میں عزت	۴۳	ضبط طعن کے وجوہ
۱۶	بزرگان دین کی امداد	۲۹	حدیث لا تشد الرجال کا مطلب	۴۴	قبر انور کی خاک مشک بن گئی	۴۴	اقسام حدیث باعتبار تعداد و ردی
۱۷	فقیر کے علم معظم	۳۰	کردہ امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی	۴۵	قبر انور پر دعا مقبول ہوتی ہے	۴۵	کونسی احادیث قابل اتجاہ ہیں
۱۸	مصرح طبع	۳۱	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی	۴۶	بخاری شریف کی وجہ تصنیف	۴۶	اور کونسی نہیں
۱۹	مولود فاکہ	۳۲	کی قوت حافظہ	۴۷	بخاری شریف کی خصوصیات	۴۷	حدیث کا موضوع ہونا کس
۲۰	فقیر کے جد امجد	۳۳	نقداد شریف میں امام بخاری	۴۸	بخاری شریف کا عجوب عمل	۴۸	طرح ثابت ہوتا ہے
۲۱	ادب مرشد	۳۴	رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان	۴۹	بخاری شریف کی تعلیم کے واسطے	۴۹	کونسا اثر کس حدیث سے ثابت ہوتا ہے
۲۲	زخم گئے تھے کبھی ریت حال ہوتی	۳۵	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی کوئی	۵۰	نبوی اثر	۵۰	اور کس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا
۲۳	فقیر کی سند مستقول	۳۶	احادیث زبانی یا تصنیف	۵۱	بخاری شریف کی احادیث کا شمار	۵۱	فضائل اعمال میں حدیث تصنیف
۲۴	روان صدی کے عہد	۳۷	امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کی کتاب	۵۲	آداب کاتب	۵۲	پر عمل مستحب ہے
۲۵	فقیر کی سند مستقول	۳۸	کثرت غذا کے نقصانات	۵۳	کتب حدیث کی تعریفات	۵۳	اذان میں نبوی نام پاک گھسنے کا بعد
۲۶	ہندوستان کی آزادی کے محک اول	۳۹	اسلام میں سب سے پہلی بدعت	۵۴	علم حدیث کی اصطلاحات	۵۴	انگوٹھے پہننے کے حکم سے لگانا مستحب
۲۷	سلسلہ تصبیح	۴۰	قدت خدا کے فوائد	۵۵	اقسام حدیث باعتبار نسبت	۵۵	حذرتنا اور اضرار کا بیان کیلئے ہے

فہرست مضامین بشیر القاری بشرح صحیح البخاری

۱	بحث تسمیہ و تمجید	۱۵	حیات نیابتیہ جسمانی و ذہنی ہے	۲۰	باب النحو	۲۳	فاروقی زہد و تواضع
۲	حدیث تمجید و تعزید میں دفع تحاض	۱۶	زمین کی پیمائش	۲۱	رد علی فیض الہاری	۲۴	فاروقی کسرتش و حق پسندی
۳	کے وجوہ	۱۷	بارگاہ اندرون میں رود و شرف کی تعزیت	۲۲	حمد کی طرف منصفانہ رویے کے الفاظ	۲۵	فاروقی وسعت نظر
۴	رد علی فیض الہاری	۱۸	سلطان محمود غزنوی کا وہ ہزارے	۲۳	آیت کو ترجمہ الہاب سے کیا مناسب ہے	۲۶	ہمام نیل مصر فاروقی شوق اور
۵	حمد و تمجید کے معانی میں نسبت	۱۹	رد و دشریف	۲۷	رد علی فیض الہاری	۲۷	فاروقی کرامت کا ظہور
۶	رد و شرف کی بحث	۲۰	رد و دشریف کا مجب عمل	۲۸	باب الصرف	۲۸	باب اللغة
۷	بارگاہ رسالت میں رد و دلو کا اگلی	۲۱	رضوی رد و دشریف	۲۹	باب التفسیر	۲۹	رد علی فیض الہاری
۸	پیش کا پہلا طریقہ	۲۲	علم حدیث کی تعریف	۳۰	آیت میں حضرت فوح علیہ السلام	۳۰	نیت کی تعریف لغوی اور اصطلاحی
۹	پیش کا دوسرا تہرہ اچھا طریقہ	۲۳	پہلا ترجمہ الباب	۳۱	کے ذکر سے ابتدا کہیں کی گئی	۳۱	اور نیت و قصد و عزم میں فرق
۱۰	زبان و مہر کہ ہیں موجود ہے	۲۴	باب اللغة	۳۲	اور اس کے دو جواب	۳۲	جب باری عزاسمہ عمل راوۃ کا اطلاق
۱۱	پیش کا پانچواں طریقہ	۲۵	دعوی انبیاء کے اقسام اور اس کی	۳۳	حدیث لا انا الاحمال بالانیت	۳۳	درست ہے اور قصد و نیت اور عزم
۱۲	کیا حضور پرورد و دوسلا خود	۲۶	صورتوں کا بیان	۳۴	اسمہ و رجال	۳۴	کا درست نہیں۔
۱۳	بھی سکتے ہیں	۲۷	رسول و نبی کا شرف	۳۵	فاروقی علم غنی نہ تھا نہ کمالات	۳۵	رد علی فیض الہاری

فہرست مضامین بشیر القاری بشرح صحیح البخاری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۰	پچیسواں باب النحر	۵۱	در علی فیض الباری	۶۱	حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی	۶۱	تذکرہ گوہر ہے کیا کہایت آسان عمل
۳۱	در علی فیض الباری	۵۲	تقدیم بھی فقرہ سند علی السند الباری	۶۲	بہار گاہ میں مجاہدین کا سلام عرض کر کے دست پوی کرنا اور قادر ہوں کے لئے منہ سے پہلے توبہ نصیب ہونے کا وعدہ الہی	۶۲	رد و سرز آمل کرنے کا عمل
۳۲	باب المعانی	۵۳	توکل تزیج ہوگی ورنہ نہیں	۶۳	خامہ غریبہ فائز قدس سرہ کی بڑی خدمت و توجہ کی روشنی میں	۶۳	توزیع نکل دھت کسے میں ہندو
۳۳	در علی فیض الباری	۵۴	ایصال ثواب پر اعتراض	۶۴	کی بشارت	۶۴	ہندو کے لئے سچے ہندو تھے
۳۴	باب البیان	۵۵	در علی فیض الباری	۶۵	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۶۵	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۳۵	باب التبیان	۵۶	در علی فیض الباری	۶۶	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۶۶	آپ کے خصوصیات
۳۶	باب التبیان	۵۷	در علی فیض الباری	۶۷	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۶۷	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۳۷	باب التبیان	۵۸	در علی فیض الباری	۶۸	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۶۸	آپ کے خصوصیات
۳۸	باب التبیان	۵۹	در علی فیض الباری	۶۹	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۶۹	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۳۹	باب التبیان	۶۰	در علی فیض الباری	۷۰	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۷۰	آپ کے خصوصیات
۴۰	باب التبیان	۶۱	در علی فیض الباری	۷۱	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۷۱	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۴۱	باب التبیان	۶۲	در علی فیض الباری	۷۲	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۷۲	آپ کے خصوصیات
۴۲	باب التبیان	۶۳	در علی فیض الباری	۷۳	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۷۳	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۴۳	باب التبیان	۶۴	در علی فیض الباری	۷۴	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۷۴	آپ کے خصوصیات
۴۴	باب التبیان	۶۵	در علی فیض الباری	۷۵	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۷۵	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۴۵	باب التبیان	۶۶	در علی فیض الباری	۷۶	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۷۶	آپ کے خصوصیات
۴۶	باب التبیان	۶۷	در علی فیض الباری	۷۷	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۷۷	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۴۷	باب التبیان	۶۸	در علی فیض الباری	۷۸	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۷۸	آپ کے خصوصیات
۴۸	باب التبیان	۶۹	در علی فیض الباری	۷۹	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۷۹	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۴۹	باب التبیان	۷۰	در علی فیض الباری	۸۰	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۸۰	آپ کے خصوصیات
۵۰	باب التبیان	۷۱	در علی فیض الباری	۸۱	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۸۱	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۵۱	باب التبیان	۷۲	در علی فیض الباری	۸۲	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۸۲	آپ کے خصوصیات
۵۲	باب التبیان	۷۳	در علی فیض الباری	۸۳	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۸۳	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۵۳	باب التبیان	۷۴	در علی فیض الباری	۸۴	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۸۴	آپ کے خصوصیات
۵۴	باب التبیان	۷۵	در علی فیض الباری	۸۵	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۸۵	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۵۵	باب التبیان	۷۶	در علی فیض الباری	۸۶	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۸۶	آپ کے خصوصیات
۵۶	باب التبیان	۷۷	در علی فیض الباری	۸۷	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۸۷	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۵۷	باب التبیان	۷۸	در علی فیض الباری	۸۸	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۸۸	آپ کے خصوصیات
۵۸	باب التبیان	۷۹	در علی فیض الباری	۸۹	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۸۹	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۵۹	باب التبیان	۸۰	در علی فیض الباری	۹۰	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۹۰	آپ کے خصوصیات
۶۰	باب التبیان	۸۱	در علی فیض الباری	۹۱	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۹۱	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۶۱	باب التبیان	۸۲	در علی فیض الباری	۹۲	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۹۲	آپ کے خصوصیات
۶۲	باب التبیان	۸۳	در علی فیض الباری	۹۳	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۹۳	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۶۳	باب التبیان	۸۴	در علی فیض الباری	۹۴	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۹۴	آپ کے خصوصیات
۶۴	باب التبیان	۸۵	در علی فیض الباری	۹۵	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۹۵	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۶۵	باب التبیان	۸۶	در علی فیض الباری	۹۶	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۹۶	آپ کے خصوصیات
۶۶	باب التبیان	۸۷	در علی فیض الباری	۹۷	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۹۷	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۶۷	باب التبیان	۸۸	در علی فیض الباری	۹۸	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۹۸	آپ کے خصوصیات
۶۸	باب التبیان	۸۹	در علی فیض الباری	۹۹	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۹۹	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات
۶۹	باب التبیان	۹۰	در علی فیض الباری	۱۰۰	شرع بھی قوم ہی اور بہت	۱۰۰	آپ کے خصوصیات

فہرست مضامین بشیر القاری بشرح صحیح البخاری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۸	انھوں نے معاف نہ ہونے کا کہنا اس حدیث سے ثابت شدہ بات مسائل اور ایک نئی سوال درجواب	۱۰۷	غار حرا میں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل بشرا ہونے تھے۔	۱۲۵	محدثین کے نزدیک صحابی کی تعریف صحابی کی قسم اول حضرت غوث اعظم کے مرید فرشتے بھی تھے	۱۲۶	استاذ معظم الفاظ کیساتھ خطاب کرنے کا حکم مریدین پر واجب ہے کہ ہر کو ایسے الفاظ سے خطاب کریں جن سے عظمت ملتی ہو۔
۹۰	حدیث ۷۷ اہم ہجری کے ختم مذہب شیخ۔ زمانہ سابق کے رئیس اور جہاں حضرت بشیرانی قمر سرور کی مسکن کے ساتھ غم غوری شاگردوں کی خدمت بر اصطلاح صحابین حافظ اور جہاں کی تعریف	۱۰۸	ماانا بقاری کی پہلی تقریر دوسری تقریر فیہ غور کی تحقیق ماانا بقاری کی امجدی تقریر	۱۲۷	مزدوم جہانیاں تھیں تھے صلی علیہ السلام صحابی میں اور ان کے دیکھنے والے تھے حضرت درقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کی قسم اول میں داخل ہیں حضرت درقہ کے صحابی نہیں ہیں اس دلیل کا جواب	۱۲۸	پیر کی خدمت میں اہل مرید کو اہل مقام سے لگا کر مردود کر دیتی ہے بزرگوں کے لیے اہل کے بھی یہاں بھی سلب ہو جاتا ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عہدہ کا ادب
۹۱	روایت سے صالحہ اور صادقہ کا منقہ روایہ کے اقسام اور کون سا روایہ نبوت کا جز ہے خلوت میں کے فوائد حدیث ۱۷۱ بیان علی قلی کا بہترین مطلب	۱۰۹	علامہ طبرانی کا جواب جواب فیہ غور توحید کے تین مرتبہ اول توحید ایمانی دوم توحید علمی سوم توحید حالی	۱۲۹	در علی فیض الباری امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیق صحابی کی قسم دوم زید بن عمرو بن نفیل کے حالات صحابی کی قسم سوم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عہدہ کے حالات	۱۲۹	حدیث ۷۷ تحصیل علم دین نہ غلام کو آقا بنا دیا خواجہ ابویں مری کی شب بیداری زبور شریف کا ارشاد خواجہ ذوالنون مصری کا سوال اور خواجہ بایزید بسطامی کا جواب خواجہ بایزید کے نام کی برکت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات
۹۲	اس امت میں سب سے پہلے غوث کون ہوا اولیائے افراد حضور پر مہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحت تھے	۱۱۰	در علی فیض الباری بجو العلوم مع ما اللہ تعالیٰ بسم اللہ کے جو سورتوں پر نہ نسی بکث	۱۳۰	در علی فیض الباری امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیق صحابی کی قسم دوم زید بن عمرو بن نفیل کے حالات صحابی کی قسم سوم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عہدہ کے حالات	۱۳۰	حدیث ۷۷ تحصیل علم دین نہ غلام کو آقا بنا دیا خواجہ ابویں مری کی شب بیداری زبور شریف کا ارشاد خواجہ ذوالنون مصری کا سوال اور خواجہ بایزید بسطامی کا جواب خواجہ بایزید کے نام کی برکت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات
۹۳	غار حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخص تفکر کے معنی تفکر سے ذکر افضل ہے ذکر کے اقسام ذکر جہری چار طریق ذکر خفی کے طریقے ذکر کی خصوصیات	۱۱۱	در علی فیض الباری امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیق صحابی کی قسم دوم زید بن عمرو بن نفیل کے حالات صحابی کی قسم سوم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عہدہ کے حالات	۱۳۱	در علی فیض الباری امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیق صحابی کی قسم دوم زید بن عمرو بن نفیل کے حالات صحابی کی قسم سوم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عہدہ کے حالات	۱۳۱	حدیث ۷۷ تحصیل علم دین نہ غلام کو آقا بنا دیا خواجہ ابویں مری کی شب بیداری زبور شریف کا ارشاد خواجہ ذوالنون مصری کا سوال اور خواجہ بایزید بسطامی کا جواب خواجہ بایزید کے نام کی برکت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات
۹۴	ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت تعالیٰ عنہا کے حالات حدیث کی ترجمہ الہیہ کے ساتھ مطابقت	۱۱۲	در علی فیض الباری امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیق صحابی کی قسم دوم زید بن عمرو بن نفیل کے حالات صحابی کی قسم سوم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عہدہ کے حالات	۱۳۲	در علی فیض الباری امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیق صحابی کی قسم دوم زید بن عمرو بن نفیل کے حالات صحابی کی قسم سوم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عہدہ کے حالات	۱۳۲	حدیث ۷۷ تحصیل علم دین نہ غلام کو آقا بنا دیا خواجہ ابویں مری کی شب بیداری زبور شریف کا ارشاد خواجہ ذوالنون مصری کا سوال اور خواجہ بایزید بسطامی کا جواب خواجہ بایزید کے نام کی برکت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات
۹۵	اعود اللہ اور بسم اللہ اللہ نازل ہوتی ہیں۔ اقرار امر نہیں	۱۱۳	در علی فیض الباری امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیق صحابی کی قسم دوم زید بن عمرو بن نفیل کے حالات صحابی کی قسم سوم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عہدہ کے حالات	۱۳۳	در علی فیض الباری امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیق صحابی کی قسم دوم زید بن عمرو بن نفیل کے حالات صحابی کی قسم سوم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عہدہ کے حالات	۱۳۳	حدیث ۷۷ تحصیل علم دین نہ غلام کو آقا بنا دیا خواجہ ابویں مری کی شب بیداری زبور شریف کا ارشاد خواجہ ذوالنون مصری کا سوال اور خواجہ بایزید بسطامی کا جواب خواجہ بایزید کے نام کی برکت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۶۰	آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد	۱۶۹	آپ زمرہ ہر مقدمہ کے لئے مفید ہے	۲۱۸	سجدہ عہدیت اور بکوحیت میں مسند کی ایک ہے
۱۶۱	میں ہوں سے زیادہ بڑی باتیں	۱۷۰	ح کے ہند میں مذہب مختار محمد بن کے نزدیک مثل اور	۲۱۹	نبوی بارگاہ میں بکروں کا سجدہ
۱۶۲	راجہ پر کرنے سے مسلمان کی امداد زیادہ اچھی ہے۔	۱۷۱	نحو کا فرق حدیث کی ترجمہ الباب کے ساتھ	۲۲۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۶۳	اسلامی اخلاق کی بہترین مثال	۱۷۲	مطابقت	۲۲۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۶۴	گال کا بہترین جواب	۱۷۳	حدیث عملا	۲۲۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۶۵	شہادت کی اہمیت	۱۷۴	ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۲۲۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۶۶	تقریر اشکال	۱۷۵	ہر قل کے حالات	۲۲۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۶۷	”ہن“ ابتدائی کی دو قسم	۱۷۶	ربک اسم جمع ہے صحیح نہیں	۲۲۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۶۸	اشکال کا جواب اول	۱۷۷	قریش کن لوگوں کو کہتے ہیں	۲۲۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۶۹	اشکال کا جواب دوم	۱۷۸	قریش کی چند وجوہ تسمیہ	۲۲۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۷۰	ہن کے حقیقی اور مجازی معنی	۱۷۹	طبقات عرب کے نام	۲۲۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۷۱	لام تیسرے کے اقسام	۱۸۰	بنک اور ڈاک خانے میں روپیہ	۲۲۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۷۲	سماح استماع لفظات کے	۱۸۱	جمع کر کے منافع لینے کا حکم	۲۳۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۷۳	معان	۱۸۲	لفظ ترجمان کی تحقیق	۲۳۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۷۴	ترجمہ الباب کے ساتھ حدیث	۱۸۳	افعال کا حسن و قبح شرعی نہیں	۲۳۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۷۵	کی مطابقت	۱۸۴	عقل ہے	۲۳۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۷۶	درجہ فیض الباری	۱۸۵	عجیب واقعہ	۲۳۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۷۷	اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں	۱۸۶	لفظ ”قطر“ کے معانی	۲۳۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۷۸	ربط آیات	۱۸۷	ترجمہ الباب کے ساتھ مطابقت	۲۳۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۷۹	حدیث عملا	۱۸۸	لفظ ”مائد“ کے وجوہ	۲۳۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۸۰	امام عبداللہ بن مبارک کے حالات	۱۸۹	اشد ضروری تنبیہ	۲۳۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۸۱	زمنہ سابق میں عالم دین کی جانب رغبت	۱۹۰	شرک کے معنی	۲۳۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۸۲	صحابہ ہوتا ہے جن کی صحبت اب بھی نصیب ہو سکتی ہے	۱۹۱	امور جاہلیت کا بیان	۲۴۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۸۳	اہل علم کی قوت دوسرے اصحاب حاجت سے مقدم ہے	۱۹۲	نام جو دو کی بحث	۲۴۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۸۴	انسان صرف علم نہیں	۱۹۳	ان اور لڑاکا کے بائیں نئی حیوان	۲۴۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۸۵	دعویٰ زہد نہ ہوتا ہے	۱۹۴	ہر قل کے اسلام کی بحث	۲۴۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۸۶	اہل و عیال کی پرورش کیلئے	۱۹۵	حضرت زید علیہ السلام کا حدیث شریف	۲۴۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۸۷	گمانی جہاد سے بہتر ہے۔	۱۹۶	حضرت زید علیہ السلام کا حدیث شریف	۲۴۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۸۸	مال مشتبہ کو دکر لاکھوں کی غیرت سے بہتر ہے	۱۹۷	حضرت زید علیہ السلام کا حدیث شریف	۲۴۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۸۹	آپ کی کرامت سے نبینا	۱۹۸	مسیح مصلیٰ علیہ السلام کا دعوت نامہ	۲۴۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۹۰	بنیا ہو گیا۔	۱۹۹	بنام بقیس مکتوب	۲۴۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۹۱	عاریت دایس کی کا بنیظیر اور	۲۰۰	امام بعد مسیح کے لئے استعمال کیا۔	۲۴۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۹۲	قیامت کی یاد سے آنکھوں نے	۲۰۱	کلمہ ”اما“ کی بحث اور اس کے طرق استعمال	۲۵۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۹۳	اشکابہ سادیتے	۲۰۲	معانی ”حق“ کی تفصیل	۲۵۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۹۴		۲۰۳	سجدہ کی بحث اور اس کے	۲۵۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۹۵		۲۰۴	اتساہ حکم	۲۵۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۹۶		۲۰۵		۲۵۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۹۷		۲۰۶		۲۵۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۹۸		۲۰۷		۲۵۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۱۹۹		۲۰۸		۲۵۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۰۰		۲۰۹		۲۵۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۰۱		۲۱۰		۲۵۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۰۲		۲۱۱		۲۶۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۰۳		۲۱۲		۲۶۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۰۴		۲۱۳		۲۶۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۰۵		۲۱۴		۲۶۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۰۶		۲۱۵		۲۶۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۰۷		۲۱۶		۲۶۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۰۸		۲۱۷		۲۶۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۰۹		۲۱۸		۲۶۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۱۰		۲۱۹		۲۶۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۱۱		۲۲۰		۲۶۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۱۲		۲۲۱		۲۷۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۱۳		۲۲۲		۲۷۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۱۴		۲۲۳		۲۷۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۱۵		۲۲۴		۲۷۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۱۶		۲۲۵		۲۷۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۱۷		۲۲۶		۲۷۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۱۸		۲۲۷		۲۷۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۱۹		۲۲۸		۲۷۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۲۰		۲۲۹		۲۷۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۲۱		۲۳۰		۲۷۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۲۲		۲۳۱		۲۸۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۲۳		۲۳۲		۲۸۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۲۴		۲۳۳		۲۸۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۲۵		۲۳۴		۲۸۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۲۶		۲۳۵		۲۸۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۲۷		۲۳۶		۲۸۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۲۸		۲۳۷		۲۸۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۲۹		۲۳۸		۲۸۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۳۰		۲۳۹		۲۸۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۳۱		۲۴۰		۲۸۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۳۲		۲۴۱		۲۹۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۳۳		۲۴۲		۲۹۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۳۴		۲۴۳		۲۹۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۳۵		۲۴۴		۲۹۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۳۶		۲۴۵		۲۹۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۳۷		۲۴۶		۲۹۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۳۸		۲۴۷		۲۹۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۳۹		۲۴۸		۲۹۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۴۰		۲۴۹		۲۹۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۴۱		۲۵۰		۲۹۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۴۲		۲۵۱		۳۰۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۴۳		۲۵۲		۳۰۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۴۴		۲۵۳		۳۰۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۴۵		۲۵۴		۳۰۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۴۶		۲۵۵		۳۰۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۴۷		۲۵۶		۳۰۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۴۸		۲۵۷		۳۰۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۴۹		۲۵۸		۳۰۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۵۰		۲۵۹		۳۰۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۵۱		۲۶۰		۳۰۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۵۲		۲۶۱		۳۱۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۵۳		۲۶۲		۳۱۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۵۴		۲۶۳		۳۱۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۵۵		۲۶۴		۳۱۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۵۶		۲۶۵		۳۱۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۵۷		۲۶۶		۳۱۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۵۸		۲۶۷		۳۱۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۵۹		۲۶۸		۳۱۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۶۰		۲۶۹		۳۱۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۶۱		۲۷۰		۳۱۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۶۲		۲۷۱		۳۲۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۶۳		۲۷۲		۳۲۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۶۴		۲۷۳		۳۲۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۶۵		۲۷۴		۳۲۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۶۶		۲۷۵		۳۲۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۶۷		۲۷۶		۳۲۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۶۸		۲۷۷		۳۲۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۶۹		۲۷۸		۳۲۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۷۰		۲۷۹		۳۲۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۷۱		۲۸۰		۳۲۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۷۲		۲۸۱		۳۳۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۷۳		۲۸۲		۳۳۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۷۴		۲۸۳		۳۳۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۷۵		۲۸۴		۳۳۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۷۶		۲۸۵		۳۳۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۷۷		۲۸۶		۳۳۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۷۸		۲۸۷		۳۳۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۷۹		۲۸۸		۳۳۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۸۰		۲۸۹		۳۳۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۸۱		۲۹۰		۳۳۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۸۲		۲۹۱		۳۴۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۸۳		۲۹۲		۳۴۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۸۴		۲۹۳		۳۴۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۸۵		۲۹۴		۳۴۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۸۶		۲۹۵		۳۴۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۸۷		۲۹۶		۳۴۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۸۸		۲۹۷		۳۴۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۸۹		۲۹۸		۳۴۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۹۰		۲۹۹		۳۴۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۹۱		۳۰۰		۳۴۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۹۲		۳۰۱		۳۵۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۹۳		۳۰۲		۳۵۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۹۴		۳۰۳		۳۵۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۹۵		۳۰۴		۳۵۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۹۶		۳۰۵		۳۵۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۹۷		۳۰۶		۳۵۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۹۸		۳۰۷		۳۵۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۲۹۹		۳۰۸		۳۵۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۰۰		۳۰۹		۳۵۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۰۱		۳۱۰		۳۵۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۰۲		۳۱۱		۳۶۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۰۳		۳۱۲		۳۶۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۰۴		۳۱۳		۳۶۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۰۵		۳۱۴		۳۶۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۰۶		۳۱۵		۳۶۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۰۷		۳۱۶		۳۶۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۰۸		۳۱۷		۳۶۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۰۹		۳۱۸		۳۶۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۱۰		۳۱۹		۳۶۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۱۱		۳۲۰		۳۶۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۱۲		۳۲۱		۳۷۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۱۳		۳۲۲		۳۷۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۱۴		۳۲۳		۳۷۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۱۵		۳۲۴		۳۷۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۱۶		۳۲۵		۳۷۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۱۷		۳۲۶		۳۷۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۱۸		۳۲۷		۳۷۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۱۹		۳۲۸		۳۷۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۲۰		۳۲۹		۳۷۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۲۱		۳۳۰		۳۷۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۲۲		۳۳۱		۳۸۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۲۳		۳۳۲		۳۸۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۲۴		۳۳۳		۳۸۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۲۵		۳۳۴		۳۸۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۲۶		۳۳۵		۳۸۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۲۷		۳۳۶		۳۸۵	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۲۸		۳۳۷		۳۸۶	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۲۹		۳۳۸		۳۸۷	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۳۰		۳۳۹		۳۸۸	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۳۱		۳۴۰		۳۸۹	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۳۲		۳۴۱		۳۹۰	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۳۳		۳۴۲		۳۹۱	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۳۴		۳۴۳		۳۹۲	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۳۵		۳۴۴		۳۹۳	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۳۶		۳۴۵		۳۹۴	نبوی کریم کی بی بی خولہ کی محبت
۳۳۷					

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هُوَ الْمَجْدُ عَلَيَّ + وَالَّذِي هُوَ أَحْمَدُ رِضَاعُ كُلِّ نَكِي + وَالصَّلَاةُ
 غَمْرُ الدُّنْيَا وَغَمْرُ الْآخِرَةِ + وَالَّذِي تَجَلَّى لَهُ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْجَبَلِ وَالْحَقِّ + وَعَلَى آلِ رَسُولِ هُوَ
 عَبْدُ الْغَرِيزِ عَلَى كُلِّ عَابٍ وَنَارٍ + وَهَدَايَتِ اللَّهِ كُلِّ مُسْلِمٍ وَمَخَارِجِ
 وَعَلَى اصْطَبَاحِهِ الَّذِينَ هُمْ فَضْلُ حَقِّ لِمَنْ قَفَاهُمْ سَيِّمُ التُّرْمُذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ +

مَاذَا هُمْ ابْنُ اَدُوٍّ وَابْنُ مَا جَاءَ بِاَيِّ الطَّالِبِينَ • لَا بَلَّ لِي اَبْدَانِي

اما بعد - فقیر سید غلام جیلانی ابن المولوی سید غلام فخر الدین ابن قودۃ العلماء والراہین امام الفضلاء والکاملین واقع
اسرا ب قوسین سیدنا و مولانا المولوی سید سناوت حسین قدس اللہ تعالیٰ سرہما ادا خاض علینا
من بعض اصحابہ برا و ران مسلمین کی خدمات میں عموماً اور طالبان علم دین کی خدمات میں خصوصاً کوشش کرتا ہے کہ اسلامی علوم میں
علم حدیث اور علم فقہ کی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ علماء سالفین نے انکی پوری پوری چھان بین فرمائی، حتی الامکان کسی گوشہ پوش نہ تحقیق
نہ چھوڑا اپنی مقدت کے اعتبار سے ہر پہلو کو واضح فرمادیا۔ دیگر علوم اس خصوصیت سے محروم ہے۔ اسی واسطے تا بیغات جس کثرت کیساتھ ان
دوں میں پائی جاتی ہیں۔ دوسرے علوم میں نہیں ملتیں۔ لہذا اے ہر کسے راہ پر کھلے مسافت پر ایک جماعت نے انتہائی محنت اور
مقرری کی کہ مکمل متباد کیساتھ نبوی احادیث کا ذخیرہ فراہم کیا۔ اس جماعت کو محدثین کہتے ہیں اور ایک جماعت نے اپنی خداداد
قوت اجتہاد کی روشنی میں انکے صحیح معانی پر عبور حاصل کر نیکی بعد بڑی بڑی کادشوں کیساتھ ان سے مسائل کا استنباط کیا۔ اس جماعت کو
فقہاء کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے۔ ان دونوں جماعتوں کو اللہ تعالیٰ جزلے خیر عطا فرمائے۔ کہ انہوں نے نبوی احادیث اور فقہی مسائل کی تفسیر
کر کے محنت مسلمہ کے لئے راہ عمل آسان فرمادی۔

زمانہ قدیم سے مسلمان علوم اسلامیہ کی تحصیل کرنے چلے آ رہے تھے اور تحصیل ہی نہ بنی جذبات کے ماتحت ہوتی تھی۔ اس سے حصول دنیا مقصود ہوتا تھا۔ اسی واسطے طلبہ کے اخلاق پر اتنا بہترین اثر پڑا کہ دوران تحصیل ہی میں زیادہ دل سے آراستہ ہو جانے، یا ثار غلوں، قناعت، خیر و انصاف، حمیت کے حامل بننے پر روق پر مذہبی حمایت پیش نظر رہتی، دینی مفاد کو ذاتی مفاد پر مقدم سمجھتے، دینی مفاد کو ذاتی مفاد تصور کرتے تھے تحصیل میں اتنی جدوجہد کیا جاتی کہ ہر فن میں ممتاز قابلیت حاصل کر لیتے۔ علوم اسلامیہ کی تحصیل مسلمانوں کے کسی خاص طبقے کیساتھ مخصوص نہ تھی، عوام و اہل متوسط الحال طبقے کی طرح سرمایہ اردن کا میلان طبع بھی اسی طرف تھا۔ اسی واسطے ہر طبقہ کی معتد بعداد دینی معلومات سے مالا مال نظر آتی تھی ہندوستان کے مسلمان اپنی اس علمی زندگی کے اعتبار سے نہایت خوش حال اور دینی حلقہ پر ایسے حکم کے خراج طاعت کے ہاتھوں مشا در کنارہ کرنا بھی دشوار تھا۔ یہاں تک کہ دشمن اسلام انگریز کا تسلط ہوا۔ اس نے پورا پورا قابو پانے کے بعد ہندوستان میں غیرت کی زیادہ

اور سید احمد صاحب کو فریدہ کی اشاعت و تبلیغ کے لئے مقرر کیا گیا کہ اپنے (تہذیب الاخلاق) نامی ایک پرچہ جاری کیا جس میں مخالفت اسلام و غیرت کے اصول سرابے جانے لگے۔ انگریزی تعلیم کے لئے کالج قائم کیا۔ اور اسکے محاسن و فوائد بیان کرتے ہوئے اسکی تحصیل کی جانب بڑے زور و شور کے ساتھ ترغیب دی جانے لگی۔ ابتداءً مثنیٰ چرخ علی صاحبہ دوشی مہدی علی صاحبہ کے دو حواری تھے جو غیرت کے ثبات میں ناز و قلم دکھاتے رہے ان کے بعد مولوی اسحاق حسین متا حاکم ہائی پتی اور آفتاب لکھی متا کوٹلی خدات تقویٰ بن ہوئے۔ ان دونوں صاحبان نے انگریزی تعلیم کی مداحی کلام کی تعریف اور غیرت کی توصیف میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اور اپنی پوری قابلیت انگریز کے اشارے پر اسلام کی مخالفت میں صرف فرمادی۔ جس سے متاثر ہو کر مولوی حافظ محمد سلیم الدین احمد صاحب اسکیم رہے اپنے طرفانہ انداز میں فرمایا تھا۔

شجرہ قدر کا خوب پولا پھلا ہے + توہب کی ہرشاخ میں پھل لگی ہے ① مزہ ایک پھل میں کٹے طے کا ہے + نئی داستان ہے نیا ماجرا ہے ہر اک کام کا یا پلٹ ہو گیا ہے + کہ اسلام کا یا پلٹ ہو گیا ہے
جہا اعتزال اور توہب بھی پھیلا + مگر کام پورا تسلط کے ڈھب کا ② ناول سے نکلا نہ تانی سے بگستا + تو ثالث تلاش ہوئے بوقی افزا غلط در غلط واصل ابن عکاک + مخالفت نبی کے مقابل خدا کے
وہ اتحاد کے یادگار گرامی + وہ کفر و زندق کے فرزند نامی ③ ہول کے مددگار بدعت کے حامی + خلافت کے سنبھلے ہوئے کسلائی وہ تہذیب خاتون کے فردِ بطنی + وہ آزاد بانو کے دلسند بطنی
نہیں رہتے نام مہارک سنے بن + تو سنے کہ وہ فکر دنیا سے امین ④ نہا بسن ظاہر نہ غم خد باطن + نہ صوفی نہ زنا جہ مسلم نہ مومن تمدن کی جو در ترقی کے شوہر + وہ ہیں جن کو حضرات کہتے ہیں
اسی خدمت کے دار و گریوستان میں + قدم آپ کے آئے ہندوستان میں ⑤ بہانہ گئی علم کے بوستان میں + کھلے عقل کے گل ڈلی بوستان میں یہ آئے اہل ان کے خیالات دیکھو + دکھاتے ہیں کیا کیا کمالات دیکھو
بنا مدرسہ کی تہذیب نے ڈالی + نئی راہ چن دی پہلے نکالی ⑥ تو بنے لگا ایک ایوان عالی + جسے دیکھ کر کہتے ہیں عالی کہ پانی پتی دست زنی نشوید + قلندہ چو گوید ہمہ دیدہ گوید
بشارت جو اے ہستیاں - پھر علی گڑھ میں جوتا ہے اسوج کہ ⑦ یہ جہ کہیں ج لندن سے ٹکڑ + کہ ہے مدرسہ کے بڑا داسکے دو پر کسی کا دل پاک ہے سنگ اسود + بڑھو کھکے لبیک یا سیدنا محمد
یہ والاہر سید خاندانی + ہیں اس کعبہ غیرت کیانی ⑧ ہر میں جو ہے کبہ ہاستانی + وہ حضرت کے دادا کی بوکاوانی تو جو مدرسہ کوں میں رہا ہے + یکبہ بنایا جو آپ کا ہے
یہ رنگ انگن کعبہ غیرت + دبیر الامارت شیر المصیت ⑨ ہیں اک مردی غم پاکیزیت + طبیعت میں جو کجی قوی حیت یہ کرتے ہیں سلام کی غیر خواہی + یہ ہیں یادگار خلیل الہی
یہی دین غیر کے بیٹا صرسل + یہ غیر انہیں کا ہے وحی منزل ⑩ یہی جانتے ہیں کتاب مفصل + انہیں پر کھلا ہے ہر کلام محل حیاں ہیں نبوت کے صدق ان کے + صفینے ہیں تہذیب الاخلاق ان کے
بڑے کام کے پہلے دو تھے حواری + کہ کرتے تھے احکام تشریع جاری ⑪ انہیں کو تھی تہذیب کی باگداری + انہیں سے تھی غیرت کی ہڈ داری پھر ان کی تحقیق کے ٹٹھانے + تو آئینہ ہمد و مروت دکھاتے
مگر وہ چراغ اب نہ دیا رہا ہے + ناگلی سی تابش نہ زور و ضیا ہے ⑫ اور اس ہمد و مروت کو بھی اختلاف ہے + اثر غیبت نامہ کا ہوا ہے

نہ اجاچکے ہیں وہ اب گھی کے جلتے + نہ سرواب سے ہیں وہ بقیے نکلتے
 تو نیکے ہیں پھر دھاری نای + قوانین بشریہ نیچے کے جامی (۱۳) تخیل کے عالم شریع کے حامی + ترندق کے مارے تشنق کے
 خروستہ گویا دلسان دونوں + بنی نوع نیچے کے انسان دونوں
 وہ ایک دن میلہ ہام عقلی کے ماہی + کہ ہیں نام کے آفتاب الہی (۱۴) ریاضی دقیقوں کے ماہر کماہی + توارک کے ماہر بے تساہی
 عروج خیالات میں منبے اپنے + ہر اک طور کی قہدہ ہست اپنے
 خداوند عالم کو اب کہنے والے + نبی کو حکیم عسرب کہنے والے (۱۵) شرائع کو دنیا کے دھبے والے + عقائد کو قوی ادب کہنے والے
 عقیدے میں پورے مقلدے پرکے + کہ ہیں برزخ و حشر قوی ڈر کے
 وہ ہیں دوسرے صاحب طبع عالی + فنی نظم میں ہم صغیر زلالی (۱۶) بہت کچھ ہے جن کا عروج خیالی + ہر اک قال کے راز ہیں چالی
 یہ کچھ لطف گفتار ہے کام اُن کا + کہ مجموعہ لطف ہے نام اُن کا
 ترقی نے جلوہ یہ اپنا دکھایا + کہ صاحب نے مجموعہ کا نام پایا (۱۷) مگر حُسن آگے نہ اُتر گیا لایا + کہ تفسیر کے پیر میں سما یا
 بجا ہے ترقی ہے ماں بھی نظریں + فردنی جو ہے حُسن کی تو منقریں
 جس حُسن کے کسی کی فہوت + نہ اسکی صفا کو ہے ہم کدورت (۱۸) نظر انورث نہ شان ذکورت + غرض تم نہ سمجھو ایسے حُسن موت
 یہ وہ حُسن ہے حُسن پائید یعنی + جسے اہل دل کہتے ہیں حُسن معنی
 غرض آپ ہیں ناظم ملک نچیر + سخن آپ لگتے ہیں دفتر کے دفتر (۱۹) صفائے میاں کا یہ بلا ہے پیکر + کہ ہر شعر ہے آپ کا موجب گوہر
 نئی تھیٹ اُن کی یہ شہد مدح + کہ بھاشا کے لفظ لائے ہیں لہجہ
 سخن میں نیا ڈھنگ ہے خوبصورت + طبیعت میں کیا دطرز عجیب (۲۰) کلام آپ کا جو ہے سو قہر ہے + مدد و جہد اسلحہ ملک نصیب
 مدد و جہد اسلحہ یعنی مدد + مدد کو یا کتاب بعدد س
 غضب شہو پہا اہل نچیر میں اسکا + فصاحت بلاغت کے لہجے ہی غا (۲۱) لگایا ہے نیچے کے مرسل نے فتویٰ + کہ یہ نظم ہے سائے ہم میں کیا
 نہیں مثل کا اس کا مکان گہر + کہ یہ وحی نچیر میں ہے نظم معجز
 بڑے ناز سے اس کا شعار ہو گیا + سنا ہے کہ فرلے ہیں پیر نچیر (۲۲) کہ گرجھ سے پوچھا گیا زور عشر + عل کو سنا لائے ہو سب بہر
 تو حاضر کروں گا یہ نظم حالی + ہے ہدیہ حضرت ذوالجلالی
 تھا آپ سے کوئی پوچھ کہ حضرت + قیامت کے پورے پہا تو اہل طرقت (۲۳) نہیں ماننے کوئی دھوی نہ محبت + بھلا آپ کو کیا ہے عشرے نہایت
 کہ یہ اعتقاد اہل اسلام کہے + نہ قانون نیچے کے احکام کا ہے
 ادا چاہا ہوا اندر عشر تو پھر کیا + سوال آپ سے پہلے اسای ہوگا (۲۴) مجھے یاد آتی ہے اک نقل زیبا + کسی نے یہ کہتے ہیں صحنی سر پوچھا
 کہ سید اگر پوچھ شراہی جواری + تو احکام کیا اُسے ہوتے ہیں جاری
 کھا شیخ نے ایک قطعہ جواری + کہ میں تو دیکھی نہیں یہ طراہی (۲۵) بنی فاطمہ ہاشمی جو توالی + غضب کہ ہو میں جواری شالی
 خدا نے کیا ہے انہیں تو ظاہر + طہارت ہے قرآن سے انکی ظاہر
 اور ایسا اگر ہے تو ایسے قسمت + قیامت میں موت پٹنی حسیبت (۲۶) انہیں جو پیر کو کب ہوگی فرصت + کہ اے گلی اپنی شفاعت کی نوبت
 انہیں کچھ بیڑوں میں ہونے لگا + نکل جائے گا کو نہ ہے پھر ہمارا

اسی طرح جب اے خداداد نجیب + بر غم جناب آگیا اور محشر (۲۵) اور اس دوزخ کے جھگڑوں کی دفتر + کھلے پیش خلاق دانائے داور اور آئی: ہی مثل پشی میرا دل + ہے اسلام کا جس دعویٰ مکمل اور اسکی ہوئی آپ سے روکا کر + ہوئے رد و کد کے جوابات جاری (۲۸) لگی ہوئے تقریر کی محرکاری + تو یہ مثل پر سخت جھگڑا ہر چاہی وہ دن ان کھیروں میں کٹ جائیگا + یہ نیت بھلا کوئی کرے گی اور کب کہ حضرت پوچھے خداداد نکست + ہمارے لئے تھکلائے ہوئے کیا (۲۹) اور آپ اس مسدک کھلا کے اجزا + کرس شعر کے جائزے کی تمت اور انت العزیز لکھیں مسدک + خطاب آپ ہمیں کمال شرف مگر آپ کچھ نہیں رمان اس کا + نہ کھیں کہ یہ خاص تمنائے اعلیٰ (۳۰) اور اس بھی بھلا کوئی کہ تھا + یقیناً طے کا معتر رملے گا طے کا بنے گا دلتج تارک + تو پوچھیں گے ہم بھی مزاج بکلا

چونکہ حکومت کا سایہ عاطفت سر پر تھا اس لئے اسباب ہر کے بار فرما ہی سے سبکدوش رہے اور آپ کی تبلیغ نجیبیت و تعلیم انگریزی کی تحریک آفاقاً منازل ترقی طے کرتی چلی گئی۔ ابتداً طبقہ روسائے آبکی آواز پر لب لباب کہا اور مدت مدید تک اس نام تیز ویر میں صرف ہی لوگ شگلا ہوئے۔ پھر حکومت نے کچھ ایسی تدابیر اختیار کیں جنکی بنا پر متوسطا حال طبقہ کے لئے انگریزی تعلیم کے بغیر معاش کے ذرائع محدود ہونے لگے نظریا طبقہ بھی انگریزی تعلیم کی جانب متوجہ ہو گیا۔ رفتہ رفتہ نوبت ہاں جاوید کہ اسلامی تمدن اسلامی معاشرت اسلامی وضع قطع اسلامی پوشاک اسلامی آداب اسلامی اخلاق اور اسلامی امتیازات کی دولت بے بہارہ دونوں طبقہ اپنے ہاتھ سے کھینچے جسکو اکثر اقبال مرحوم نے محسوس کیا مگر اسوقت جبکہ پانی سر سے اوجھا ہو چکا تھا اور ہر گز پنے میں مراست کر گیا اور نہایت ہم پر ہو کر نہانے لگے۔

کون ہے تارکائین رسول حقار + مصالحت قت کی پر کس کے عمل معیار + کس کی نظروں میں مایا پر بندہ بیاغار + ہوئی کس کی نگارز سلف سے بیزا + ہم میں تم جو ہندوی تمدن میں بند + یہ مسلمان ہیں جنہیں کچھ کے شہر نہیں ہو + قلب میں رہیں روح میں خاس نہیں + کچھ بھی پیچام حکم کا نہیں اس نہیں یوں تیرے بھی ہو مرزا بھی ہو خدان بھی ہو + تم بھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو

الغرض سرسید و مولا صاحب کی تحریک ہلا تحریک کی بدولت قوم مسلم کے ان ہر دو طبقات جس طرح اور اسلامی امتیازات فقدان ہو اسی طرح تحصیل علم دین بھی انہیں منقود ہو گئی۔ اب طبقہ غریبا باقی رہا جو علوم دین کی تحصیل میں مشغول تھا۔ اور ہندوستان کے عربی مدارس سے علوم انھوں قابلیت کے ایک طلبہ قراعت پا کر نکل رہے تھے۔ کیونکہ اساتذہ اور طلبہ میں سے ہر ایک اپنے اپنے فرائض منصبی کو محسوس کرتا تھا اور پوری پوری ذمہ داری کیساتھ اُن سے عہدہ لے کر ہونے کی طرف میں سے کوششیں جاری تھیں۔ مددہ حدیث میں طلبہ کا داخلہ فنون کی تکمیل کے بعد کیا جاتا تھا۔ امتحان اعلیٰ میں صلا ماریت نیکو باقی۔ استعداد کے مطابق کتب میں اچانک شرکت دینے کا معمول تھا۔ پھر کتابیں بعد امتحان اعلیٰ تخریر کی جاتیں طلبہ کی تحصیل میں فوق و شوق کیساتھ مصروف رہتے ہر کتاب کے مطالعہ کو لازم سمجھا جاتا اور انکو ارا التزام کی جاتی تھی۔ اسی طرح اساتذہ کے نزدیک بھی چون مطالعہ درس دینا یا امتداری کے خلاف تھا عربی مدارس انہیں خوش گواریل دہنا سے گزر رہے تھے کہ ایک ضلع سہانپور کی سرزمین پر غرضت کی گشتائیں چھاپیں مصیبت کے اہل گرجے اور غریب تعلیم کا صاعق آسمانی ٹوٹ کر ارا اللہم دیوبند پر گر پڑا۔ بہتم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے پاس ایسے شدید مظالم اختلافات پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے مدرسین اور طلبہ میں تفریق ڈال کر دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک جماعت بہتم کی ہوا خواہ جو اقلیت میں تھی۔ دوسری شیخ الحدیث کی پیروا جو اکثریت میں سرورہ از آنکے دنوں جماعتیں آپس میں گزریاں ہریاں در خوب۔ اچھا لگایا ہا لآخر اس معرکہ جنگ کا اختتام ہاں طلبہ ہوا کہ ایک جماعت سپاہی ہوئی اور شیخ الحدیث میدان چھوڑ کر اپنے حوالی موالی کیساتھ ڈھابیل صوبہ گجرات میں پہونچ کر پناہ گزیں ہوئے۔ یہ واقعہ غالباً ۱۹۷۲ء یا ۱۹۷۳ء کا ہے حدودہ حدیث کے اکثر و بیشتر طلبہ اور جو کرانے ساتھ چلے گئے تھے اسلئے دارالعلوم دیوبند کا دارالحدیث خالی ہو گیا مابا بہ تمام نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ شیخ الحدیث کے چھوٹے

دارالعلوم پر کوئی بلا نہیں پڑا۔ دورہ حدیث کا سہارا دیا۔ بقول شخصے (مکی کے بھاگوں جھینکا ٹٹا) یہ خبر پڑنے ہی اطرانہ کائنات سے وہ اناجیت اندیش طلبہ ٹوٹ پڑے جن کا مقصد صرف فکری سکند کا حصول تھا اور دوا حکم رب سائن کی طرح پھر لبالب ہو گیا۔ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب کو مسند صدارت پہلا بٹھا۔ جب وہ حدیث کا میاں دارالعلوم دیوبند میں گرا آیا جو ہندوستان کی عربی درگاہ ہوں میں باعتبار وصیت عارف اور لیا کا کثرت تعداد طلبہ رب بڑی درس گاہ ہے تو بغولائے (جو کفر) کے خیزد کجا ماند مسلمان) دوسرے مدارس اس سے کب محفوظ رہ سکتے تھے۔ وہ بھی مصلح زندگی کے پیش نظر اپنے محمول میں ترمیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ نوبت باجیارسید کے بدشوقی سبب حوصلہ نابل طلبہ کی زیارت کا اشتیاق اگر دامگیر ہو تو دورہ حدیث کے طلبہ کو دیکھ کر پورا ہو سکتا ہے کہ اس درجہ کے اندر اکثریت میں ہی ہوتے ہیں جن کے بے حیثی مشن پر (چار پائے بروکتا بے جنہ) کا روشن تلخ چمکتا ہوا دورہ نظر آتا ہے۔ ۱۔ السن البتری کے باوجود بڑے نازکیا تھے پھر نانا یا اشتہارات رو میداد میں پچھلایا کمال مسال ہمارے دارالعلوم سے بفضلہ تعالیٰ اتنے طلبہ فاضل انقصر ہوئے ہیں جیسے کہ اس سال پہلے اتنے انسانی نفوس کو خلوہ ایمان بنا کر بفضلہ تعالیٰ اپنی قوم کی آنکھوں میں محول جھونکی ہے۔ دورہ حدیث کی اس تحریک ذمہ دار دارالعلوم دیوبند کے دی ارباب ہتھام ہیں جنہوں نے معیار کو گرایا تھا۔ اور حکم حدیث بخاری صفحہ ۴۹۷ کا نقل نفس ظلمہ الا الاحیاء علی ابن آدم کلا کل کف من دھھا لانہ اول من سن القتل) یعنی دنیا ملک کے نامہ اعمال میں اس تحریکے ثواب کا اضافہ ہوتا ہے گا۔ پھر دارالحدیث چونکہ غیر معیاری طلبہ سے لبریز ہوتا تھا اسلئے شیخ الاسلام مصلح سے بے نیاز تھے۔ اور بخاری شریف کے دوس ہر ایسی تقریریں فرماتے تھے جو کہ مشن کرام بخاری علیہ رحمۃ الہامی کی روح کو سی ہوگی۔ اور لہجہ نہیں بڑی زرقا مستقیم حقیقی اللہ واقعہ ہائے دارالحدیث کے ازالہ حیثیت عرفی کا استغاثہ پیش کر گزریں کہ کوئی شیخ الاسلام نے ان پر بدترین افراء عطا ہے۔ آپ کی تقریرات جام (تقریر) بخاری اموسوم کے کشائش کی گئی ہیں ان کا نمونہ بشیر القادی کے صفحہ ۲۴۲ پر ملاحظہ کر کے ناظرین کو باور ہو جائیگا کہ میں نے کوئی کلمہ خدا نخواستہ کسی پرخاش کی بنا پر نہیں کہا بلکہ یا ایک زرخشنہ حقیقت ہے جس پر کسی طرح پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔

انہیں حالات سے متاثر ہو کر قلب میں خیال پیدا ہوا کہ بخاری شریف کی شرح سلیس ردو میں ایسی لکھی جائے جو اسکے حل کما سٹے کافی ہوتا کہ موجودہ دور کے طلبہ اسکے مطالب آسانی اندر کر سکیں اور گندم بنا جو روشل اصحاب کی تقریرات سے گمراہ نہ ہوں اور اسکے ساتھ ساتھ گمراہ کن شروع کے چہروں سے نقاب بھی اٹھا دیا جائے تاکہ اساتذہ دھوکہ نہ کھائیں کثرت کا راہ پر چوم (فکھ کے باعث تہمت تو نہ ہوتی تھی کہ اس عظیم الشان امر کی طرف اقدام کیا جائے مگر توکل علی اللہ لکھنا شروع کیا۔ اور تقریباً دو سال کی مدت میں پیشہ مکمل ہو گئی۔ یہ معجز ہر گان سلسلہ کی توجہ کے اثرات ہیں ورنہ اپنی حالت تو یہ ہے۔ ناکارہ و نادران کوئی مجھ سا نہ ہو گا۔ آیانہ بحمد بے ہنری کوئی ہمنہ اور

دوسرے مذاکے ہتم سائن ہمارے محترم و معتمد (چھوٹی سرکار) الحاحر جلیا شیخ بشیر الدین صاحب چشتی قدس سرہ خانہ لاکھہ فیروز میں یک عجیب بزرگ گزرتے ہیں جن کی نظیر تنکنا آنکھوں نے نہیں دیکھی میثا لکھ نے فرمایا (مصلح ولی علی قدم نبی) کہ ہر ولی کوئی کسی نبی کی حالت و مشرب عطا ہوتا ہے چنانچہ مرتبہ ولایت عیسوی پر فائز ہوئے تھے تارک الدینا ہوئے تھے اور مرتبہ ولایت ابراہیمی پر فائز ہوئے تھے صاحب جمال در مرتبہ ولایت نوحی پانیوالے صاحب کلت اور مرتبہ ولایت سلیمانی پانیوالے مالک یاسٹ علی هذا القیاس اور جبکہ مرتبہ ولایت محمدی عطا ہوتا ہے۔ وہ تمام احوال کے جامع تھے ہیں اسلئے حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قصیدہ غمیریہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ وہ کل ولی لہ قدم وانی۔ علی قد النبی بدل الکمال ترجمہ ہر ولی را یک قدم دادند ما۔ برتر ہمارے نبی بدر العلی۔ مولیٰ تعالیٰ نے چھوٹی سرکار قدس سرہ کو دینیوی ریاست کے ساتھ ساتھ دور ویشی بھی عطا فرمائی تھی جن کا قیام بہت ہی نادر الوقوع ہے۔ بایں میں نیک مرتبہ ولایت سلیمانی پر فائز تھے جو کہ مرتبہ حصول بیت غائبانہ کے بعد اپنے مرتبہ کامل عارف و مصل حضرت حاجی احمد علی اللہ شاہ صاحب قدس سرہ کی برکت سے فائز ہوئے ہیں مصل ہوا تھا۔ اسلئے اکثر و بیشتر لوگوں کو اسکا انکشاف ہو سکا اور انکی

نظر میں مل سائی آخر تک صرف شان یا ست پر محدود رہیں آپ کے مستقل حالات انشاء اللہ تعالیٰ ہماری کتاب (اسلامی مہینے) میں لکھنے کے لئے جو زیر تالیف ہے۔
فیہ کما تدرکون کو آپ کی محبت سے بہت فائدہ پہونچا بلکہ تربیت کے ابتدائی مراحل آپ ہی کی برکت محبت سے طے ہوئے۔ پھر ایک دوسرے بزرگ کے
پروردگار یا گیا جن کا ذکر غیر عہد پر کیا ہوا ہے۔ چونکہ شرح منکر کے لئے اپنے اپنے لطیف فرمایا تھا۔ نظر آں حصول برکت کی خاطر نام ہمارے کے پہنچنے
کو لیتے ہوئے اس شیخ کو (شہید القادی) شیخ صحیح البخاری) کیساتھ موصوف کرتا ہوں میں اس قابل تو نہیں کہ اس کے احسانات بیکران کی مکافات کر سکوں
بغیر اسے لا اَحْبَلُ عِنْدَكَ تَهْنِئَةً يَهْدِيكَ مَالٌ ۚ فَلْيَسْعِدِ النُّطْقُ اِنْ كُنْتُ سَعِدْتُ لِحَالِ ۚ اِن تَوَلَّيْتُ جُوعًا لَمْ يَكُنْ لِي حَالٌ ۚ اِن تَوَلَّيْتُ جُوعًا لَمْ يَكُنْ لِي حَالٌ ۚ اِن تَوَلَّيْتُ جُوعًا لَمْ يَكُنْ لِي حَالٌ ۚ
حایت دیں جو دیر لے اے اُن کی روح مقدس کے لئے ہدیہ کرتا ہوں۔ مگر قبول اُمید رہے مرقہ شرفہ
ارباب علم کی خدمات ہیں درخواست ہے کہ اسکو بغور ملاحظہ فرمائیں جہاں کہیں جو غلطی طے ہو کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ فقیر شکر کیساتھ
قبول کرے گا۔ اور آئندہ طاعت میں اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔ وَمَا تَوْفِيقِي اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْيَاسِيبُ۔

حالات خود بہت مسلم خود

والد ماجد مرحوم کے یہاں کم از کم ایک مہینے ضرور رہتی تھی جس کے دودھ کی کھیر پر روز چھبہ تھنا تھوکر بزرگانِ دین اور جابر مہینے مومنات کی خدمت میں
لیصال ثواب کیا کرتے تھے۔ اور خانہ دینی دستور مطابق کیا اھو بیٹے اپنی کی فاطمہ بی بی محلات میں اہل حق کے بعد گریس چار رکھیاں پیدا ہوئیں جن
کے گھر گیا۔ دل میں فرزند کی آمد رکھتے تھے۔ پانچویں مرتبہ امید ہوئے پر حسبِ ارشادِ بانی (وَلَا تَغْشَى الْيَلَامُ سِيلَةً) حضورِ نبوتِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وسیلہ بنا یا اور یہ نذر مائی اگر اس مرتبہ فرزند نہ تو نہ ہوا تو معقول سے زیادہ وسیع جائز ہو گیا ہوں شریعت کی فاطمہ بی بی کی جائیگی۔ خواب میں کسی بزرگ کی زیارت
سے مشرف ہوئے۔ اُنہوں نے تو کہ فرزند کی بشارت دیتے تھے یہ ہدایت فرمائی کہ تم کا نام (غلام حیدر) رکھا جائے چنانچہ تباہ کے اوصاف ان کی
فقیہ کی ولادت ہوئی اہل شاد فرزند نام رکھا گیا۔ اور بڑی دھم دھام سے گیارہویں شریف منائی گئی۔ فقیہ کی دلی تائید ہے کہ نبی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے
علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدمے اور حضورِ نبوتِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میرا سی ماہ ہمارے کے اندر وفات بھی نصیب کرے۔ ۵

اس میں دعا از بندہ آئیں از ملک + پوزش ما ز بندہ اجابت از ملک

سبب شہور یا تو اسلامی طریقہ کے ماتحت رسم تسبیح غزالی ادا کی گئی۔ اور بعد اختتامِ ناظرہ لیکر دو مکتب میں داخل ہو گیا۔ جہاں استاد محترم مفتی فیض علی
علیہ السلام نے دینی تعلیم دیتے تھے۔ اس مکتب کا نصاب پورا ہونے کے بعد پرائمری اسکول میں داخل ہوا جہاں دس چار ماہ تک تعلیم ہوئی تھی۔ اور اسکول کے استاد محترم
مفتی خواجہ صاحب ہند باشر تھے۔ درجہ چہارم میں کامیاب ہوئے بعد میں محترم حضرت مولانا شاہ تیرہ غلام قطب الدین صاحب برہمچاری علیہ
رحمۃ الابرار نے اپنے ہمراہ لیکر صدر دسمہ انجمن اہل سنت بازار دیوان مراد آباد میں داخل کر دیا جو آج کل بنام جاقوٹہ خیمہ
موسم ہے۔ یہاں پڑھنا آمد نامہ سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ اور چند سال میں کافیہ تک سانی ہوئی جس کے متعلق طلبہ میں مشہور تھا کہ کافیہ کا فیض ترقی دلا
ہوئے تھے اسکو وہ یہ یومِ خیر۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ عظیم ہو کہ طبیعت میں شرقی تحصیل پر افراد یا تھا کہ یہی ستر سال کی ضرورت پیش نہ آئی۔ چوتھی تحصیل ہی کا
آخر چکان کا یاد کردہ سبق رات کو سوتے ہیں بیان پر جاری ہو جائے چنانچہ ایک مرتبہ محکمہ کٹر میں جناب شی علی حسن صاحب جرم پشپتر اسپیکر ولسن ریاست
راجمو کے مکان پر بعد نماز عشاء طلبہ مدرسہ کے ساتھ آیت کریمہ کے ختم میں شرکت کا اتفاق ہوا پڑھتے پڑھتے آگ لگ گئی اور بجائے آیت کریمہ کا یہ سبق بنا
ہوا بار بار بلند جاری ہو گیا کہ (قَالَ اَمَلٌ مِنْ قَوْلِ عَصَا وَتَوَكَّلْ مَا قَلِيلٌ سَا مَفْتُوحٌ فَاوَكُوْلُفٌ سَلَا قَالَ) ہو گیا یہاں میں دایں بائیں مٹھے طلبہ
مسکراتے تھے کہ اتنے میں پندرہ صاحب جرم پہلے آئے بشکر ہڑے اور متعجب ہو کر یہ یاد کیا کہ آیت کو کھینچ کر بجائے پانچ ختم
ہوا ہے موجودہ دور میں حالات طلبہ کی فکر حیرت ہوتی ہے کہ دنیا سے تحصیل کا پالٹ ہو گئی مولانا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اُسے مجھ کا پیر

میکون فضل فرما دیا بلکہ حق یہ ہے کہ اگر ادا نہیں ہو سکتا جس میں شکر جو کچھ کہہ بہ نعمت تو ارم نہ نعمت چو نہ مشک کند بر زبان خویش۔
ابتدا ہی سے میلان طبع صرف نہ ہوگی جانب زیادہ تھا خوش قسمتی سے استاد بھی ملے تو ایسے جو مسائل صرف نحو کے حافظ تھے یعنی مرثیہ معظم حضرت
مولانا عبدالعزیز خان صاحب فقہوری امت پر کا اہم ہوا کل جامعہ عمر بیہ ناگہ دین سنو صدارت کی زینت ہیں۔ قوت حافظ اتنی زبردست کہ کچھ
نام نہ ہو علی سبب کیا چلے تو یہ جانہ ہوگا یوں تو قدرت نے ذلت گرا دی صفات میں بہت اوصاف و دلیت فرمائے ہیں۔ مگر ایک صفت ایسا بدعت
فرمایا ہے جو دور حاضر میں جاہل علمائے اندر معدوم یا کم معدوم ہے وہ یہ کہ آپ اردو فارسی عربی انگریزی زبانوں کے علاوہ زبان شکستہ کے بھی عالم
ہیں۔ آپ نے ضول اکبری کے مسائل تا ختم اذعان جمع انکاف کے مسائل مع جہات تا ختم بحث و نکات بتدیج زبانی یاد کر لئے تھے جن کی بڑی غیبی وجہ ناموس
پہنی جاتے تھے اسے۔ دوسریں رقم و غیرہ کرشنا بھی کرتے اور فقیر و زاز و بنو نار مع حاکم کی طرح کافیہ کا ذکر کیا کرتا تھا۔ رمضان المبارک کی تعطیلات میں مکان پر ہو کر
باقی ماندہ کافیہ کی سطح تکمیل کی کہ وہ پر ہر کتاب شامی سائنسے رکھ کر کافیہ کی جہات کا ایک حصہ حل کر کے بعد از نماز سکون بانی یاد کر لیتا اور بعد نماز غیر کافیہ
نیکہ و دیگر اسطے میل بھر صاف تک جانا معمول میں داخل تھا ایک مرتبہ واپسی پر راستے میں ایک سن رسیدہ بزرگ سے ملاقات ہوئی جو جواب ابو بکر صلی
صاحب مرحوم کے یہاں سے رخصت ہو کر تشریف لائے تھے جس نے سلام عرض کیا۔ بعد جواب سلام ہاتھ میں کتاب بچھ کر فرمایا یہ کیا کتاب ہے میں نے عرض
کی کافیہ فرمایا۔ اے کیوں لئے ہوئے ہو میں نے عرض کیا نہ بانی یاد کرتا ہوں۔ اس پر قدیسے متعجب ہو کر استفسار کیا کس کے لڑکے ہو۔ والد صاحب کا نام
بتلائے پر فرمایا اے صاحب تم کس ہے۔ تمہارے دادا مولوی سخاوت حسین متا صوف و نحو میں بگاہدار و نگاہ تھے یہ انہیں کا اثر ہے پھر کہہ دو مائیکہ کلمات فرما کر
تشریف لے گئے۔ بفضلہ تعالیٰ اس رمضان المبارک میں فقیر پورے کافیہ کا حافظ ہو گیا۔

بمبئی کے سفر میں ایک مشہور اعراض کا حل

امام المفسرین رئیس المناظرین اُستاد العلماء حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین صنامار آبادی قدس سرہ سے بھی شرف
حاصل ہوا گلستان قدوسی۔ قائل قول کے ابتدائی حصے آپ پڑھے طبیعت میں تھقل و تنہو کا مادہ آپ ہی کی خدمت سے پیدا ہوا تھا۔ دو ہجرو
بعد طعام جب قیلولہ فرماتے تو پائے مبارک بالے کی خدمت میرے سپرد تھی۔ اس وقت کس پڑھے ہوئے مسئلہ پر اعراض کر کے فرماتے کہ جواب موجود آتا ہے
کہ لاؤ جواب تکہ فہم کی رسائی ہو تو کتب متعلق کی جہان میں کرنا کیسی جواب مل جاتا۔ اور بھی نہ ملتا۔ تو آتا ہے بتا کر شاہ فرماتے۔ اس پر اگر فہم کی
رسائی ہو گئی تو فیہا دہ مزاح جواب بیان فرما دیا کرتے تھے۔ اس طرح مشکلات کے استخراج کی استعداد پیدا ہو گئی عربی مکالمہ مصری انشائیہ قرآن مجید آپ
ہی نے گرائی تھی۔ ایلان مرتبہ بمبئی کے سفر میں بحیثیت خادم ہر کتاب تھا اور آپ کے درمیان مخلص دست حافظ امیر حسین صنامار آبادی مرحوم آپ کی رخصت
میں تھے۔ بیٹھابراہیم متا مرحوم کے یہاں نوکری کے جو لکڑی کا کاروبار کرتے تھے ایک دن کتابیں خریدنے کے ارادہ سے کسی کتب فروش کی دکان پر
تشریف لے گئے۔ وہاں پر ہجراں طلبہ فرمایا میں نے جیسے ڈیرہ نکال کر پیش کی اور بوسے کے لئے عجیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ زار دغا دھاتے میں کسی نے نکال دیا
جس کی طرح عجیب سے نکل کر گر پڑا۔ میری اس بے جا طعنی پر ہفتہ بہہ کر رخت ہو میں فرمایا (دھان ہو) پس شرمیلیانی غیرت پیدا ہوئی۔ وہ میں چل دیا۔
چلتے چلتے اسٹیشن سامنے آ گیا۔ وہ پر کا وقت ہو چکا تھا۔ جو کہ گدہ ہی تھی۔ ایک خوب نمونہ والا نظر آیا۔ اس سے ایک گدہ کے ابلے ہوئے چھہ طبع پر تھقل
تلاؤ بیازہ (نقاہت) کو ہر پھر پھٹے پھٹے ایک سہری ہو چکا جہاں کتبہ مذہبی تھا چھوٹے آستہ سے فراغت پا کر کتب خانہ میں داخل ہوا۔ اور حافظ صنامار
ابراہیم کتب طلب کی باتوں نے فرمایا کس فن کی کتاب چھنا چاہتے ہیں۔ چونکہ علم عربی کی جانب طبعی رغبت تھی اسلئے خواہش ظاہر کی کہ علم عربی کی کتاب
دیکھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فہرست کھول کر سامنے رکھی اس میں خواندہ ضیا آئینہ کا ایک حاشیہ نظر سے گذرنا طلب کر کے حافظ صاحب نے کتاب کا
لوہہ و سیمین مشہور اعراض و اسکا جواب دونوں تھے۔ مشہور اعراض یہ ہے کہ (الکلمۃ لفظ وضع ملعنی مفرد) میں (الکلمۃ) کے ساتھ

قرار دینا دست نہیں اسلئے کہ (الکلمۃ) الف لام حرف تشریف اور کلمۃ اسم سے مرکب ہے۔ انہیں دل غیر مستقل اور ثانی مستقل ہے۔ اور مستقل اور غیر مستقل سے مرکب غیر مستقل ہوتا ہے اور غیر مستقل محکم علیہ نہیں ہوتا تو جتنا بھی نہ ہو گا کیونکہ ہر مبتدا محکم علیہ ہوتا ہے لہذا (الکلمۃ) کو مبتدا قرار دینا درست ہوا۔ جواب یہ مذکور تھا کہ حرف تشریف عارض اور کلمۃ معروض ہے اور مجموعہ مبتدا نہیں مگر عارض لازم آئے۔ بلکہ مبتدا معروض ہے۔

استاد معظم قدس سرہ میری وجہ سے پریشان۔ بازار ہی میں تشریف فرما تھے۔ قیام گاہ پر مراجعت نہیں فرمائی تھی۔ اور حافظ صاحب مرحوم تلاش میں مصروف۔ تقریباً دو گھنٹے مطالعہ کر کے بعد نماز ظہر ادا کر کے بغرض میرا زار کی طرف رخ کیا۔ حافظ صاحب مرحوم نے کہیں در سے دیکھ پایا۔ آیا واز بلند جیلانی جیلانی کہتے ہوئے دوڑ پڑے مرحوم طویل قد۔ دراز لڑش اور بھاری بھر کم انسان تھے۔ ان کے دوڑنے کا منظر عجیب ذہب نظر تھا۔ دکاندار اور دیگر جو حاضر ہو گئے۔ آواز سننے پر میں نہایت کوڑکیا کہتے تھا شاہجگہ چلے آ رہے ہیں۔ میں ہر گیارہ قریب تک کچھ دیر دم لیا پھر فرمایا حضرت مولانا بہاری وجہ سے پریشان ہیں اب تک کھا نا بھی نہیں کھایا۔ بازار ہی میں موجود ہیں۔ انہوں نے تو غصہ میں فرمایا تھا تم سچ چلے آئے۔ جلد اور ملاطفت کیساتھ فہمائش کرتے اپنے ساتھ لے گئے۔

مراد آباد سے دارالخیر اجمیر شریف کو شہر حلال

بروز ۱۹۲۳ء آگرہ کے مصافحات میں راجپوتوں کے اندر رفتہ رفتہ کا طوفان برپا ہوا جس کی روک تھام کے لئے سربراہی شریف سے جماعت رضا مصطفیٰ پہنچی اور کابگنج میں پناہ دفر قائم کیا جسکے ناظم حضرت مولانا شاہ قاضی حسان الحق صاحب نعیمی مظلہ العالی تھے۔ مراد آباد سے استاد العلماء قدس سرہ بھی گاہ گاہ تشریف لیتے۔ آپ کی ہر کابی میں استاد محترم حضرت مولانا عبد العزیز قانصاحب مقبوری اور حضرت مولانا مفتی محمد امجد شاہ صاحب سنبھلی بھی ہوتے تھے۔ چونکہ یہ دورہ پندرہ یوم اور کچھ اس سے بھی زیادہ ہوتا تھا اسلئے اسباق کا ناظم ہر داشت نہایت کا دربر غیب جانا حافظ ضحیر حسین صاحب مراد آبادی یہ طے پایا کہ دارالخیر اجمیر شریف چلا جائے چنانچہ مذکورہ بالا رمضان المبارک کے بعد مراد آباد سے سات نفر مشتمل ایک قافلہ سرسری امر قافلہ جانا حافظ ضحیر حسین صاحب مراد آبادی زاد ہوا حسین قیامزدہ پانچ اصحاب تھے۔ قاضی شمس الدین صاحب جو ننوری، عم معظم کے صاحبزادے مولوی نیر الدین صاحب مرحوم، قادی اسد الحق صاحب۔ حافظ عبد العزیز صاحب اور ایک کن کا شاگرد ناظر خواں جس کا نام غالباً اسعیل تھا یہ قافلہ دہلی پہونچ کر ایک شب دارالعلوم نفا میں استاد معظم حضرت مولانا قاضی احمد صاحب سہروردی صدر المدینہ امت روک تھام کے یہاں یہاں ہوا۔ پھر تقریباً صبح آٹھ بجے پیرسے روانگی ہوئی۔ اندر آئی اسٹیشن پر چوتھ تفت زادہ دو آئے کے خود میراں خریدے جو سن سیدہ ہو چکے تھے اور انہیں ناشگفتہ دانوں کی کثرت تھی۔ مگر شدت جوع کے باعث بروائی سے زیادہ مزے دار محسوس ہوئے۔ دوپہر اور شہرے دونوں اوقات میں انہیں پر قناعت کی گئی۔ دوسرے دن بجے کے قریب اجمیر شریف اسٹیشن پر رزک دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے دارالافتاء واقع محلہ پر تھیں پہونچے اور (شاہجی) کے محلے میں سامان کھایا جن سے مراد آبادی کافی راہ و کمر تھی۔ اور سب سے بہت پہلے آگے تھے۔ بھوک کی شدت بیتاب کر رہی تھی۔ دروازہ حجرہ کے بالائی طاق میں سوکھے ٹکڑوں بھری ایک ٹوکی نظر پڑی تو رابلا اجازت مانا کہ سب بیٹھ گئے اور ان کی آن میں صاف کر ڈالا۔ پھر حسب قیام اعدا غلہ کیلئے درخواست پیش کی گئی تو امتحان غلہ کے بعد مشہور اصول (اول طعام بعد کلام) کے برعکس درجہ شرح حای کی کتاب میں تو پہلے دیری تھیں اور انتظام خود کیلئے کہدیا گیا کہ مجلس شوری کی نشست کا انتظار نہ کرنا۔ اس وقت جتنا حکومت ہوتی تو دھڑلے سے مجلس شوری کے خلاف ایچی ٹیشن برپا کر دیا جاتا مگر کیا کرتے ظالم انگریز کا عہد حکومت تھا جس کے یہاں قوانین کی پابندی مشہور و سری تھی مگر کچھ کوئی بھوکا مر جائے۔ اسلئے کوئی دم بھی نہ مار سکا۔ ایک بنگالی طالب علم صاحب دین روپے بطور قرض حسنہ لئے اور معمول یہ باکر صبح دس بجے درجہ طے وقت آنا بھٹیائے کو دیتے جاتے اور واپسی میں روٹیاں لیکر دارالافتاء میں ایک قنادہ ریل پر غاص نمک پرج کی چٹنی پیسی جاتی پھر اسکے گرد غلہ بانڈ کر بیٹھتے اور ان مدیروں کو چٹ کر جاتے۔ ایچی اس حلقہ اکل کو دو نوں قت پابندی کیساتھ قائم ہوئے کامل لیکہ نہ لکھتا تھا کہ اعلیٰ قافلہ کی برداشت باہر ہو گیا اور اپنا قافلہ کو سپرد فدا کر کے چھپت ہو گئے۔ اور اسوقت سے آج تک تجارت میں مشغول ہیں۔ تقریباً

دوماہ کے بد مجلس شوریٰ نے خوراکہ ایک دویہ ماہوار وظیفہ کی منظوری دی تو خدا خدا کر کے اس دو وقتہ حلقہ سے چھٹکارا نصیب ہوا۔ شرح جامی استاد معظم حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب دہلوی مرحوم کے پاس پہنچی۔ ششماہی امتحان استاد معظم شیخ الادب حضرت مولانا حافظ میرزا حسین صاحب اجریری مرحوم نے اُس کے مشہور مقام (محاصل محصول) میں لیا۔ اس مقام کی تقریر سن کر بہت خوش ہوئے اور اتمام میں ایک مجلس مجربہ عطا فرمایا۔ جس میں (حاشیہ الشیخ الحنفی علی الشیخ ایسا غوجی لشیخ الاسلام قدس اللہ روحہما) اور (حاشیہ الشیخ الصبان علی ملوی السلم اسکندہ اللہ فیہ جنتہ) تھے جو ایک تبرکاً محفوظ ہو۔ بفضلہ تعالیٰ یہ فقیر اس فقیر کو حاصل ہوا۔ ورنہ آپ کی عادت کریمہ بھی لکھنی کتاب کسی کو بطور عاریت میں نہ دیتے تھے اگر کوئی طلب کرتا تو یہ شعر پڑھ دیا کرتے تھے محبوبی من الدنیا کتاب جو وہاں بصورت مجموعہ آیا تھا دنیا میں مجھے کتاب محبوب ہے اور محبوب ماریتا نہیں دیا جاتا۔ فقہۃ الیمن بسبع معملات۔ مثنوی جماسہ وغیرہ کتب دہ آپ ہی سے ہو گئیں اور ایک کتاب غیر درسی علامہ ابن ہشام کی (قطر الندی) نامی بھی صرف فقیر کو پڑھائی تھی۔

واجب التباع طریقہ تدریس

عموماً اساتذہ کی عادت ہے کہ اگر نئے درس میں کوئی طالب علم سوال کرے اور اس کا جواب ہے میں نے آئے تو در بیان سے طالب علم کو مرعوب کر کے ساکت کر دیا کرتے ہیں مگر ایسے موقع پر آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ دوسرے دن پر محول فرمائیے پھر دوسرے دن اس کا مفصل جواب تشفی بخش ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس طریقہ پر عمل پیرا ہونے سے طلبہ کی نگاہ میں عزت بڑھ کر رہ جاتی۔ حالانکہ یہ خیال غلط ہے عزت و ذلت تو اُس کے قبضہ قدرت میں ہیں جس کی شان ہے (وَلَمْ يَخْشَ مَنْ خَشِيَ اللَّهَ وَتَذَلُّ مَنْ خَشِيَ اللَّهَ) اس سے بڑھ کر ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔ گھنٹہ خالی ہوئے کی وجہ سے معین المدد رسیدین حضرت مولانا غلام علی صاحب معینی مرحوم کے پاس بیٹھا تھا اور آپ تمام کے صاحبزادگان کو شرح جناح میں احوال ناقصہ کی بحث پڑھائیے تھے پڑھاتے پڑھاتے ٹوٹے۔ اور فرمایا (جیلانی) کو بلاؤ۔ طلبی پر حاضر ہوا۔ فرمایا اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ میں شکر پائی ہانی ہو گیا۔ اور عرض کی حضور آپ کے سامنے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ کرخت ہو کر فرمایا۔ بتاؤ۔ چونکہ اساتذہ میں لکچر غالب تھا اور سارے طلبہ آپ سے خائف رہتے تھے۔ اسلئے چار چار کتاب لیکر دیکھی اور عرض کیا سن کر تینوں کی اور فرمایا جاؤ۔ ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ میں اپنی فضیلت میں کراہوں۔ عیاذ باللہ ثم عیاذ باللہ میں تو ان کی خاک پا کر برا بھی نہیں بتاتا یہ ہے کہ وہ ذات قدسی صفات سرابا پرست تھی کسی وقت بھی شائبہ نفس نہ انگیز ہوتا تھا۔ ادنیٰ قابلیت کا یہ عالم کہ جماسہ اور حیرتی وغیرہ کتب دہ کے لغات لو کہ زبان بہتے تھے۔ دریافت کرتے پر مع حوالہ بیان فرماتے کہ مثنوی نے اس لفظ کو فلاں قافیہ میں بایں معنی استعمال کیا ہے اور حیرتی نے اس لفظ کے فلاں مقالے میں یہ معنی مراد لیں۔ خالی وقت میں تنوں سے ٹپک لگا کر قرآن کریم کی تلاوت کرتے بہتے تھے۔ بعض اوقات میں عیادت کیلئے حاضر ہوتا تو قصیدہ بردہ شریف کا کوئی شعر پڑھ کر فرماتے اس کا مطلب کیا ہے عرض کرنے پر فرماتے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے چند معانی بیان فرمائیے جو نہایت پر لطف اور ایمان افروز ہوتے تھے۔ وصال ہونے پر بفضلہ تعالیٰ خدمت غسل کا شرف اس فقیر ہی کو حاصل ہوا۔ تَوَرَّ اللَّهُ مَرَدُّكَ۔

اس سے پہلے سال میں سالانہ امتحان پھر درجہ اوسط میں کامیابی حاصل ہوئی پھر آٹھ سال مسلسل اعلیٰ درجہ تک کامیابی حاصل ہوئی۔ اور ہر سال دارالعلوم کی جانب سے انعام میں کتابیں ملتی تھیں۔ دارالعلوم میں سالانہ امتحان تحریری ہوتا تھا جس سال ملاح حسن کا امتحان ہوا تو مفتی صاحب نے تحریری جواب دیا۔ اتنی تھیں فرمائی کہ مجلس شوریٰ نے ہمارے لیے نفاذ وظیفہ مقرر کیا جو شرکار دوس کے درمیان فقیر کے لئے تمنا ہے۔ امتیاز تھا۔ بعض کتابیں بلاواسطہ امتحان حضرت مولانا حکیم سید عبد المجید صاحب قدس سرہ سے پڑھیں اور بعض ممتاز المناطق حضرت مولانا عبدالحی صاحب افغانی مرحوم سے جو رئیس العلماء حضرت مولانا ابوبکر احمد صاحب کوئی مرحوم کے شاگرد تھے اور شرح تہذیب کی منطقی

ترکیب دلائل الفلاسفہ حضرت مولانا غوث الاعظمیٰ سے حکما استاد کلاسائن الاحقر مولانا پیدل حسامی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔
حاشیہ، عبدالغفور اور اس کے بھائی مولوی عبدالغفور صاحبی کی کتاب ماہر النفاۃ حضرت مولانا سیدنا وید صاحبی دامت کاظم سے
خارج میں پڑھا تھا جو بوجہ اللہ پڑھا کرتے تھے۔ ہر دو کتاب کوہ بالادشت حسامی پڑھانے میں ایک نظیر دیکھنے میں نہیں آیا۔ ایک قیام درگاہ شریف میں
اولیاء مسجد سے متصل تجویز تھا۔ ہندی دقت کا عالم کہ وقت درس سے پانچ منٹ پیشتر میرے سر آمد ہو کر وطن افروز ہو جاتے۔ ایک مرتبہ ریسو
حادثہ پیش آیا کہ طلالا قادمہ علم پر تھا سے دیکھ کر بازار میں منتقل کیا گیا۔ موسم گرما تھا۔ سامان کے نقل کرنے اور جدید تجربے کی مصالحت میں تھکا ہوا ہو گیا۔ اور ملکا
کچھ وقت بل سکا دقت تفریح مولوی عبدالغفور صاحبی کے کہ چلیے میں نے علم مطالعہ کا ذکر کر دیا وہ نہا ہوا بچے کو حضرت دربارت فرمایا کہ جیلانی کہاں ہے
انہوں نے مذکورہ بالا وہ کہیا تھا غرض کہ یہاں کو دیا۔ فرمایا طالب نہیں ہے تم بھی جاؤ۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر حاضر ہوئے تو حسب اوقات کریم تجربے سے باز
تشریف فرما نہ تھے اور روزانہ بندہ اتنی جگہ نہ تھی کہ مسئلہ کیا فی ایک گھنٹہ انتظار کر کے حوالہ نصیب کیا تھا واپس آئے۔ قریب دو دن مقررہ جاکا۔ ایک دن
بعد عصر حاضر ہو کر اور معافی کی درخواست پیش کی۔ فرمایا تم طالب نہیں۔ بالآخر استاد عزم حضرت مولانا عبدالحی حسامی سے معافی
عطا فرمائی اور بفضلہ تعالیٰ سب فیض واپس کو حسب متور سابق سبق شروع ہو گیا۔ جن توحید استاد القراء حضرت قاری غلام نبی صاحب
ٹوکی محرم سے حاصل کیا جو قاری عبدالرحمن حسامی مصنف (فوائد مشکئیہ) کے مکر میں ہم سبق رہے تھے۔ باقی فوائد کی کتاب استاد
عبد الرشید حضرت مولانا حکیم محمد العجیل علی صاحبی دامت اللہ علیہ وسلم قدس سے پڑھی تھیں۔ آپ کی عادت کہ یہ بھی کوئی
بخار کی حالت میں بھی سبق ناغہ نہ ہوتا اور لکھنے استاد عزم حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جو پوری قدس سرہ سے نقل کر کے نقل کرنا تھا سے برکت
مائی رہتی ہے جو اشی زائد یہ شرح موافق امام المناطی حضرت مولانا عبدالحی حسامی خیر آبادی قدس میں بھی لکھی تھیں
آپ سے پڑھے تھے اور قاضی بیلاک کا حاشیہ فضل حق سہا سہا صرف فیکر کو تھا تھا۔ پھر اس میں درگاہ شریف کوئی دور اور علوم
کے معجزات میں شراعت صلاۃ ویناوی ہوسات دراز قدری خواہشات کے مانت کچھ ایسی چیزیں اور ہر اشائی فرمائی کہ آپ کیلئے فاطر ہو کر استفا
دیر یا جبکی داستان طویل ہو نیکی باعث ترک کرتا ہوں سے کوتاہ نتوان کر کہ اس قدر دراز است۔ اور توجہ اس سلا حضرت مولانا شاہ حامد صاحب
خاں صاحب قدس سوئی کہ درخواست پر چالیس طلبہ کو اپنی کتاب میں لکھے دارالعلوم و منظور اسلامہ عربی میں تشریف لاکر منہ صلیت پر رونق
افروز ہو گئے ہاں آپ شوق جنتی اور محقق حوالی کے فیض و جواشی (قدیمہ) اور (جدیدہ) کی کتاب شوق تجویز۔ اور امام ملازوی
علیہ السلام اور طوسی کی شریعہ کے ساتھ (اشادات) پڑھی تھیں۔

شکاء اسباق

میں خصوصیت کی ساتھ قابل ذکر اصحاب میں جن میں بعض حضرات بعض کتابیں مشہور تھیں اور بعض کثرت میں (۱) جاہلیت حضرت مولانا
محمد عبید الرحمن صاحب دلائل العالیٰ میں کا فقیہ ممنون احسان میں ہے کہ زمانہ تحصیل میں غریب بلوی نامیاب خواشی عاریہ بڑے مطالعہ عنایت فرماتے تھے۔ اور
حقائق حوالی کے فیض و جواشی بڑے تحصیل۔ آپ رس نظامی کے پتہ کھلا سادہ ہیں۔ آپ چند سال مسکن صحابہ مالک آباد میں بوجہ اللہ خدا
صلوات انجام دیں۔ قدس بکری سفید (عربی) کیلئے قاضی تھے) کا آپ کو نظر آتا تھا ہے سے غمخیز کی ہے تڑپ میں ہم آئیں و ساکجا کدو ہر گزیر
تھپانے تو ہر گزیر شوق دیکھ کر بندہ کی کوئی بات کہتے تھے مجاہد کا تبلیغ اختیار فرمایا۔ مولانا شریف صاحب آل انڈیا تبلیغ سیدنا ابی ابراہیم
صلوات آپ کے مبارک ماقول میں دی۔ بعل شالازہ رحمہ اللہ جن خدمات و واجبات نامہ کی نامور و زراعت تجارت نہایت جواہر لال ہر طرح ذریعہ
صلوات ہر طالب میں آپ ہی کے نام لکھا ہے آساں باوامانت تو انست کشیدہ قرعہ خال تمام مولانا نذر۔ آپ سند دوس پرور فی افروز نہ ہوتے سے

پڑی کی محسوس ہوتی ہے (۱۲) رئیس المذاہرین حضرت مولانا رافقت حسین صاحب مدظلہ العالی جو آجکل دارالعلوم شاہ اسماعیل آباد میں
مسند صدارت کی ذمیت ہیں (۱۳) شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب مدظلہ العالی جو آجکل اپنے وطن لاہور کے دارالعلوم
(حنفیہ) کی مسند صدارت پر جلوہ افروز ہیں (۱۴) حافظ الملت حضرت مولانا حافظ عبدالرحیم صاحب مدظلہ العالی جو ساہا سال سے دارالعلوم
اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ میں مسند صدارت پر مقرر ہریت ہیں (۱۵) فخر کا ماثل حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب کلیو روڈ دارالعلوم
جو آجکل دارالعلوم مجددیہ ٹاؤن میں مسند صدارت پر متمکن ہیں (رئیس الاکھباہ حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب مرحوم جو دارالعلوم مظہر اسلام
پریس میں مسند صدارت پر فائز تھے۔ (۱۶) رئیس الانقیاء حضرت مولانا اسوداد رحمن صاحب گورداسپوری غلامی جو آجکل جامعہ ضریف
لاہور پاکستان میں مسند صدارت پر فائز ہیں (۱۷) محسن العلماء حضرت مولانا محمد محسن صاحب فقیہ مدظلہ العالی ممبئی کے ترقیہ مجبوری کے
باشندے ہیں۔ مجبوریہ حال میں پاکستان چلے گئے۔ آجکل کراچی میں مقیم ہیں اور تجارت کو مشغلہ بنا رکھا ہے۔ (۱۸) اس لمقر دین حضرت مولانا
صدق بنی اللہ شاہ صاحب (رائیں) ہائندہ نارس مدظلہ العالی آپ بھی پاکستان سدھار گئے۔ (۱۹) رئیس القراء حضرت مولانا اسد الحق
ناصاحب مدظلہ العالی جو آجکل ریاست اندور میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ثلاث عشرۃ حکام ملہ

سلسلہ تدریس

کی ابتدا بصورت ملازمت مدارس اس طرح ہوئی کہ استناد العلماء قدس سرہ نے فراغت کے بعد تاج المدارس فقہ جاس ضلع رائے پور
میں بھیجا جس کے تہمتا صاحب مسجد جاس کے خلیفہ الحاج صاحب حافظ رشید احمد صاحب مرحوم (عرف حافظ تھن) تھے طبیعت میں سلاست اور مزاج
میں سادگی تھی۔ دل خدمت خلق کے لئے مستحق رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اسٹیشن جاس پر کسی ٹرین سے اترے اور اس ٹرین سے کسی سفید پوش نے بھی نزل فرمایا
اور آواز دی۔ قلی قلی شبک وقت اسٹیشن چھوٹا قلی غائب تھا۔ آپ نے محسوس کیا کہ قلی نہو نیسے یہ تکلیف مالا یطاق میں مبتلا ہو جائیگا۔ اس لئے
دوڑ کر پہنچے۔ اور ان سلمان اسٹیشن سے ماہر ہو کر چلا گیا۔ جب انہوں نے پیسے دینا چاہے تو فرمایا میں آنریری قلی ہوں (یہاں پہنچو سطح حافظ صاحب
موسون قدوم معظم بابا شاہ عبد الصمد صاحب ممبئی پوری دامت بکا تہم سے نیاز حاصل ہوا جو با تاج الدین ناگپوری قدس سرہ کے ساتھ پورا خدمت
بزرگ ہیں۔ گزشتہ سال فقہ جاس کی ضلع میرٹھ میں باور خلعت علی صاحب کبہاں رونق افروز ہو کر فقیر کو دیا فرمایا۔ حاضر ہو کر زیارت کی تو چہرہ
اور پردہ کی شگفتگی پائی جو اسے تقریباً تیس سال قبل دیکھی تھی کسی بات میں سبب موقوف نہ تھا۔

بزرگان دین کی جناب میں ادبی کی سزا

غالباً ایک سال خدمت تدریس انجام دیکر اب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمن خان صاحب سیروانی کی دعوت پر دارالعلوم جامع
عزت نشان کراچی میں فرائض صدارت انجام دینے کے لئے ہو گیا۔ یہاں پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا مولانا محمد رمضان صاحب اشد کراہی نازہ تازہ دیوبند
قاری تفصیل ہو کر آئے تھے۔ ایک روز وہ ضرب ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ مجلس مسجد کے حوض کی پٹری پر بیٹھ کر گفتگو شروع ہوئی۔ اشلے گفتگو میں سلطان
المشاغہ حضور محبوب الہی قدس سرہ کا ذکر کیا گیا۔ سننے ہی بڑی جرأت اور مہیا کی کیا تھ کہا۔ وہاں کیا رکھا ہے سنی کا دھیر ہے۔ مجھے کس خانہ
کھڑے ہے انتہا تکلیف پہنچی۔ اہل دل میں کہہ گیا۔ اور گفتگو ختم کر دی۔ خدمت الہی دیکھ کر یہاں سے جانے لگا۔ بعد میں پوچھا کہ ان نازہ ولایت کے دروہ تھا۔
نرپتہ رشپہ چنے چنے صبح نماز ہو گئی اسی تہ پر سے دروہ موقوف ہوا۔ صبح کو ماسٹر محمد صدیق صاحب اپنے لئے تشریف لائے جو سمولو دوسرے تہ پر سے دن
آیا کرتے تھے اور ان تازہ ولایت سے انکی رشتہ داری بھی تھی۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ شب گذشتہ سے مولوی محمد رمضان صاحب دروہ تھا ہے انکی کافی پکا

سے ملے ہر من و توجہ رہا متعدد ڈاکٹر صاحبان کی دعا کیلئے سنہال کرائی گئیں مگر تک کوئی کارگر نہ ہوئی میں نے کہا۔ اسٹر صاحب ان دواؤں سے کامیابی
 نہ ہوگی۔ اسکی دوا اور ہے۔ وہ یہاں پر اجا غریب گستاخانہ کہہ گئے تھے اسی کی سزا میں گرفتار ہیں۔ اُن سے کہئے کہ تو یہی ہی دوا ہے۔ اسی سے دور
 ہو جائیگا۔ اسٹر صاحب تشریف لے گئے مگر خلاف معمول پھر شام کو آکر بیان فرمایا کہ وہ کسی صورت تو یہ پر ماضی نہیں ملنے اور گھر پر نشان ہے۔ پھر
 دوسرے دن دو تیسے تشریف لاکر بیان فرمایا کہ رات کے آخری حصہ میں ماں کی انتہائی منت و ساجت پر تو یہ کی اور دور موقوف ہو گیا اسے بس تجو کر دیم
 دریں دیر مکافات + باور دکشاں ہر کردار فساد بر آفتاد + بہا پر میری ماتحتی میں قادی نور عین صفا پائی جی مرحوم تھے جنکو پتوں کی تعلیم قرآن میں منظر
 ملکہ حاصل تھا صحت بخاری کبیرا تھے ایک سال میں ناظرہ غم کر لیا کرتے تھے آپکے توسط سے سلسلہ ملائکہ کے ایک تشریف اور ذاکر شاغل بزرگ میاں قریب
 علی شاہ صاحب رحم سے نیاز داخل ہوا جو پانی بہت سے بہا نہ بی نظیر تھے اور پھر ملائکہ کے واسطے سے وہاں گاہوں میں تشریف فرما تھے۔ اور ہر سال شاہ صاحب
 قدس سرہ کی مجلس عرس آپکے بیان عقد ہوتی تھی۔ اس ملاقات کے بعد ہر سال بغیر کو یاد کرتے تھے میرے آپکے بعد بھی آپکی دعوت پر وہ مرتبہ شرکت فرمایا تھے
 بعد از اس آپکا دماغ مل ہو گیا۔ پھر قاضی کا اتفاق ہوا جو کمرہ زمین کرنا لے کر آپکا انتقال ہوا۔ اسلئے سو سال آپکے بعد احسن اللہ اس میں شریک
 کا پورا چلا گیا عید الفطر کی تعطیل پرل شہنشاہ طوف یا ست دادوں ضلع علیگڑھ آیا تھا۔ وہاں پر حضرت مولانا امیر المومنین صاحب مددس مدرسہ نظامیہ عید ہر دم
 سے معلوم ہوا کہ اُستاد العلماء قدس سرہ زیارت ترین شریفین کو جانے والے ہیں نظر برآں غرض حصول زیارت ہزارا بار حاضر ہوئے پھر پونچے سے تقریباً
 ایک گھنٹہ پیشتر خود منظم حضرت مولانا محمد بن منامو طوسی علیہم السلام نے فرستادہ چھوٹی سرکار قدس سرہ کو بغیر تمام خدمت کے مددس برائے مدرسہ ہذا پہنچے
 چکے تھے مجھے دیکھتے ہی حضرت نے اُن سے فرمایا اہا اہا ہا آگئے۔ انہیں بھلاؤ میں سمجھا نہیں کیا مگر آپ نے حضرت نے کہا اور فرمایا دوسری گھنٹہ شروع
 ہو گئی۔ بعد از فراغت طعام جب جامعہ نعیمیہ پہنچے تو حضرت مولانا موصوف نے ہاتھ پیر کیا۔ پھر عرض کیا میں تو کانپور میں ہوں کیسے جانا چھوٹا
 ہے صبح کو حضرت مولانا موصوف را پور چلے گئے۔ واپسی پر فرمایا۔ چلے میں نے انکار کر دیا فرمایا آپکے استاد حکم دے چکے ہیں کیا حکم مدلی کیجئے گا اگلی مدت
 میں چل کر معذرت کر دیجئے۔ دوسرے روز چلی تھی۔ وہاں پہنچے تو وہ خواب ستراحت میں تھے حضرت مولانا موصوف دیہی حرم استعمال کیا کہ اُستاد کی حکم مدلی
 کیجئے گا جسکا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ پھر خاطر اُنکے ساتھ آنا پڑا اور چھوٹی سے چھوٹی سے کئی خدمتیں ہو چکا دیا یہاں تک کہ آپ اور خادوین
 و خدمتوں کی کوفت جاتی رہی مگر اُنوں کو اس ہو گیا کانپور استغاثہ کیجئے پر کلے پہلوان مرحوم اعلیٰ جعفر علی منامو نے آدمی بھیج کر جس طرح ممکن ہو لیکر آئے یہاں
 چھوٹی ہر کہ تھی پھر کے غلصا نا غفلان اور شاہانہ مادات کا دل اسیر ہو چکا تھا۔ اسلئے معذرت کرتے ہی بنی بارہ یوم اپنے پاس جو کمرہ کا تشریف فرما رکھا یا۔
 اندر میں رنگ بچھ کر پہلے بیٹھوں انقلاب پیدا کر کے مدرسہ بھیج دیا۔ یہاں اگلے ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے۔ اُس وقت سے آج تک میں پر ہوں۔

فقیر والد ماجد

حضرت مولوی میر غلام فرید الدین صاحب قدس سرہ نے دینی تفکرات کے باعث شرح جامی تک میں حکم چھپوا دیا تھا۔ لوہا میر حیدر خان صاحب سید والی والی
 ریاست دہلی ضلع علیگڑھ مرحوم نے استاد زادہ ہونیکے احترام میں مجھے تعلیم مکمل کر دینے کا شرف کیسے اسلئے میں تیس گیارہ عطا فرمائی۔ اور اپنے مددگار
 احمیات دیکر سہ ماہیہ گروہی کی تجویز امامت اور جعفر عیدین کی خطابت پر مامور فرمایا۔ طبیعت میں بے تکلفی اور مزاج میں ملائی تھی جیسے پہلے بزرگ
 میں پائی جاتی ہے۔ زیارت حرمین شریفین کا مدوں سے اشتیاق تھا۔ ایک مرتبہ میں دہلی آئے اور بغیر سفر پر تشریف لے آئے۔

بزرگان دین کی امداد

اس مبارک سفر کے لئے کچھ مقدمات پہلے نہیں کیے کہ انجام نہیں یا۔ دیکھ لگائے نہ روپیہ داخل کیا نہ کسی کمپنی سے مرسلت فرمائی۔ حتیٰ کہ میٹ

ریزد ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی تو کل اعلیٰ اللہ کے بعض جناب کیساتھ زمین میں سوار کر دیا جب زمین نے روانگی کے واسطے بیٹھی دی اور اس وقت ہوا کرتا تو وہ آدمی سوار تھے جنکو دیکھ کر شبہ نہ کرنا کہیں یہ جیب تراش نہیں۔ اسی تردد کی وجہ سے سوارہ حاضر ہوا۔ اور اپنے آگے نعمت فقیر کا مل طاعت و مل حضرت حافظ سید محمد راہمہا قبلہ قدس سرہ اراقدہ بیان کر دیا۔ اپنے اہل بیت کی کلمات فرماتے تو تردد نہ ہوا۔ والد صاحب مرحوم نے وہی پر بیان فرمایا کہ میری پہچان کر ساقیوں کو ٹکٹ مل گئے اور ٹکٹ نہیں ملا۔ تو ایک طرف کھڑا ہو کر اپنی حوال نصیب پر رونے لگا۔ اور سچ کی جھوٹ کی ایک صاحب بھل جاتی تشریف لائے اور فرمایا اڑے صاحب کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ ٹکٹ نہیں ملا فرمایا۔ آئیے میں لواتا ہوں۔ مجھے لیا کہ ایک فتر کے بیرونی کمرے میں مجھادیا اور فرمایا میں بھی آتا ہوں۔ جب بیٹھے تھے ایک گھنٹہ کے قریب گزر گیا اور وہ نہیں آئے تو مجھے پریشانی لاحق ہوئی۔ بحالت پریشانی میں نے چند مرتبہ اندر کی کمرے کی جانب بھاگ کر دیکھا۔ ایک مرتبہ اندر سے دیکھ لیا جو میری ٹوٹی پہنچے ہوئے اور بارش شرعی تھے چوڑی میچ کر مجھے طلب کیا میں اندر پہنچا تو مجھے کچھ کر تعظیم ماکرے ہوئے اور گری پر بھاگ کر روک لیا آپ کیوں پریشانی میں ہیں؟ میں نے کہا کہ ٹکٹ نہیں ملا۔ برابر میں ایک صاحب ٹکٹ دیر سے تھے۔ اسے فرمایا ٹکٹ بند کر دیجئے اور پہلے انہیں دیجئے چنانچہ تعظیم حکم میں فوراً ٹکٹ بند کر دیئے گئے۔ اور بھلت ٹکٹ بنا کر مجھے دیدیا کسی نے سچ کہا ہے۔ سچا ہر مرد کامل سے بدل جاتی ہیں تھریس شب ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ میں بمقام ریاست دادوں نوے سال سے مجاد رہو کوفات پائی۔ نور اللہ مرقدہ۔

فقیر کے معظّم

حضرت مولانا سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری قدس سرہ کما ستان اکل حضرت مولانا الطیف اللہ صاحب علی گڑھی قدس سرہ القوی شرف تلمذ حاصل تھا۔ جنار سے کسی مندر میں ہندوئی روپ اختیار کر کے زبان سنسکرت کی تفصیل فرمائی اور ہندو دہم سے پوری واقفیت حاصل کر کے بعد بیان تبلیغ میں لڑائے۔ اسے مذہب کا روک کر تھے سینکڑوں مشرکین کو مشرف باسلام کیا۔ ایک سوٹ کیس میں لڑی جو ٹیلی محفوظ تھیں انہی میں میں غیر مسلمین اور دہائیوں کے رکھ رکھاں متوجہ ہو گئے تھے۔ نظم لکھنے میں انداز انوکھا تھا۔ طبیعت میں فطری طرافت اور حاضر جوابی تھی۔ سائل کو دیکھ کر ایک نظر میں بھانپ لیتے تھے کہ اس کے لئے لڑائی جواب کار اور مسکت ہوگا۔ ایک مرتبہ علی گڑھ آئیں پر رخصت کنندہ احباب کیساتھ تشریف فرما تھے۔ ایک غیر مسلم صاحب اگر سوال کیا۔ مولانا یا تو فرمائیے کہ بڑی لوگ تیریں کھلاؤ قرآن پڑھ کر مردوں کو پہنچاتے ہیں۔ کس طرح پہنچ جاتا ہے۔ اپنے پرہیز خانہ فرمایا (تیری ماں کی...) غیر مسلم صاحب کمر پر ہو گئے اور فرمایا اے عالم ہو کر میری ماں کو گالی دیتے ہیں۔ اپنے فرمایا بھائی صاف فرماتا میں یہ سمجھا کہ آپکے داغ پر شیطانی تخیلات مسلط ہو چکے ہیں۔ اسلئے ان کا انار شیطانی بات سے ہی ہوگا۔ بھائی معاف فرماتا میں یہ سمجھا کہ آپکے داغ پر شیطانی تخیلات مسلط ہو چکے ہیں۔ اسلئے ان کا انار شیطانی بات سے ہی ہوگا۔ اب اٹھنڈے دل سے غور فرمائیے۔ آپکے خیال میں گالی اتنی طاقت رکھتی ہے کہ مردوں تک پہنچ جائے۔ تو کھلیطیہ اور کلام الہی مردوں تک کس طرح نہ پہنچ سکے گا۔ کیا یہ دونوں گالی کی بڑی ہی طاقت نہیں رکھتے۔ بڑا بڑا فرائد اگر وہ میں مشاعرہ ہو جسکا معرکہ یہ تھا۔ جاکر نہیں ہے۔ دوستو مولودو فاتحہ۔ آپ اس بحر میں غزل لکھ کر لگیئے اور جو وقت اس طرح پر صدمہ کر وہ مصرع پڑھا ہے مجلس مشاعرہ میں تحسین آفریں کی دھوم مچ گئی وہ مصرع یہ تھا۔ کنوس ہو خود و بالی کے مال پر۔ جاکر نہیں ہر دوستو مولودو فاتحہ۔ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ میں بمقام سہوان ضلع بدایوں وصال فرمایا۔ مرض الموت میں آفتاب شریعت ماہناب طریقت علم معظّم حضرت مولانا شاہ سید مصباح الحسن صاحب امت پرکا تہم کے بار میں فرمایا کہ میری نماز جنازہ (بھائی مصلح الحسن) پڑھائیں۔ وہ پچھونہ منقطع ماوہ میں تشریف فرما تھے۔ حاضرین نے انہیں کوئی اطلاع نہیں کی مگر دوست شاہی کرانگے دل میں خود بخود سہوان جانیکا ارادہ بدن کسی ضرورت کے پیدا ہوا۔ اور وہ اسی شب میں بجز مغرب پہنچ گئے حسین وصال فرمایا تھا۔ اور صبح نماز میں انہیں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد عید و اح سہوان کے ایک صوبہ دار زیارت حرمین شریفین کے لئے حاضر ہوئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر روضہ اہلہ کے سامنے دیکھا کہ برہمچاری صاحب حاضر ہیں۔ بڑا پیرت بن گئے کران کا تو

مولانا سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری

سہولت میں انتقال ہو چکا ہے پھر یہاں کیسے موجود ہیں بڑھ کر بعد سلام دریافت کیا کہ آپ یہاں کیسے۔ کب پر انگشت دکھا کر خاموش رہنے کے لئے اشارہ فرمایا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ ہرگز غیر دانکہ دلش زندہ شد بعشق + ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما۔ نور اللہ مرقۃ۔

فقیر کے جد امجد

زبدۃ الکاملین قدوة العارفين عارف اسرار قاب قوسین حضرت مولانا حکیم سید سخاوت حسین قدس سرہ اللہ عنہ العزیز انہی علماء شریعت سے تھے جنکی زیارت کو حدیث میں عبادت قرار دیا ہے۔ ایسا وسطی مجدد مائتہ حاضرہ و علو حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں جب آپکا ذکر ہوتا تو ہم مبارک مسکرت عظیمہ ماسینہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔ غرض ۱۸۵۷ء میں آپکا نام بھی باغیوں کی فہرست میں درج کیا گیا تھا۔ اسی بنا پر جاؤ ضبط کی گئی۔ گرفتاری کی واسطے جب گورنمنٹ آئی تو آپ پر خطیب واقع عارفی سہولت میں تشریف فرما تھے آپکو دیکھ کر فوج کا انگڑی افسر پولار (یہ پادری ہے) نظر براں فوج بدوں گرفتاری واپس چلی گئی۔ آپکے بھائی اور دیگر عزیز کو گرفتار کر کے شہید کر دیا گیا۔ اپنے غصہ میں علم صرف و نحو کے امام تھے۔ جن مناظرہ میں ملکہ نام تھا جب کسی ہائی سے مناظرہ ہوتا تو جس مذہب سے مسائل مرتب غویں کو زیر فرمایا کرتے تھے۔ فن طبابت میں بھی خاص رک تھا۔ آدمی کا چہرہ دیکھ کر صحیح کیفیت تکشف ہوتا تھی ایک تہ طب میں تشریف فرما تھے۔ سامنے سے ایک شخص سر پر بوری لٹکے ہوئے گذرا۔ حاضرین سے فرمایا۔ دیکھو مردہ جا رہا ہے۔ بھڑی دوڑ چلا رہا ہے۔ اور مر گیا۔

ادب مرشد

قدوة الاولیاء و زبدۃ الکاملین حضرت حافظ سید محمد علی شاہ صاحب اخبار الادب قدس سرہ اللہ عنہ الفوقی کے دست حق پخت پر شرف بیعت حاصل تھا۔ اور انہیں سے خلافت بھی ملتی مگر آپکے سجادہ نشین ہناتے کا ملین سردار اعراض حضرت حافظ سید محمد اسلم شاہ صاحب خیر آبادی قدس سرہ اللہ عنہ کی حیات تھے اسلئے ادباً مرید نہ فرماتے بلکہ جب کبھی کوئی شخص خواہش بیعت کرتا تو انہیں کی جانب رجوع کر نیکی تکلیف فرمایا کرتے تھے۔ ایک شخص فرزند کہتے جس کا بھی اپنے مرشد کے عرس کی واسطے حضور اٹھوا جمع فرماتے بیٹے بہانہ کہ ایک کستر مکمل ہو جاتا۔ اس زمانہ میں سینا پور تک کیلئے لائے تھے اور وہاں سے خیر آباد شریف تک کیلئے گئی کستر سر پر رکھ کر پایادہ حاضر ہوئے تھو جب تکے ہاں قیام رہنا ادباً مرید نہ فرمادہ رہنے پا رہتے تھے۔ اور کبھی مرشد کے حلاق سے خطاب کا اتفاق ہوتا تو ادباً اسکو سر ہانے بٹھاتے اور خود پائنتی کی جانب بیٹھتے۔ عداوت کو دیکھ یہ بھی کہ بزرگان بن کے آستانوں کی حاضری کے لئے پایادہ سفر فرماتے تھے جس زمانہ میں دارالخیر احمد شریف تک کیلئے لائے تھے اپنے پیدل سفر فرمایا تھامدہ کی جامعہ ہرہ بھی راستہ میں سلسلہ تدریس بھی جاری تھا۔ ان تلامذہ میں آپکے حقیقی خالہ زاد بھائی فخر العلماء سید الفضل اودقن اسرار حقیقت دانائے روز و لیلیت حافظ کلام الہی و حافظ مجمع البخاری جہاد حضرت مولانا شاہ عبدالصمد صاحب متناجی تدریس سرہ اللہ عنہ بھی تھے۔ اپنے اس سفر کے حالات ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ جب چلنے چلتے راستہ کشن گڑھ کے علاقے میں پہنچے تو استاد معظم کو ٹھوکر لگی جس سے ہیرا انگوٹھا پھٹ گیا اہ آپ عالم کفایت میں گئے۔ رخص فرماتے تھے اور زبان مبارک پر شہر تھا۔ آرزو یہ ہے کہ تیری راہ میں مجھ کو کس کھانا ہو یا یہ سر چلے جکا اور صوفیا کے درمیان ایک مسئلہ اختلاف ہے وہ یہ کہ زخم گنے سے راحت حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں جکا نفی کی جانب گئے ہیں اور صوفیائے اثبات فرمایا ہے۔ استاد معظم پر اسوقت عالم کفایت طاری ہوئیے صوفیائے کرام کے اس ارشاد کا مشاہدہ ہو گیا کہ زخم گنے سے کبھی راحت حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ عالم کفایت کسی میں قص اسی وقت ہوتا ہے جب کفر و سرور اور ازادیا دراحت قلب ملو ہو جائے۔ آپ کا تاریخی اسم مبارک (فضل الرحمن) تھا جس سے

سرگودھا کی ولادت ۱۲۹۹ھ میں بمقام خیر آباد شریف اس طرح وفات واقع ہوئی کہ وقت قل شریف فرمایا کہ میری چار بانی گھاہ شریف میں ہیں اگر شہر حق کے سوا جس میں کچھ اور دو اور جو جلیل کشادہ میر شہر علیہ الرحمۃ سے ہر قوم راست گت ہر ملت پناہ ہے۔ من قبلہ راست کردہ ہر سمت کج کلا ہے۔ وہاں ہو چکر مراد شریف کی طرف رخ کیے بیٹے اُدھر قتل ختم ہوا اور ہر پناہی اجل کو لیک کہتے ہوئے حاصل حق ہو گئے اور یہ تپا پوری ہو گئی سے آرزو یہ ہے کہ نکلے دم لہا سے سامنے دم تہا سے ہو ہم تہا سے سامنے درگاہ شریف کے برابر باغ میں دفن ہیں۔ نور اللہ مودتہ۔ مخدوم و معظم حضرت شاہ التفات احمد صاحب تاجہ نشین ردو لی شریف ضلع بارہ نکی اور مخدوم و معظم حضرت شاہ امتیاز احمد رضا سجادہ نشین خیر آباد ضلع سیٹا پور اور مخدوم و معظم حکیم سید احمد علی شاہ آباد ضلع مردوئی اور مخدوم و معظم جناب لاریا احمد سعید خاں اور مخدوم و معظم جناب نواب علی الدؤف خان صاحب لیان ریا مست دادوں ضلع علی گڑھ بھی ایک تلامذہ سے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اس وقت تلامذہ میں صرف مخدوم و معظم جناب نواب مولوی محمد جان خان صاحب مظاہر العالی دالی ریا مست دادوں ضلع علی گڑھ نقیہ حیات ہیں۔

شرح سابقین معمولاً ابتدا میں ہی اسناد ذکر فرماتے ہیں اکی اقتدار کرتے ہوئے فقیر بھی یہی منقول و معقول بیان کرتا ہے جسکی جانب بلحاظ ترتیب خطہ میں اشارہ کر چکا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ فقیر کی سند حدیث وجہ قلت و سائل مالی ہے جسکو ہر قرن میں تازہ تصور کیا گیا ہے اور علماء کے درمیان مطلوب ہی ہے۔

سند منقول

صدر الشیخۃ حضرت مولانا الحاج حکیم ابو الاعلیٰ محمد علی صاحب قادیان قدس سرہ القوی سے فقیر کو اجازت ہے جو اپنے زمانہ میں پیش فقیرتے فقیر جزئیات ملکہ تھوکر زبان ہوتی تھیں۔ ایسا وسط حدیث دانی میں لکھا پایہ بلند تھا۔ کیونکہ یہ بات کہ ہے کہ علم حدیث میں ہمارے نامہ سیوقت ہوتی ہر جگہ فقیر کا مل عبور حاصل ہو شرح معانی کا قاری پر ایک زبان عربی مہبوط حاشیہ ہے جو بھی تک طبع نہیں ہوا اور جو طبع سے آواز ہوئے میرے ہاشا ہوا میں جائیگی کہ علم حدیث میں لکھو تھو رام حاصل تھا۔ یہ حاشیہ نصف ظلمہ آؤ ہے۔ جو بوجہ ضعف بصیراتی نصف اخیر اور جلد ثانی تحت سے رہ گئی۔ ایسا وسط اپنے وصیت فرمائی کہ میرے تلامذہ میں سے کوئی صاحب کمال تکمیل کرے تبیل حکم الافیقا کا ارادہ ہے کہ بشیر القاری سے فراغت پا کر اسکی جانب توجہ کر جائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ آپکی ایک کتاب سترہ اصول مشتمل بر زبان اردو فقہ میں موسوم بنام (بہار شریعت) ہے جو برسوں سے منظر عام پر آچکی اور مقبول عام ہے۔ بحالت سفر جہی ہو چکر تاریخ ۱۲۹۵ھ وصال فرمایا جس کا سن مذکور اس کتاب سے نکلتا ہے (ان المتفقین فی جنت و عین) اور وطن مالوف گھوسی ضلع اعظم گڑھ لہیا کر دفن کیا گیا۔ یہ سفر دور سفر کج گویا وسط تھا۔ نور اللہ مودتہ۔

روال صدی کے مجدد

اور آپ کو مجددی مائتہ حاضرہ شیخ العربیہ العظیم الامام الافخم اعلم حضرت عظیم البرکت الحاج مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بیرون قدس سرہ القوی سے اجازت حاصل تھی جو موجودہ صدی میں مرتبہ تجدید دین پر فائز تھے کثرت تصانیف کا یہ عالم کہ قبول اجل العلماء حضرت مولانا مفتی محمد اہل شاہ صاحب جلی مظاہر العالی یوم ولادت سے یوم وفات تک پوری عمر تقریباً کیا جائے تو تقریباً کئی خبر پور میر پڑتے ہیں۔ اپنے فرائض پر کما ہفت نفس لے کر دروہر فرمایا جبکہ کائناتی نام رکھنا کا ایمان فی توحیدہ القرآن ہے فقیر کے دیکھے ہوئے اردو تراجم میں صرف یہی ایک تجربہ ہے جس کوئی غلط نظر نہیں پڑی و نہ مرتبہ میں ہی غلطی میں جن کے عقائد سے ایمان جاتا ہے انکا ہونہ ناظرین بشیر القاری کے صفحہ ۲۳ پر دیکھیں آپکی مفصل سوانح حیات کتاب مستطاب (حیات اعلم حضرت) میں ملاحظہ فرمائیے۔ اور اجمالاً آپکی اس رباعی سے معلوم ہوتی ہیں۔ سے نہ مرا لوش نہ تمیش نہ طعن نہ مرا گوش بیدرے نہ مرا ہوش دے

منہم و کج خموی کہ بکشد دروے ۱۰ جز من و چند کتابے و دوات و قلم

• تاریخ ولادت باسعادت ۱۰ اشوال المکرم ۱۲۸۶ھ ہے جس کا سن خود اس آیت کریمہ سے استخراج فرمایا تھا اور انک عتب فی قلوبہم
الایمان و اید ہم بروح منہ) اور تاریخ وفات ۲۵ صفر المظفر ۱۳۲۲ھ ہے جس کا سن بھی وصال سے چار ماہ بائیس یوم قبل خود اس
آیت سے استخراج فرمایا (و یطاف علیہم بانیۃ من فضۃ و اکواب) نور اللہ مرقدہ، اور آپ قطبہ الاقطاب فرد کائنات
سیدنا و مولانا حضرت سید شاہ آل رسول صاحب بارہوی قدس سرہ القوی سے مجاز تھے جو ماہر و شریف ہیں (سکر کل)
کے ساتھ معروف ہیں۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ میں بمقام مارہر ضلع ایٹہ وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ۔

اور آپ حامی شریعت غرانا ملت ضیاء امام علمائے راجن پیشوائے فضلاء کا ملین امیر المومنین فی الہدیہ حضرت مولانا
شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ القوی سے مجاز تھے جن کی سند سید انبیاء محبوب کبریا جاب احمد مجتبیٰ ہیں مصطفیٰ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ آکہ وسلم تک کتابوں میں مسطور ہے۔ آپ نے بروز یکشنبہ ۲۳ اشوال المکرم ۱۳۳۹ھ بمقام دہلی وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ۔

سند معقول

فقیر حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ سے مجاز ہے اور آپ اما مالہا الجہا بذہ استاذہا ساندہ حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب
جو پوری قدس سرہ القوی سے اپنے شہس باز غے پر تحشہ فرمایا جس سے علوم عقلی میں یکے کے بحر علی کا بحر ملتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ
نے بیان فرمایا کہ جب ہم قاضی مبارک پڑھتے تھے تو آپ پڑھاتے پڑھاتے بھول جلتے۔ فوراً دونوں کہنیاں پٹائی پر ٹیک کر دونوں ہاتھوں سے سر پر کر
سوجاتے یہاں تک کہ خزانے کی آواز آنے لگتی۔ چیز من کے بعد بیدار ہو کر بہترین تقریر فرماتے تھے۔ دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ پیرانہ سالی کی وجہ سے
نسیان طاری ہو گیا ہے۔ اپنے استاد حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی کی جانب رجوع کرتا ہوں اُن کی روح پاک تشریف لاکر مفصل تقریر فرمادی
ہے وہی تمہارے سامنے بیان کر دیتا ہوں ہندوستان کے ممتاز اور تہذیبی علمائے آپ شرف تلمذ حاصل تھا انہیں سے خصوصیت کیساتھ قابل ذکر یہ حضرت
ہمیر حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب چیر میں شیعہ و ذہانت مسلم یونیورسٹی علی گڑھ حضرت مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹوکی حضرت مولانا شیر علی صاحب
حضرت طاقتھاری صاحب۔ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب بانی دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ حضرت مولانا بادی جس صاحب جو پوری
حضرت مولانا منصب علی صاحب جو پوری حضرت مولانا عابد الاول صاحب اپن بولوی کر امت علی جو پوری جناب ذواب عبد الحمید صاحب جو پوری۔ رحمۃ
فعلی علیہم اجمعین تین حضرات اس وقت بقید حیات ہیں۔ علم معظم حضرت مولانا سید مصلح الحسن صاحب قلعہ دامت برکاتہم پھچھو ندوی۔ مخدوم و علم حضرت
مولانا عبد السلام صاحب نیاز ذی دہلوی دامت برکاتہم۔ اور مولانا محمد ابراہیم صاحب ملیا وی جنہوں نے کسی ذاتی مصاحبت کی بنا پر دیوبندی مسلک
اختیار فرمایا۔ برسوں دارالعلوم دیوبند میں شعبہ معقولات کے انچارج رہے۔ اور آج کل سندھ صدارت پر قابض ہیں۔ انفرم اپنے نوے سال سے تہذیب و
ہندو مشن بید عصر حکیم رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ وصال فرمایا اور مقام مقابر رشیدیہ میں قطب الوقت حضرت مولانا عبد الرشید صاحب قدس سرہ۔
صاحب مناظرہ رشیدیہ کے قریب مدفون ہوئے۔ نور اللہ مرقدہ۔

ہندوستان کی آزادی کے محرک اول

اور آپ خاتم المحققین امام الدین استاد اہل حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی قدس سرہ القوی سے مجاز تھے جن کا فضل و کمال متعجب
ہے انہیں قاضی مبارک پر آپ کا حاشیہ ایک علی جلالت کا آئینہ دار ہے۔ ظالم انگریز کے خلاف ہندوستان کی تحریک آزادی کے محرک دل آپ ہی ہیں۔

اور اس کی طرح آپ کی خدمات تحریک خیر کردہ نہیں بلکہ دشمن دین و دنیا انگریز کے وجود سے ہندوستان کو لوجہ اللہ پاک کرنے کیلئے تحریک آزادی کا علم بن کر نکلا تھا۔ مسیحا کے مخلصانہ خدمات کی قدردانی کرتے ہوئے بھارت میں کائنات آپ کے موجودہ پس ماندگان کے لئے وظائف جاری کئے جائیں۔

ہندوستان کے وہابی صاحبان اس تحریک کی نسبت مولانا اسماعیل صاحب دہلوی مصنف (تقویۃ الایمان) کی جانب کرتے ہیں جس کے سفیر صیحت ہوتے ہیں کسی باخبر انسان کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ وہابی مورخین نے انکو مجاہد و شہید قرار دیکر فن تاریخ کو مسخ کیا ہے۔ وہ درحقیقت ظالم انگریز کے آلہ کار تھے اور اس کی شاطرانہ چال تھی کہ خود بظاہر علیحدہ رہا اور اپنے لئے راستہ صاف کر نیکی خاطر جہاد کے نام پر انکو آگے بڑھا کر لاہوریوں سکھوں پر حملہ کر دیا تھا نہ یہ موٹی سی بات ہے کہ گھر میں ظالم انگریز مسطّر اس سے جہاد نہیں کیا گیا تا مولانا موصوف گھر سے باہر جا کر بہادری کرتے ہیں۔ یہ کوئی ننگ ہلکا نہیں۔ پھر یہ جہاد سکھوں ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ اسکی زد میں سرحدی مسلمان بھی آ گئے تھے۔ آپ کے شکر اسلام نے مسلمانوں پر یہ بہانہ غارت گری کی۔ لوٹ مار میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا اور کلاں بھی نے مداخلت میں آپ کو قتل کیا تھا۔ تو شہادت کس قانون سے حاصل ہو گئی مسیحا کے مخلصانہ حاضری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے وہ جسے وہاں سے دیا ہے لقب شہید و ذبح کا۔ وہ شہید ملی خبر تھا وہ ذبح تیغ خیانت ہے۔ آپ کے فادات اور فریکاریوں کی تفصیل کتاب مستطاب (سبب المجد) تصنیف کردہ عمدۃ المحققین حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی قدس سرہ العالی میں اور کتاب مستطاب (تحفہ محمدیہ) تالیف کردہ ذیلۃ الفضلاء حضرت مولانا سیدنا شرف علی صاحب گلشن آبادی قدس سرہ العالی میں مطالعہ کی جائے گی۔ دونوں حضرات اس زمانہ میں موجود تھے کیونکہ واقعات کی تحقیق جیسی کہ زائر واقعات میں ہوتی ہے بعد میں نہیں ہو سکتی۔ اور زمانہ حال میں ایک کتاب موسوم بنام (امہار زوال) شائع ہوئی ہے جس کے مصنف حضرت مولانا جنسین رضا خاں صاحب بریلوی مظللہ العالی ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کو فن تاریخ پر کامل عبور حاصل ہے۔ اس میں مولانا موصوف کے واقعات مدلل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ انڈاز بیان انوکھا اور دلچسپ ہے۔ بغرض کہ ظالم انگریز نے آزادی ہندوستان کے محرک اول قدس سرہ کو گرفتار کر کے رنگون بھیجا اور آپ سے وہیں بدحالت نظر بندی ۱۳ صفر المظفر ۱۳۱۷ھ میں وصال فرمایا۔ نور اللہ صوفی کا۔

سلسلہ وسیت

قدوة السالکین زیدۃ العارفین ملجأ و ماویٰ مایہ کسان مرجع و ملاذ کاملان اشرف المشائخ سیدنا
 و مولانا الشاہ سید علی حسین صاحب کچھوچھو قدس سرہ العالی کے دست حق پرست پر بریلی شریف میں بموقع عرس رضوی غالباً ۱۲۷۷ھ میں
 شرف بیت حاصل ہوا۔ اور اورانچر اخیر شریف میں تالیف ۱۲۸۲ھ ازلی النجمۃ شہادۃ خلافت سے نوازا تھا۔ خلافت نامکبیت ایک کلاہ ہوا ایک استغاثی
 بھی عطا فرمایا جس کے متعلق اہل خانہ کو وصیت کردی ہے کہ میرے کفن میں شامل کر دیا جائے کیونکہ ہندوگان دین کے طبعیات شامل کفن کرنا سنوں ہے۔
 کما فی الامکان کلاس بعدۃ لہجۃ العلوم للکھنوی قدس سرہ العالی سلسلہ سلسلہ متون کی بھی اجازت
 عطا فرمائی۔ جس میں سائل اقل قلیل میں فقیر سے حضور غوث اعظم سیدنا الشیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ الزیدانی تک صرف
 پانچ واسطے چلے ہیں۔ ادبیاب کشف نے فرمایا کہ آپ جس صوری کے اعتبار سے اپنے جہاد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ تھے۔
 اور جس معنوی کے اعتبار سے اولیائے کرام میں محبوبیت کے مرتبہ چارم پر فائز۔ اول محبوب مستحانی حضور غوث اعظم۔ دوم محبوب الہی
 حضرت سلطان الشاہ سوم محبوب یزدانی حضور غوث سید شرف بہاگیر مینائی چھارم محبوب رحمانی آپ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم اجمعین۔ مجد دہائی صاحبۃ العظمت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العالی کے تلمذ صیقت قر
 نے اپنے محققانہ انداز میں آپ کے مذکورہ بالا ہر دو جس صوری و معنوی کی جانب ہمنائی کرتے ہوئے عرض کیا تھا۔

اشرفی نے رخت آئینہ رحمت خوں باں + اسے نظر کردہ و پروردہ سب محبوبان - سید المغفر امام العرفاء ولایت پناہ صفت آگاہ حضرت میاں راجہ شاہ قدس سرہ کی خدمت میں بھی آپ سوز شریف طبع گورگواں حاضر ہوئے تھے جن کا دوا سال ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ میں ہوا۔ دوا سال کا سن ہجری ۱۰۷۰ھ کے لئے آفتاب معرفت سے نکلتا ہے۔ آپ نے بھی خلافت سے لوازا۔ ادایک دوا آتی عطا فرمائی تھی جس کے بعد فوجات کے دوا زائے ایسے کھل گئے کہ کوئی سال کی وقت محوم واپس نہ ہوتا تھا مفصل حالات ہماری کتاب (اسلامی پینے) میں انشائاً تعالیٰ آئیں گے۔ ۲۰ ماہ فخر بیچ الاخر ۱۳۳۰ھ روز و دو شنبہ بوقت صبح صادق ولادت با سعادت ہوئی کی - دوا ۱۲ رجب المرجب ۱۳۵۰ھ میں حضرت نصف شب پسنوں مانوت کچھ چھپہ قدس طبع فیض آواہیں دوا فرمایا۔ نور اللہ مرقداہ و اخاض علینا من برکاتہ۔

چونکہ فقیر محبت با برکت میں رہنا نصیب نہیں ہوا اسلئے آپ کی کرامات مشاہدہ میں نہ آسکیں۔ دوا سال کے بعد ایک دن بیابان ہیرا پھر تطلب انفرنگی جاری ہو گئی کہ ہم پڑے جہاں نصیب ہیں نہ اپنے مشرب روحی کے کشفی حالات اور کراماتیں بنی نظر سے دیکھیں نہ کسی اندیز رنگ کے مکاشفات و کرامات کا ہمارے سامنے ظہور ہوا۔ کچھ دیر انفرنگی رہ کر فرو ہو گئی۔ اسلئے کچھ دن بعد چھوٹی سرکار قدس سرہ کے مکاشفات کا اظہار شروع ہوا قلبیہ مسرت ہر ذہن ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کچھ کو بھی یہ مکاشفات سے سرفراز فرمایا۔ مگر سہ روزہ تک میرے نزدیک یہ ہمارا آخر شدہ تقریباً سال دیر سال تک مکاشفات کا مشاہدہ نصیب ہوا تھا کہ تاریخ ہمارے رجب المرجب ۱۳۳۰ھ بروز چہار شنبہ دوا فرمایا۔ نور اللہ مرقداہ و قلبیہ کشفی باقی ہو گئی چونکہ طلب صادق تھی اسلئے مشرب روحی کی دوا حایت پھر متوجہ ہوئی۔ اور اپنے برادر طریقت خواص بحر معرفت آقا کے نعمت ہر حقیقت فقیر کامل عارف کامل حامل خلاق نبوی کا شفا سر اور ہر نبی سیدی مصلیٰ حضرت شاہ حافظ سید محمد ابراہیم صاحب قادری قدس سرہ العقی مسکن قصیر سرہ طبع عطر کے سپر و فرمایا۔ آپ کی خدمت اقدس میں چونکہ بفضل تعالیٰ سات سال تک کشف و کرامات کا جو پھر کشف شدہ کیا طبع کی کراماتیں نظر کسانے آئیں۔ حضرت مولانا رحم قدس سرہ کے ارشاد سے اولیاء اہست قدرت ازا کہ - تیر جستہ باز گردانندہ رہ رہل تک بیان بالغیب تھا اس بار گاہ ولایت پناہ میں حاضری کے بعد مشاہدہ سے سرفراز فرمایا گیا بلکہ الحمد للہ علیٰ احسانہ کلاس رہا رہا بارے دین میں ملا اور دنیا بھی - اس تک اس مسیادہ کار پر نظر کرم فرماتے ہیں و انشاء اللہ تعالیٰ ابد الابد تک فرماتے رہیں گے۔ آپ کے حالات بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہی کتاب (اسلامی پینے) میں ذکر کروں گا۔ شنبہ چہار شنبہ بعد مغرب ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۱ء میں دوا فرمایا۔ نور اللہ مرقداہ و اخاض علینا من برکاتہ۔

امام بخاری

علیہ رحمۃ اللہ الباری کی

کنیت (ابو عبد اللہ) اسم مبارک (محمد) ہے اور والد ماجد کا نام (اسمعیل) دوا کا (ابو ابراہیم) پر دوا کا (مغیرق) مگر دوا کا (مغیرق) یہ لفظ فارسی زبان میں معنی رکاشنکار آتا ہے (بزرگوار) جو کسی تھے اور جو سمیت ہی پر وفات پائی امام بخاری کے پر دوا (مغیرق) نے بخارا کے والی (یمان جعفی) کے ہاتھ پر مشرف اسلام ہو کر گئے ساتھ عقد (موالات) کر لیا تھا جو ہر مذہب حنفی و مالکی میں توریث کے لئے موجب ہے۔ نظر برآں (یمان جعفی) کی طرف نسبت کرتے ہوئے امام بخاری کو بھی جعفی کہتے ہیں۔ جیسے امام شافعی کی طرف نسبت کرتے ہوئے انکے مقلد کو شافعی کہا جاتا ہے۔ اور یہ (یمان) امام بخاری کے شیخ (مستندی) کے پر دوا ہیں۔

امام بخاری کے والد ماجد

حضرت ولانا (اسمعیل) علیہ الرحمۃ جماعت ابراہیم و اخیار سے ایک ممتاز ہستی تھے امام الامام حضرت عبداللہ ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ

امام بخاری کی ولادت

روز جمعہ مبارک بعد نماز عصر ۳۱ روال المکرم ۱۹۲۲ء بمقام شہر بخارا (بخارا) ہوئی تھی جس کا سن پیری بحساب بجد لفظ (صدق) سے نکلتا ہے۔ مصنفین ہی تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا والدہ ماجدہ کی سرپرستی میں پرورش پائی۔ والد ماجد کی طبع وہ بھی (مستجاب لدعوة) تھیں۔ چنانچہ پچیس برس کی دو دنوں تک عیالی وہیں جس سے انکو شدید فکر لاحق ہو گئی۔ اطباء کی جانب سے جو علاج کیا مگر کوئی دوا کارگر نہ ہو سکی۔ بالآخر ارگاد الہی کی طرف متوجہ ہوئیں اور گریہ و زاری کیا تھا وہاں ہی بھارت کیلئے بکثرت دعا میں لگے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام خواب میں تشریف لائے۔ اور وہاں ہی بھارت کا خزانہ فیض سے فرمایا کہ بکثرت گریہ زاری کرنا۔ اور بکثرت دعا میں لگنا۔ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے بچے کی میثالی واپس فرمادی۔ صبح کے وقت خواب سے بیدار ہوئے تو مینا تے۔

حفظ حدیث کی طرف توجہ کیسے ہوئی

امام بخاری کے کاتب (محمد بن ابی حاتم) نے بیان کیا کہ امام بخاری خود فرماتے تھے میں کتب میں موجود تھا اس وقت مجھے حفظ حدیث کے لئے الہام ہوا میری عمر اس وقت دس سال یا قدرے کم تھی کتب سے علیحدگی اختیار کر کے عیش و کرم کے دور میں شریک ہونے لگا۔ اس زمانے میں بخارا کے اند (واضحی) نامی ایک محدث شہور تھے انکے در میں بھی شریک ہوتا تھا۔ ایک دن انہوں نے کسی حدیث کی سند کتاب میں دیکھ کر بائیں طور پر (مسیحیان عن ابی الزبیر عن ابن ابراہیم) نے غفلت کر کے اسناد کی غفلت میں عرض کیا کہ ابو الزبیر (ابو الزبیر) تو ابراہیم کے والد ہیں میں ہی نہیں پھر حضرت نے کیسے فرمایا۔ (ابو الزبیر عن ابن ابراہیم) اسناد نے جھوٹ کیا۔ میں نے پھر عرضداشت کی کہ اپنے اصلی نسخے کو ملاحظہ فرمائیے۔ پھر اسناد مکان میں تشریف لے گئے۔ اور اصل نسخہ لیکر آئے اور فرمایا بیشک میں نے جو بیان کیا تھا وہ غلط ہے۔ اچھا تم کہو صبح کس طرح ہے۔ میں نے عرض کیا۔ (ابو الزبیر) نہیں ہیں بلکہ (ابو زبیر) ہیں۔ انہیں کو ابراہیم سے روایت حاصل ہے۔ اسناد نے میری عرضداشت کے بعد اصل نسخہ کھینچا میں اس کتاب کی تصحیح فرمائی جیسے کچھ کر بیان فرمائیے تھے۔ اس واقعہ کے وقت امام بخاری علیحدہ الباری کی عمر شریف گیارہ سال کی تھی جب عمر کا سو طوائف شروع ہوا تو امام عبد اللہ بن مبارک امام طحطاوی سے روایت نقل کیا۔ عمار کی کتاب میں بانی یاد فرمائیں۔ پھر والد ماجد عبد الرحمن نامی اپنے برادر کلاں کیساتھ حج کو تشریف لے گئے۔ بعد فرغت ان دونوں حضرات نے مراجعت کی۔ وطن پہونچکر عیالی سے غفلت پائی۔ اور خود دریں پر بلا حجاز میں تحصیل حدیث فرماتے تھے۔ اور جب تشریف اٹھا رہے سال کی ہوئی تو تصنیف کا آغاز فرمایا۔ سب سے پہلے صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل و افاضیل پر مشتمل ایک کتاب تالیف فرمائی۔ پھر بریزینورہ میں روضہ اطہر کے پاس تلمذ کیے کہ تصنیف کیا۔ چاندنی رات میں سکو لکھا کرتے تھے۔

تحصیل حدیث کی واسطے سفر

بہت سے سلاخیوں میں کیا چنانچہ فرماتے تھے کہ بہترین استفادہ دوبارہ مصر و شام جائے اتفاق ہوا۔ اور چار مرتبہ ہوا۔ اور چار سال تک حجاز رہا۔ اقامت کی۔ بلخ، عسقلان، حمص، دمشق، حران، واسطہ، یمن، بخارا اور بغداد کو زین ماضی تو اس قدر ہوئی کہ کس کا شمار نہیں۔ ان بلاد وغیرہ میں چل پھر کر جن شیوخ سے عادیث حاصل کیں انکی تعداد کہنہ راستی تک پہونچتی ہے جو پنج طبقات میں مخفروں (طبقة اولی) تبع تابعین، جنکو ثقات تابعین سے سماع حاصل تھا جیسے محمد بن عبد اللہ انصاری جو حضرت حمید (تابعی) سے روایت کرتے ہیں (طبقة ثانیہ) اتباع تبع تابعین جو اگرچہ انکے مہر تھے مگر انکو ثقات تابعین سے سماع حاصل نہیں ہوا جیسے آدم ابن ایاس وغیرہ (طبقة ثالثہ) وہ حضرات جنکو تابعین کی ملاقات حاصل نہیں ہو سکی اور کتب تابعین سے روایت کرتے ہیں جیسے قتیبہ بن سعید وغیرہ (طبقة رابعہ) وہ حضرات جو امام بخاری کیساتھ تحصیل حدیث میں شریک تھے جیسے محمد بن یحییٰ دہلی وغیرہ

و طبقاً خامسہ اپنے تلامذہ جیسے عبد اللہ ابن حنبلہ امی وغیرہ سے کسی قاضی کے ماتحت بعض احادیث روایت کی ہیں (مقلد مد فتح الباری فی فرقہ)
 اہتمام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی ان اسفار سے اس حدیث بخاری کے معنی بھی ظاہر ہو گئے ہیں کہ وہابی اور غیر مقلد صاحبان بزرگان دین کے کتابوں کے
 حاضری دینے کے لئے سفر کرنا کی ممانعت میں نہیں کیا کرتے ہیں۔ یہ حدیث بخاری شریف کتاب التہجد یا نحو اس باب سے صفحہ ۱۸۵ پر زیر باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد
 مکہ و مدینہ میں لفظ مذکور ہے (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تشدد الرجال الا الى ثلثۃ مساجد المسجد الحرام مسجد الرسول و مسجد
 اکہ قحی) اور جس حدیث کا مطلب ان بیان کرتے ہیں کہ (نہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سفر نہ کیا جائے اگر تین مسجدوں کی جانب مسجد حرام مسجد نبوی مسجد اقصیٰ
 ان تین مساجد کے سوا ہر مقام کے سفر کو حدیث ہذا میں حرام قرار دیا ہے تو غور اعظم فی شریعت اللہ کے آستانے پر حاضری دینے کے لئے (فذلک) کا سفر اور سلطان
 الہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانے پر حاضری دینے کے لئے (کتاب) کا سفر اور سلطان المشائخ قدس سرہ کے لئے (مذہب حاضری دینے کے واسطے) (حلی) کا سفر اور
 محمد رحم علاؤ الدین قس کے لئے (مذہب حاضری دینے کے لئے) (کتاب) کا سفر اور محمد قس مثنائی قدس سرہ کے لئے (مذہب حاضری دینے کے واسطے) (کھجور شریف) کا سفر
 اور جہاد اسلام فاتح ہندوستان حضرت تیرہ سالہ مسعود غازی قدس سرہ القوی کے لئے (مذہب حاضری دینے کے لئے) (کتاب) کا سفر بھی حرام ہے اگر کہہ آستانے ان ہر مقام
 سے خارج ہیں جو حدیث میں جواز کے لئے مستثنیٰ فرمایا گیا ہے۔ اقول اگر حدیث مذکور کا یہ مطلب صحیح ہو تو لازم آئے گا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کے مذکورہ
 بالا اسفار حرام نہیں کیونکہ جواز کے لئے استثناء ہر مقامات میں بزرگان دین کے آستانوں کی طرح یہ بلاد بھی داخل نہیں جن کی طرف امام بخاری علیہ رحمۃ الہی
 نے تفصیل حدیث کی خاطر سفر کیا تھا۔ یہ جو حدیث امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کے اسفار تک محدود نہیں ہوتی بلکہ بعض تفصیل علم طلب کے لئے دارالعلوم دیوبند اور
 مظاہر علوم سہارنپور اور جلاہی مدرس کا سفر بھی حرام نہیں لگتا۔ اور تبلیغی جماعت کے واسطے امریکہ افغانستان وغیرہ ملائکہ سفر بھی حرام ہو جائیگا۔ اسی طرح
 وہابی اور غیر مقلد جہان کے حق میں بیت تجارت کبھی کلکتہ دہلی۔ اگرہے لکھنؤ وغیرہ شہروں کے سفر بھی حرام قرار پائیگا۔ کیونکہ یہ وہاں ہر مقامات میں بزرگان دین کے
 آستانوں کی طرح ان ہر مقامات میں داخل نہیں جو حدیث مذکور میں جواز سفر کے واسطے مستثنیٰ ہیں۔ لیکن تفصیل علم کے لئے سفر تبلیغ دین کے لئے سفر تجارت کے
 لئے سفر شریعتاً بلاشبہ جائز ہے۔ اور وہابی غیر مقلد صاحبان بھی اسکو حدیث مذکور کی رو سے ناجائز نہیں کہتے تو کیا ہر بزرگان دین ہی سے حدیث مثنائی ہی
 کہ ان کے آستانوں کی حاضری کا سفر حدیث مذکور کی رو سے ناجائز قرار پائے اور یہ سالے سفر جائز ہیں۔ حالانکہ بیان کردہ مطلب پیش نظر حدیث مذکور کی رو سے تو
 برابر ہے۔ یہی بات ہو کہ حدیث مذکور کا بیان کردہ مطلب صحیح نہیں کہلا اقطع کی تحریک کو مستلزم ہر سالہ دیدی کوئی چاہے یا نہیں۔ چنانچہ ان ملائکہ شہر کا سفر کہ
 درحقیقت بخاری کی کتاب سے ماؤف قلوب مطلقاً حدیث کے ہم سے کوسوں دور ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بخاری کی کتاب اللہ کے بعد تمام کتابوں میں صحیح ترین و بیشک باعث
 اس کا فہم کرنا کس کام نہیں بلکہ یہ صرف اہلسنت کا حق ہے۔ اور بقول شخصہ بخاری انکو بخاری آئی + تحفہ مسلم مسلم کی باقی آئی۔ بخاری قلوب اس
 نعمت عظمیٰ سے محروم کر کے گئے ہیں۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کے مزار مقدس پر اللہ تعالیٰ متبارک و تعالیٰ نازل فرمائے کہ انہوں نے حدیث مذکور کو (باب فضل الصلوٰۃ)
 میں بیان کیا ہے کہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ وہابی فرمائی اور طویل بحثوں کو ایک اشارہ میں ختم کر دیا۔ وہ یہ کہ حدیث مذکور مطلقاً ہر سفر کے باقیوں اور انہیں ملائکہ سفر کے حق میں
 طرد ہے جو فضل نماز کا خاطر کیا جائے اس کے بعد حدیث مذکور میں احتمال ہے (اول یہ کہ) (مستثنیٰ منہ مقدم) عام ہو تو مطلب ہوگا کہ
 ہر مقامات مذکور کے سوا کسی مقام کا سفر نہ ہو کہ کیا جائے کہ وہاں پر نماز پڑھی جائیگی تاکہ ثواب یادہ ملے کہ زیارت ثواب میں ان میں مساجد کیساتھ مخصوص
 ہے کیونکہ مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار کا اور مسجد بیت المقدس میں پانچ سو کا۔ اس احتمال پر بزرگان دین کے
 آستانے حدیث مذکور کی ممانعت میں داخل نہیں گئے کیونکہ ان آستانوں کا سفر اس نیت سے نہیں ہوتا کہ وہاں پر نماز ادا کرے یا ثواب یادہ ملے بلکہ مقصود
 زیارت ہوتی ہے۔ وہم احتمال یہ کہ مستثنیٰ منہ مقدم خاص لفظ (مسجد) ہو اور یہی راجح ہے تو حدیث مذکور کا مطلب ہوگا کہ کسی مسجد کی طرف زیارت
 سے سفر نہ کیا جائے کہ وہاں پر نماز ادا کرے یا ثواب ملے یا کما جزا میں مساجد کے مسجد حرام مسجد نبوی مسجد بیت المقدس اس احتمال پر بھی بزرگان
 دین کے آستانے حدیث مذکور کی ممانعت میں داخل نہیں گئے کیونکہ ممانعت مستثنیٰ منہ مقدم کے سفر کی ہے آستانے اس میں داخل نہیں امام بخاری

در حدیث بخاری علیہ رحمۃ الہی کتاب التہجد یا نحو اس باب سے صفحہ ۱۸۵ پر زیر باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکہ و مدینہ میں لفظ مذکور ہے (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تشدد الرجال الا الى ثلثۃ مساجد المسجد الحرام مسجد الرسول و مسجد اکہ قحی) اور جس حدیث کا مطلب ان بیان کرتے ہیں کہ (نہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سفر نہ کیا جائے اگر تین مسجدوں کی جانب مسجد حرام مسجد نبوی مسجد اقصیٰ ان تین مساجد کے سوا ہر مقام کے سفر کو حدیث ہذا میں حرام قرار دیا ہے تو غور اعظم فی شریعت اللہ کے آستانے پر حاضری دینے کے لئے (فذلک) کا سفر اور سلطان الہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانے پر حاضری دینے کے لئے (کتاب) کا سفر اور سلطان المشائخ قدس سرہ کے لئے (مذہب حاضری دینے کے واسطے) (حلی) کا سفر اور محمد رحم علاؤ الدین قس کے لئے (مذہب حاضری دینے کے لئے) (کتاب) کا سفر اور محمد قس مثنائی قدس سرہ کے لئے (مذہب حاضری دینے کے واسطے) (کھجور شریف) کا سفر اور جہاد اسلام فاتح ہندوستان حضرت تیرہ سالہ مسعود غازی قدس سرہ القوی کے لئے (مذہب حاضری دینے کے لئے) (کتاب) کا سفر بھی حرام ہے اگر کہہ آستانے ان ہر مقام سے خارج ہیں جو حدیث میں جواز کے لئے مستثنیٰ فرمایا گیا ہے۔ اقول اگر حدیث مذکور کا یہ مطلب صحیح ہو تو لازم آئے گا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کے مذکورہ بالا اسفار حرام نہیں کیونکہ جواز کے لئے استثناء ہر مقامات میں بزرگان دین کے آستانوں کی طرح یہ بلاد بھی داخل نہیں جن کی طرف امام بخاری علیہ رحمۃ الہی نے تفصیل حدیث کی خاطر سفر کیا تھا۔ یہ جو حدیث امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کے اسفار تک محدود نہیں ہوتی بلکہ بعض تفصیل علم طلب کے لئے دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور اور جلاہی مدرس کا سفر بھی حرام نہیں لگتا۔ اور تبلیغی جماعت کے واسطے امریکہ افغانستان وغیرہ ملائکہ سفر بھی حرام ہو جائیگا۔ اسی طرح وہابی اور غیر مقلد جہان کے حق میں بیت تجارت کبھی کلکتہ دہلی۔ اگرہے لکھنؤ وغیرہ شہروں کے سفر بھی حرام قرار پائیگا۔ کیونکہ یہ وہاں ہر مقامات میں بزرگان دین کے آستانوں کی طرح ان ہر مقامات میں داخل نہیں جو حدیث مذکور میں جواز سفر کے واسطے مستثنیٰ ہیں۔ لیکن تفصیل علم کے لئے سفر تبلیغ دین کے لئے سفر تجارت کے لئے سفر شریعتاً بلاشبہ جائز ہے۔ اور وہابی غیر مقلد صاحبان بھی اسکو حدیث مذکور کی رو سے ناجائز نہیں کہتے تو کیا ہر بزرگان دین ہی سے حدیث مثنائی ہی کہ ان کے آستانوں کی حاضری کا سفر حدیث مذکور کی رو سے ناجائز قرار پائے اور یہ سالے سفر جائز ہیں۔ حالانکہ بیان کردہ مطلب پیش نظر حدیث مذکور کی رو سے تو برابر ہے۔ یہی بات ہو کہ حدیث مذکور کا بیان کردہ مطلب صحیح نہیں کہلا اقطع کی تحریک کو مستلزم ہر سالہ دیدی کوئی چاہے یا نہیں۔ چنانچہ ان ملائکہ شہر کا سفر کہ درحقیقت بخاری کی کتاب سے ماؤف قلوب مطلقاً حدیث کے ہم سے کوسوں دور ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بخاری کی کتاب اللہ کے بعد تمام کتابوں میں صحیح ترین و بیشک باعث اس کا فہم کرنا کس کام نہیں بلکہ یہ صرف اہلسنت کا حق ہے۔ اور بقول شخصہ بخاری انکو بخاری آئی + تحفہ مسلم مسلم کی باقی آئی۔ بخاری قلوب اس نعمت عظمیٰ سے محروم کر کے گئے ہیں۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کے مزار مقدس پر اللہ تعالیٰ متبارک و تعالیٰ نازل فرمائے کہ انہوں نے حدیث مذکور کو (باب فضل الصلوٰۃ) میں بیان کیا ہے کہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ وہابی فرمائی اور طویل بحثوں کو ایک اشارہ میں ختم کر دیا۔ وہ یہ کہ حدیث مذکور مطلقاً ہر سفر کے باقیوں اور انہیں ملائکہ سفر کے حق میں طرد ہے جو فضل نماز کا خاطر کیا جائے اس کے بعد حدیث مذکور میں احتمال ہے (اول یہ کہ) (مستثنیٰ منہ مقدم) عام ہو تو مطلب ہوگا کہ ہر مقامات مذکور کے سوا کسی مقام کا سفر نہ ہو کہ کیا جائے کہ وہاں پر نماز پڑھی جائیگی تاکہ ثواب یادہ ملے کہ زیارت ثواب میں ان میں مساجد کیساتھ مخصوص ہے کیونکہ مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار کا اور مسجد بیت المقدس میں پانچ سو کا۔ اس احتمال پر بزرگان دین کے آستانے حدیث مذکور کی ممانعت میں داخل نہیں گئے کیونکہ ان آستانوں کا سفر اس نیت سے نہیں ہوتا کہ وہاں پر نماز ادا کرے یا ثواب یادہ ملے بلکہ مقصود زیارت ہوتی ہے۔ وہم احتمال یہ کہ مستثنیٰ منہ مقدم خاص لفظ (مسجد) ہو اور یہی راجح ہے تو حدیث مذکور کا مطلب ہوگا کہ کسی مسجد کی طرف زیارت سے سفر نہ کیا جائے کہ وہاں پر نماز ادا کرے یا ثواب ملے یا کما جزا میں مساجد کے مسجد حرام مسجد نبوی مسجد بیت المقدس اس احتمال پر بھی بزرگان دین کے آستانے حدیث مذکور کی ممانعت میں داخل نہیں گئے کیونکہ ممانعت مستثنیٰ منہ مقدم کے سفر کی ہے آستانے اس میں داخل نہیں امام بخاری

علیہ رحمۃ الباری کے بیان کردہ مطلب کی وضاحت وہ روایت کرتی ہے جسکو امام احمد قس سرہ نے اپنے مسند میں بایں الفاظ ذکر کیا ہے **رَوَاهُ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِي لِلْمُصَلِّي أَنْ يَشْدَرَ حَالَهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَنْتَقِي فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِ تَرْجَمَ غَاذِي** کو مناسب نہیں کہ کسی مسجد کی جانب نماز ادا کرنے کی نیت سے سفر کرے بجز ان میں مساجد کے مسجد حرام اور مسجد بیت المقدس اور میری مسجد اس روایت سے احوال دوم کی تائید بھی ہوگی کہ حدیث مذکور میں مستثنیٰ منہ مقدر عام نہیں بلکہ فقط مسجد ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ کے لئے ضروری ہے کہ مستثنیٰ سے اقرب ہو اور یہ حدیث مذکور میں فقط مسجد کی تقدیر کے بغیر حال نہیں فوائض الرحمت شریح مسلم البیوت ۲۴۷ میں ہے **(فَعَلِمْنَا أَنَّ الْمُسْتَثْنَى مِنْهُ مَا يَكُونُ اقْرَبَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَلَعَلَّ هَذَا ظَاهِرٌ لِمَنْ لَدُنْهِ اسْتَقْلَامُ)** اسید واسطے علامۃ قسطلانی قدس سرہ النورانی نے حدیث مذکور کی شرح میں احوال دوم کو اختیار فرمایا پھر ایشا والہ الساری شرح صحیح البخاری جلد دوم صفحہ ۳۲۹ و ۳۳۰ میں غریب ابن تیمیہ کے ابطال کو مقرر کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس نے حدیث مذکور میں مستثنیٰ منہ مقدر عام لیکر کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ پاک کی زیارت کیلئے سفر کرنا حرام ہے اسی ابن تیمیہ کی فضلہ خواری میں ہندوستان کے دہلی اور غیر مقلد صاحبان بزرگان دین کے استاؤں پر ماضی وینے کیلئے سفر کرنے کو منع کرتے ہیں (وقد بطل بامر من التقدير لا تشدد الرجال في مسجد للصلاة فيه المعتمد بحديث ابن سعيد المروزي في مسند احمد باسناد حسن مرفوعاً لا ينبغي للمصلي ان يشد حاله الى مسجد ينتقي فيه الصلاة غير المسجد الحرام ولا الأقصى ومسجدى هذا قول ابن تيمية حيث منع من زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم وهو من البشع المسائل المنقولة عنه) یعنی حدیث مذکور لا تشدد الرجال الا الى ثلثة مساجد کے مستثنیٰ منہ کی تقدیر میں ہمنے یہ کہا (لا تشدد الرجال الى مسجد الا الى ثلثة مساجد) حکم تائید اس حدیث ابو سعید سے ہوتی ہے جسکو امام احمد نے باسناد حسن مرفوعاً اپنے مسند میں بایں الفاظ بیان فرمایا ہے **لَا يَنْبَغِي لِلْمُصَلِّي أَنْ يَشْدَرَ حَالَهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَنْتَقِي فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِ هَذَا** حدیث مذکور میں تقدیر مستثنیٰ منہ سے ابن تیمیہ کی کہنا باطل ہو گیا کہ نبوی قبر شریف کی زیارت کیلئے سفر کرنا منوع ہے کیونکہ اسکا یہ قول حدیث مذکور میں مستثنیٰ منہ کو عام ہمنے ہوئی ہے جسکے باطل پر نہیں شک نہیں اسلئے کہ عام ہمنے کی صورت میں مستثنیٰ سے اقرب نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ ضروری ہے۔ اور زیارت قبر نبوی کی یہ مخالفت ان قبیح ترین اقوال سے ہر جا ابن تیمیہ سے منقول ہیں۔ اسی حدیث مذکور پر بحث کرتے کرتے آخر میں علامۃ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ النورانی بخاری کی شرح فتح الباری جلد سوم صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں **(قال بعض المحققين قولنا الا الى ثلثة مساجد المستثنى منه محذوف فاما ان يقدر عارفاً فيصير لا تشدد الرجال الى مكان في اى مكان الا الى ثلثة او اخص من ذلك لاسيلى الى الاول لانفضائه الى سد باب السفر للتجارة وصلاته الرحم وطلب العلم وغيرها فتعين الثانی والا ولى انه يقدر ما هو اكثر مناسبة و هو لا تشدد الرجال الى مسجد للصلاة فيه الا الى الثلثة فيبطل بذلك قول من منع مثل الرجال الى زيارة ابقا الشوف وغيره من قبور الصالحين الله اعلم) یعنی بعض محققین نے فرمایا کہ حدیث مذکور میں (الا الى ثلثة مساجد) سے پیشتر مستثنیٰ منہ محذوف ہے پس امام تقدیر فرمایا جائے تو تقدیر عبارت میں ہوگی لا تشدد الرجال الى مكان في اى مكان الا الى الثلثة ترجمہ سفر نہ کیا جائے کسی مکان کی طرف کسی کام کے لئے کہیں مساجد کی جانب یا مستثنیٰ منہ اس سے خاص مقدر مانا جائے۔ عام مقدر مانے کی بجائے کی سبیل نہیں کیونکہ دفعی ہے اس بات کی جانب تجارت کیلئے مسئلہ ورم کیلئے طلب علم وغیر امور کیلئے دروازہ سفر مسدود ہو جائے (جو شرط ماسد وہیں) تو ثانی احتمال معین ہو گیا کہ مستثنیٰ منہ مقدر خاص ہو اور پھر یہ ہے کہ مستثنیٰ منہ مقدر ایسی چیز مانا جائے جس میں مناسبت زیادہ ہو۔ اور وہ فقط مسجد ہے اور حدیث مذکور کی عبارت اس مستثنیٰ منہ کی تقدیر کے بعد لیں ہوگی لا تشدد الرجال الى مسجد للصلاة فيه الا الى الثلثة ترجمہ سفر نہ کیا جائے کسی مسجد کی جانب ایسی نماز پڑھنے کی نیت سے کہیں مساجد کی جانب جب یہ حدیث مذکور کا مطلب ہوا تو ان لوگوں کا قول باطل قرار پایا جنہوں نے نبوی قبر شریف کی**

اور قبور صالحین کی زیارت کے لئے حدیث مذکورہ کی پیش نظر سفر کرنے کو ممنوع قرار دیا ہو۔ واللہ اعلم بھر حدیث مذکورہ کا امیکل دو مطلب نقل فرماتے ہیں (قال السبکی اکبر یولیس فی الارض بقعتها فضل لذا تھا حتی تشد الرجال الیها غیر البلاد الثلاث و مرادی بالفضل ما شهد الشیع باعبادہ و رقیب علی حکما شیعیا و متغیر ما من البلاد فلا تشد الیها لذا تھا اہل لڑائی کا توجہ لا و علم او نحو ذلک من المندوبات والمباحات قال وقد التبس ذلک علی بعض فرغ من شد الرجال الی الزیارات لمن فی غیر الثلاث داخل فی الممنوع وهو خطأ لان الاستثناء انما یکون من جنس المستثنی منه فمعنی الحدیث لا تشد الرجال الی مسجد من المساجد الی مکان من الامکان لکن لا الی الثلاث المذکورہ و شد الرجال الی زیاراتہ او طلب علم لیس الی مکان بل الی من فی ذلک مکان واللہ اعلم) یعنی نام کی گہر قدر صرف نے فرمایا کہ رتخہ میں من کوئی جگہ ایسی نہیں جس کے لئے لڑائی فضیلت ہو سوائے ان تین مقامات مذکورہ۔ اور فضیلت لڑائی سے سری ملا ہے کہ شریعت کے اعتبار کے اس کیلئے مخصوص حکم شرعی رکھا ہو اور ان تین کے علاوہ دوسرے مقامات کی جانب بایں معنی لڑائی سے سفر نہیں کیا جاتا بلکہ زیارت جہا و علم وغیرہ مندوبات یا مباحات کیلئے کیا جاتا ہو اور بیشک اس بات کا سمجھنا بعض مشکل ہو گیا تو یہ کہر بیشک کہر سہ مقامات مذکورہ کے سوا کسی مقام کا زیارت کیلئے سفر نہ کرنا حدیث مذکورہ کی ممانعت میں داخل ہے انکا کیا غلط ہے کیونکہ مستثنیٰ کیلئے ضروری ہے کہ مستثنیٰ صنف کی جنس سے ہو تو حدیث مذکورہ کے معنی یہ ہوئے کہ (سفر نہ کیا جائے کسی مسجد کی جانب یا کسی مکان کی جانب اس کی لڑائی فضیلت کے خیال سے مگر مذکورہ بالا تین مساجد کی جانب رکھ کر ایک لکھ چاس ہزار یا سو کا مخصوص حکم شرعی انہیں کیوں اسطے ہے۔ اور کسی کیلئے نہیں اور زیارت یا طلب علم کے لئے سفر مکان کی جانب نہیں ہوتا بلکہ مکین کی طرف ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

فتاویٰ بخاری علی رزق الباری کی قوت حاصل ہے

قوت حافظہ

کا یہ عالم تھا کہ آپ شریک رس جلیل القدر محدث حضرت خاشد ابن اسمعیل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری ہمارے ساتھ طلب حدیث کی خاطر شیوع کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے مگر وقت درس ہماری طبع شنیدہ احادیث کو قلم بند نہ کرتے تھے۔ سمجھتے تھے کہ جب آپ استاد کی بیان کردہ احادیث لکھتے تھے ہمیں درس میں حاضر ہونے کی فائدہ جو احادیث درس میں گوش گزار ہوئیں وہاں سے اٹھنے کے بعد فراموش ہو جاسکیں۔ سوال یہ کہ بعض بابا آپ نصیحت آمیز کلمات بار بار کہہ کر مجھے تنگ کر دیا۔ اب اپنے نوشتوں کو میری یادداشت سے مقابلہ کیجئے ہم نے اس مدت میں ہزار احادیث لکھی تھیں انہوں نے سب کو زانی پڑھنا شروع کیا اور مقدمت کبھی نہ کہہ سکتے تھے کہ اپنے نوشتوں کی تصحیح کی بعد از غصہ فرمایا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں اور میری پر سرگردانی بے سود ہے! سدن میں یقین ہو گیا کہ یہ لکھنے والے ہیں۔ اور کوئی شخص انکی براہی نہ کر سکے گا۔

بغداد شریف میں حافظہ کا امتحان

بغداد شریف کے متعدد مشائخ نے بیان فرمایا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کی خبر آمد بغداد شریف کے خوشیوں کو اجماع سے ملے مابہای شوق سے یہ طے پایا کہ حافظہ کا امتحان لیا جائے چنانچہ استفادہ احادیث کیلئے ایک جلسہ کی تاریخ معین کی کہ امام بخاری سے اس میں شرکت کا وعدہ لیا گیا۔ پھر امتحان کی واسطے سوا حدیث اس طبع منتخب کی گئیں کہ ایک حدیث کی سند کو ذکر حدیث کیلئے لگایا۔ اور دس دس حدیثیں دس اشخاص کو دیکر پڑھوائی گئیں اور جمع عام میں لکھنے متعلق استفادہ کریں۔ تاریخ مقررہ پر طبع مفقہ ہا جس مقامی اور بیرونی اصحاب علم نے شرکت فرمائی جب جلسہ پرمکون ہو گیا تو ان دس اشخاص میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اہل کچھ بعد لکھے اپنی دسوں حدیث کے بار میں سوال کیا۔ امام بخاری ہر مرتبہ جواب میں فرمادیتے۔ (لا آخر فیہ) میں اس حدیث کو نہیں جانتا سازش کنندگان حضرات ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور کہتے تھے کہ ہماری سازش کو کچھ گئے اور جن لوگوں کی

فتاویٰ بخاری علی رزق الباری کی قوت حاصل ہے

سارن کا علم نہ تھا وہ امام بخاری پر دل ہی دل میں قلتِ حفظ کا حکم لگا رہتے تھے۔ پھر ان درس میں سے دوسرے صاحب اپنے احادیث کی متعلق سوال کیا۔ آگے جواب میں بھی ہر مرتبہ یہ فرمایا (لا اعرفہ) میں اس حدیث کو نہیں جانتا پھر تیسرے صاحب نے اپنی دسوں احادیث کے بارے میں سوال پیش کیا۔ امام بخاری نے ہر مرتبہ انکو بھی جواب دیا (لا اعرفہ) میں اس حدیث کو نہیں جانتا اسی طرح باقی ماندہ اشخاص نے اپنی اپنی احادیث کی متعلق سوالات کئے اور امام بخاری ہر ایک کے جواب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ جب سلسلہ سوالات ختم ہو گیا۔ تو امام بخاری علیہ رحمۃ الہی دلی سائل کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا اپنے پہلی حدیث پر اسے سند بیان کی اور صحیح بایں سند ہے اور دوسری بایں سند اور صحیح بایں سند ہے۔ اور تیسری بایں سند اور صحیح بایں سند ہے۔ یہاں تک کہ دسوں حدیثوں کی صحیح اور غیر صحیح دونوں سندیں بیان فرما دیں۔ پھر باقی ماندہ اشخاص کی جانب ترتیباً التفات فرمایا اور ہر ایک کی ہر ہر حدیث کی سند صحیح اور غیر صحیح بیان فرمادی دیکھ کر حاضرین جلسہ حیر ہو گئے اور آپ کے کمال حفظ اور ذوق فضل کا اعتراف کرنا پڑا۔ حضرت محمد ابن حمد وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے خود امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کو فرماتے سنا کہ مجھ کو ایک لاکھ صحیح احادیث بربانی یاد ہیں اور دو لاکھ غیر صحیح اقول غیر صحیح سے مراد یہ نہیں کہ وہ غلط تھیں۔ استغفر اللہ بلکہ وہ احادیث جو محدثین کے معیارِ صحت کے مطابق ہوں جس کی تشریح انشاء اللہ عنقریب آتی ہے۔

خوراک

نہایت قلیل مٹی بھر پیٹ نہ کھاتے تھے بلکہ مدامت کیساتھ بھر پیٹ کھاتے سے قلب مرده ہوتا اور اس میں غفلت پیدا ہو جاتی ہے اس واسطے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (لا تجمیعوا القلوب) بلکہ ذوق الطعام والشراب فان القلب كالزراع يموت اذا كثرت عليه الماء ترجمہ زیادہ کھانے پینے سے قلوب کی مرده مت کر دیکھ کر قلوب کی مٹی کی طرح ہے جب مٹی کو پانی زیادہ پہنچے مرده ہو جاتی ہے جو نیز فہم و ذکا میں غلٹ پڑتا ہے عادت کہ ہفتی اور اس کی عادت مفقود ہو جاتی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرورِ انبیاء حبیب کربا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خیمے میں حاضر ہو کر فرمائیے بعد سب سے پہلے اس میں جو بدعت ظاہر ہوئی وہ پیٹ بھرا کر کھاتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عہدِ نبوی کی عادت کو برقی کر لیا لیکن کے تہا کھانا تناول نہ فرماتے۔ ایک دن کسی شخص کو براہ کھانے کے لئے پیش کیا گیا اس نے پیٹ بھر کھایا فرمایا اے عائشہ ایسے شخص کو نہ لایا جائے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مسلمان ایک آنت میں کھانا پھر یعنی قلیل اور کافرو منافق سات آنتوں میں یعنی کثیر (و کثرت کھانے کھا کر کیا ساتھ مشابہت ہو گئی اور جس شخص کو کفار سے مشابہت ہو اس کو اپنے پاس بٹھانا گوارہ نہ فرمایا)۔

بادشاہ کسری کے پاس جا کر کھم گئے۔ ایک عراقی دو سرا روی قسرا ہندی چمٹھا سوڈانی ان سے دریافت کیا کہ کوئی دوا ہے جس کے بعد کوئی مرض لاحق نہ ہو وہ یہ ہے کہ بغیر اشتہا نہ کھائیں اور شکم سیر ہو نیسے پیشتر دست کش ہو جائیں سبب تا میند کرتے ہوئے کہا یہ سچ کہتے ہیں۔

خورد و نوش کے تین مرتبے ہیں۔ اعلیٰ یہ کہ برصغیر کی طرح اقل قلیل پراکتھا کرے اور وسط یہ کہ بقدر نصف شکم کھائے پئے۔ ادنیٰ یہ کہ پیٹ کو تین حصوں میں تقسیم کرے۔ تہاں کھانے کے لئے تہاں تہاں پیئے کے لئے اور تہاں سانس لینے کی واسطے بقلیل غذا۔ صحت جسم کمال حفظ صفائے قلب اور ذکاوت کیلئے موثر ہے۔ یعنی وہم و لاویاء حضرت سلمان بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب دنیا کو پیدا فرمایا تو شکم سیر کی کیا ساتھ اور چیل کو استہ کیا اور اگر سنگی کے ساتھ علم و حکمت کو۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ باب ملکوت (عالم غیب) کو کھانا رو بہاں تک کھل جائے لوگوں نے عرض کی کہ کیسے کریں فرمایا دوا کی طور پر اگر سنگی کو شنگی اختیار کرنا کہ باب ملکوت کھل جائے اور عالم ملکوت میں تم پہنچ جا۔ سہ قطعہ: ساندن ان الطعام خالی دارہ تادرونو زمرخت مینی + تھی از کھنے بخلت آن + کہہ کر پری از طعام تا مینی یہی وجہ تھی کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کو قوت حافظہ اور ذکاوت مانور العادت نصیب ہوئی۔ بعض اوقات تو پورا پورا دن دو تین با دوا م پگڑا دیتے تھے۔ بیمار پڑے تو اطباء نے

نہایت قلیل مٹی بھر پیٹ نہ کھاتے تھے بلکہ مدامت کیساتھ بھر پیٹ کھاتے سے قلب مرده ہوتا اور اس میں غفلت پیدا ہو جاتی ہے اس واسطے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (لا تجمیعوا القلوب) بلکہ ذوق الطعام والشراب فان القلب كالزراع يموت اذا كثرت عليه الماء ترجمہ زیادہ کھانے پینے سے قلوب کی مرده مت کر دیکھ کر قلوب کی مٹی کی طرح ہے جب مٹی کو پانی زیادہ پہنچے مرده ہو جاتی ہے جو نیز فہم و ذکا میں غلٹ پڑتا ہے عادت کہ ہفتی اور اس کی عادت مفقود ہو جاتی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرورِ انبیاء حبیب کربا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خیمے میں حاضر ہو کر فرمائیے بعد سب سے پہلے اس میں جو بدعت ظاہر ہوئی وہ پیٹ بھرا کر کھاتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عہدِ نبوی کی عادت کو برقی کر لیا لیکن کے تہا کھانا تناول نہ فرماتے۔ ایک دن کسی شخص کو براہ کھانے کے لئے پیش کیا گیا اس نے پیٹ بھر کھایا فرمایا اے عائشہ ایسے شخص کو نہ لایا جائے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مسلمان ایک آنت میں کھانا پھر یعنی قلیل اور کافرو منافق سات آنتوں میں یعنی کثیر (و کثرت کھانے کھا کر کیا ساتھ مشابہت ہو گئی اور جس شخص کو کفار سے مشابہت ہو اس کو اپنے پاس بٹھانا گوارہ نہ فرمایا)۔

مقام بخاری طبرستان کا نام ہے

مقام بخاری طبرستان کا نام ہے

تورودہ وکیل تشخیص کی بعض نثرانی لہجوں کے فائدہ سے مشابہ ہے جو ناخوش (سائل) استعمال نہیں کرتے۔ آپ تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے چالیس سال سے ناخوش استعمال نہیں کرتا ہوں۔ علاج دریافت کرنے پر طبائے مشورہ دیکر ناخوش استعمال کے بغیر یہ مرض زائل نہ ہو گا۔ آپ نے طبائے مشورہ قبول کرنے سے انکار فرمایا لیکن شائع کے انتہائی اصرار پر شربت کیساتھ روٹی تناول فرمائے گئے تھے (حرفیہ نہ یہ و غیرہ)

ادب

کرمی سوہی بیان اعدادیث کے واسطے اجتماع تھا آپ حدیثیں بیان فرما رہے تھے، ایک صاحب نے اپنی ڈاڑھی سے نشانہ نکال کر مسجد میں الیہاجس کو آپ کی نظریں دیکھ رہی تھیں۔ لوگوں کی نظر پر کراہنے لگا، اٹھ کر اسے استین میں رکھ دیا (جلسہ برفاقت ہوئے پر جب لوگ منتشر ہو گئے) اور آپ مسجد نکلے تو اس نے تنگواہر ہوئے۔ یہ ادب مسجد تھا کہ جس خوش غاشک کو انسان اپنے جسم پر گوارا نہیں کرتا مسجد کو بھی اس سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ جاکر کاح الہی میں ایک یہ عالم کہ ایک مرتبہ نماز میں مشغول تھے۔ زبور نے سترہ تہذیبک مارا جس سے بدن کے سترہ حصے متورم ہو گئے۔ بعد فراغت حاضرین سے فرمایا کہ دیکھئے کس چیز نے مجھے یہ حالت غافلیت پہنچائی ہے۔ تلاش کر نیسے زبور زکلی جس نے فیض زنی کی حق۔ ادب ہی کی حرکت تھی کہ آپ باجعت حدیث میں مرتبہ علیہا پڑا ستر ہوئے اٹھ کر بھی جو ملاوہ ادب ہی سے ملا۔ ادب تا جیست از لطف الہی جہنم بر سر بردہا کو خواہی۔

شان توکل

بمسبب تفصیل حدیث اپنے شیخ حضرت آدم ابن ایاس رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر تھے خود فرماتے ہیں کہ میرے پاس جو کچھ نوشہ قادیانہ ہر گیارہ گھر کے بیچ کے کئے ہیں تاخیر ہوئی تو زمین کی گھاس کھا کر گذارنا شروع کر دیا۔ نہ گودانہ ہوا کسی سے سوال کہتے ہیں کہ بطور قرض طلب نہ لیتے۔ اس توکل کا نتیجہ نکلا کہ جب میرا دن ہوا ایک صاحب شریف لائے جن کو میں پہچانتا تھا اور انہوں نے ایک قبیلہ عطا فرمائی جس میں شرفاں تھیں۔ موجودہ دور کے طلبہ علم دیکھنا واسطے یہ واقعہ عبرت آموز ہے۔

حقوق العباد کا احساس

کہنے کا کتاب ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری بہا اوقات سوا ہر گھر تیر اندازی فرماتے تھے۔ اس قدر صریح نشانے والے کہ میں بخود مرتبہ بی بی طویل محبت کے زمانے میں کسی نہ دیکھا کہ آپ کے قبر نے نشانے سے خطا کی ہو۔ ہم مقام (فرما) میں تھے ایک دن تیر اندازی کے لئے سوار ہو کر لا شہر پہنچے اس صحنہ کی طرف چلے جس سے راستہ نہر کے دامن تک پہنچنا تھا ہم تیر اندازی میں مشغول ہو گئے۔ اتفاقاً امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری کا تیر کی بجائے میں جانگاہ جس سے صدمہ پہنچ گئی امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری نے جب دیکھا تو سواری سے اتر پڑے اور تیر چکے سے نکال کر تیر اندازی موقوف فرمادی اور مجھے فرمایا اہل چلو ایک گھر اس کی طرف دیکھ کر فرمایا اب ابو جعفر تیسے ایک کام ہے میں نے عرض کیا حاضر ہوں۔ فرمایا۔ اس قبل کے مالک کی خدمت میں جاؤ اور کہو مجھے آپ کی بیخ خراب ہوئی ہم چاہتے ہیں کہ اس کی جگہ دوسری لگادیں یا اس کی قیمت ہم سے قبول فرمالیجئے۔ اور مجھے جو کچھ غلطی سرزد ہوئی اس کو معاف فرمائیں اس قبل کے مالک رحید بن اخصی تھے میں نے ان کی خدمت میں جب پیغام پہنچایا تو فرمائے گئے کہ امام بخاری کی خدمت میں بعد سلام کہہ دیجئے کہ آپ سے جو کچھ ہم اس کوئی موافقہ نہیں۔ اور میرا کل مال آپ پر قربان ہے جب میں نے یہ پیغام امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری کی خدمت میں عرض کیا تو شکر چہرہ پر سرمد شادمانی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اور فرماؤ غشی میں اس نے مسافروں کو پانچ سو اعدادیث سنائیں۔ اقد میں سورہ پیر صدقہ کئے۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری کے انہیں کتاب نے بیان فرمایا کہ ایک دن ابو محشر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ مجھے معاف فرمائیجئے۔ انہوں نے کہا کس چیز سے معافی دوں۔ فرمایا۔ ایک دن میں نے حدیث بیان کی تھی جو آپ کو بہت پسند کی میں نے دیکھا کہ عالم کہنے میں آپ کا سر اٹھو لیں ہاتھ حرکت کرتے ہیں میں نے نظر دیکھ کر میں نے قسم کیا تھا۔ اس کی معافی چاہتا ہوں

انہوں نے فرمایا میں نے معاف کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اسی احساس کی بنا پر آپ سے کبھی غیبت کا صدور نہیں ہوا خود فرماتے تھے کہ انشاء اللہ تعالیٰ بروز قیامت غیبت پر مجھ سے حساب نہ لیا جائیگا کیونکہ اس کی حرمت کا علم ہو نیکی بعد میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی۔

پابندی نیت

ایک مرتبہ کچھ قناری مال اسباب کچے پاس آیا بعض تجارت پیشہ صحابہ کے خیر لگ گئی تمام کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پانچ ہزار روپے بلیغ کے دیکر خریدنا چاہا آپ نے فرمایا اس وقت جائیے۔ دو سکران میں سے وقت اور تاجر لگے ادا انہوں نے دس ہزار روپے کے دیکر اس کو خریدنے کی خواہش ظاہر کی آپ نے فرمایا شب میں نیت کر چکا ہوں کہ پہلے آئینہ اول کو دو دو لگا۔ اور نیت کو توڑا پس نہ نہیں کرنا اس لئے معذور ہوں

کرامت

انہیں ابو جعفر کا کتب رحمت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ہم مقام (فربر) میں تھے اور آپ نے ایک جماعت کو براہ لیکر بخارائے قنصل سرحد پر دشمن سے بھاؤ کے سلسلے میں تشریف لے کر یہ خبر سن کر اور بہت سی مخلوق مدد کے لئے جمع ہو گئی۔ آپ خود بھی بیٹھیں ٹھوسے لگے میں نے عرض کیا آپ کو تکلیف برداشت کر سکیں گی؟ انہیں ہم لوگ کافی ہیں فرمایا۔ انشاء اللہ تعالیٰ میرے لئے یہ تکلیف نفع بخش ہوگی۔ سو گاروں کیلئے ایک گائے ذبح فرمائی تھی جب گے سنت تک کرتا رہا تو کھانے کو اسلئے حاضرین بلائے گئے۔ آپ کیساتھ سو یا کچھ زاد اشخاص آئے تھے یہ علم نہ تھا کہ ادیبی آجائیں گے۔ اور ہم (فربر) سے صرف تین روپے کی دینا لائے تھے ایک روپیہ کی (تبریزی من کے حساب پانچ من) جو آجکل کے سیر سے کہی تو لاکھ ہوتا ہے ساتھ سینتیس سیر ہوتی ہیں چنانچہ جملہ حاضرین کے کے سامنے پیش کر دی گئیں سب کے سب کھا کر فارغ ہو گئے اور دوشیاں کافی مقدار میں بچ رہیں۔

رمضانی عبادت غیر مقلدین پر قیامت

امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کی رمضانی عبادت کے بیان میں فتح الباری کے مقدمہ میں صفحہ ۲۸۸ پر مذکور ہے (قال لھا کہ ابو عبد اللہ حافظا خیر بنی محمد بن خالد حدثنا مقسم ابن سعید قال کان محمد بن اسمعیل النخعی اذا کان اول لیلۃ من شہر رمضان یجتمع الیہ اصحابہ فیصلی جم و یقرء فی کل رکعتہ عشرين آیتہ و بعد الذل الی ان ینتہم القذان ترجمہ حافظا الحدیث حاکم ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ مجھے محمد بن خالد نے خبر دی وہ کہتے تھے کہ مجھ سے مقسم ابن سعید نے بیان کیا کہ جب رمضان المبارک کی پہلی شب آتی تو محمد بن اسمعیل (امام بخاری) کے پاس گیا اس کا اصحاب مجتمع ہو جاتے پس آپ ان کو اس موقع پر تراویح پڑھاتے تھے کہ ہر ایک رکعت میں تیس بار تہجد اور روزانہ ایسی ہی پڑھاتے رہتے یہاں تک کہ قرآن پاک ختم ہو جاتا۔ اقول غفرلہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری تراویح میں رکعت پڑھا کرتے تھے کیونکہ ان کی رکعت میں آیات کے حساب سے رمضان شریف میں قرآن کریم کا ختم غیر مقلدین کے مسلک (آٹھ رکعت) پر ممکن نہیں اس لئے کہ کباب میں آیات فی رکعت ایک شبہ کی آٹھ رکعت ہر ایک سو ساٹھ آیات ہوتیں ہفتہ میں شبہ ہی چار ہزار آٹھ سو آتیس ہوتی ہیں اور اس پر جماع ہے کہ قرآن کریم کی آیات چھ ہزار ہیں اس سے کم نہیں۔ تو غیر مقلدین کے مسلک (آٹھ رکعت تراویح) پر پورے رمضان شریف میں بھی کباب کو ایک ختم نہیں ہو سکتا حالانکہ اس واقعہ میں تصریح ہے کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری بحساب مذکور رمضان شریف میں ختم فرمایا کرتے تھے تفسیر لقان شریف جلد اول صفحہ ۱۱۳ میں ہے (قال للذانی اجمہوا علی ان علیہ آیات الفرقان ستۃ آلاف آیتہ ثم اختلفوا فیما زاد علی ذلك فمنہم من لم یزد منهم من قال و ما شأنا آیۃ و اربع آیات و قبل و اربع عشر و قبل و تسع عشر و قبل و خمس و عشر و قبل و قبل و ست و ذلّا لثون) ترجمہ علاؤ الدینی

قدس سرک المتاحی نے فرمایا کہ کل علمائے کرام اس متفق ہیں کہ آیات قرآن کی تعداد چھ ہزار ہے (اس سے کم نہیں) پھر اس سے زیادہ میں خلاف ہوا تو بعض نے تو یہی اختیار کیا کہ چھ ہزار ہیں نیز اندر کم۔ اور بعض نے کہا کہ چھ ہزار دو سو چار اور بعض نے کہا کہ چھ ہزار دو سو چودہ۔ اور بعض نے کہا کہ چھ ہزار دو سو پچیس اور بعض نے کہا کہ چھ ہزار دو سو پینتیس ان چھ اقوال میں سب سے اقل قول اول ہے اور سب سے اکثر قول اخیر اور جب عدد اقل و اکثر میں اختلاف ہو تو اقل متیقن ہو اکترا ہے۔ نظر ہر اس قول اول یعنی اصد مختار ہوا۔ اور جبکہ بصورت اقل غیر مقلدین کے مسلک پر قرآن کریم کا ختم بحساب مذکور درست نہیں ہو سکتا تو بصورت اکثر بدرجہ اولیٰ ممکن ہو گا پس ثابت ہو گا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کا تراویح میں ختم قرآن کریم مسلک غیر مقلدین کے اقتباس سے صحیح نہیں ہوتا۔ اور بفضلہ تعالیٰ مسلک احناف کے مطابق صحیح ہو جاتا ہے اس لئے کہ بحساب میر کی آیات فی رکعت ایک شب میں بیس تراویح کے اندر چار سو آیات ہوئیں اور پندرہ شب میں چھ ہزار اور بقول مختار قرآن کریم میں چھ ہزار آیات ہیں تو جو بفضلہ تعالیٰ ثابت ہو گا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کے نزدیک مسلک احناف کی طاعتی تراویح کی میں کثرت مختار تھیں پندرہ یوم میں قرآن پاک ختم فرمایا کرتے تھے۔ اسی مقدمہ فتح الباری میں ہر امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کا دھن ان شریف میں معمول تھا کہ ایک قرآن پاک ہر وقت پھر چھ ہریرے دن ختم فرماتے۔ اور ایک قرآن پاک روزانہ دن میں چھ ہر وقت افطار ختم ہوا کرتا تھا اور فرماتے تھے کہ ہر وقت ختم قرآن کریم دُعا مقبول ہوتی ہے۔

قصہ وفات

امام بخاری علیہ رحمۃ الباری جب شہر بصرہ مشائخ کرام کی خدمات میں رہ کر تفصیل علوم سے فایز ہو گئے۔ اور ترک سفر کر کے انہوں نے اپنے وطن مالوف کی طرف مراجعت فرمائی۔ تو اہل وطن نے تعظیم و تکریم اور بڑی مہم و دعاء کیسا تھا استقبال کیا تھا شہر سے تین میل تک جا بجا شیخے و دانشمانے نصیب کئے۔ اور روئے اشرفان چھا دیکر تے بجے شہر میں لائے۔ زمانہ دراز تک کھلا دیں قیام فرمایا۔ اکثر و بیشتر اوقات افادہ علوم ادبیان حادیث میں صرف ہوتے تھے۔ آپ کی جانا عالم مخلوق کا رجحان دیکھ کر حاکم مدین سے مروا داشت ہو سکا۔ خلافت عباسی کی جانب سے بخارا پر تعینات کردہ حاکم خالد بن عمرو صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں شہید کی پیدا کر کے لے کر یہ تدبیر اختیار کی کہ اس کو آہستہ آہستہ اس بلات پر آئل کر دیا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کو اپنے پاس بلا کر ان سے صحیح البخاری و ادبیات کثیرہ سنے چنانچہ اس نے فاضلہ کمال و دونوں کتابوں کو لیکر میرے پاس لایا کہ میں ان کو آپ سے سنا چاہتا ہوں۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے قاصد سے جواباً فرمایا کہ میں دبدبہ حاکم علم کی بے عزتی نہیں کروں گا۔ اگر ان کو علم کا شوق ہے تو میرے پاس نہیں خواہ میری مسجد میں یا میرے مکان پر۔ اس جواب سے حاکم کو آپ کے ساتھ پرخاش پیدا ہو گئی۔ اور بعض مدواتیوں میں کشیدگی کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ حاکم بخارا نے خواہش ظاہر کی تھی کہ میرے یہاں کر میرے یہاں اگر میرے لوگوں کو صحیح البخاری تاریخ کبیرہ و اپنی تصنیفات کی تعلیم دیں۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے کہا بھیجا کہ یہ علم حدیث ہے میں اس کی تدبیر نہ کروں گا۔ اگر آپ کو ضرورت ہے تو ان لوگوں کو میری مجلس میں بھیجا کیجئے تاکہ درس طلبہ کی طرح تحصیل کریں۔ حاکم نے کہا کہ اگر یہاں آئے میں علم کی تدبیر نہ کروں گا۔ تو ایسا کیجئے کہ ہر وقت تعلیم میرے لوگوں کیسا تھا و دوسرے طلبہ شریک نہ ہوں میرے دہان اھو چہ بار و روزہ پر کھڑے رہیں گے تاکہ درسوں کو ایسے سکھائیں ہیں غیرت گوارا نہیں کرتی کہ مجلس میں میرے فرزند ان سے پہلو پہلو جولا ہے اور موچی بھی مٹھیں۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے یہ بات بھی قبل فرمائی اور فرمایا کہ یہ علم میراث غیر ہے۔ اس کی تفصیل کسی کے ساتھ مفہوم نہیں کا تمام امت میں شریک ہے ہم ہے۔ اس گفتگو سے حاکم کے دل میں کدورت پھیل گئی۔ اور اس میں مدبر روزانہ اضافہ ہوتا گیا۔ نوبت بایں حاکم کے حاکم نے جو صلی اللہ علیہ وسلم (جنا بی الودعاء و اولادہ و غیر علمائے وقت کو یہ خیال کر کے ان سے امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کے مذہب پر طعن کیا اور ان کے خلاف ایک محضر نامہ تیار کر لیا کہ پیش کر دیا اس پر حاکم نے خراج کا حکم صادر کیا جس سے سخت ترین اذیت پہنچی شہر سے نکل کر حاکم اور اس کیساتھ سازش کرنے والے علماء کے حق میں بایں لفاظ بدو عا فرمائی۔ (اللھم ارحم متانصحنہ فی حقہ فی الفحیم و اولادہم و آھالہم و خلائدہم و آھالہم و خلائدہم) انہوں نے مجھے بے عزت کیا ہے ایسے ہی ان کو اپنی بے عزتی اور اپنی اولاد کی بے عزتی اور اپنے اہل

بے عزتی میں گرفتار فرما۔ بارگاہ الہی میں یہ عاقبتوں ہوئی اور ایک ہمیشہ گذر اٹھا کہ دارالخلافت سے فرمان صادر ہوا کہ اس حاکم کو معزول کیا گیا۔ اسکو ماہِ خرپشہ کا شہر میں ملاں کیساتھ گشت کرایا جائے کہ بدکار انسان کی یہ سزا ہے کہ قید خانے میں ڈال دیا گیا یہاں تک کہ وہیں پہ موت آئی۔ حدیث ابن ابی الدرداء کو اپنے اہل کے باریس وہ رسوائی پہونچی جو ناقابلِ ذکر ہے اور دیگر علماء کو جو اس حاکم کیساتھ ساز باز کئے ہوئے تھا اولاد کے باریس عظیم آفتیں پیش آئیں جنکو مسکروں کا منہ اٹھتی ہے۔ بخود جلالہ من خیر ملک۔

جب امام بخاری علیہ رحمۃ الباری بخارا سے ماہِ شریف لے آئے تو یہ خبر اہل سمرقند کو پہونچی۔ انہوں نے بذریعہ مکتوبے درخواست کی کہ آپ یہاں رونق افروز ہو کر ہماری عزت افزائی فرمائیں۔ آپ نے بجانب سمرقند توجہ فرمائی جب سمرقند سے قریب ایک گاؤں میں پہونچے جس کا نام (خر تنگ) تھا معلوم ہوا کہ اہل سمرقند آپ کی باریس مختلف ہیں۔ نظر میں (خر تنگ) میں توقف فرمایا تاکہ اپنے حق میں انکے آخری فیصلے کو معلوم کریں۔ لوگوں کے اختلافات اور فتنے برپا ہونیکے خوف سے برداشتہ خاطر ہو کر ایک شب نماز تہجد کے بعد گئی ماکہ۔ (اللهم قد ضللت علی کل کافرین) یہاں رحبت فاقبضنی الیہ) لے اٹھ زمین کشادہ ہونیکے باوجود میرے لئے تنگ ہو گئی تو اپنے پاس ٹھلے چنانچہ اسی ہمیشہ میں اس پر عطالت لاحق ہوئی اور شبِ عید الفطر روزِ شنبہ یکم شوال المکرم ۲۵۷ھ میں سال فرمایا۔ اور بعد نمازِ مدفون ہوئے۔ عرش شریف پاسٹھ سال ہوئی۔ لفظ (نور) سے سن فات کا اور لفظ (حمید) سے صحت عمر کا استخراج ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے دلائل۔ وفاتِ عظیمیوں کو بصورتِ شعریاں طویر بیان کیا جو سہ کان البخاری جانتا تھا (قد ضللت علی کل کافرین) جمع الصحیح مکمل التخریج میلادہ صدیق و مدۃ عمرہ فیما حمید و انقصی فی نور۔

امام بخاری کی بارگاہ رسالت میں عزت

حضرت عبدالواحد طوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ اُس نے طے میں اکابر اہل ائمہ کرام سے تھے۔ آپ نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضرت کیساتھ جمع ہوئے جہاں مطلوبہ مرسلان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سواہ کسی کے انتظار میں تشریف فرما ہیں سلام عرض کرینگے بعد عرضداشت کی کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار ہے۔ اور شافریا کہہ دیں اسمعیل بخاری کے انتظار میں ہیں۔ حضرت عبدالواحد طوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چند ہی لم کے بعد میں خیر وفات پہونچی جس وقت وفات کی تفتیش کی تو وہی وقت نکلا جس میں نبوی زلیات سے شرف ہوا تھا۔

قبر انور کی خاک مشک بن گئی

جبکہ کو قبر میں رکھا گیا اور آج شریف سے مشک کی خوشبو مچنے لگی۔ اور قبر کا وہ ذرہ مشک بن گیا۔ لوگ زیارت کے واسطے آتے اور خاک قبر کو بطور تبرک لے جاتے تھے یہاں تک کہ زمین غار بن گئی (بایں خوف کہ لوگ اس طرح لے جاتے) یہ تو تھوڑے ہی عرصہ میں قبر پامید ہو جائیگی اس کے چاندوں طرف کڑا کی جھلک لگا دیا گیا بھر زائرین جھگڑے سے باہر کی خاک لے جاتے لگے اور اس میں بھی مشک کی خوشبو جاتے تھے۔ مدت ہائے ولادت تک یہ خوشبو مچتی رہی ہے۔ حال ہم نشین درمن اثر کر دے و گرنہ من بہاں خاکم کہ ہستم۔

قبر انور پر دُعا مقبول ہوتی ہے

شہر سمرقند میں ایک مرتبہ بارش کا شدید قطر پڑا۔ لوگوں نے متعدد مرتبہ استسقاء کی تہذیب کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ تو ایک صاحب خاص سمرقند کے پاس پہونچے جنکی پر ہرگز گاری شہر میں مشہور تھی۔ اور فرمایا میری ایک لائے ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ خاصی صاحب فرمایا وہ کیا ہے بیان فرمائیے! پہونچے فرمایا میں یہ ہے کہ لوگوں کو دیکر امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کی قبر انور پر چلے۔ اور وہاں پر بارش کے لئے دُعا کی جائے۔ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ بارش عطا

فرمائیے گا۔ قاضی صاحب اس لئے پرتین فرمائی۔ اور سمرقند سے لوگوں کو بیکھر انور پر مقام خرتنگ) میں حاضر ہوئے۔ گریہ و راری کے ساتھ امام بخاری علیہ رحمۃ الہامی کے توسل سے دہلے استقام کی۔ فوراً اللہ تعالیٰ نے باران رحمت کا نازل فرمایا اور وہ بھی اس کثرت سے کہ اہل سمرقند سات یوم تک! آپس ہو سکے۔ راستے بند ہو چکے باعث خرتنگ میں قیام کرنا پڑا۔ (قسط لانی و طبر)

بخاری شریف کی وجہ تصنیف

یہ ہوئی کہ ایک دن آپ محدث جلیل حضرت احنی بن داہویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں موجود تھے۔ حاضرین نے کہا کہ اگر کسی کو توفیق ہو اور وہ ایک مختصر کتاب تالیف کیے جس میں ایسی احادیث مجموع کی جائیں جو صحت کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچی ہیں تو بہت ہی خوب ہو کہ عالمین کے واسطے راستہ آسان ہو جائیگا۔ اور کسی مجتہد کی طرف (دور بارہ صحت) مراجعت کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ اس گفتگو سے امام بخاری علیہ رحمۃ الہامی کا قلب متاثر ہوا۔ اور اُسی وقت سے تصنیف کی جانب متوجہ ہو گئے۔ اور بعض نے وجہ تصنیف یوں بیان کی ہے کہ امام بخاری شریف نے خواب دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ اور یہاں بخاری شریف میں کھڑے ہو کر نکلا۔ بھل چلا کہ کس کی طرف ہے۔ خواب دیکھا کہ ہر علم فقیر کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے فقیر کی کتاب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کتب کو دور فرمائیگی یعنی صحیح حدیث جمع کر کے تو فہم ہوگی۔

بخاری شریف کی خصوصیات

امام بخاری علیہ رحمۃ الہامی فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب بخاری کو چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کیا ہے اور اس میں ہر احادیث ذکر کی ہیں جو میرے نزدیک صحیح تر تھیں۔ اور بہت سی صحیح تر حدیثیں بخوف طوالت ترک کر دیں۔ اس کی تصنیف مسجد حرام شریف میں فرمائی تھی۔ اور وہ بھی ایسے مقام کیساتھ جس کی نظیر آج تک دنیا میں پیش کر نیسے۔ ہر صریح مسودہ میں ہر ہر حدیث لکھنے سے پیشتر آپ نے مزہ سے غسل فرماتے اور دو رکعت نفل نماز مقام ابراہیم کے پاس ادا کرتے تھے۔ اسی طرح ہر ترجمہ الباب کو دور رکھتے اور کچھ بدتر فرمایا۔ اور مزہ سے غسل فرماتے اور دو رکعت نفل نماز دیکھ کر اس کو میضہ فرمایا تھا۔ اس طرح یہ تصنیف سو دس سال میں پایہ تکمیل تک پہنچی۔ اور خود امام بخاری علیہ رحمۃ الہامی سے اسے ہزار ہا نسخے لکھے گئے۔ جن میں سے ابوطالحی، منصور، ابن محمد بن علی بن قریظہ، بزدوی نے سب کے آخر ۳۲۹ء میں وفات پائی۔

بخاری شریف کا مجرب عمل

اسی اہتمام ذکر کے باعث بارگاہ الہی میں اس درجہ مقبول ہوئی کہ حصول منافع اور دفع مصائب کے لئے اس کا ختم مجرب ہے۔ محقق علی بن ابی طالب شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العالی ایسی کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ بہت سے مشائخ اور علمائے ثقات نے حصول مرادات، کفایت ہجرات، قنصلے حاجات، دفع بلیات، کشف کربات، اور بغرض صحت شفا کے بیاباں اس کا ختم کیا اور اپنی مرادیں پائی اور اس کا ختم مذکورہ مقاصد کو واسطے تریاق مجرب سمجھتے تھے۔ یہ بات محدثین کے نزدیک بطریق شہرت و استقامت ثابت ہے۔ جس میں شریک و مشبہ کی گنجائش نہیں حضرت میر جلال الدین محدث رحمان اللہ تعالیٰ اپنے استاد سید امین الدین قدس سرہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے میں نے اپنے لئے اندو و سول کو واسطے تقریباً ایک سو بیس مرتبہ بخاری شریف کا ختم کیا۔ ہر مرتبہ جس مقصد کے لئے بھی پڑھا اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ اور طبقہ علماء میں یہ بات مشہور ہو چکی ہے کہ بخاری شریف کو جس مصیبت کے لئے پڑھیں گے وہ دفع ہوگی۔ اور جس مکان میں بخاری شریف ہوگی وہاں دشمنی زدگی سے محفوظ رہے گا۔ اور جس گشتی میں بخاری شریف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کو ڈوبنے سے مامون رکھے گا۔ اور امام بخاری علیہ رحمۃ الہامی کی ہر کتاب سے حصول مراد کا ایک مصدقہ عمل بشیر الفاری کے صفحہ ۷ پر آ رہا ہے۔

بشیر الفاری

بشیر الفاری

بشیر الفاری

بخاری شریف کی تعلیم کو اسطے نبوی رشاد

حدثنا منہم حضرت ابو زید مروزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرمایا کہ میں بیت اللہ شریف میں رہ کر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سودا خانہ
 کے خواب میں سرور انبیاء و محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لا کر ارشاد فرمایا۔ اے ابو زید کب تک کتاب الشافعی کا درس
 دیتے رہو گے۔ ہماری کتاب کی تعلیم نہیں دیتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی کتاب کو کسی ہے۔ فرمایا محمد بن اسمعیل کی جامع۔
 (بخاری شریف)

بخاری شریف کی احادیث شریف کا شمار

علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ النورانی نے فتح الباری شیخ بخاری کے مقدمہ میں فرمایا کہ موقوفات صحابہ و موقوفات
 تابعین وغیرہ کے علاوہ تخلیقات و شراہ و در متابعات و مکرمات کیساتھ بخاری شریف کی جملہ احادیث نو ہزار آٹھ سو سیاسی ہیں اور احادیث
 مرفوعہ و منکر وہ کے بارے میں مقدمہ فتح الباری کے نسخے مختلف ہیں علامہ قسطلانی قدس سرہ النورانی کے اختیار کردہ نسخہ کی بنا پر انکی تعداد
 دو ہزار چھ سو دو ہے اور ایک نسخہ میں دو ہزار چھ سو تیس مذکور ہے۔ اس نسخہ کو محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ النورانی نے
 مقدمہ اشعۃ اللمعات میں اختیار فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

آداب کتاب

ہندوستان میں عام رواج ہو گیا ہے کہ اللہ عزوجل کے نام پاک کیساتھ تقریر و تحریر میں لفظ میاں استعمال کرتے ہیں جو خلاف ادب ہے
 موام کا لفظ عام کا کیا ذکر حیرت زدہ ہے کہ علماء بھی ایسے گرفتار ہیں۔ اور عہد ہاں میں لفظ میاں چند معنی میں مستعمل ہوتا ہے پیرائیں بچے کو میاں
 کہتے ہیں اور معنی (امیر بھی) آتا ہے اور شوہر کو بھی کہتے ہیں اور در لوث کو بھی میاں کہا جاتا ہے۔ یہ آخری دونوں معنی اور اول بانگاہ آہی میں محال
 ہیں اور جس لفظ غیر وار کے بعض نشان الوہیت کے منافی ہوں اُس لفظ کا استعمال اللہ عزوجل کے لئے جائز نہیں۔ اسی طرح لفظ (صاحب) کا
 استعمال کرتے ہیں جو مستحقانے ادب کے خلاف ہے۔ یہ بدعت و باہی صاحبان کی ایجاد کردہ ہے۔ ادب یہ ہے کہ اُس کے نام پاک کیساتھ لفظ (تعالیٰ)
 یا لفظ (عزوجل) یا لفظ (تبارک و تعالیٰ) یا لفظ (جل جلالہ) یا لفظ (وجل مجدک) وغیرہ الفاظ لکھتے ہیں اور بولتے ہیں استعمال کریں
 اور اُس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام اقدس کیساتھ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) لکھا اور بولا جائے۔ اسے بجائے لفظ (صلعم) لکھنا یا نام
 پاک پر (ص) بنادینا سخت بے ادبی ہے اور جو لفظ (محمد) کسی معنی کا نام ہے امیر (م) یا ناخالی یا زہالت نہیں کہ (ص) سے درود کی جانب اشارہ
 ہوتا ہے اور اُمّی کا نام تو عمل درود نہیں۔ قتادہ بن عدیشہ صفحہ ۶۴ میں ہے (و لیعظم اسم اللہ فاذا کتبہ بان یکتب عقبہ تعالیٰ اے
 تقدس و عزوجل و بخود دے دکن اسم رسولہ بان یکتب عقبہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد جرات بہ عادیۃ الخلف
 کا سلف ولا یعتصر کتابھا بخو صلعم فاذا عادیۃ المحرمین) ترجمہ۔ اسم الہی لکھتے وقت اسکی پوزنظیم کی جائے مگر اُس کے بعد لفظ تعالیٰ
 یا تقدس یا عزوجل یا انکے مانند الفاظ لکھیں۔ اور اسی طرح نبوی نام کی عظیم حرقت کتابت یوں کریں کہ اُس کے بعد در صلعم اللہ علیہ وسلم لکھا جائے نیز کہ
 (آیت کبریٰ خیا ایتھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما کے پیش نظر) سلف صلحین و انکے حلف طاہرین اسے معاد ہے ہیں اور صلی اللہ علیہ
 وسلم کی جگہ نظر اقتضا لفظ (صلعم) نہ لکھے کہ یہ جرم انصیب اشخاص کی عادت ہے۔ حدیث میں فرمایا میں صلعم علی فی کتاب لکھنا صلاۃ جادقہ دہام
 اسمی فی ذلک الکتاب یعنی جس نے کتاب میں میرے نام کیساتھ درود لکھا تو کتاب میری نام باقی رہے نہ کہ اُس کا درود ہماری رہے یعنی یہ قرآن پاک کا درود

درود و دعا کی کتاب میں لکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے

درود و دعا کی کتاب میں لکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے

لکھنے سے نام مبارک کی بقائے کمال کے لئے ضرورت ہے۔ اہل اہم تسمیہ صلی علیہ وسلم نے ہر پہلو سے شخص جس نے درود شریف کا ایسا
اختصار کیا (سیاست) اس کا نام لکھا تھا السنۃ الانیقہ فی فتاویٰ افریقہ (تفسیر روح البیان شریف صفحہ ۲۲۸ میں ہر ایک کو ان پر من
للصلوۃ والسلام علی النبی علیہ الصلوۃ والسلام فی الخباہان یقتصر من ذلک علی حرفین ہکذا (اعم) او نحو ذلک کم
یکتب (صلم) بشیر مانی صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ اہم تحت نام بندہ ہے کہ بجائے (صلی اللہ علیہ وسلم) بنظر اقتضای لفظ (عم) یا لفظ (صلم) لکھے
اسی طرح ادب ہے کہ صحابہ تابعین و ائمہ مجتہدین اور علمائے دین کے ناموں کیساتھ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یا (رحمۃ اللہ تعالیٰ) وغیرہ لکھا جائے۔ اور لفظ (رضی اللہ
تعالیٰ عنہ) صحابہ کرام کیساتھ مخصوص نہیں اسی میں ہر دو مستحب لفظی التجر علی الصحابۃ والتابعین فمن بعدہم والجماد و سائر الکلیات
فیقال بوجہ کروا وحیفہ رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ او نحو ذلک فلیس رضی اللہ عنہ مخصوص بالصحابۃ بل یقال نعیم رحمۃ اللہ
ایضاً صحابہ تابعین و ائمہ علماء و عابدین و رباقی اخیائے حق میں (رضی اللہ عنہ) یا (رحمۃ اللہ) استعمال کرنا مستحب تو ہوں کہا جائے۔ ابوبکر رضی
عنہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ یا بجائے اسکے دونوں جگہ (رحمۃ اللہ) اسکے مانند کلمات اور صحابہ کیساتھ لفظ (رضی اللہ عنہ) مخصوص نہیں بلکہ ان کے حق میں
رحمۃ اللہ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ اسی میں نام یا رضی اللہ تعالیٰ علیہ سر نقل فرمایا وہ الذی اذہ ان یفرق بین اصلوۃ والسلام والرضی اللہ
والعفو والصلوۃ خصوصۃ علی المذہب الصیغ بالانبیاء والاملائکہ والترضی مخصوص بالصالحین والادعیاء والعلماء والترمذی
و دھیم العفو للمذنبین والسلام مرتبۃ بین مرتبۃ الصلوۃ والترضی فیحسن ان یکون لمن منزلتہ بین منزلتین یعنی بقا
لمن اختلف فی بنوہم کلہما فی الحضرة و ذی القرنین لا لمن و دھیم یعنی نام یا رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک دو اور (رضی اللہ
تعالیٰ عنہ) اور (رحمۃ اللہ تعالیٰ) اور (عفی عنہ) میں فرق کیا جائے کہ درود پر مرتب صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء و ملائکہ کیساتھ مخصوص ہے اور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صحابہ
اولیاء و ملائکہ کیساتھ اور (رحمۃ اللہ تعالیٰ) بعد ازلوں کیلئے اور (عفی عنہ) گنہگاروں کے واسطے۔ اور (رحمۃ اللہ تعالیٰ) کا تہذیب و دو اور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دو بار
لفظ پر ان کا استعمال ان لوگوں کے واسطے مناسب ہے جن کا تہذیب و دونوں مرتبوں کے دو بار ہے۔ اس میں میری مراد یہ ہے کہ بنو حضرات کی نبوت میں اختلاف ہے
حضرت لقمان اور حضرت خضر اور حضرت ذی القرنین ان کے لئے (رحمۃ اللہ تعالیٰ) استعمال کیا جائے اور ان حضرات کیلئے استعمال نہ کریں جن کا تہذیب ان کے بعد ہے (یعنی وہ خط
کہ نبی رسول نہیں اور نہ ان کی نبوت میں اختلاف ان کے واسطے (رحمۃ اللہ تعالیٰ) استعمال نہ کیا جائے) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ بنظر اقتضای (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور (رحمۃ اللہ
کی جگہ روح لکھنا بھی خلاف اصواب اور حرمان برکت ہو علامہ میرٹھ لکھتے ہیں کہ میرٹھ لکھتے ہیں (بکبر الہم بالترضی بالکتابۃ بل یکتب ذلک کلمۃ کمالہ)
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لکھنا مکروہ ہے بلکہ بظاہر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لکھا جائے اور امام نووی قدس سرہ القوی شریف میں فرماتے ہیں (ومن اغفل
ہذا حرم خیراً عظیماً و فوت فضلاً جسیماً) جو اس سے غافل ہوا اخیر عظیم سے محروم ہوا۔ اور بڑا فضل اس سے فوت ہو گیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ والسنیۃ
الانیقہ)

کتاب حدیث کی تعریف

(جامع) حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ان کے چیزوں کا بیان ہو۔ تیسرے آداب تفسیر عقائد فقہ احکام شرائط مناقب صحاح
میں (جامع) صرف تہذیبی شریف اور تہذیبی شریف میں مسلم شریف پر بعض حضرات ثلث تفسیر کو اپنا پیمانہ کا اطلاق نہیں کرتے اور بعض نے ثلث
نظر انداز کر کے اطلاق کیا ہے جیسے شیخ عبد الرزاق حاکم و امام احمد بن حنبلہ و امام ابو یوسف و امام مالک و امام شافعی و امام حاکم و امام ترمذی و امام
میں (جامع) سنن (ابوداؤد و شریف) سنن (ابن ماجہ و شریف) سنن (ابن ماجہ و شریف) سنن (ابن ماجہ و شریف) سنن (ابن ماجہ و شریف) سنن (ابن ماجہ و شریف)
کی احادیث ترتیب مراتب ذکر کی جائیں (جز ۶) جس میں صرف ایک سلسلے سے متعلق احادیث جمع کر دی گئی ہوں۔ (مصری) جس میں صرف ایک شخص کی
روایت کردہ احادیث ذکر کی جائیں (عندیہ) حدیث کی وہ کتاب جس میں صرف ایک تلمیذ کے تفردات کا ذکر کیا گیا ہو۔

نہایت پسندیدہ اور مستحسن کتاب

نہایت پسندیدہ اور مستحسن کتاب

علم حدیث کی اصطلاحات

(حدیث) تہجد و تحریک میں صلوات اللہ تعالیٰ علیہ آکر و سلم کے ذریعہ کہہ قول فعل اور تقریر کہتے ہیں۔ تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپ کے سامنے کوئی بات کہی گئی یا کوئی فعل کیا گیا اور آپ نے مخالفت نہ فرمائی بلکہ سکوت اختیار فرمایا اور اس کو ثابت لکھا۔ اسی طرح صحابی اور تابعی کے ذریعہ کہہ قول فعل اور تقریر کو بھی (حدیث) کہتے ہیں۔

اقسام حدیث باعتبار نسبت

(مرفوع) جب کسی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوا (موقوف) جب کسی نسبت صحابی تک ہو جیسے کہتے ہیں (قال ابن عباس یا فضل ابن عباس یا قرظ ابن عباس یا عن ابن عباس موقوفاً یا موقوف علی ابن عباس رضول اللہ تعالیٰ عنہا) (مقطوع) جب کسی نسبت تابعی تک ہو۔ اور بعض نے فقط (حدیث) کے اطلاق کو مرفوع اور (موقوف) کیساتھ مخصوص کیا ہے اور (مقطوع) پر اس کے بجائے فقط (اثر) کا اطلاق کرتے ہیں۔ اور کبھی فقط (اثر) کا اطلاق (مرفوع) پر بھی آتا ہے جسے کہتے ہیں (لا عیبة لما توفی) وہ دعائیں جن کو یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے۔ فقط (خبر و حدیث) باعتبار شہور و معنی میں وہ بعض نے یزید فرمایا ہے کہ جو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ سے روایت کیا گیا ہے۔ مرفوعی مرفوعی سے مروی ہوا سکون حدیث کہتے ہیں اور لو کہ سلاطین اور ایام گذشتہ کی حکایات کو (خبر) اسو اسطے جو سنت کے ساتھ مشغلہ رکھتا ہوا سکون (محدث) کہتے ہیں ورس کا مشغلہ ملے گا ہوا سکون (أخبار) کہتے ہیں۔

حدیث مرفوع کے اقسام باعتبار رفع

دو ہیں (۱) مرفوع صحیح (۲) مرفوع حکم۔ اگر (حدیث مرفوع) کی نسبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مرفوع ہے تو اس نسبت کو (رفع صحیح) اور حدیث کو (مرفوع صحیح) کہتے ہیں پھر حدیث مرفوع تین قسم ہے۔ قوی، ضعیفی، تقریری۔ (حدیث قوی) میں رفع صحیح جیسے صحابی فرمائیں (سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا) یا صحابی یا غیر صحابی فرمائیں (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یا (عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) انہ قال کہنا) اور حدیث ضعیفی میں جیسے صحابی فرمائیں (رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل کہنا) یا (عن رسول اللہ انہ فعل کہنا) یا (عن الصحابی کہیں) یا (عن الصحابی مرعاً انہ فعل کہنا) یا (عن غیر الصحابی مرفوعاً انہ فعل کہنا) یا (عن غیر الصحابی رفعہ انہ فعل کہنا) اور (حدیث تقریری) میں جیسے صحابی یا غیر صحابی فرمائیں (فعل خلال بحضرة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کہنا) اور اس پر انکار کا ذکر نہ ہوا اگر (حدیث مرفوع) کی نسبت مرفوع نہیں تو حدیث کو (مرفوع حکم) اور نسبت کو (رفع حکمی) کہتے ہیں جیسے صحابی ایسی بات فرمائیں جس میں انہما کو دخل نہ ہو۔ اور کتب مقدمہ نقل بھی نہ کرتے ہیں مثلاً انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات یا زمانہ آمیزہ کے قصوں کی خبریں یا قیامت کے احوال یا کسی فعل پر ثواب مخصوص یا عذاب مخصوص بیان کریں کہ ان تمام صورتوں میں ہی قرار پائے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر بیان فرمایا ہے یا صحابی ایسا فعل کریں جس میں اجتہاد کو دخل نہ ہو یا صحابی خبر دیں کہ لوگ نبوی عہد میں ایسا کیا کرتے تھے کہ ان دونوں صورتوں میں ظاہر یہی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس فعل پر مطلع تھے۔ اور اس فعل کے جو اذہن و جلی ہی پائیں فرمائیں (من الشیخہ کہنا) کہ اس سے بھی بظاہر نبوی سنت منہم ہوتی ہے۔ اگرچہ جمال یہ بھی ہے کہ صحابہ و خلفائے راشدین کی سنت مراد ہو کیونکہ اس پر بھی سنت کا اطلاق ہوتا ہے۔ بہر کیف یہ تمام صورتیں (رفع حکمی) کی ہیں۔

اقسام حدیث باعتبار ذکر رواۃ

(مسند) راویان حدیث کو کہتے ہیں یا ہر لفظ (اسناد) کے ہم معنی ہے۔ اسی کی نظر (اسناد) کو کہنی (ذکر سند) استعمال کرتے ہیں۔ (مسند) اس عبارت کو کہتے ہیں جو ذکر سند کے بعد آتی ہے۔ اگر حدیث کی سند سے کسی آدمی کا ذکر سا قاطع نہیں تو اسکو (مستصل) کہتے ہیں۔ اور عدم سقوط کو (لا سقط) کہا جاتا ہے اور اگر سند کا ایک یا زیادہ راویوں کا ذکر سا قاطع ہے تو اسکو (منقطع) اور سقوط کو (انقطاع) کیساتھ مرسم کرتے ہیں۔ پھر سقوط اگر اول سند ہے تو حدیث کو (معلق) کہا جاتا ہے اور اسقاط کو (تعلیق) کہتے ہیں۔ اور کبھی پوری سند سا قاطع درج کی جاتی ہے جیسے مصنفین کہا کرتے ہیں (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بخاری شریف میں تعلیقات بکثرت پائی جاتی ہیں۔ مگر ان کی واسطے حکم اتصال ہے کیونکہ نام بخاری علیہ رحمۃ الہدی نے بخاری شریف میں صحیح روایات پیش کرنا ایک التزام فرمایا ہے۔ اگر یہ سب (تعلیقات) بخاری شریف کی مسند احادیث کے مرتبے میں نہیں لیکن وہ تعلیقات ضرور اس مرتبے میں ہیں جو کتب کے نظام پر مسند کے بیان فرمایا ہے اور بعض حضرات ان (تعلیقات) میں تسلسل فرماتے ہیں کہ جبکہ بعضہ جزم ذکر کیا ہے جیسے قال فلان یا ذکر فلان وہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہدی کے نزدیک ثابت اسناد میں تو قطعی طور پر صحیح ہوگی۔ اور جبکہ بعضہ کمرض بیان کیا ہے جیسے قیل یا قیل یا ذکر فلان تو ان کی صحت امام بخاری علیہ رحمۃ الہدی کے نزدیک محل کلام ہے۔ لیکن بخاری شریف میں بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے لئے اصل ضرور ہوگی۔ اس واسطے مشائخ نے فرمایا کہ بخاری شریف کی تعلیقات متصل صحیح ہیں۔

اور اگر یہ سقوط آخر سند سے تابعی کے بعد ہے تو حدیث کو (موسل) کہتے ہیں۔ اور اس میں اسقاط کو (ارسل) جیسے تابعی فرمائیں (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور کبھی محض (موسل) بمعنی (منقطع) بھی استعمال کرتے ہیں۔ مگر مذکورہ بالا اصطلاح مشہور تر ہے۔ حدیث مرسل کا حکم جمہور محدثین کے نزدیک توقف ہے۔ اس لئے کہ یہ نہیں معلوم کہ غیر مذکور راوی ثقہ ہے یا نہیں۔ کیونکہ تابعی کبھی تابعی سے روایت کرتے ہیں اور تابعین میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں قسم کے تھے۔ اور امام عظیم ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک حدیث (موسل) مطلقاً مقبول ہے۔ بایں دلیل کہ راوی نے نہ بنائے کمال وثوق واعتماد ارسال کیا ہے کیونکہ کلام اس تقدیر پر ہے کہ غیر مذکور راوی ثقہ ہو۔ اگر ارسال کنندہ راوی کے نزدیک حدیث صحیح نہ ہو تو ارسال کرتے ہوئے یوں کہتے (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) امام ابن ابی عمیر الحاج حلیہ شیخ صنیہ صفہ صلاۃ کے بیان میں فرماتے ہیں لا یضرب لک فان لم یقطع کلمو مسل فی قبولہ من الثقات اور فتح الباری میں ہے (ضعف بکنا لفظاً) ومقدحاً کلا لیسال بعد عدالة الرواة وثقتهم لا یضی اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر حدیث مرسل کی دوسری حدیث مرسل یا سند سے تائید ملتی ہے مگر وہ موثر نہ ہو تو مقبول ہوگی۔ اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبول اور عدم قبول کے باریں دو قول مقبول ہیں۔ یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ یہ بات معلوم ہو کہ ارسال کنندہ تابعی عادی ثقہ راوی کو ہی حذب کیا کرتے ہیں۔ اور اگر ان کی عادت یہ ہے کہ ثقہ اور غیر ثقہ دونوں حذب کیا کرتے ہیں تو باتفاق حدیث مرسل کا حکم توقف ہے۔ اور اگر یہ قوط در بیان سند سے پس اگر در راوی پے در پے محذوف ہیں تو اس حدیث کو (معضل) کہا جاتا ہے۔ اور اگر در میان سند سے ایک راوی یا زیادہ راوی مختلف مقامات سے محذوف ہیں تو حدیث کو (منقطع) کہا جاتا ہے یا اس معنی (منقطع) خاص اور باعتبار معنی اول عام اور مقسم ہے۔

انقطاع کی معرفت

راوی یا مروی عنہ کی عدم ملاقات سے ہوتی ہے اور عدم ملاقات کا ثبوت یا تو ہم عصر نہ ہونے کی بنا پر ہوتا ہے یا دونوں کے عدم اجتماع سے یا عدم جاز ہونے کی بنا پر ہوتا ہے یا علم ہونے میں جس زمانہ کے موالید و وفیات۔ اوقات تحصیل کی تینوں در اسقاط طلب ذکر ہوتا ہے۔ اس واسطے علم تاریخ محدثین کے

حدیث مرسل کا حکم

انقطاع کی معرفت

نزدیک قابل اعتماد ہے۔

حدیث مُدلس

حدیث منقطع کے اقسام سے ہے اور اسکی صوت یہ ہوتی ہے کہ راوی اپنے شیخ کا ذکر کرے جس سے سماع حاصل تھا بلکہ اپنے شیخ سے بالشیخ کو ذکر کرے جس سے سماع حاصل نہیں مگر ایسے لفظ سے جو سماع کا ایہام کرتا ہو جیسے عن فلانی یا قال فلان کہنے والوں لفظ موہم سماع ہیں اس فعل کو (مدلس) کہتے ہیں یعنی فعل کو (مدلس) اور حدیث کو (مدلس) حدیث مدلس کا حکم جو کہ نزدیک ہے کہ اگر مدلس کے متعلق یہ بات شہید ہو جائے کہ اپنے ثقہ شیخ ہی کو حذو کرتا ہے تو اس کی حدیث مدلس مقبول ہوگی اور اگر ثقہ اور غیر ثقہ دونوں کو حذو کرتا ہے تو اسکی حدیث مقبول نہیں ہوگی سماع پر تنصیف کرے جیسے کہ حدَّثَنَا یا أَخْبَرَنَا حدَّثَ لَیْسَ کَاسْبَغٍ کَیْ شِیْخٍ کَاصْفَرٍ لَیْسَ ہونا ہوتا ہوا اور کبھی اسکی عدم شہرت اور کبھی اسکی عدم وجاہت اور بعض کا جیسے ابن عیینہ سے تراویح جوہ مذکورہ واقع نہیں ہوئی بلکہ اس سے کہ صحت حدیث پر ان کو وثوق تھا اور جوہ شہرت ان کے ذکر سے مستغنی تھے۔ اور اگر سند یا متن میں کوئی ادوی سے اختلاف ہو گیا کہ مقدم کو اور خوار کو مقدم کو یا ایک کی شہرت ہوئی یا ایک کی جگہ دوسرے کو ذکر کیا یا ایک متن کی جگہ دوسرا متن بیان کر دیا یا اسلئے سند میں یا اختلاف افتقار و حذو وغیرہ سے ہو گیا جکی اشتراک نہ آری ہیں تو ایسی حدیث کو (مضطوب) کہتے ہیں جو از قلم ضعیف ہو خاتم الحفاظ امام سیوطی علیہ الرحمۃ تحقیقات میں فرماتے ہیں۔ (المضطوب من قسم الضعیف لا الموضوع) اور اگر راوی نے حدیث میں بنا کلام یا صحابی و تابعی وغیرہ کا کلام بیان لغت یا تفسیر معنی یا تصدیق مطلق وغیرہ امور کے پیش نظر وضع کر دیا تو ایسی حدیث کو (مدلس) کہتے ہیں جیسے بخاری شریف میں حدیث حلا۔

حدیث کی روایت بالمعنی

یعنی مفہوم حدیث کو اپنے الفاظ سے بیان کرنا اسکے جوامہ و عدم جوامہ میں چند قول ہیں (۱) اکثر علماء کے نزدیک مطلقاً جائز ہے مگر اسکے لئے جو عمری واقف اور اسلوب کلام کا ماہر اور خواص تراکیب کا عارف ہونا کی شہرت میں گزرتا رہنا ہو جائے۔ (۲) مفہور الفاظ میں جائز ہے مگر کلمات میں نہیں (۳) صرف اُس کیلئے جائز ہے جسکو الفاظ حدیث تحفہ ہوں تاکہ انہیں کما فیہی تصرف کر سکے۔ (۴) اسکے واسطے جائز ہے جسکو معنی حدیث یاد ہوں اور الفاظ بھول گیا ہو تاکہ تحصیل احکام ہو سکے۔ اور جسکو الفاظ حدیث یاد ہیں اُس کیلئے جائز نہیں کیونکہ بے ضرورت ہے۔ یہ اختلاف حدیث کی روایت بالمعنی کے جو ازاد عدم جوامہ میں تھا اور حدیث کی روایت بالمعنی کا وہی ہے جس نے کی کو اختلاف نہیں اس نبوی دُعا کے پیش نظر سب سب کو سمیت پر مبنی ہیں (نصوا للہ امر) سمع مقالتي فوعاها وادى اھا كما سمعتم الشراؤ شخص کو تر دنا نہ رکھے جس نے میری بات سنکر محفوظ کی پھر اُسکو ویسا ہی ادا کر دیا جیسا کہ سنا تھا۔ اور روایت بالمعنی صحاح ستہ وغیرہ کتب میں واقع ہے۔

(عَنْهُ) حدیث کو بلفظ (عَنْ) روایت کرنا کہتے ہیں یعنی بروقت روایت حدیث راوی اپنے مروجی عنہ کو بلفظ (عَنْ) ذکر کرتے ہوئے یوں کہے (عَنْ فُلَانٍ) اور جو حدیث باس طور روایت کی گئی ہو اُسکو (مُعْتَمَدٌ) کہتے ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک (عَنْهُ) کے معتبر ہونے میں راوی کامردی عنہ کے ہمعصر ہونا شرط ہے۔ اور امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کے نزدیک صرف معاصر کا کافی نہیں بلکہ ثبوت ملاقات ضروری ہے اور بعض کے نزدیک یہ بھی کافی نہیں ثبوت اخذ در کا ہے اور (مدلس) کا (عَنْهُ) مقبول نہیں (مُسْتَد) مرفوع متصل حدیث کو کہتے ہیں یہی تعریف قابل اعتماد ہے اور بعض متصل حدیث کو (مُسْتَد) کہتے ہیں اگرچہ موقوف یا مقطوع ہو۔ اور بعض صرف (مرفوع) کو کہتے ہیں اگرچہ وہ مرسل یا معضل یا منقطع ہو (شاذ) اُس حدیث کو کہتے ہیں جو روایت ثقات کے مخالف ہو۔ اگر اسکے راوی ثقہ نہ ہوں اُس کو (مردود) کہتے ہیں اور اگر ثقہ ہیں تو اُس میں اور دوسری روایت ثقات میں مزید حفظ اور کمال ضبط وغیرہ امور محض سے تنجیح دی جائیگی۔ پس

حدیث مدلس

حدیث مدلس

حدیث مدلس

ترجیح یافتہ حدیث کو (محفوظ) اور مرجوح کو (شاخ) کہتے ہیں اور (مسنک) وہ حدیث ہے جسکو ضعیف راوی نے اپنے سے ضعیف تر راوی کے خلاف روایت کیا ہو اور اسکے مقابل کو (معروف) کہتے ہیں۔ دونوں کا راوی ضعیف ہوتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ معروف کا ضعیف اور (مسنک) کا اضعاف (شاخ) اور (محفوظ) میں فرق ہے کہ ثانی کا راوی اہل کے راوی سے اقویٰ ہوتا ہے اور حدیث (شاخ و مسنک) مرجع اور محفوظ و معروف جمع ہوتی ہیں۔ اور بعض نے (شاخ و مسنک) میں مخالفت کا اعتبار نہیں کیا اور (شاخ) کی تعریف یہی کہ اس حدیث کو کہتے ہیں جسکو ثقہ نے تصدیق کیا اور اس کی روایت میں متفرق ہوا اور اسکے لئے کوئی اصل مرید باقی جائے۔ یہ تعریف ثقہ کے فرد صمیم پر صادق آتی ہے۔ اور اولاً تو یہ صادق نہیں۔ اور بعض نے (شاخ) میں راوی کے ثقہ ہونے کا اعتبار کیا نہ مخالفت کا۔ ایسے ہی (مسنک) کو صورت مذکورہ کیساتھ مخصوص نہیں کیا۔ یہ لوگ فسق اور فساد غفلت اور کثرت غلط کیساتھ مطعون کی حدیث کو (مسنک) کہتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی اصطلاح ہے۔ ولنا من فیہا یشتقون مذاہب۔ (معلل) وہ حدیث ہے جسکے راوی میں کسی طرح وہم ثابت ہو جیسے حدیث مرسل کو متصل یا متصل کو مرسل روایت کر دینے سے یا مرسل کو وہم ثابت کر دینے سے یا ایک حدیث کو دوسری میں داخل کر دینے سے یا اور کسی قرینہ تفسیر سے جس پر ایک اطلاع نہیں ہوتی بلکہ اس فن میں ہمارے نامزد کامل و متکاہ رکھنے والے حضرات ہی مطلع ہوتے ہیں جنکی تعداد نہایت قلیل ہے۔ امام احمد علی بن حنبل۔ امام بخاری۔ یعقوب ابن ابی شیبہ۔ ابوحاتم۔ ابوزر۔ دارقطنی وغیرہ تھوڑے سے محدثین نے اس چیز سے بحث فرمائی ہے۔

متابعت وغیرہ

(متابعت) ایک راوی کا دوسرے کی موافقت میں روایت کرنا۔ اول کی حدیث کو (متابع) کہتے ہیں جبکہ کتب حدیث میں تاہم زیادہ فلاح اور متابعت تاہم وقوف حاصل ہوتی ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ متابعت کو نوالہ راوی اصل راوی کے مرتبہ میں مساوی ہو بلکہ کم مرتبہ کی متابعت بھی معتبر ہے۔ اور متابعت بھی ہادی ہوتی ہے اور کبھی شک و شبہ میں اول تمام و اکمل ہے کیونکہ دہم اول اسناد میں زیادہ تر ہوتا ہے۔ متابعت کنندہ راوی کی روایت اگر عمل لای کے لفظ اور معنی دونوں میں موافق ہے تو اسکو لفظ (متصلہ) سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور اگر صرف معنی میں موافق ہو تو لفظ (مخوف) سے متابعت میں غیر طے ہے کہ دونوں حدیث یک ہی صحابی سے مروی ہوں۔ اور اگر دو صحابی سے ہیں تو متابعت کرنے والے کی حدیث کو (شاهد) کہا جاتا ہے۔ اور بعض موافق فی لفظ کو (متابع) اور موافق فی المعنی کو (شاهد) کہتے ہیں۔ خواہ ایک صحابی سے مروی ہوں یا دوسرے۔ اور کبھی (متابع) اور (شاهد) ایک معنی میں لے جاتے ہیں۔ متابعت کی مزید تفصیل شیر القاری صفحہ ۵۳ پر آگئی ہے۔ اور (متابع و شاهد) کی معرفت حاصل کرنے کے قصہ حدیث کا اسناد کا متن و تفسیر کرنا اعتبار کیا ہے۔

اقسام حدیث باعتبار صفات راوی

حدیث کے اصل اقسام تین ہیں (۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف۔ صحیح اعلیٰ مرتبہ پر ہے اور ضعیف ادنیٰ پر اور حسن درمیانی مرتبہ پر اور باقی اقسام انہیں میں داخل ہیں جسکی تفصیل ہے (صحیح) اُس غیر معلل اور غیر شاہد حدیث کو کہتے ہیں جسکی عادل اور ضبط تام لکھنے والے راویوں نے روایت کیا ہو اور اگر وہی عدالت اور ضبط اور کمال پایا جانا ہو تو انکی حدیث کو صحیح لانا کہتے ہیں۔ اور اگر کسی راوی کا صرف ضبط تام نہیں مگر کثرت طرق سے اس نقصان کی تلافی ہو چکی ہے تو اسکی حدیث کو (صحیح) لکھنا کہتے ہیں۔ اور اگر تلافی نہیں ہوئی تو اسکی حدیث کو (حسن) لانا کہتے ہیں۔ اور اگر اسکی حدیث میں بعض شرکاء متفقہ ہوئے اس کی حدیث کو (ضعیف) کہتے ہیں پھر اگر کثرت طرق سے اسکے اضعاف کی تلافی ہو گئی تو اسکی حدیث کو (حسن) لکھنا کہتے ہیں۔ مخفی رہے کہ علماء اصول حدیث کے کلام سے بظاہر یہ غور ہوتا ہے کہ حدیث کو (حسن) لانا کہتے ہیں کہ راوی میں جملہ صفات صحیح کا ناقص ہونا جائز ہے مگر تحقیق اسکے مساعدا نہیں محققین کے نزدیک اس میں بعض صفت ضبط کا نقصان معتبر ہے باقی صفات بکراہا ہوتے ہیں۔

عدالت وغیرہ کا بیان

(عدالت) اُس کیفیت اسکو کہتے ہیں جو نفس کو تقویٰ اور موت کے التزام پر آمادہ کرے اور (تقویٰ) شریک فسق اور بدعت کے جتنا کہے ہو کہتے ہیں۔

گناہ صغیر سے اجتناب تقویٰ کی تعریف میں اعلیٰ نہیں۔ کیونکہ اس سے بچنا مقصود ہے باہر ہے البتہ صغیرہ پر امر اور کرہیہ پر تقویٰ میں داخل ہے۔ اس کے
کہ صغیرہ پر امر اور کرہیہ ہوتا ہے۔ اور کبیرہ سے اجتناب محل تقویٰ پر امر اور کرہیہ سے مراد ان خالص افعال سے بچنا جو خلاف بہت ہوں جیسے سر مارنا کھانا پینا یا بیٹے
پیشا کی نہ۔ اٹھنا دل کی معنی دفع ہو گئے جو حدیث میں بھی کی تعریف میں ماخوذ تھا کما بدل وہ شخص ہے جو شرک و فسق اور بدعت سے اجتناب کے ساتھ غفلت بہت میں
افعال سے بچتا ہو لیکن یہاں یہ کہ ثابت ہے کہ اجتناب میں خود (عادل) دونوں طرف فرق ہو۔ یہ کہ عادل ثوابت عام ہے جو اور کبیرہ شامل
ہے بخلاف عادل شہادت کہ وہ خاص ہے بلکہ شامل نہیں (ضبط) سے مراد شروع کا غنہ و کتنا اس طرح کے کہ اس کے استحضار پر قدرت ہو۔ اس کی
دو قسم ہیں (۱) ضبط صمد جو پس باور کھنے سے عبارت ہے (۲) ضبط کتاب جس کے معنی ہیں کتاب کو اپنے پاس رکھنا یا کسی ملک محفوظ رکھنا۔

عدالت میں طعن کے وجوہ

پانچ ہیں۔ (۱) کذب (۲) اتہام کذب (۳) فسق (۴) جہالت (۵) بدعت (۶) کذب لوطی سے مراد یہ ہے کہ حدیث نبوی میں کسی عمدہ اور علیٰ ثوابت
خواہ اسکے اقوال سے یا کسی قرینے سے کسی تفصیل آنیہ آ رہی ہے۔ مطعون بالکذب کی حدیث کو (موضوع) کہتے ہیں اور نہ کا حدیث نبوی میں عمدہ
کہ ثابت ہوا کسی حدیث مقبول نہیں۔ اگرچہ عمر ان کبیرہ ہی ہمارا ہوا اور اسے تو یہ بھی کہی ہے۔ بخلاف جو ناگوار کہہ کر کہنے کے لیے کسی گواہی سے متبرجواں ہے
بشرطیکہ بخود ہی اقرار نہ ہو۔ (۲) اتہام کذب سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث جو اسکے سوا اور کسی روایت کی قواعد و ضوابط کے خلاف ہو یا اپنے کلام میں
جو کتب عادی ہو مقیم بالکذب کی حدیث کو امتداد دے کہتے ہیں جیسے کہ جہالت (۱) (افلان) (مترک) (الحی) (ث) ایسا شخص اگر توبہ کرے
اور آثار صادق ظاہر جائزہ کی کسی حد مقبول ہوگی۔ جو حدیث شخص سے سنا اور اپنے کلام میں نہ لے گا۔ جو حدیث نبوی میں کسی حدیث کو موضوع یا متروک
نہیں کہتے (فسق) سے مراد فسق علی ہے جس کے معنی ہیں کبیرہ غیر کفر کا ارتکاب ہے۔ اور فسق اعتقادی بدعتیں داخل ہیں۔ کذا کہ ائمہ کبار (رحمہم اللہ)
سے مراد یہ ہے کہ اوی کی اعتدا ظاہری اور باطنی معلوم ہو ایسے اوی کو (محمول الحال) کہتے ہیں اور اس کی حدیث کو (جہم) جیسے کہتے ہیں (حدیثی
رحل) یا (حدیثی شیخ) ایسے اوی کی حدیث مقبول نہیں۔ ہاں اگر حدیث میں بہ لفظ تعدیل اور ہر جیسے حدیثی ثقہ یا (الخبر فی عدل) تو
(اس میں اختلاف ہے) مگر یہ کہ مقبول نہیں کیونکہ جائزہ ہے کہ کہنے والے کے اعتقاد میں مل ہو اور فسق لامر میں ہو۔ اور اگر کوئی امام حاذق یا لفظ
فرطے تو مقبول ہے۔ اور اگر اوی کی اعتدا ظاہری معلوم ہے اور باطنی کی تحقیق نہیں ہو سکتی (مستور) کہتے ہیں اور اگر اوی صرف ایک ہی شخص نے
روایت کی ہو (محمول العین) کہتے ہیں۔ ان دونوں کی ثوابت تحقیق کے نزدیک قابل احتجاج ہے۔ امام نووی قدس سرہ تقویٰ منہاج میں فرماتے ہیں۔
الجمہول قسام محمول العدلۃ ظاہر او باطن او محمول لھا باطن او مع وجودھا ظاہر او مع وجودھا مستور و محمول العین فاما
الاول فالجمہور یحسبہ لا محتج بہ و اما الاخران فاحتج بہا کثیر من المحققین

(بدعت) سے مراد ہے اہل سنت جماعت کے خلاف کسی چیز کا اعتقاد کہنا بشرطیکہ اعتقاد کی دلیل پر مبنی ہو بطریق انکار نہ ہو۔ کو کفر ہے۔ ایسے بعضی کی حدیث
جمہور کے نزدیک مقبول نہیں اور بعض کے نزدیک مقبول ہے بشرطیکہ موضوع یا صدق ہو اور بعض نے فرمایا کہ اگر وہ بدعتی فرد یا دین میں کسی فرد کی حدیث
ہے تو اس کی حدیث مردود ہے۔ نہ مقبول بشرطیکہ ضبط و درع تقویٰ احتیاط صیانت کے ساتھ موضوع ہو لیکن غماز نہ ہو۔ اگر وہ اپنی بدعت کو جائز نہ
صیانت اور کسی تفریق کرنا ہے تو اس کی حدیث مقبول نہیں۔ نہ مقبول کیوں کہ بشرطیکہ ایسی چیز نہ ہو کہ جس سے اس کی بدعت کی تائید ہوتی ہو۔ اور اگر کسی حدیث
کو تائید تو مقبول ہوگی۔ بالکل اہل بدعت آخر حدیث میں نہ مختلف ہیں اور احتیاطی ہیں بلکہ ان سے حدیث اخذ نہ کی جائے کہ کوئی کہنے نہ فرمے کہ تفریق کیوں اسے
اعاد کرے اور بدعتی اقرار نہ کرتے

ضبط میں طعن کے وجوہ

پانچ ہیں (۱) غلط غلط (۲) کثرت غلط (۳) مخالفت ثقات (۴) دہم (۵) سو حفظ (۶) غلط (۷) سے مراد یہ ہے کہ اوی کو اپنے مردیات سے غفلت
ہو کر دوسری تلقین قبول کرے یعنی دوسرا جو بتائے کہ کوئی یہ سننا تھا اوی مانے۔ (کثرت غلط) سے مراد یہ ہے کہ اوی کی بیان حدیث میں غلطیاں ہوں

عن الزکاة فقال ان فی المال حقاً سوى الزکاة) اور بڑا یہ ابن ماجہ ہاں طور ہے (لیس فی المال حق سوى الزکاة) اور کبھی مخالف تھا اس طرح ہوتی ہے کہ باوجود بقائے صورتِ ظنی تلفِ دلیل کیطہ زیادہ حدود کا تغیر ہو جائے پھر تغیر اگر لفظ میں ہے تو اس حدیث کو (مصدقہ) کہتے ہیں اور اگر شکل میں ہے تو حدیث کو (مکثوف) کہتے ہیں مصحف کی مثال یہ حدیث ہے (عن صہام مضان ابنہ سے سنا میں شوال ابو بکر صوفی میں تعریف واقع ہوئی کہ انہوں نے (ستا) کو شیفاً (تیرا سر کرنا) اور عرف کی مثال حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے (روایہ یوم الاحزاب علی اکھلہ فکوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اسیں عند سے تحریف واقع ہوئی کہ انہوں نے لفظ (ای) کو مضافاً الیکہ کر دیا حالانکہ یہ لفظ (ای) ہے اور اس سے مراد (ای یوم) ہے۔ انہیں کا یہ تعبیر بھی جو حدیث میں مذکور ہوا اہد بر تقدیر تحریف حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا واقعہ قرار پایا ہے اور یہ درست نہیں کیونکہ وہ تو جنگِ خربہ میں جنگِ احزاب میں شہید ہو چکے تھے۔ (وہم) سے مراد یہ ہے کہ زادی حدیث میں مرسل کو متصل ثمر فی کو کو توفیرایت کرنے کے سبب تفصیل شد (معلی) کی تعریف میں گمراہی۔ (سوء حفظ) سے مراد بر حافظ ہونا کہ اگر کا سوء حفظ یا غالب ہو۔ اگر خطا سوائے غالب یا مسادی ہو تو سوء حفظ میں داخل ہے (سوء حفظ) کی قسم ہے۔

د اقسام حدیث یا اعتبار قطعہ در درجہ ۴۰

اقسام حدیث باعتبار تعدد راوی

حدیث صحیح کا راوی اگر ایک ہو تو اسکو (غریب) کہتے ہیں اور اسکا دوسرا (رفیق) بھی ہو پس اگر حدیث کے سلسلہ زائے میں ہر مقام پر ایک ہی راوی ہو تو اسکو (مطلق) کہتے ہیں اور اگر بعض مقامات پر ایک ہی باقی مقامات پر زیادہ تو اسکو (فردی) کہتے ہیں اور اگر ایک راوی دو تین (یعنی) کہا جائے اور اگر دو سے زیادہ ہیں تو اسکو (مشہور) کہا جائے اور اسکو (مستفیض) بھی کہتے ہیں اور اگر حدیث کے راوی اس شرف میں ہیں کہ حادثہ انکا ترقی اتفاق نامکن ہو تو اسکو (متواتر) کہتے ہیں اور حدیث غریب میں انکی کو دو پر بھی مراد ہے کہ ہر مقام پر دو راوی ہوں اگر کسی ایک مقام پر دو نہ ہو تو وہ حدیث (غریب) میں داخل ہو جائیگی اور اسکو (فردی) کہیں گے اسلی حدیث (مشہور) میں انرا دوسرے مراد یہ ہے کہ ہر مقام پر دو سے زیادہ راوی ہوں اگر کسی ایک مقام پر صرف دو راوی نہ لگے تو وہ حدیث (مشہور) نہ ہوگی بلکہ اسکو (غریب) کہیں گے محدثین کے ارشاد (اک اقل حاکم علی الاکثر فی هذا الفن) کا مطلب یہی ہے ان مقام کے بیان سے یہ بات ظاہر ہوگی کہ غزوات میں کتنے منافقین کو کمان تمام قسام کا قسم حدیث صحیح ہے اللہ قسم قسام میں منافات نہیں ہو سکتی اور (غریب) کبھی کبھی (شان) آتا ہے جس میں مخالفت ثقات مجتہد ہے چنانچہ اصحاب المصابیح جب کبھی فرماتے ہیں (هذا حدیث غریب) تو اسکی مراد غریب (شان) ہوتی ہے اور بعض مرتب (شان) یعنی شان یا بفرمایا کرتے ہیں (حدیث صحیح شان حدیث صحیح غیر شان) معنی ثانی کے پیش نظر غریب کی طرح شرف و بھی منافقین نہیں ہاں شرف و منافقین ملا دل ضرور منافقین صحیح ہے کیونکہ اس میں مخالفت ثقات کا اعتبار کرتے ہیں۔

کوئی احادیث قابل احتجاج ہیں اور کوئی نہیں

وضیح لفظ اور صحیح لغت اور حسن مذاق اور حسن لغت قابل احتجاج جملہ اور حکام میں جمل اور درین (ضعیف) یا قریب (جہاں ضعف اتنا ضعیف ہو کہ اس لحاظ اعتبار باقی ہے جیسے اخلاط وادی یا کئے نظایا نہ پس۔ یہ نتائج شواہد و کام آتی ہو اور جاسے قوت پاکر حسن لغت بلکہ صحیح لغت ہوئی ہے۔ اس وقت صلاحیت احتجاج اور قضا فی الاحکام کا زیر گراں بہا ہوتی ہے ورنہ دوبارہ نفسا کو آپ ہی عقل اور تہ کا پیروا (۱) میں ضعف قوی اور درین پر کچھ راہ کی فسق وغیرہ قوی کے سبب متروک ہوا یا غلط یا ہمزہ رک نہ جلی ہو یہ حدیث احکام میں احتجاج حکما و اعتبار کی لائق نہیں بلکہ فضائل میں مذہب راجح یا غلط اور پس کے طور پر تعدد طرق سے اخبار پانچے ہندو مت میں لائی جاتی ہے (۳) جو یہ ضعف شاذ مطر و قواری گئی اس بنا پر کہ اس کا دفع احکامات مذہب یا مذہب سے یہ تیرہ قسم ہو اور متفقین اس کو موقوف علی کہتے ہیں اگر مذہب بالکلیت مادی سے تو فضائل اعلیٰ قابل اعتبار و جاہل و درین شیخ محقق سوانا و علی حضرت ملو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بشیر القاری

بشرح

صحیح البخاری

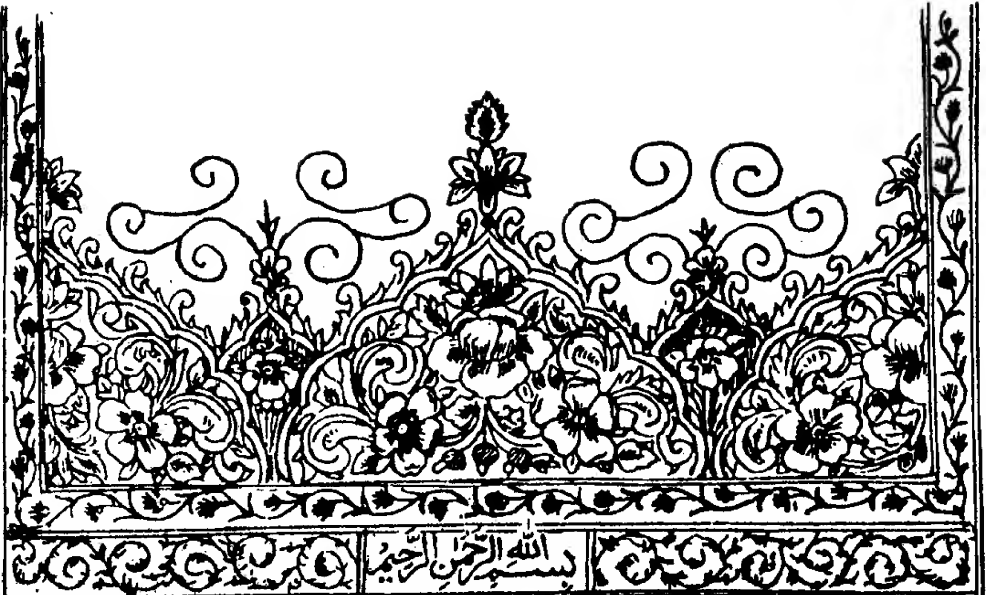
تالیف

علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
صدر الدرسین مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ (انڈیا)

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صحیح البخاری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رحمت والا

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سوال۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب بخاری شریف کو بسم اللہ سے کیوں شروع فرمایا۔
جواب۔ تاکہ اس ارشاد نبوی کی تکمیل ہو جائے جسکو حسب بیان امام نووی و علامہ عینی محدثین کرام شیخ عبد القادر رہاوی نے اپنی کتاب آربعین اور ابن جان نے اپنی کتاب صحیح اور خطیب بغدادی نے اپنی جامع جامع میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بایں الفاظ روایت کیا ہے
 كُلُّ امْرُؤٍ يَالِ كَايِدٍ فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَهُوَ اقْطَعْ خُطْبَةَ بَغْدَادِي كِي جَانِيسِ
 فِيهِ فُتُوْا بَرَّهْ۔ ترجمہ جس شاندار کام کی ابتدا بِسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے برکت حاصل کر کے نہ
 کی جائے گی وہ بے برکت رہیگا۔ **سوال** بِسْمِ اللہ شریف کی طرح حمد الہی ذکر کیوں نہ فرمائی۔ حالانکہ حدیث اس کے
 متعلق بھی وارد ہے جسکو ابوداؤد و ابن ماجہ و نسائی و ابن جبار و غیرہ ائمہ حدیث نے اپنی تصانیف میں حسب
 بیان امام نووی مذکورہ بالا ہر دو صحابہ کرام سے بالفاظ مختلف روایت کیا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

كُلُّ امْرُؤٍ يَالِ كَايِدٍ فِيهِ بِحَمْدِ اللَّهِ فَهُوَ آقْطَعْ۔ ترجمہ جس ذی شان کام کی ابتدا حمد الہی سے برکت
 حاصل کر کے نہ کی جائے گی وہ خالی از برکت رہے گا **جواب اول** علامہ عینی شراح بخاری فرماتے ہیں کہ
 اس سوال کا بہترین جواب یہ ہے جسکو میں نے اپنے بعض اساتذہ سے سنا کہ امام بخاری نے اپنی دیگر تصانیف

کی طرح بخاری کے مسودہ میں بھی بِسْمِ اللہ کے بعد حمد ذکر کی تھی مگر وقت تبیض بعض حضرات سے مبیضہ میں نقل ہونے سے رہ گئی۔ پھر اسی مبیضہ سے باقی بقول اب تک ہوتی رہیں۔ لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بِسْمِ اللہ کے بعد حمد نہیں لکھی لیکن شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانی نے اس جواب کو اُبَعْدَ فرمایا۔ اور اسکی وجہ یہ بیان فرمائی کہ امام بخاری سے سابق اور ان کے ہمصر اکثر محدثین اپنی تصانیف میں صرف بِسْمِ اللہ پر اکتفا فرماتے تھے چنانچہ موطا امام مالکؒ اور مصنف عبد الرزاقؒ اور مسند امام احمد اور سنن ابو داؤد سے یہ چیز ظاہر ہے تو کیا بِسْمِ اللہ کے بعد حمد تحریر کرنے کی معذرت ان تمام محدثین کی جانب سے بھی یوں ہی کی جائیگی کہ حمد مسودہ میں بھی مبیضہ میں نقل ہونے سے رہ گئی پھر اسی مبیضہ کے مطابق اب تک عمل ہوتا چلا آیا۔ ہرگز نہیں بلکہ یوں کہا جائیگا کہ ان حضرات نے حمد کو زبان سے ادا فرمایا تھا۔ اقول بخاری شریف کے سوا امام بخاری کی جملہ تصانیف میں اگر بِسْمِ اللہ کے بعد حمد لکھی ہوئی ہے جیسا کہ الفاظ جواب بتا رہے ہیں تو علامہ عینی کا جواب فقیر کے نزدیک احسن اور امام ابن حجر عسقلانی کا استبعاد وغیرہ مستحسن کما کا یخفی علی من تأملہ امعن جواب دوم۔ مذکورہ بالا حدیث حمد صرف خطبے کے حق میں وارد ہے۔ کہ جب کوئی شخص خطبہ (اسپیچ) دے تو اولاً حمد الہی بجالائے اسلئے کہ ایک اعرابی نے بدون حمد کے خطبہ دیا تو اسوقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کل امرؤ یبالی لا یمید ؕ فینہو بحمد اللہ فہو آقطع۔ مگر یہ جواب ضعیف ہے اس لئے کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہے خصوص مورد معتبر نہیں۔ حدیث میں خطبہ کی تخصیص نہیں ہر شاذ کام کے متعلق فرمایا گیا کہ اُس سے پیشتر حمد الہی بجالانا چاہئے خواہ وہ خطبہ ہو یا کچھ اور۔ جواب سوم۔ اس حدیث کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اسلئے کہ حد یدبیہ میں جو صلح نامہ سید انبیا و حبیب کبرا علیہ النبیۃ والثناء کی جانب سے تحریر کیا گیا تھا انہیں بِسْمِ اللہ کے بعد حمد نہ تھی پس معلوم ہوا کہ وہ حکم منسوخ ہو چکا ہے ورنہ حمد پر ترک کیجائی لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ صلح نامہ میں حمد کے نہ ہونے سے حکم کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ صلح نامہ میں ترک حمد بیان ہوا رکے لئے ہو جو جواب ہمارم حدیث حمہ ضعیف ہے اس لئے کہ اُسکی سند میں ایک راوی قرۃ بن عبد الرحمن ہیں جن کے متعلق تھذیب التھذیب میں فرمایا قال ابن ابی خنیسہ عن ابن معین ضعیف الحدیث۔ مگر یہ جواب ضعیف ہے کہ حدیث حمہ ضعیف نہیں کیونکہ یہ حدیث نہ صرف حسن بلکہ صحیح ہے ابن حبان اور ابوعوانہ نے اسکی تصحیح فرمائی اور سعید بن عبد العزیز نے قوۃ کی متابعت بھی کی ہے جس کی تحریک امام نسائی نے فرمائی جو اب بھی امام بخاری علیہ السلام نے حمہ اسلئے تحریر نہیں کی کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام پر اپنے کلام کی تقدیم لازم آتی اور یہ منوع ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا الَّذِیْنَ یَدِی اللّٰہِ وَرَسُولُہِا یعنی اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو نہ قول میں نہ فعل میں بہتیں لازم ہے کہ اصلاً تم سے تقدیم واقع نہ ہو کیونکہ تقدیم کرنا آداب بارگاہ رسالت کے خلاف ہے۔ اسی واسطے حمد تحریر نہیں کی اور صرف بِسْمِ اللہ پر اکتفا کیا جو کلام الہی ہے مگر یہ جواب بھی ضعیف ہے اولاً اسلئے کہ قرآنی الفاظ سے حمد ممکن تھی مثلاً یوں کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یَا اَکْہَمُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ہَدٰنَا وَمَا کُنَّا لِنُھْتَدِیْ لَوْ کَا اَنْ ہَدٰنَا اللّٰہُ

اس صورت میں اللہ اور اس کے رسول کے کلام پر اپنے کلام کی تقدیم لازم نہ آتی۔ ثانیاً اس لئے کہ تقدیم حمد کی حرمانیت پر آیت مذکورہ سے استدلال درست نہیں۔ کیونکہ قول فعل میں تقدیم الشکر وجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ممنوع ہے۔ آیت میں سی تقدیم کا ذکر ہے جو بغیر اجازت ہوا اور اجازت سے ہو تو ممنوع نہیں۔ حمد اسی قبیل سے ہے اللہ عز وجل نے اپنے رسول کی اطاعت کا حکم فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر شاندار کام سے پہلے حمد بجالانے کا حکم دیا پس تقدیم حمد اجازت پر مبنی ہوئی۔ لہذا درست ہے ممنوع نہیں ہو سکتی۔ ثالثاً اس لئے کہ اگر اپنے کلام کی تقدیم مطلقاً ممنوع تسلیم کر لی جائے تو امام بخاری علیہ الرحمۃ پر آیت مذکورہ کے خلاف عمل کرنے کا الزام قائم ہو جائے گا اسلئے کہ انہوں نے خود آیت پر ترجمۃ الباب کو اور حدیث پر سند کو مقدم فرمایا ہے اور یہ دونوں انہیں کا کلام ہیں جو اب ششم سب سے پہلے سورۃ الفتحہ نازل ہوئی اور اس سے پیشتر حمد نازل نہیں کی گئی حالانکہ سورۃ الفتحہ کا ذی شان امر ہونا بدیہی ہے پس اگر شاندار امر سے پیشتر حمد کرنا باعث برکت ہو تو کتاب الہی اسکے خلاف نہ ہوئی۔ نظر ہر اہل امام بخاری نے حمد تحریر نہیں فرمائی۔ لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے اسلئے کہ شاندار امر پر تقدیم حمد کا حکم سورۃ الفتحہ کے نزول سے متاخر ہے۔ لہذا اس موقع پر سورۃ الفتحہ کو پیش کرنا درست نہیں نیز ترتیب عثمانی کا اعتبار ہے اور اس میں بیسب اللہ کے بعد حمد موجود۔ حالت نزول کا اعتبار نہیں۔ مگر ترتیب عثمانی میں حمد کا ذکر حصول برکت کے لئے نہیں بلکہ بندوں کی تعلیم کی واسطے ہے۔ کہ احکام بندوں ہی کے لئے ہوتے ہیں۔ جو اب ہفتم تسمیہ اور تحمید کی حدیثیں چونکہ متعارض تھیں اسلئے یہی مناسب تھا کہ بیسب اللہ پر اکتفا کیا جائے۔ کیونکہ اگر حمد کو مقدم اور بیسب اللہ کو مؤخر کرتے تو خلاف عادت ہو نیکی کے علاوہ بیسب اللہ اول نہ رہتی اور اگر بیسب اللہ کو مقدم اور حمد کو مؤخر کرتے تو جو کو اولیت حاصل نہ ہوتی اور حدیث میں دونوں کے لئے اولیت ہی کا حکم تھا۔ مگر یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ تسمیہ اور تحمید کی حدیثوں کا تعارض اگر دور نہ ہو سکتا تب تو یہ جواب ٹپے سکتے تھے اور جبکہ تعارض دور ہو سکتا ہے جیسا کہ علماء کرام نے دفع تعارض میں چند دہوہ کا افادہ فرمایا تو بیسب اللہ پر اکتفا کر نیکی کوئی وجہ نہیں۔

حدیث تسمیہ و تحمید میں دفع تعارض کے وجوہ

وجہ اول۔ اولیت یا ابتداء کی تین قسم ہیں۔ ابتداء حقیقی۔ یعنی کسی چیز کے شروع میں ایسی شے لانا جو اپنے جمیع اسوا پر مقدم ہو ابتداء اضافی کسی چیز کے شروع میں ایسی شے لانا جو بعض اشیاء سے مقدم اور بعض سے مؤخر ہو اور بعض حضرات نے ابتداء اضافی کی تعریف یوں فرمائی۔ کسی چیز کے شروع میں ایسی شے لانا جو دیگر اشیاء پر مقدم ہو۔ خواہ کسی سے مؤخر بھی ہو یا کسی سے مؤخر نہ ہو۔ ابتداء عرفی۔ کسی چیز کو شروع میں لانا جو مقصود پر مقدم ہو۔ ابتداء حقیقی اور ابتداء اضافی بمعنی اول میں تہا میں ہے ابتداء حقیقی اور ابتداء عرفی میں بھی عموم و خصوص مطلق یعنی حقیقی خاص اور اضافی عام ہے اور ابتداء حقیقی و ابتداء عرفی میں بھی عموم و خصوص مطلق ہے کہ اول خاص اور ثانی عام ہے اور ابتداء اضافی بمعنی اول اور ابتداء عرفی میں بھی عموم و خصوص مطلق ہے کہ اول اضافی بمعنی ثانی اور ابتداء عرفی میں نسبت تساوی ہے۔ کہ جو چیز شروع میں لائی جائیگی اس کا مقصود پر مقدم ہونا قسم یعنی مطلق ابتداء میں معتبر ہے

تو لازم ہے کہ تینوں اقسام میں بھی معتبر ہو پس ایسا مادہ متحقق نہ ہوگا جس میں ابتدائے اضافی بمعنی ثانی اور عرفی میں سے کسی ایک کا تحقق بغیر دوسرے کے ہو سکے۔

حدیث تسمیہ اور تحمید کے تعارض کو اس طرح اٹھایا جاسکتا ہے کہ حدیث تسمیہ میں بدلے حقیقی مراد لی جائے اور حدیث تحمید میں اضافی بمعنی اول یا عرفی یا اضافی بمعنی ثانی حدیث تسمیہ میں ابتدائے اضافی بمعنی اول مراد لینے سے بھی تعارض اٹھ سکتا ہے مگر علما کرام نے اسکو بایں خیال نظر انداز فرمادیا کہ اس تقدیر پر بیحد اللہ کا حمد آخر مجمع ہوگا اور یہ مناسبت نہیں اسلئے کہ بیحد اللہ میں اسم ذات کا ذکر ہے اور اس سے تبرک استعانت مقصود۔ اور حمد سے اثبات صفات کا قصد کیا جاتا ہے اور مرتبہ صفات مرتبہ ذات سے موقر ہے۔ لہذا بیحد اللہ جو اسم ذات پر مشتمل ہے اسکو حمد سے موقر نہ ہونا چاہیے جو صفات پر مشتمل ہوتی ہے بلکہ مرتبہ ذات کا تقدم مقتضی ہے کہ بیحد اللہ کو حمد پر مقدم رکھا جائے۔

تسمیہ تسمیہ اور تحمید ذاتی شان امر میں داخل ہوتے ہیں یا اس سے خارج۔ ایک جماعت علماء نے دخول اور جزئیت اختیار کی اور محققین نے خروج اور عدم جزئیت اختیار فرمایا۔ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ حدیث تسمیہ و تحمید میں بیحد اللہ اور بحمد اللہ کو ظرف لغو قرار دیا جائے یا ظرف مستغرقون لغو قرار دیکر کاید کے متعلق کریں تو جزمیت مفہوم ہوگی اور ظرف مستغرقون دیکر مستغنیات یا متبرکات سے متعلق کریں تو عدم جزئیت مفہوم ہوتی ہے۔ چونکہ فقیر کا کتاب المعروف کے نزدیک قول ثانی اظہر تھا اس لئے حدیث تسمیہ اور تحمید کے الفاظ کرمیہ کا وہ ترجمہ کیا جس سے عدم جزئیت مفہوم ہوتی ہے۔ اور جزئیت کی تقدیر پر حدیث تسمیہ کا ترجمہ اس طرح کریں گے جس شاندار کام کی ابتدا بیحد اللہ سے نہ کی گئی وہ بے برکت رہے گا۔

اور حدیث تحمید کا ترجمہ بایں الفاظ ہوگا جس ذی شان امر کی ابتدا حمد الہی سے نہ کی گئی وہ بے برکت رہے گا۔

الغرض دفع تعارض کی وجہ اول جزئیت پر مبنی ہے اور وجہ ثانی عدم جزئیت پر۔ وجہ ثانی پر حدیث تسمیہ اور تحمید میں بیحد اللہ اور بحمد اللہ ظرف مستغرق ہے اور مستغنیات مقدمہ کے متعلق۔ اس تقدیر پر حدیث تسمیہ و تحمید کے معنی یہ ہوں گے کہ جس شاندار کام کو بیحد اللہ اور بحمد اللہ سے استعانت حاصل کر کے شروع نہ کیا گیا وہ بے برکت ہے گا عام اذیں کہ بیحد اللہ سے استعانت پہلے ہو یا آخر سے اب یہ سوال بھی پیدا نہ ہوگا کہ تسمیہ اور تحمید میں سے ایک کی تقدیم سے دوسرے کی اولیت فوت ہو جاتی ہے یا بالفاظ دیگر ابست بالالتسمیہ سے ابتدا بالتحمید اور ابتدا بالتحمید سے ابتدا بالتسمیہ باقی نہیں رہتی۔ تو پھر دونوں حدیثوں پر عمل کیونکر کیا جائے۔ کیونکہ اس تقدیر پر دونوں حدیثوں سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ہر شاندار کام کو تسمیہ اور تحمید سے استعانت کر کے شروع کیا جائے ورنہ وہ بے برکت رہے گا اور ایک کام کے کرنے میں بہت سے امور سے استعانت ہو سکتی ہے لہذا استعانت بالتسمیہ یا استعانت بالتحمید کے منافی نہیں لیکن اس تقدیر پر یہ ضروری ہے کہ استعانت بالتسمیہ والتحمید اور امر ذی شان کی ابتدا میں کوئی چیز فاصل نہ ہو یعنی تسمیہ اور تحمید سے استعانت کر نیے بعد بلا فصل امر ذی شان کو شروع کر دے۔ پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا اور دونوں قابل عمل رہیں۔

وجہ ثالثہ حدیث تسمیہ و تحمید میں بیحد اللہ اور بحمد اللہ کی یا کو مابست کے لئے قرار دیا جائے جیسا کہ وجہ ثانی میں استعانت کی واسطے یا تھا اور متلبساً مقدمہ سے متعلق کریں اس تقدیر پر دونوں حدیثوں کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہر شاندار کام کو بیحد اللہ اور بحمد اللہ کے ساتھ متاب کر کے شروع کیا جائے ورنہ وہ کام بے برکت رہیگا یعنی اگر کسی شاندار کام کو شروع کیا گیا اور برکت ابتداء

بِسْمِ اللَّهِ اَوْ حَوْلِ اللَّهِ كَسَاةً مُتَلَبِّسٍ نَحْنُ تَوَاسِيَسُ بَرَكْتَ نَهْوَكَ يَشْرَعُ فِي هَرَامِكِي مَا بَسَتْ كَسِي شَعْنُكَ سَاةً دُو
طَرَحَ هُوَ سَكْتِي هَيْهَ . **اَوَّلُ** يَكْرَهُ شَيْءٌ اُسَ امْرُءٍ يَشْتَرِي بِلَا فِضْلٍ هُوَ . **دَوِّمُ** يَكْرَهُ شَيْءٌ اُسَ امْرُءٍ يَزَوِّجُ اَوَّلَ قَرَارِي
يَهْتَمُّ . اِنْ دَوْنُوْنَ صَوْرَتُوْنَ فِيْهَا جَا سَكَاةً هَيْهَ فَلَانِ امْرُؤٌ لَّا يَسْهَى . نَظَرُ بَرَاءٍ اَمْرُؤِيْ شَانِ كَابُرْتِ
اِبْتَدَا تَسْمِيَةً اَوْ تَحْمِيَةً فَلَانِ كَسَاةً هَيْهَ تَحْمِيَةً كَوَ امْرُؤِيْ شَانِ كَابَزَوِّجٍ اَوَّلَ قَرَارِيْ اَوْ تَحْمِيَةً كَوَ
اُسَ يَسْهَى بِلَا فِضْلٍ ذَكَرْ كَرِيْ . اِسْ تَقْدِيْرُ بَرُوْ قَتِ شَرْعٍ يَهْوَ اَوَّلَ اَيْتِ كَا كَرْمُؤِيْ شَانِ تَسْمِيَةً اَوْ تَحْمِيَةً دَوْنُوْنَ كِي
سَاةً مُتَلَبِّسٍ هَيْهَ . اَوْ يَرْبِيْ حَدِيْثٍ فِيْ حَكْمِهَا اِسْ طَرِيْقَةٍ سَيَّ قَرَارِيْ دَفْعِ هُوَ اَوْ دَوْنُوْنَ حَدِيْثِيْنَ قَابِلٍ عَمَلٍ هُوَ كَرِيْ
هَذَا يَكْرَهُ اَدْرَسَتْ نَهْوَكَ اَمْرُؤِيْ بَرُوْ قَتِ دَوْنُوْنَ حَدِيْثُوْنَ يَرْغَبُ فِيْ عَمَلٍ نَحْنُ تَوَاسِيَسُ اَمَامَ بِنَاغَارِيْ نَهْوَكَ اَدْرَسَتْ اَدْرَسَتْ
اَلْكُفْرُ اَمْرُؤِيْ اَوْ حَرَجُ تَحْمِيَةٍ فَرَامِيْ . **دَفْعُ تَعَارُضٍ** كِيْ وَجْهٍ اَوَّلِ تَسْمِيَةٍ اَوْ تَحْمِيَةٍ كِيْ جَزِيْمَةٍ يَرْبِيْ هَيْهَ اَوْ وَجْهٍ ثَانِي
دَوْنُوْنَ كِيْ عَدَمِ جَزِيْمَةٍ يَرْبِيْ اَوْ وَجْهٍ ثَالِثٍ تَحْمِيَةٍ كِيْ جَزِيْمَةٍ اَوْ تَحْمِيَةٍ كِيْ عَدَمِ جَزِيْمَةٍ يَرْبِيْ هَيْهَ . وَفِيْ اَلْاَضْعَافِ
مَا قَالَ صَاحِبُ الْفَضِيْلَةِ وَالْجَاهُ مَوْلَا النُّوْرِ شَاةً اَلْاِيُوْبَنْدِيْ مَذْهَبًا وَاَلْكُشْمِيْرِيْ تَوْطُنًا اَفْعَالًا تَعَارُضُ
فِيْ شَرْحِهِ لِلْبَغَاوِيْ الْمَسْمُومِ بِفَيْضِ اِبْرَاهِيْمَ (وَلْيَعْلَمُوْا اِنْ حَدِيْثُ كُلِّ اَمْرُؤِيْ هَالِكٌ اَضْطَرَبَتْ فِيْهِ اَلْاَفْعَالُ اَلْوَارِدُ
بَعْضُهَا بِاَسْمِ اللَّهِ وَبَعْضُهَا بِحَمْدِ اللَّهِ وَخَالَ بَعْضُهُمُ التَّعَارُضُ وَفِيْ اَخْتِلَافِ اَلْاَفْعَالِ اَخْتِلَافُ الْحَدِيْثِ
وَالْحَالِ اِنْ الْحَدِيْثُ وَاحِدٌ فَالْعَمَلُ بِالْحَدِيْثِ اَمَّا بِصُوْرَةِ الْجَمْعِ فَخِيْرَانِ كِرَالَةِ اَللَّهِ وَبُوْدِيْدَةٍ مَّوَرِدٍ فِيْ رَايَةِ
لَا كِرَالَةَ اَللَّهِ وَتَاوِيْبِجِ الْاَفْعَالِ اَوَّلُ لَانِ اَوَّلُ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ اَقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ فَانْتَاسِيْ بِهْ يَحْصِلُ بِالشَّرْعِ
اَلْعَمَلُ وَالْيَاوِيْدَةُ اَفْتَتَحَ كَتَبُ رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُلُوْكِ وَكُتِبَتْ فِي الْقَضَايَا بِالْبِسْمَةِ وَ
اَلرَّاجِحُ الْقِتْمُ وَالْعَمْدَةُ اَلْتَفْصِيْلُ وَبِالْجَمْلَةِ فَلَا اِيْرَانِ عَلَى اَلْاَمَامِ اَلْبَغَاوِيْ فِيْ اَفْتَتَا حِهِ اَلْمَصْحُوْمِ بِاَلتَّسْمِيَةِ
لَا اِنْ اَلتَّحْمِيْدِ وَمَا يَكْرَهُ مِنْ حَلِّ اَلْاِبْتِدَاءِ بِالْحَقِيْقِيْ فِي لَفْظٍ وَبِالْاَضَافِيْ فِي لَفْظٍ اَوَّلِ الْعَرَفِيْ فَلَا يَجْعَلُ بَرَا
مَدَارِ ذِيْلِكَ عَلَى تَعَدُّ الْحَدِيْثِ اَم (بَعْدُ مِنَ الزَّوَادِ) وَذِيْلِكَ لِمَا **اَقُولُ** اَمَّا اَوَّلًا فَلَا اِنْ اَلْاَمَامُ اَلنُّوْيُ قَدْ
اَللَّهُ تَعَالَى سَوَاءً الْقَوِيْ قَالَ فِيْ شَرْحِ مُسْلِمٍ (اَنَا بَدَعُ بِالْحَمْدِ اَللَّهُ لِحَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اَللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ اِنْ
رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ كَلَّ اَمْرُؤِيْ بِالْاَيِّدِ بِالْحَمْدِ اَللَّهُ فَهَوَا قَطْعٌ فِيْ رَايَةِ اَلْحَمْدِ
فِيْ رَايَةِ اَلْحَمْدِ فَهَوَا قَطْعٌ وَفِيْ رَايَةِ اَحْزَنْدَرُ فِيْ رَايَةِ اَلْاَيِّدِ فِيْهِ بَذَرَ اَللَّهُ تَعَالَى وَفِيْ رَايَةِ اَلْبِسْمَةِ
الرَّحْمَنُ الرَّحِيْمُ رَوِيْنَا كُلَّ هَذِهِ فِيْ كِتَابِيْ اَلْاَرَبِيْنَ لِلْمَاظِعِ اَلْقَادِرِ الرَّهَآوِيْ بِسْمَاعِلًا مِنْ حَيْثُ
اَلشَّيْخُ اَبِيْ مُحَمَّدٍ بِنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بِنِ سَالِمٍ اَلْاَبَاغَارِيْ عَنْهُ وَرَوِيْنَا فِيْهِ اَيْضًا مِنْ رَايَةِ كَعْبِ بِنِ مَالِكٍ
الصَّعَابِيْ رَضِيَ اَللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَالْمَشْهُوْرُ رَوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَهَذَا الْحَدِيْثُ حَسَنٌ رَوَاهُ اَلْاَبُوْدَاوُدُ وَابْنُ
مَاجَةَ فِيْ سَنَنِهَا وَرَوَاهُ اَلنَّسَائِيْ فِيْ كِتَابِهِ عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ وَرَوَى مُوْصُوْلًا وَمَرْسُوْلًا وَرَوَايَةُ
اَلْمَوْصُوْلِ سَنَادُهَا حَسَنٌ فَالْقَصْرُ عَلَى الْفَطْنِيْنَ تَقْصِيْدٌ يَكْرَهُ اَلْخَفْيُ عَلَى اَلْبَصِيْرِ وَ**اَمَّا** ثَانِيًا فَلَا اِنْ
هَذَا الْحَدِيْثُ مَا كَانَ وَاحِدًا وَاضْطَرَبَتْ اَلْفَاظُ عَلَى زَعْمِهِ صَاحِبُ مَضْطَرِبٍ اِلَى اَلْمَتْنِ وَاضْطَرَبَ سَوَاءً
اِنْ مَضْطَرَبُ اَلْاَسْنَادِ وَمَضْطَرِبُ اَلْمَتْنِ مِنْ اَقْسَامِ الضَّعِيْفِ فَيَكُوْنُ هَذَا الْحَدِيْثُ ضَعِيْفًا وَقَدْ اَلْمَتْنُ
اِنْ اَلْاَمَامُ اَلنُّوْيُ قَدْ سَوَّاهُ الْقَوِيْ حَسَنًا بَلْ قَالَ اَلْحَافِظُ اَلشَّيْخُ اَلْيَوْمُ بِنِ الصَّلَاحِ هَذَا حَدِيْثٌ

حسن بل صحیح وقد صححه ابن جبان وابو عوالہ کما فی عمدة القاری بل اعترف هذا الفقه بتقصين ابن الصلاح حيث قال هـ رومع اضطراب كلماته حسنه الحافظ الشيخ ابو عمرو بن الصلاح هـ و هذا من ضلالة فوق ضلالة ان جعل الحديث مضطرباً مع تسليم كونه حسناً جمع بين المتنافيين فان المضطرب لكونه من الضعيف ليكون هوو الحسن متقابليين . ثم نسبتا التحسين الى الحافظ على تقدير اضطراب كلماته كما نزع عنه هذا لا شك انها من افتراءاته كيف لا وهو فيشين المبتدئين فضلا عن ابن الصلاح رأس المحدثين فانظر وايا اولى الا بصار هذا علم بالحديث يشهرونه في الامم بل بعض الجمله اطروه كل الاطرا حتى سموها ضا حاتم المحدثين والحكماء كاحول ولا قوة الا بالله . واما ثانيا فلانه متى الذي يقول روالحال ان الحديث واحد ان اراد ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صدر منه احد الالفاظ المذكورة ثم الرواة اختلفوا فيما بينهم فبعضهم روى باسم الله وبعضهم بسم الله الرحمن الرحيم وبعضهم قالوا بحمد الله وبعضهم قالوا بذكر الله كما قال تلميذه الا علم المولى بدري عالم الدين بدي من ذهب والمير تقى مسكنا فيما كتب الى محبينا عما سالت عنه من قول . والحال ان الحديث واحد وهذه الفاظه بالهندية (حديث ابتدائى تعارض كما اعترض جيب واراد هو سكتا به جبكه يثبت بوجائى . ك آنحضرت صلى الله عليه وسلم من دون باتون كما اسر فرما يلى . كيون جائز نہیں کہ وہ ہمارے سالت سے احد الالفاظ صادر ہئے ہوں پھر حیدر رواة ایک حدیث کے الفاظ میں اختلاف کر دیتے ہیں یہاں بھی اختلاف ہو گیا ہو . کیسا براہ راست حضرت رسالت کے کلام میں تعارض بتائے سے یہ بہتر نہ ہوگا کہ اس اختلاف کو رواة کا اختلاف کہا جائے اور حدیث کے اصل الفاظ ان میں سے کوئی ایک ہوں . شاہ صاحب کے نزدیک تعدد وحدت کا مدار مضمون کے تعدد وحدت پر ہے . محدثین کی اصطلاح سے آپ بھی واقف ہیں اس اصطلاح کے مطابق تعارض لازم نہیں تاو الله تعالى علم فبطلانه غير خفى على الطلبة الكرام فضلا عن العلماء الاعلام اذ حيزئذ يكون الحديث مضطرباً و بطلانه قد مضى فيما مضى ولو قطعنا النظر عما مضى فيلزمه اقامة الدليل على ما اراق قطعاً كونه مدعياً للوحدة بهذا المعنى ورويه خطر القطار ولن يستطيع ابد ولا كيفية يجوز او لعل كما قال تلميذه المحلى وما قال التلميذ ان الاعتراض لا يرد على حديث الا ابتداءً حتى يثبت انه عدل فهو وان كان لا يصدر عن رجل راشد الا انه ليس عن مثله ببعيد . الم يدر ان المعترض سائل ولا اثبات عليه عند العاقل نعم استاذك يدعى الوحدة فعليه الاثبات بلا ريبه ولو صح ما قلت ايها الحميمي في بيان معنى وحدة الحديث الكرمي فانهم بحث النسخة والمنسوخ من الاسفار ولا تبق فيها لحمل المطلق على المقيّد من تذكاروا غسل بحث الخاص العام المتعارضين فان لم تجدوا ماءً فتمموا مياه العين اذ في مثل جميع هذه للباحث من التعارض تقول ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صدر منه واحد من النسخة والمنسوخ وكذا من المقيّد والمطلق وكذا من الخاص العام والاخر من الناقلين الثقة لان ارجاع التعارض الى حضرة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اولى منه ارجاعه الى الرواة فبالنظر الى اصلاک هذا لا نسخ ولا منسوخ ولا مطلق ولا مقيّد

ولا خاص ولا عام وبطلانه لا يخفى على الخواص والعوام فتأمل حتى التأمل وهل تجترى على ان تقول مثله
 في آيات المتعارضة من القرآن من ان احدها من الله تعالى واخرى من جبرئيل عليه السلام لا
 لانه معصوم بل من الرسول عليه الصلوة والسلام لا لانه ايضا معصوم ان كنت تعتقد لا ايضا
 كذلك بل من الثاقين لان ارجاع التعارض اليهم اولى من ارجاعه الى الله تعالى بل الى جبرئيل
 بل الى الرسول عليه الصلوة والسلام فلم يبق جميع القرآن كلام الله تعالى. الله تعالى يصفون بل بعض
 من الرواة وهذه كلمة خبيثة انت قائلها ما لها من قرار سبق بها الرخصة الملعونة الذين زعموا
 ان بعض الاجزاء منه او السور او الايات اخرجها عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه او البعض اكثر
 من الصحابة حيث لم يقل احد منهم ان القرآن الموجود فيه بعض من الرواة نفوذ بالله مما يقول
 العتمة وعندنا معشر اهل السنة والجماعة كما لا يمكن في القرآن زيادة حرف ونقصان لان
 الله عز وجل خبر بقوله **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ** والكذب في خبره تعالى نقص
 والنقص عليه تعالى محال بالذات كذلك لا يمكن التعارض بين اقوال الرسول عليه الصلوة
 والسلام وما يذكر في الكتب من التعارض فليس بحسب الحقيقة بل بحسب الظاهر لعدم
 الوقوف على محامل النصوص كما هو في الكتب منصوص واذا انكشف الغطاء عن وجه المحال
 صارت النصوص معولة بما للعامل كما لا يخفى على من يعتقد بالقلب عظمة الرسول كما
 ينبغي وهو باللسان قائل **وَأَمَّا رَبٌّ** ابعاً فقوله **(فَالْعَمَلُ بِالْحَدِيثِ أَمَّا بِصُورَةِ الْجَمْعِ فَيُرَادُ**
تَكْرَامُ اللَّهِ وَتَوِيدُهُ مَا وَرَدَ فِي رَأْيِهِ تَكْرَامُ اللَّهِ) فاسد من وجهين الاول انه لما كان واحداً من
 الالفاظ المروية في هذا الحديث لا على التعيين صلازمنا عليه الصلوة والسلام والباقي
 من الرواة عليه ما قال تلميذه في التمييز لفظه الكريم عليه الصلوة والسلام كيف يصلح
 الحديث للعمل وبذل التسعى الى الجمع لا يجملوا عن الزيل هل يجمع بين قول النبي قول الراوي
 ونحن لم نوه بالعمل الا بقول الرسول الهادي عليه الصلوة والسلام الغير المتناهي -
 الثاني قد علم مما ذكرنا فيما سلف ان بسم الله الرحمن الرحيم والحمد كما مر في هذا
 الحديث كذلك ذكر الله ولم يخف عليه ايضا حيث قال رويده ما ورد في رواية بذكر
 الله فحينئذ هذا الجمع مع كونه باطلاً كما سبق ناقص ايضا لانه جمع بين الرايتين
 والمحال ان الروايات ثلث وتأييد ما جمع به بالرواية الثالثة خبط كل الخط لانه تأييد
 شكوك فيه اذ لم يتعين صدوره من الرسول عليه الصلوة والسلام على ما زعم تلميذه و
 التأييد بالشكوك فيه كما شك انّه قبيح بل غير صحيح - **وَأَمَّا خَامِسًا** - فما قال **(وَأَمَّا بَرَجُ**
الْفَرْقِ الْأَوَّلِ لان اول ما نزل من القرآن **اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ فَالتَّاسِي** يحصل بالشروع بالبسملة
 لغوية بعد الغواية وشناعة فوق الشناعة وذلك لانه ايقاع الترجيح بين قول الرسول قول
 الراوي فاي اجترأ اشنع من هذا ولما لم يتعين ان قول الرسول عليه الصلوة والسلام هو

من بین هذه الالفاظ الثلاثة فكما يمكن بعد هذا الترجيح ان يصير قول الرسول راجحاً وقول الراوى
مردوحاً كذلك يمكن ان يصير قول الراوى راجحاً وقول الرسول مردوحاً واتى بجملة افقح من هذا
ثم قال بعد ذلك (وراجع الفتح والعمدة للتفصيل) ان كان المراد بالتفصيل تفصيل هذا الجمع
والترجيح كما هو متبادر الى الذهن فغلط محض ليس فيهما منه عين ولا اتركيف وقد بينا بطلانها وايضاً
فهما مبنيان على وحدة الحديث بالمعنى المذكور وبطلانها غير خفى على لطيفة فضلاً عن صاحب الفتح و
العمدة وان كان المراد بالتفصيل تفصيل ما سيجب به اللفظ الاول فبناء على الفاسد لان هذا الترجيح لما
لم يكن فى كلامه فكيف وجه الترجيح ولو قطعنا النظر عنه فمبنى على سوء الفهم لان صاحب الفتح
لم يذكر اول ما نزل من القرآن فى معرض الترجيح حتى يعيم المحالة بل ادلا اجاب عن الاعتراض بذلك
افتتاح الكتاب بخطة نبى عن المقصود وثانياً اجاب عن ترك الحمد والشهادة بقوله (والجواب عن
الثانى ان الحديثين راي حديث الحمد والشهادة) يسا على شرطه بل فى كل منهما مقال سلمنا
صلاحتهما للجهة لكن ليس فيهما ان ذلك يتعين بالنطق والكتابة معاً فلفظه حمد وتشهد نطقاً
عند وضع الكتاب ولم يكتب ذلك اقتضاً راعى البسمة لان القدر الذى يجمع الامور الثلاثة ذكر
الله وقد حصل بها ويؤيد ان اول شئ نزل من القرآن اقرأ بسم ربك فطريق التماسى به الافتتاح
بالبسمة والاقتضار عليهما هذا كلامه الشريف يشتمل على الجوابين عن ترك الحمد الاول قول
ليس فيهما الى عند وضع الكتاب وهو الجواب لتاسع فى كلامنا والثانى قوله ولم يكتب ذلك
اقتضاً الى وقد حصل بها وهو يرجع الى الجواب الثامن فى كلامنا وان كان المراد بالتفصيل تفصيل كتب
رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الملوك وكتبه فى القضايا فركبك جداً فهذا الكلام على تقدير ان
يراد بوحدة الحديث ما ذكره التلميذ اولاً وان اراد بها وحدة المضمون كما قاله التلميذ ثانياً
فايضاً باطل لان التسمية والتحميد والذكر كلها متغايرة فى نفسها فان التسمية وان استلزم
التحميد والذكر وكذا التحميد يستلزم الذكر لكن الذكر لا يستلزم التحميد وكذا التحميد لا يستلزم
التسمية فتبغايرها لم ينج مضمون الروايات الثلث فصارت الحديث متعدياً وان اراد بالوحدة
معنى آخر فليحرج حتى يتكلم عليه وما قال التلميذ فى آخر كلامه ان التعارض لا يلزم باعتبار
اصطلاح المحدثين فناش عن العجالة والا فباى اصطلاح يلزم حتى دلل... ذكر التعارض
والجواب بين الاسلاف والاخلاف وبالجملات كلام التلميذ والاستاذ لا ينبغي الالتفات
اليه فضلاً عن الاعتماد وقد بقى خبايا فى روايا المقام تركناها خوفاً الاطنا ب فى الكلام
جواب هشتم حسب بيان امام نووى حافظ الحديث شيخ عبد القادر مهابدى كى كتاب اربعين من
ايك روايت باى الفاظ هي... كل امرئى بال لا يبدء فيه بذكر الله فهو اجزم يعنى جس ثاذا ركع
وذكر الى س استغاثت حال كركه شروع تركيا حله و به بركت ربه بركا حديث تحميد من بطور اطلاق
طراوه عام بحمد الله س بذكر الله مراد س پس جيكه حمد الله س ذكر الله مراد هو اوروه بسبح الله

تحریر کرنے سے حاصل تو یہ اعتراض ملاحظہ ہو گیا کہ امام بخاری نے بقضائے حدیث تفسیر دہ اللہ علیہ السلام طبع حکیموں تحریر نہیں کی۔ مگر جو جواب بھی
 خالی از سبب نہیں ملے گا یہ جانا ہے جو بروقت ضرورت اختیار کیا جاتا ہے اور یہاں پر ضرورت بدون اس کے منفع ہو جاتی ہے۔ کما
 ۔ باب فی الجواب الکافی۔ جواب انہم حمکے تین معنی ہیں۔ لغوی۔ عرفی۔ اصطلاحی۔ زبان سے کسی کی خوبی تعظیم یا کیا
 یہ لغوی معنی ہیں۔ انعام کے باعث نعم کی تعلیم کرنا خود قلب سے خواہ زبان سے خواہ انحصار سے یہ عرفی معنی ہیں۔ ولی تعالیٰ نے بہت کچھ
 تمہیں عطا فرمائی ہیں سب کو ان کے مقصد تخلیق کے مطابق بقدر طاقت بشری صرف کرنا یہ اصطلاحی معنی ہیں۔ شکر کے دو معنی ہیں لغوی۔ عرفی
 حمکے معنی عرفی شکر کے معنی لغوی ہیں۔ اور حمکے معنی اصطلاحی شکر کے معنی عرفی ہیں۔ جو تفسیر لغوی اور شکر لغوی ہیں عموم و خصوص میں جو کہ اس وقت
 اس لئے کہ حمکے متعلق عام یعنی نعمت اور غیر نعمت دونوں کو شامل ہے اور مورد خاص یعنی زبان ہے۔ اور شکر اسکے عکس پس نعمت کے مقابل زبان
 سے کسی کی خوبی بیان کرنے میں دونوں متعلق اور غیر نعمت کے مقابل زبان سے خوبی بیان نہیں صرف حمد متعلق ہے اور قلب یا انحصار سے انعام کے باعث
 تعظیم کرنے میں صرف شکر یا کیا جاتا ہے۔ تو اول مادہ اجتماع اور ثانی حمد کی جانب اور ثالث شکر کی جانب مادہ افراد ہو چکا عرفی اور شکر لغوی
 میں عموم و خصوص مطلق ہر اس کے حصہ میں آیا تھا۔ اور حمکے معنی عرفی نہیں عام ہر عاقل ہر مخلوق اور شکر لغوی اسکے عکس پس اس میں انعام کا شکر ہے اور
 شکر کا عاقل ہونا مستلزم ہے ہر شکر عرفی پر حمد عرفی صلاحت ہوگی عکس نہیں۔ تو شکر عرفی مادہ۔ وہ بی ماہی حمد لغوی۔ سند عرفی میں عموم و
 خصوص مطلق ہر اول عام ثانی خاص۔ اگر عموم و خصوص میں امتیاز متعلق ہے حمد عرفی اور شکر لغوی میں عموم و خصوص مطلق ہر اول عام ثانی خاص۔ شکر
 میں انعام کا شکر ہے ہر ماہر مستعمل و حمد کا شکر ہے۔ اور دونوں حمد میں امر ذی شان پہلہ سبحانہ و تعالیٰ پس اس میں حمد کے معنی ہیں۔ ان میں ہر دونوں
 ہر ایک سے حدیث تفسیر کی عمل ہو جائیگی۔ اس لئے کہ حدیث میں کسی صورت کی تفسیر نہیں اور حدیث تفسیر میں حمد سے حمد لغوی مراد لینے پر حکم حدیث کا امتثال
 صرف ایک صورت میں ہوگا جبکہ امر ذی شان پہلہ مولیٰ تعالیٰ کی جو بی زبان بیان کو کہے دل سے حمد کرنے یا کہنے سے تعمیل حکم نہ ہوگی کہ یہ حمد
 لغوی نہیں اور حمد عرفی مراد لینے پر تینوں صورتوں میں ہر ایک سے تعمیل ہو جائیگی اور حمد اصطلاحی مراد لینے پر تینوں صورتوں میں ہر ایک سے
 ہوگی بلکہ دل و زبان کا اس انحصار جملہ لغوی کی تفسیر میں صرف کر کے امر ذی شان کو شروع کیا جائے تو تعمیل ہوگی۔ الغرض حدیث
 تفسیر میں اگر حمد عرفی مراد ہے کما فی المشائی لیکن قطع نظر اس کے جو معنی بھی مراد لئے جائیں کسی صورت میں امام بخاری پر ترک حمد لازم
 قائم نہیں ہو سکتا کیونکہ ممکن ہے کہ صرف زبان سے حمد ادا کی ہو یا صرف دل سے یا دل و زبان دونوں سے یا جملہ نعمتوں کو مقصد تخلیق میں صرف کر کے
 کتاب بخاری شروع فرمائی ہو۔ البتہ حدیث میں حمد لکھنے کا حکم ہوتا تو حکم حدیث کی تعمیل نہ کرنے کا اعتراض ضرور وارد ہوتا۔ واذ لیس فی لیس
جواب ہم امام بخاری نے بحمد اللہ الرحمن الرحیم تحریر فرمائی ہے اور اسم اللہ عزوجل کی صفت حمد کہ زبان پر الحمد للہ
 کے تحریر کرنے سے حمد بھی ہوگی۔ مگر بحمد اللہ تحریر کرتے وقت زبان سے بھی پڑھی تھی اور حمد لغوی بھی ادا ہوئی ورنہ حمد عرفی متوال امام بخاری نے
 بحمد اللہ کی طرح دود شریف تحریر نہیں فرمایا حالانکہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب نشفا عن شریف میں مذکور ہے کہ طبری
 نے اپنی کتاب اوسط میں بسند جید ایک حدیث بیان فرمائی جس کے الفاظ یہ ہیں من صلی علی فی کتابہ کہ تزلزل ملائکہ نشفقہ
 ما قام اسی فی ذلک الكتاب یعنی ستیہ عالم نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنی کتاب میں دو نکاحا حسب تک
 اس کتاب میں میل نام پاک باقی دیگا فرشتے اس شخص کے لئے استعداد کرتے ہیں گے جواب۔ امام بخاری نے صل اللہ تعالیٰ علیہ
 کے نام پاک کے ساتھ دود و تحریر فرمایا ہے! اس حدیث میں کہاں ہے کہ بحمد اللہ کی طرح امر ذی شان کو دود سے شروع کیا جائے حتیٰ کہ اعتراض
 وارد ہو۔ سوال۔ مقتضی شریف میں ابو موسیٰ مدنی سے ایک روایت منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کل کلامہا یبدع فیہ صلی اللہ
 علی فھو قطع یعنی شریف النبی والشرار نے ارشاد فرمایا جس کلام کے شروع میں مجھ پر دود نہ ہو وہ بے برکت رہے گا اور بخاری کے

نکاحا
 کہ
 ہے
 کہ
 ہے

نکاحا
 کہ
 ہے
 کہ
 ہے

عشر ومن صلى على عشر اصحاب الله تعالى عليه وسلم ثلثمائة ومن صلى على مائة صلى الله عليه وما غننت له
صلوة ولم يحس جسده النار نزع به حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ تین کو قوت مادم (تمام مخلوق کی) دی گئی ہے (جنت کو دفع کو اور ایک فرشتہ کو) تو جنت (تمام آوازوں کی ہستی پر) اور
دفع (تمام آوازوں کی ہستی) اور فرشتہ جو میرے سر کے قریب ہے (تمام آوازوں کی) سنتا ہو پس جب میری امت کو فی بندہ کے ہند
یوں کہتا ہے کہ اللہ میں جہ سے جنت کا سوالی ہوئی جنت کہتی ہے لے اللہ اسکو میرا نذر سکونت عطا فرما عہدہ دیکھ فی بندہ میری امت
کے باشندوں کہتا ہے کہ اللہ مجھے "فتح" عطا فرمائے تو دفع کہتی ہے لے اللہ مجھ سے اسکو پناہ عطا فرمائے اور جب کوئی مرد میری امت مجھ پر
سلام بھیجتا ہے تو میرے سر پر اس ہنر والا فرشتہ کہتا ہو یا محمد یہ فلاں ہے حضور کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہے تو حضور اسکو جواب سے
سرفراز فرمائیں اور جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس درود بھیجیں گے اور جو مجھ پر دس درود بھیجے گا
تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر سو درود بھیجیں گے اور جو مجھ پر سو درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ہزار درود بھیجیں گے اور اس کا
بدن دفع سے سن ہو سکے گا۔ لیکن ان دونوں باتوں میں دو طرح فرق ہے۔ پہلا فرق یہ ہے کہ اس روایت میں سلام کا ذکر ہے درود کا
نہیں۔ اور پہلی بات درود کا ذکر ہے سلام کا نہیں۔ پس پہلی روایت صرف درود کی نشانی ثابت ہوئی اور اس روایت سے صرف سلام کی۔ اور
فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں چونکہ علی قبوری "وادی ہوا اسلئے" ظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ درود کی اس نشانی کا آغاز وفات کے بعد ہوا۔ اور اس بات
میں عند راسی آیا جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ یہ سلام پیش کر نیکی خدمت پر حیات ہی میں یا بعد چکا تھا اور اس نے اپنے فرض کی
کی انجام دہی فائز پشیر حیات ہی میں شروع کر دی تھی یہ سلام فرق اس طرح اٹھایا جاسکتا ہے کہ درود و سلام ایسی دو چیزیں ہیں جنکو
عموماً ایک ساتھ استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ احادیث اس پر شاہد عدل میں صحابہ کرام "قال لنبی کے بعد ہر مرتبہ صلی اللہ علیہ وسلم
ذکر کرتے تھے وصلى" میں درود کا بیان ہوا اور مسلم "میں سلام کا بلکہ اسوقت سے اب تک امت کا یہی معمول ہے کہ حضور پر نور کے نام پاک کے
ساتھ ذکر کرتے ہیں تو دونوں کو ادا لکھتے ہیں تو دونوں صرف درود یا صرف سلام پر اکتفا نہیں کرتے۔ اور جو چیزیں ایک ساتھ استعمال ہوں تو
عرب اپنے محاورات میں ایک بول کر دونوں مراد لیا کرتے ہیں اس کی قدر کے تفصیل آئندہ آیات میں جیسے بولتے ہیں "لبست الخف" میں کھوزہ پہنا
اور مراد ہوتی ہے "لبست الخفين" میں نے دونوں مونے پہنے کیونکہ دونوں عموماً ایک ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں۔ نظر ہر اس پہلی روایت
میں اگرچہ درود کا ذکر ہے سلام کا نہیں مگر مراد دونوں ہیں اور دوسری روایت میں اگرچہ فقط سلام کا ذکر ہے درود کا نہیں لیکن مراد دونوں ہیں
سوال۔ اس طرح فرق اٹھانا درست نہیں کیونکہ دونوں روایتیں متعارض ہو جائیں گی کیونکہ پہلی روایت سے یہ مفہوم ہو گا کہ درود و سلام کی
پیشی فائز کے بعد شروع ہوگی اور اس حایت سے یہ مفہوم ہو گا کہ وفات سے پشیر حیات میں شروع ہوگی ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے معانی
ہیں **جواب**۔ حسب تصریح علماء کرام محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام فضائل کمالات عطا کی گئی ہیں بلکہ درود و سلام
عطا کئے گئے اور آپ کے مراتب میں ترقی نہ انفازا نا ہوتی تھی۔ نظر ہر اس متعارض یوں تھا اور اب جائیگا کہ بتاؤ آپ کو یہ مرتبہ اور یہ فضیلت عطا ہوئی کہ
بعد وفات ایک فرشتہ قبر اللہ پر تعینات ہو کر درود و سلام خدمت قدس میں قیامت تک پیش کرتا رہے گا۔ اور اس عطا کی آپ کو خبر دی گئی تھی آپ نے
یہ خبر بیان کی کہ امت کو مطلع کیا۔ پھر آپ کے مرتبہ میں ترقی ہوئی اور اس فرشتے کو خدمت مذکورہ پر حیات ہی میں مقرر کر دیا گیا۔ تو آپ نے پھر امت
کو خبر دی کہ اس فرشتے کو خدمت مذکورہ پر حیات ہی میں مقرر کر دیا گیا۔ اور وہ متعلقہ خدمت کی انجام دہی میں فی الحال مشغول ہے اس طرح دونوں
روایتوں کے متعارض نہ ہو گیا۔ اور اس جواب کے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ ان ہر دو روایات میں مذکورہ فرشتہ ایک ہی ہے دونوں جیسا کہ علماء کرام
کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر عند راسی کو تقدیر مضامین پر معمول کیا جائے یعنی (عند راسی قبوری) تو دوسری روایت پہلی کے

ہم معنی چھائی اور وفات سے پیشتر حیات میں درود و سلام کی پیشی کا اثبات دوسری روایات سے ہوگا جو آئندہ آئووالی ہیں۔

دوسرا طریقت

یہ کہ ہر مومن کیساتھ مکہ مندرجہ ذیل روایاں جو حلی خدمت سے لڑاؤ میں کے ہر درود و سلام کو لکھنا یا گاہ رسالت میں پیش کرنا ہے یہ پیشی قابلِ ثواب اور بعد وفات دونوں میں شامل ہے۔ امام بن امیر الحاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب تجلیہ میں بحوالہ "الخصایہ" اور کافی وغیرہ کتب معتبرہ ایک حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ذکر کی کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ہر مومن کیساتھ پانچ فرشتے رہتے ہیں ایک وائیں چارچ نیکیاں لکھتا ہے اور ایک بائیں چارچ برائیاں لکھتا ہے۔ اور ایک سامنے جو بھلائیوں کی تلقین کرتا ہے اور ایک پیچ پشت جو کمزوریاں کو دفع کرتا ہے اور ایک پشتیانی کے پاس جو درود و سلام لکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

تیسرا طریقت: کچھ فرشتے عالم میں گشت کر رہے ہیں۔ ان سے متعلق یہ خدمت پر ہے کہ اُمت کا ہر درود و سلام نبوی بارگاہ میں پیش کریں چنانچہ امام احمد و غیر محدثین کرام نے بسند صحیح حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان الفاظِ اُسیہ ذکر فرمائی۔

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان للہ ملئکۃ سباحین یبلغون عن امتی السلام اھ ترجمہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ گشتی فرشتے میری اُمت کے درود و سلام کو کچھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی طاعت حیات اور بعد وفات دونوں کا کام ہے۔

چوتھا طریقت: یہ کہ ہر یوم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ماموسہ کے اُمت کے جملہ اعمال پہلی ہوں یا بخاری بارگاہ رسالت میں پیش کرتے ہیں ہر درود و سلام بھی اہل ہے کیونکہ یہ دونوں بھی از قبیل اعمال میں چنانچہ اس بارے میں امام عبد اللہ ابن المبارک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

روایت سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہما سے بیان الفاظِ ذکر کی نیت من یوم الا وتعرض علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعمال امتہ غدا وعشیا فیعن فہم بسبب اہم اعمالہم اھ ترجمہ ہر یوم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی اُمت کے جملہ اعمال

(یعنی صبح کے وقت اور بھاری) شاک کے وقت پیش کرتا ہے تو آپ اُمت کو اپنی مخصوص علامات اور اعمال کے ذریعہ جانتے ہیں سوال یوم و لیل کو کہا جاتا ہے جو زمانہ زمانہ ہر یوم کا ہوا اُمت کو ہر یوم کی طرف اعمال پیش کرنا کی نسبت کیونکہ درست ہو سکتی ہے علاوہ ازیں کہ کو بال

روایت سے یہ بات ثابت بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس آیت میں لفظ "تعرض" بصیغہ مجہول ہے۔ اور لفظ "اعمال" اسکا نائبِ عمل ہے تو تعرض اعمال کی نسبت یوم کی طرف نہیں ہوتی۔ ہاں تعرض کو صیغہ معروف قرار دیا جائے تو عرض کی نسبت یوم کی طرف ہو جائیگی کیونکہ اس تقدیر پر

"تعرض" کی ضمیر عام مرجع یوم ہوگا۔ مگر اسکو بصیغہ معروف ٹھہرا درست نہیں کیونکہ اس تقدیر پر راجع اور من جمیع میں مطابقت نہیں ہوتی جو واجب "تعرض" میں ضمیر قابلِ مسترہی ہے اور اسکا مرجع "یوم" مذکور ہے جواب "تعرض" کو بصیغہ مجہول پڑھنا اسلئے درست نہیں کیونکہ یہ

مستثنیٰ مفرغ ہو کر "لیس" کی خبر کے قائم مقام ہو اور یوم "اسم ہے اور اس جملہ میں کی ضمیر الیسی نہیں جو "اسم لیس" کی طرف راجع ہو تو مجہول ہونے کی بنا پر جملہ خبر کا عامل سے ظور لازم آئے گا جو شریعت میں باطل ہے۔ اور ضمیر مذکور مقدمہ ماننا بھی درست نہیں کیونکہ تقدیر خلاف اصل ہے جسکو

بدون ضرورت اختیار نہیں کیا جاتا اور یہاں پر ضرورت "تعرض" کو بصیغہ معروف پڑھنے سے دفع ہو جاتی ہے چونکہ "یوم" مذکورہ تحت فعل واقع ہوا اسلئے عام ہو گیا۔ اور من کی زیادت اس کے موم کو نکال دیا اور عام کی طرف ضمیر مؤنث راجع کرنا درست ہی نہیں بلکہ کلام عرب میں اکثر واقع ہے پس راجع مرجع میں مطابقت فوت نہیں ہوتی۔ باقی یہ بات کہ زمانہ ہر یوم پر تعرض اعمال کی نسبت اسکی جانب کس طرح درست ہوگی اسکا جواب

برہانے تحقیق یہ ہے کہ زمانہ ہر یوم نہیں بلکہ موجود ہوا و اتنا ہی نہیں بلکہ دراک بھی کرتا ہے۔ احادیث کثیرہ پر مشابہ ہیں۔ ان میں درکارِ اُمت لیا لی لوگوں کی موافقت اور مخالفت میں گواہی دینے اور تیسری بارے سوئے مرجع میں فرمایا: "والیوم الموعود و شاهد و مشہود و عرش تہذی

شریف میں یوم موعود کی تفسیر یوم قیامت کیساتھ وارد ہوئی اور شاہد کی یوم جمعہ کا تعلق مشہود کی یوم منور کیساتھ جب یوم جمعہ شاہد

[illegible]

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میت کو دفن کیے جب لوگ واپس جھٹے ہیں تو پہلے قوت
سلاخ بڑھ جائے گے وہ ان کے جوڑوں کی آہٹ تک سنبھالے۔

محدث ابن عبد البر کا مستند کار میں بسند صحیح عملاً اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں

کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَا مِنْ أَحَدٍ مِمَّنْ يُقْبَرُ أَخِيهِ أَلَوْ مِنْ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَلَيْسَ لَهُ

عَلَيْهِ إِلاَّ عَرَفَهُ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ (ترجمہ) جب تک کی مومن اپنے مومن بھائی کی قبر پر جائے محکومہ دنیا میں پہچانتا تھا اور سلام بھی

تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہوا کہ مرنے کے بعد قوت سلاخ اور قوت بھروسہ غیر مطلق

افزائش ہو جاتی ہے درنفعی حجاب عظیم درمیان ہونیکے باوجود قبر کے اندر دیکر بیرونی پست ترین آوازوں کا سنا جیسے جوڑوں کی آہٹ یا بیڑی

انسانوں کو دیکھنا ممکن نہ تھا جیسے کہ حالت حیات میں یہ ممکن نہیں کہ قبر میں بند ہو کر باہر کے انسانوں کو دیکھے یا باہر کی آوازوں کو سنے

جب یہ بات محقق ہوئی کہ موت طاری ہو نہیںے قوت بصر اور قوت سماع کمزور بھی نہیں پڑتی۔ چہ جائیکہ سلوب ہو تو ثابت ہوا کہ محبوب خدا کی

عالمیہ قوت بصر اور قوت سماع میں موت طاری ہونے سے اسلاف کی سپلا نہیں ہوتی جس طرح حیات میں عالم کے تمام مرئیات کو دیکھتے اور

تمام مسومات کو سنتے تھے بعد از موت بھی سب کو دیکھتے سنتے ہیں جس طرح حیات میں ہر امتی کا درود سلام بگوش خود سنتے تھے اسی طرح

اب بھی سنتے ہیں۔ (سوال) بیان بالاسے یہ بات بیشک ثابت ہو گئی کہ محبوب خدایہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر چیز کو دیکھتے اور ہر امتی

کا درود سلام کو سنتے ہیں لیکن یہ کہنا کہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ چشم خود دیکھتے اور بگوش خود سنتے ہیں چشم اور گوش تو جسم میں آتے

ہیں اور وہ مرنے کے بعد خاک ہو جاتا ہے چشم و گوش باقی ہی نہیں رہتے پھر چشم سے دیکھنا اور گوش سے سننا کیا معنی جو جواب انبیائے

کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام خاک نہیں ہوتے وہ عینہ باقی رہتے ہیں۔ وعدہ الہی وکلّ فَمَنْ رَآهُ فَانْصَبْ لَهُ كَيْدًا فَهُوَ الْمَكِيدُ کے تحت آئے

ایک آن کے لے موت طاری ہوتی ہے پھر مثل سابق حیات حقیقی جسمانی دنیاوی پر فائز ہو جاتے ہیں۔ محدث ابن مکتبہ بسند

صحیح جلیل القدر صحابی ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ محبوب خدایہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

أَكْثَرُ وَالصَّلَاةِ عَلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَانْهَ عَنْهُ مَشْهُوُونَ (ترجمہ) روز جمعہ مجھے بکثرت درود بھیجو کہ اُمس خصوصیت کیساتھ فرشتے

الشَّهَادَةِ الْمَلَائِكَةُ وَأَنْ أَحَدًا مِنْهُمْ عَلَى الْاَعْرَاضِ حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجے اس کی پیشی بلا تاخیر ہونے

عَلَى صَلَاتِهِ حَتَّى يُفْرَغَ مِنْهَا لگتی ہے یہاں تک کہ اُس سے فارغ ہو۔

ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ بعد موت بھی پیشی ہوگی۔ ارشاد فرمایا:۔

وَبَعْدَ الْمَوْتِ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَنْصَابِ أَنْ تَأْكُلَ (ترجمہ) بعد موت بھی پیشی ہوگی اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا اجسام کا

لِجَسَادِ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللَّهِ حَتَّى يَرْزُقَ کھانا حرام فرما دیا ہے تو اللہ کے تمام انبیاء زندہ رہتے ہیں انہیں ہر قسم کا لذت پہنچتا

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت محمد بن مائتہ حاضر مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز نے مسئلہ حیات

انبیاء کو بھی اجسمل آتی ہے + لیکن ایسی کہ حفظ آتی ہے + پھر اُسی آن کے بعد اُنکی حیات + مثل سابق وہی جسمانی ہے

اور اُن کی روح ہو کتنی ہی لطیف + اُن کے اجسام کی کب ثانی ہے + اُس کی ازواج کو کھاتے ہیں + اُس کا ترکہ بڑے جوفانی ہے

وہابی ابدی اُن کو رخصا + صدق و عہد کی قضا مانتی ہے

جو کلاسیاں کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بعد از موت حقیقی جسمانی دنیاوی حیات کیساتھ زندہ ہیں اسی واسطے اُنکی ازواج مطہرات کو دوسرے

محدث ابن عبد البر
صحیح بخاری
۱۵۰

سے نکاح جائز نہیں ہوا اسی واسطے ان کا ترک کرنا نہیں ہوتا۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی اپنی کتاب استغاب اشعۃ اللمعات ترجمہ فارسی مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں: "یروحات انبیاء متفق علیہا ہے ایک رادہ نے خلافی نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانچہ شہداء راست یہ پیش ثابت ہوا کہ فرشتہ انبیاء حبیب کبریا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اب بھی ہر چیز کو چشم خود دیکھتا رہا کرتی کے درود و سلام کو بخوش خود سنتے ہیں۔ البتہ جن اموات کے اجسام باقی نہیں رہے ان کا دیکھنا اور سننا روح سے ہوتا ہے جسمانی چشم و بصر جلی گوش سے نہیں۔ دلیل یہ وہم۔ دقیقہ اور طرانی وغیرہ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ سند کا اکتفاء سیدنا الشہداء حضرت ماکر حنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میرے جبرکرم سیدنا محمد سلیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: "ان اللہ عزوجل وکل بل ملکین فلائی کو عند عبد مسلم فیصلی علیہ قال ذلک الملکان غفر اللہ لک وقال اللہ ملکک جوابا للذین لست الملکین آمین۔" وکان کو عند عبد مسلم فلا یصلی علیہ قال ذلک الملکان لا غفر اللہ لک وقال اللہ عزوجل جوابا للذینک الملکین آمین۔" (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ دو فرشتے ایسے تعینات کیے ہیں کہ جب کسی بندہ مسلم کے نزدیک میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر دو بھیجے تو وہ فرشتے اس بندہ کو دعا دیتے ہوئے کہتے ہیں: "اگر اللہ تیری مغفرت فرمائے ان فرشتوں کی اس دعا پر اللہ تعالیٰ اور باقی فرشتے آمین کہتے ہیں اور اگر جس بندہ مسلم کے نزدیک میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر دو نہ بھیجے تو وہ فرشتے اس بندہ کے حق میں دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں: "اگر اللہ تیری مغفرت کرے اللہ تعالیٰ اور باقی فرشتے اس بندہ پر آمین کہتے ہیں۔" اس حدیث معلوم ہوا کہ دونوں فرشتے ہر امتی کا درود سنتے ہیں۔ اما اتر مہدی اور ابن ماجہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور پونہ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سکتا تو ذی امراۃ نر و جلی فی الدنیا کال قال من رجعتہ من الحور العین کا تو ذیہ قال لا اللہ فاما ہو عندی وخیل یوشاک ان یفارقا کالکینا۔" (ترجمہ) جب تیرا یاں کوئی عورت اپنے شوہر کو ایذا پہنچاتی ہے تو اسکی ایذا کو دیکھ کر یا سن کر حوروں میں سے اسکی بیوی جنت میں کہتی ہے کہ خدا کرے تو میرے ایذا مت پہنچا تو میرے پاس نہاں ہو غریب تجھ سے جھگڑا ہو کر ہلے پاس آئیگا۔ جنت ما تو بر آسمان سے اوپر ہے! اور حسب شادانوی زمین سے پہلے آسمان تک پانسو برس کی مسافت ہے اور اتنا ہی پہلے آسمان کا دل ہر اسی طرح ہر دو آسمان کے درمیان پانسو برس کی مسافت ہر دو اسی قدر ہر آسمان کا دل۔ تو زمین سے ساتویں آسمان تک سات ہزار برس کی مسافت ہوئی۔ اور زمین سے جنت تک کی مسافت اور زیادہ کیونکہ ساتویں آسمان کے اوپر ہے خلیفہ مامونؑ شہید کے عہد خلافت میں حکماء نے پوچھے کہ زمین کی پیمائش کی تھی تو تھریا گیا ہر ہزار چار سو بادون میل ہوتی ہے جبکہ ایک میل دو ہزار گز کا ہوتا ہے زمین کا نصف ہے صرف چوتھائی حصہ پر انسانی آبادی ہے۔ اسی واسطے اسکو چھ مسکن کہتے ہیں تو چوتھائی حصہ زمین کو قدر کی پیمائش دو ہزار آٹھ سو تریسٹھ میل ہوئی۔ مقام غور ہے کہ جب کورہ بلا ہر دو فرشتوں کی قوت سماعت اتنی قوی ہے کہ ہر مسلم امتی کا درود سن لیتے ہیں اور جو ان بہشت کی سعادت کا یہ عالم ہے کہ سات ہزار برس زیادہ مسافت پر ہر گز زمین کی آوازیں سن سکتی ہیں تو محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر امتی کا درود کس طرح نہ سنیں گے۔ حالانکہ اپنے فرشتوں اور جو ان بہشت بلکہ سارے عالم سے افضل ہیں اور تمام عالم کی تخلیق آپ کے طفیل میں ہوئی ہے اور آپ کے درمیان اتنی مسافت بھی نہیں جتنی مسافت جو ان بہشت اور زمین کے درمیان ہے۔ ایمانی عقل کسی طرح گوارا نہیں کر سکتی کہ طفیلی یکال پامیل و اصل محروم رہے بلکہ ایمانی عقل یہ حکم کرتی ہے کہ ہر مخلوق سے ہر کمال پر آپ فرد تر ہیں اور ہر نعمت آپ کو بروہہ اتم دی گئی ہے اور تمام کمالات جملہ مراتب پر ختم ہیں۔ اسی واسطے محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی اپنی کتاب مطالب الدلیل النبوۃ

میں فرماتے ہیں: ہر مرتبہ کہ وہ درمکان بروست خستہ ہر نیتے کر داشت خدا شد بروستہم۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ ہر قسم کے درود و سلام کو گوش خود سنتے ہیں۔ یلیل سوم۔ حلال مثل الخیرات شریف کی پہلی فصل کے آخر میں ایک حدیث نقل فرمائی جس کے الفاظ یہ ہیں: "قَالَ لَمْ يَأْمُرْ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَصَلَّى الْمَصَلِّينَ عَلَيْكَ مِنْ غَابَ عَنْكَ وَمَنْ يَأْتِي بِعَدَاكَ مَا خَالَهَا عِنْدَكَ فَقَالَ سَمِعَ صَلَوةَ أَهْلِ مَجْنَنِي أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَعَرَّضْ عَلَى صَلَوةِ عَيْنِهِمْ عَرَضًا" (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ جو درود کہیں دے اس وقت آپ کے اظہار ہر غائب ہیں اور جو ذات شریف کے بعد پیدا ہوں گے ان کے درود خصوصاً نزدیک کس حال میں ہیں آپ انہیں سنتے ہیں اور سنیں گے یا نہ سنتے ہیں وہ نہ سنیں گے۔ اس پر جواباً فرمایا کہ میں اپنے اہل محبت کا درود و گوش خود حسن توجہ کے ساتھ سنتا ہوں در انہیں پہچانتا بھی ہوں۔ اور دوسرے کا درود و سرعت کے ساتھ میرے کان سے گزر جاتا ہے یعنی سنتا ہوں اس کو بھی ہوں مگر حسن توجہ کے ساتھ نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ قریب بعید ہر قسم کے درود و گوش خود سنتے ہیں مگر قابل محبت کے درود حسن توجہ کا شرف پاتے ہیں اور دوسرے کو یہ شرف نہیں ملتا۔ سوال یہ بھی ہے کہ شعب الایمان میں ایک روایت ذکر کی جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ قریب درود کو آپ سنتے ہیں در بعید کے درود کو نہیں سنتے اس کو فرشتے پہنچاتے ہیں پھر یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ قریب بعید ہر قسم کے درود کو آپ گوش خود سنتے ہیں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "مَنْ صَلَّى عَلَى بَيْتِ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَى نَارِيَا أَلْبَيْتُهُ" (ترجمہ) جو شخص میری قبر سے نزدیک ہو کر مجھ پر درود پڑھے اس کو میں سنتا ہوں اور جو درود سے پڑھے وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دور سے پڑھنے والے کا درود آپ خود نہیں سنتے پھر پچھلے والے اس کو بجا کر پیش کرتے ہیں۔ جواب اول یہ روایت قابل استدلال نہیں کیلئے کہ ابوالفرج نے اس کو موضوعات میں داخل کیا ہے اور حقیقی لے اسکے متعلق کہا: "لا أصل لهذا الحديث من حديث لا عيش ولا نعيم محفوظ" یعنی اس حدیث کی طرق اعمش سے کوئی اصل نہیں ملتی۔ اور امام سبکی علیہ الرحمۃ نے اس کو معطل قرار دیا کیونکہ اسکے راویوں میں محمد بن عوفان صدی قہم بالکند ہیں ثانیاً اگر قابل استدلال تسلیم کر لی جائے تو جواب یہ ہو کہ عالمگیر قوت سمع عطا ہونے سے پہلے یا ارشاد فرمایا تھا تاکہ اس حدیث میں دو سادہ حادثات میں تطبیق ہو جائے۔ در ارشادات نبوی میں تعارض لازم آئے گا جو محال ہے۔

بارگاہ الہی میں درود شریف کی مقبولیت

امام جلال الدین محمد الرحمن سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مستطاب الكنز المذہون کے شروع میں ایک حدیث تحریر فرماتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ سیدنا نبیا محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہر جس کے لئے درود و ہزاروں ایک ایک شرق میں دو ایک مغرب میں اس کا سر زبر عرش ادھر ہر انوس زمین کے نیچے تمام مخلوق کی تعداد کے برابر اس کے ہر جس جب میری امت سے کوئی ہو یا امت مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ دیباے نور میں غوطہ لگاے جو زبر عرش ہے وہ غوطہ لگانے کے بعد ہر ایک لفظوں باندھ جاتا ہے تو ہر ایک پر سے ایک قطرہ ٹپکتا ہے اللہ تعالیٰ ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو قیامت تک اس درود پڑھنے والے کے لئے دُعا سے مغفرت کرتا رہے گا۔

سلطان محمود غزنوی کا وہ ہزاری درود شریف

جس کا ایک بار پڑھنا دس ہزار بار پڑھنے کے برابر شمار کیا جاتا ہے خاتون المفسرین علامہ الشیخ اسماعیل حقی قدس سرہ القوی اپنی

ہوا کہ رسول کی تعداد تین سو تیرہ ہے اور کتابوں کی تعداد ایک سو چار۔ دس صحیفے حضرت آدم پر اور پچاس حضرت ثبیت پر اور تیس حضرت ادریس پر اور دس حضرت یونس پر اور دس حضرت داؤد پر اور انجیل حضرت عیسیٰ پر اور قرآن کریم سرور انبیاء محبوب خدا پر علیہ علیہم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ پس اگر ہر رسول پر کتاب نازل ضروری ہوتا تو کتابوں کی تعداد بھی تین سو تیرہ ہوتی اور اگر ہر رسول کے لئے جدید شریعت شرط ہوتی تو لازم آئیگا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام رسول ہوں کہ چونکہ جدید شریعت رکھتے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر عامل تھے۔ کما فی البیضاوی حالانکہ قرآن کریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے رسول ہونے کا تصریح موجود۔ اُن کے حق میں ارشاد ہوا۔
وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا جَوَاب علامہ سید شریف شامی مواتع جو اُٹھا فرماتے ہیں کہ رسول کے لئے کتاب شرط ہے اگرچہ اُن پر نازل نہ ہوئی ہو۔
پس ہو سکتا ہے کہ چند رسولوں کے پاس ایک ہی کتاب ہو جو صرف ایک رسول پر نازل ہوئی تھی۔ باقی حضرات کے پاس بھی یہی رہی اور اُسی پر عمل فرمایا۔
اور اگر ہر رسول پر کتاب کا نزول شرط مانا جائے تب بھی تعریف محدود نہیں ہو سکتا۔ پہلا ایک کتاب متعدد مرتبہ نازل ہوئی ہو جیسے کہ سورہ فاتحہ و مرتبہ نازل ہوئی۔ لیکن صرف ایک رسول کی جانب سے اس لئے مفسوب کیا گیا کہ ابتدا اُن پر نازل ہوئی تھی پس نظر میں آتا کہ کتاب کی تعداد اسلئے سے کم ہوئی۔
تعریف رسول میں اشتراک کتاب کے معنی میں ہوا۔ مگر اس جواب کے علمائے اعلیٰ نے ضعیف قرار دیا کہ روایت کے مقابلے میں احتمال کافی نہیں۔ اِن کو احتمال سے مگر ایک قول ہوتا تو یقیناً تعریف بے غلط تھی۔ دوسری افریقہ نبی اس لشکر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو اور رسول شریعیسما تہ مخصوص نہیں بلکہ لائیکس بھی رسول ہیں پس اس تقدیر پر بھی رسول درہی میں عموم و خصوص مطلق ہو اگر رسول عام کہ بشرا و ملائکہ دونوں کو شامل درہی خاص کہ لشکر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اہل تحقیق نے اسی فرق کو اختیار فرمایا تیسری افریقہ رسول وہ ہیں جو جدید شریعت رکھتے ہوں درہی وہ ہیں جنکو جدید شریعت نہ دی گئی ہو۔ اس تقدیر پر دونوں میں تباین کی نسبت ہوگی لیکن یہ فرق خلاف قرآن ہے۔ خصوصیت اسم علیہ السلام کے حق میں ارشاد ہوا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا حالانکہ اس فرق کی بناء پر ایک شخص رسول درہی دونوں نہیں ہو سکتا۔
چوتھا فرق دونوں میں نسبت تساوی ہے۔ ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول صرف اعتباری تقاریر سے یعنی جن کے حق میں لفظ رسول یا ارسلنا یا کوئی اور لفظ قرآن کے ہم معنی فرمایا گیا وہ رسول ہیں اور اس حیثیت سے کہ انہوں نے احکام الہی کا خلق کیواسطے اُتار دیا یا یعنی ان کی خبر دی۔ نبی کہلاتے ہیں مگر یہ فرق بھی درست نہیں کہ آیت وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعْنَهُمْ ذٰلِكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اسکی مساعدت نہیں مانتی اسلئے کہ اس آیت میں نبی کیواسطے لفظ ارسلنا ارشاد ہوا حالانکہ قائلین تساوی کے نزدیک لفظ ارسلنا رسول کو نبی سے ممتاز کرنے کیواسطے ہے اور دونوں اعتباری تقاریر اس پر مبنی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ دونوں میں یہ فرق کرنا بھی درست نہیں۔
(قول) کلام اور لفظ باعتبار اصل لغت حروف مبطل اور معانی میں۔ سے ایک ایک حرف پر بھی بولے جاتے ہیں اور ایک کے زیادہ پر بھی خواہ مفید ہو یا غیر مفید مگر قول مفید میں مشہور ہے اور کلام مرکب میں اور لفظ اپنے اطلاق پر بعض کے نزدیک فعل اس مرکب کہتے ہیں جس سے فائدہ تام حاصل ہو اور کلام اس مرکب کو جس سے فائدہ تام حاصل نہ ہو اور بعض کے نزدیک فعل لفظ جو زبان کے لفظ خواہ تام ہو یا ناقص خواہ مفید ہو یا غیر مفید قرآن پاک میں شاد فرمایا۔ مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اور بعض کے نزدیک قول کا اصل استعمال مفوس ہے باقی میں خلاف اصل کذا فی الرضیٰ اور قول مصدری معنی میں بھی آتا ہے۔ دونوں تقدیر پر لفظی اور لفظی شامل بقریۃ انصاف الی اللہ یہاں پر قول سے مراد قول لفظی ہے۔ لفظی نہیں کہو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے زبان نہیں جس کے قول لفظی صادر ہوتا ہو۔

بَابُ النُّحُو

(بَاب) از قبیل اسماء معدودہ ہے لہذا اپنی بر سکون اور محل اعراب بھی نہیں وَمَا قَالَ مَوْلَانَا اَلْهُوَ شَاہُ فِیْ فِیضِ الْمَلَکُوتِ مِنْ اَن

لفظ الہاب مضاف اور معنی کشتی و ثلث فہمینی علی الغفلة فان معنی وثلث لیساً من المبنيات کما لا یخفی علی
الطلبة یا مرفوع ہے منون یا باب کی جانب مضاف ان دونوں تقدیر پر ہذا محذوف کی خبر ہے۔ سہو ال مابعد کی جانب مضاف ہونا
بوسیت نہیں۔ اس کے کابعد جملہ ہے اور جملہ کی طرف صرف کلمہ لفظ مضاف ہے ہر طرف لفظ باب نہیں ہیں وہ لفظ یہی۔ اس کے ان
تحتی۔ لفظ آیت کی بعضی علامت۔ ذوال لادن۔ سمائیث۔ قول۔ قائل۔ کذا فی المعنی کا بن هشام جواب۔ حکیم ایت
ہے جبکہ جملہ مضاف الیک اس کے معنی مراد لئے جائیں اور اگر معنی مراد نہ ہوں جیسا کہ اس مقام پر تو مکررہ بالا لفظ الیہ جملہ کی طرف مضاف
ہونے کے لئے غماض نہیں دوسرے الفاظ بھی مضاف ہوتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے۔ معنی لا الہ الا اللہ اثبات الا لہیۃ للہ تعالیٰ
اد قول اللہ من اجل۔ مجرور ہے اس کے کابعد مضاف الیہ پر معطوف ہو۔ اس تقدیر پر آیت مذکورہ ترجمہ الباب میں نقل ہوگی۔ یا مرفوع مبتدا
ہے انا او حینا الخ خبر ہے۔ اس صورت میں آیت مذکورہ ترجمہ الباب میں نقل نہ ہوگی۔ سہو ال پھر امام بخاری نے آیت کو کیوں ذکر فرمایا
جواب امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کہ کئی ایات نقل فرماتے ہیں جن کو ترجمہ الباب سے مناسب نہ ہوتی ہے ترجمہ الباب و آیت میں
وحی کا ذکر ہے اتنی مناسب تو ظاہر ہے مگر اس مقام پر مذکور آیت کے نقل کرنے سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ ترجمہ الباب میں وحی سے
سے وہ وحی مراد ہے جو اس آیت میں مذکور ہے یعنی وحی رسالت۔ قال مولانا النور شاہ فی فیض الباری و الغرض منہ
بیان مبدء الوحي انه هو سبحانه و تعالى انه اى اكان مبدءاً لهذا الوحي هو مبدءاً وحی نوح علیہ السلام
و النبيین من بعدہ فوجب لاهل الکتاب سیر أن يؤمنوا بکما آمنوا بوجہہ و انه لما كان مبدءاً ههما
واحداً فانکار هذا الوحي كانہ انکار لوجہہم ایضاً اقول بل الغرض من ذکر هذا کلاکۃ فی هذا المقام الا
شارة الى ان المراد بالوحي فی ترجمۃ البلب ما هو المراد بالوحي فی هذه الکلاکۃ یعنی وحی المرتالہ کما یتفق
من التشبيه وهذا هو الصواب کما لا یخفی علی اولی الالباب۔ اما ما ذکرہ هذا فهو المقصود من ان الہا
کما ذکر فی التفاسیر کا من ذکرہا فی هذا المقام کما فہم هذا الخبر۔

باب الصفوف

(باب) اصل میں بَوْبُ تھا اور متحرک بوجہ الفتح ما قبل الفت منقلب ہوا رکبان (اصل میں کون تھا تعلیل ف کو اس میں بھی جاری ہوئی۔ کیونکہ سے مشتق ہے لغز وجلی) دراصل غز و زو جلی تھا۔ ایک جنس کے دو حرف جمع ہوئے اول کو ساکن کو کے دوسرے میں وہ خام کر دیا۔

بَابُ التَّفْسِيرِ

امام بخاری علیہ رحمۃ الہامی نے آیت کا ایک حصہ بقدر ضرورت ذکر فرمایا۔ پوری آیت یوں ہے۔
 اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَلِمَاتِ الْكِتَابِ وَاجْعَلْ لِّلرَّاسِخَاتِ فِيْهِ اٰیٰتٍ مِّنْهُ لَعَلَّہُمْ يَرْجِعُوْنَ اِلَیْہِمْ وَاَوْحَيْنَا اِلَیْہِمْ اَنْ یَّخْلُصُوْا لِحُكْمِ الْیَوْمِ
 ہم نے تجھے محبوب بننے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے وحی نوح اور ان کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق
 و یعقوب و اکلہ سبطا و عیسیٰ و ایوب و یونس و ہارون و سلیمان و اذینا و ذرہوسا۔
 اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کو وحی کی اور ہم نے ان کو کلمہ اور حکم فرمایا۔
 شان نزول یہود و نصاریٰ نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ ان کے لئے اسلان سے کیا رکھنا کتاب

تیسرے عبد اللہ بن ابی لہصری ان سے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کی اور امام ترمذی نے شامل میں اور صحاح میں اس نام کے صرف ایک ہی صاحب ہے یعنی عبد اللہ بن ابی بکر بن مطلب بن ہاشم (سفیان، بن عیینہ، امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مشائخ سے ہیں۔
 سلسلہ سحری میں پیدا ہوئے اور کم جب ۱۹۵ھ میں وفات پائی۔ (یحییٰ بن سعید کاظمی، انصار کی طرف نسبت ہو اور انصار
 نصیر یا ناصر کی جمع ہے مگر معنی جمعیت مراد نہیں قبیلہ اوس اور خزرج کا اسلامی لقب، اسی واسطے یا نسبت لاحق ہو جاتی ہے ورنہ حج
 ساتھ یا نسبت کا حقوق درست نہیں مدنی مشہور تابعی اور ائمہ مسلمین سے ہیں۔ خلیفہ منصور نے عراق بلا کر مقام ہاشم میں عہدہ تصنا
 چھامور کیا تھا۔ اور وہیں پر ۳۳۵ھ یا ۳۳۶ھ سحری میں وفات پائی مکتب حدیث میں اس نام کے راوی کل تواتر ہیں (الیتی، تیم کی طرف نسبت
 ہے اور تیم بہت سے قبیلوں کا نام ہے۔ ان میں ایک تیم قریش بھی ہے یہاں پر کسی کی طرف نسبت ہے۔ سلسلہ سحری میں وفات پائی۔ (الیتی،
 یث بن بکر کی جانب نسبت ہو۔ ابو واقد کثمت بن ابی عمرو بن منذر نے صحابہ پر بعد جمہور نے تابعین میں شمار کیا حسب بیان امام حاکمی
 عہد نقوی میں ولادت ہوئی اور عبد الملک بن مروان کے عہد حکومت میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی۔ صحاح ستہ میں علقمہ بن
 وقاص نام کا بھران کے کوئی راوی نہیں (عہد بن الخطاب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام قبل کے تیرہ برس بعد آپ پیدا ہوئے۔ اٹھائیس
 ذی الحجہ ۳۳ھ سحری بروز پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ ۶۳ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور سعید صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس
 میں مدفون ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو فضل اور لقب فاروق ہے قہم الاسلام ہیں۔ چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں یا اثنا لیس مردوں اور
 تیرہ عورتوں یا اثنا لیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد اسلام لائے۔ حضرت خیر بن علیہ السلام نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا
 یا اے رسول اللہ! آسمان والے حضرت عمر کے اسلام پر خوشیاں مناسبت ہے میں خلیفہ اقل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 استحقاق ان کے بعد ماہ جمادی الاخریٰ ۳۳ھ سحری میں مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ خلافت کی طرح آپ کا مرتبہ فضل بھی صدیقی مرتبہ
 کے بعد ہے۔ دس سال چند ماہ خلافت کی خدمات انجام دیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ روزانہ گیارہ لقمے سے زیادہ طعام تناول فرماتے تھے ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت حفصہ اور حضرت عبداللہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ اگر آپ عمدہ غذا استعمال فرمائیں تو امور خلافت کی انجام دہی میں کفایت پہنچائی فرمائی کہ تم سب
 کی یہی رائے ہے عرض کیا جی ہاں فرمایا بہت باری یہ خبر غواہی مجھے معلوم ہوئی مگر میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کو ایسے راستے پر چھوڑا ہے کہ اگر میں اس راستہ کو ترک کروں تو منزل پر مجھے دونوں دستیاب نہ ہو سکیں گے۔ حضرت انس بن مالک
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ آپ کے تین دوشانوں کے درمیان چار پیوند لگے تھے۔ ابو عثمان نہدی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو
 ایک تہن پہنچا دیا جس میں چوڑے کا پیوند لگا تھا جنس شام کے مالک فتح ہوئے اور آپ نے ان ممالک کو اپنے مملکت قدم سے مرفوز فرمایا اور
 ان کے امراء و علماء آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے اس وقت آپ اپنے شر پر سوار تھے آپ کے خاص خدا سے نعرہ نکالا۔ امیر المؤمنین شام
 کا برونشرف حضور کی ملاقات کے لئے آئے تھے میں مناسب ہو گا کہ حضور گھوڑے پر سوار ہو جائیں تاکہ آپ کی شوکت و ہمت ان کے قلوب میں
 جاگیر ہو فرمایا اس خیال میں نہ لیجئے کام بنائے والا اھ ہی ہے ایک مرتبہ قیہر دم کا قاصد مدینہ شریف میں امیر المؤمنین کو تلاش کرنے
 لگا۔ تاکہ بادشاہ کا پیغام آپ کی خدمت میں عرض کرے لوگوں نے بتایا کہ امیر المؤمنین مسجد میں ہیں چنانچہ وہ مسجد میں یاد کیا کہ ایک
 صاحب بیوند مذہب سے کھڑے پہنچے ایک اینٹ پر سہکے لیٹے ہیں۔ یہ دیکھ کر باہر آیا اور لوگوں سے امیر المؤمنین کا پتہ دریافت کرنے لگا
 لوگوں نے کہا کہ مسجد میں تشریف فرما ہیں کہنے لگا کہ مسجد میں سوئے ایک لقمہ پوس کے اور کوئی نہیں صحابہ کرام نے فرمایا وہی دلق پوس ملا
 امیر خلیفہ ہے قیہر کا قاصد پھر مسجد میں آیا اور بخور سے امیر المؤمنین کے چہرہ مبارک کو دیکھنے لگا۔ دل میں ہیبت و محبت پیدا ہوئی اور آپ کی

طریقہ علم سحری میں مذکور ہے

منہ

ن

تھا نیت کا پڑا تو اس کے دل میں جلوہ گر ہو گیا۔ ہشتوی مہر و ہیبت، ہمد و صدیک و گر + اس دو مندر را جمع دید اندر جگر
گفت با خود من شہاں را دیدہ ام + گرد سلطان را بہرہ گردیدہ ام + از شہانم ہیبت و تہمت نبود + ہیبت میں مرد ہوشم در بود
رفتہ ام در شیعہ شیر و پلنگ + روئے من زیشان گردانیدہ نگ + بس شدم اندر مصاف کارزار + ہم چہ شیر آن دم کہ باشد کلزار
بس کہ خودم بس ز دم زخم گراں + دل قوی تر بودہ ام از دیگران + بے سلاح اس مرد عتہ بنویں + من بہفت اندام لرزاں میں نہیں
ہیبت حق است اس میں ز خلق نیست + ہیبت میں مرد صفا و حق نیست + حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں میں نے دیکھا
کہ فاروق اعظم تشریف لائے ہیں دونوں شانوں پر پانی کا مشکیزہ رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ کیلئے یہ نہا نہیں جو باغی
کے وقت چند مذکورے پاس مطہر و منقار ہو کر آئے تو میرے نفس میں عجب پسند ہو گیا میں نے چاہا کہ اس طرح کفری کروں یا کہ وہ پیدائند عجب
زائل ہو جائے پھر اس طائی کے مشکیزہ کو کسی نصاریٰ طاقتوں کے مکان پر جا کر ان کے برتن میں ڈال دیا حضرت عامر بن ربیع فرماتے ہیں - میں
امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھا جب آپ بعزم حج غزیرہ سے روانہ ہوئے آمد رفت میں امراء و خلفاء کی طرح آپ کے لئے خیمہ
نصب کیا گیا لہذا میں جہاں قیام فرماتے اپنے کپڑے اور بستر کی خدمت پر ڈال کر سایہ کر لیتے ایک زبر بستر منہر و عطا فرماتے تھے۔ پھر کا مسئلہ
زیور بحث آیا آپ فرمایا مہر گراں کئے جائیں اور چالیس اوقیہ سے زیادہ ہرزہ مقرر کیا جائے (ایک اوقیہ چالیس درہم کا تھا اور دس درہم اچکل کے
حساب دو روپیہ بارہ آنے ۹ چھ پائی کے ہوتے ہیں) اسلئے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ازواج کا مہر چالیس سے زیادہ ہرزہ
فرمایا لہذا جو کوئی آج کی تاریخ سے اس سے زیادہ ہرزہ مقرر کرے گا تو وہ زیادتی بیت المال میں اخل کرنی جائیگی جو رولوں کی صفت سے ایک ضعیفہ
کو عرض کیا اے امیر المؤمنین ایسا کہنا آپ منصب علی کے لائق نہیں۔ مہر اللہ تعالیٰ نے عورت کا حق قرار دیا ہے وہ اس کے لئے حلال ہے اس کا
کوئی حق عورت کس طرح ریا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَأَقْبَلْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قَنْطَارًا فَالَا تَأْخُذْ وَأَمِنَهُ**
نَفْسًا آپ نے نو اوقیہ دریغ واد انصاف ہی اور فرمایا امر آقا اصابت ورجل خطا عورت ٹھیک پہنچی اور مرد نے خطا کی پھر
ممبر ہی پر اعلان فرما دیا کہ یہ عورت صحیح کہتی ہے میری غلطی تھی جو جاہو مہر مقرر کرو۔ اور فرمایا **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي كُلَّ امْسَانٍ** افتخار من
عمرو یا رب میری مغفرت فرما ہر انسان عمر سے زیادہ ذریک ہے۔ **ابو نعیم** و غیرہ محدثین نے معتبر طریقہ سے روایت کیا ہے کہ
امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں جمعہ کا خطبہ پڑھتے تھے شام خطبہ میں تین مرتبہ فرمایا یا سائرین یا ایہ الجبل یعنی اے سائر
پہاڑی اے اے حاضرین متعجب ہوئے کہ شام خطبہ میں یہ ندا کیوں ہوئی آپ دریافت کیا کہ آج آپ نے خطبہ فرماتے یہ ندا کیسی فرمائی۔
ارشاد فرمایا کہ اسلامی لشکر جو ملک عرب میں مقام نہاد و نڈ پر کفار کے ساتھ مصروف جنگ ہے میں نے دیکھا کہ کھانا اسکو دونوں طرف گھیر کر
مارنا چاہتے ہیں اس حالت کو دیکھ کر میں نے امیر لشکر کو پکار کر کہہ دیا کہ اے سادہ پہاڑی آؤ۔ یہ لشکر لوگ منتظر ہے کہ لشکر سے کوئی خبر آئے
تو قبیلہ کی حال دریافت ہو کہ عرصے کے بعد حضرت ساریہ کا قاصد خط لکھا آیا اس میں تحریر تھا کہ جسکے در و دشمن سے مقابلہ ہوا تھا خاص خانہ
جس کے وقت جہنم میں لفظ ناسی یا سائرین الجبل سے سنا کہ یہ پہاڑ سے مل گئے اور میں دشمن پر غلہ حال ہوا اور دشمن کو ہزیمت ہوئی
سُبْحَانَ ان اللہ خلیفہ اسلام کی نظر مدنیہ طیبہ سے نہادند میں لشکر کا ملاحظہ فرماتے اور یہاں سے ندا کرے تو لشکر کو اپنی آواز سنائے نہ
کوئی دور میں ہے نہ شیلی فون ہے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی غلامی کا صدقہ ہے۔ **ابو البیہق** نے کتاب **العصمۃ**
میں تحریر کیا ہے کہ جب مہر فخر ہوا تو ایک دربار شہدگان مہر نے حضرت عمرو بن العاص سے حاضر ہو کر عرض کیا جو اس وقت خلافت فلاذقی
کی جانب مہر کے گور تھے کہ اے ہمارے امیر درماتے نیل کی ایک کم ہے جب تک سکون نہ کیا جائے دیا جاری نہیں رہتا انہوں نے دریافت
فرمایا وہ کم کیلئے عرض کیا کہ اس ہمینہ کی بارہ تاریخ ہم ایک کنواری لڑکی کو اسکے والدین سے لیکر عمرہ لباس اور نفیس زیور سے سجھا کر بھیجیں

نہاں میں نہیں

نہاں میں نہیں

نہاں میں نہیں

میں لائے ہیں حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ اسلام میں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور اسلام پر اپنی ذمہ داریوں کو مٹا کر اسے پس نہ رکھ کر قوف کی گئی اور ہر دین کا پائے کم ہونے لگا اور وہ اپنی میں کی محسوس ہونے لگی یہاں تک کہ لوگوں نے وہاں سے ترک سکونت کا قصد کیا یہ دیکھ کر حضرت عمرو بن العاص نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تمام واقعہ لکھ بھیجا جواب میں تحریر فرمایا تم نے ٹھیک کیا ایک سلام ایسی ہی کو کرنا تھا ہے میرے اس مراسلہ میں ایک خط ہے اسکو دیا کہ نیل میں الدین حضرت عمرو بن العاص کے پاس جب امیر المؤمنین کا مراسلہ پہنچا اورو انہوں نے وہ خدا ایس سے نکالا تو ایس لکھا تھا ان صاحب بندہ خدا عمر امیر المؤمنین بسط نیل مصر بولہ حمود ملاقہ انکار تو خود جاری ہے تو جاری نہ وہاں اگر کوئی تھا نے تجھے جاری فرمایا ہر تو لاشہ واحد تھا اسے درخواست کرتا ہوں کہ تجھے جاری فرمائے حضرت عمرو بن العاص نے وہ خط دیا کہ نیل میں الدین ایک شب میں سولہ گز باقی بڑھ گیا اور ٹھیکٹ چٹھل کی رسم مصر سے بالکل موقوف ہو گئی صحابہ میں عمر بن خطاب نام کے اور کوئی صاحب نہیں۔ البتہ راویان حدیث میں اس نام کے چھ حضرات ہیں۔ (۱) اکوفی (۲) ابیسی (۳) اسکندری (۴) عنبری (۵) بھستانی (۶) سدی (۷)

بَابُ اللَّغَةِ

(سمعت) سماع یعنی شنیدن سے مشتق ہے۔ معنی یکے مفعول ہے۔ مفعول کے بعد فعل مذکور ہو وہ حال ہو تب اسے اور سمع لہ معنی اچاہا اور سمع منہ یا لہ معنی اعطاء اور سمع الیہ معنی اصغی (المناد) ذہب معنی ارتقاء سے ماخوذ ہے۔ سوال اس کے کہ دن پہ پہ ہالانکہ اس کے معنی مخصوص موضع ارتقاء ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسم ظرف ہوگا اسم ظرف اس دن نہیں کہ تا وہ تو بیستم آگیا ہے۔ اسب یسم الدنیل سئلے لاسم لاسکو کہتے ہیں جولہی چیز پر دلالت کہ جس کی واسطے سے قائل کا اثر مفعول تک پہنچے منبر پر تعریف صادق نہیں کی۔ ابتدا و مخصوص موضع ارتقاء کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ یا خلاف قیاس اسم ظرف ہو۔ مطلقا موضع ارتقاء کیلئے وضع ہوا ہے۔ غرض استعمال سے معروف موضع ارتقاء کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔ (الاسعمال) عمل معنی کلمہ کی جمع ہے۔ اعمال اور افعال یہ معنی ہیں مگر استعمال میں فعل سے عند الاطلاق افعال جواہر متبادر ہوتے ہیں۔ بخلاف اعمال کہ وہ فعل جواہر اور فعل سان افعال قلب سکون مثال ہے ماسی واسطے انما الاعمال فرمایا گیا۔ حال فی فیض الباری (و اما لفظ الاضلال بالنیات لان بین العزل الفعل فرقا فاعل ساختن والفعل کردن یعنی ان العمل فی مایتمادی و یطول بخلاف الفعل لندا قال و اعلوا و اعلوا و اعلوا ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات و لم یقل اعلوا و فعلوا لالہ علی الذین آمنوا و الاستسلام) قول هذا الفرق باطل قطعاً و لند لان قوزہ بخلاف الفعل ان کان معناه ان الفعل فیما لا یتما دی و لا یطول فقط فہذا لیدل علی قسور نظریۃ فی لفظ کیف قد قال اللہ تعالیٰ فی کلامہ العظیم و اعلوا الخیر قال فی الجلالین تحت قوله تعالیٰ الخیر کسلة الرحمة و حکم الاملاق و قال فی حاشیئہ الفی فی غیریہ ما من الخیرات الواجبة و اللندبة مشیرا الی ان اکاد فی قول المعصوم کسلة الرحمة للتمثيل لیست کان الاستقصاء و جملة الخیرات داخلہ تحت لفظ الخیر و کثیر و ما یتما دی و استعمال فی القرآن اعلوا فیما یتما دی و یطول فالفرق بین العمل بالفعل و هذا الخیر و غیرہ و ان کان معناه ان الفعل اعم فیستعمل فیما یتما دی و فیما لا یتما دی ان کان لاحق الکلام بابی عنہ فنقول کلام اللہ تعالیٰ لا یساعده ایضا حیث قال تعالیٰ و اللہ خلقکم و ما عتقکم و قال تعالیٰ ان اللہ بما یعلمون محیط فالایۃ الاوئی اور دھا العلماء فی کتب الکلام لابنات مخلوقہ جمیع افعال العباد فہذا لافعال لغير المتما دیۃ خارجہ عنھا و لاندۃ افعال عتہ سیکۃ و لایۃ الثانیۃ افادت ان احاطتہ تعالیٰ شاملۃ بجمیع الاعمال متما دیۃ کانت

و اما لفظ الاضلال بالنیات لان بین العزل الفعل فرقا فاعل ساختن والفعل کردن یعنی ان العمل فی مایتمادی و یطول بخلاف الفعل لندا قال و اعلوا و اعلوا و اعلوا ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات و لم یقل اعلوا و فعلوا لالہ علی الذین آمنوا و الاستسلام) قول هذا الفرق باطل قطعاً و لند لان قوزہ بخلاف الفعل ان کان معناه ان الفعل فیما لا یتما دی و لا یطول فقط فہذا لیدل علی قسور نظریۃ فی لفظ کیف قد قال اللہ تعالیٰ فی کلامہ العظیم و اعلوا الخیر قال فی الجلالین تحت قوله تعالیٰ الخیر کسلة الرحمة و حکم الاملاق و قال فی حاشیئہ الفی فی غیریہ ما من الخیرات الواجبة و اللندبة مشیرا الی ان اکاد فی قول المعصوم کسلة الرحمة للتمثيل لیست کان الاستقصاء و جملة الخیرات داخلہ تحت لفظ الخیر و کثیر و ما یتما دی و استعمال فی القرآن اعلوا فیما یتما دی و یطول فالفرق بین العمل بالفعل و هذا الخیر و غیرہ و ان کان معناه ان الفعل اعم فیستعمل فیما یتما دی و فیما لا یتما دی ان کان لاحق الکلام بابی عنہ فنقول کلام اللہ تعالیٰ لا یساعده ایضا حیث قال تعالیٰ و اللہ خلقکم و ما عتقکم و قال تعالیٰ ان اللہ بما یعلمون محیط فالایۃ الاوئی اور دھا العلماء فی کتب الکلام لابنات مخلوقہ جمیع افعال العباد فہذا لافعال لغير المتما دیۃ خارجہ عنھا و لاندۃ افعال عتہ سیکۃ و لایۃ الثانیۃ افادت ان احاطتہ تعالیٰ شاملۃ بجمیع الاعمال متما دیۃ کانت

او غیر متماں بہ والقول بخلافہ واللہ کلمۃ قبیحۃ ومع قطع النظر عن ہذا اکلہ نقول قولہ تعالیٰ سأل الخ
 والصالحات الذین اورد ہما ہذا ایختصاص بالمتماں لا واللہ العادی۔ ہذا الکلام متماں علی تقدیر
 انیکون المراد ان التماں معتبر فی متعلق العمل بخلاف الفعل کما بنا دی علیہ قولہ یعنی ان العمل فیما
 یتماں وان کان المراد ان التماں ملحوظ فی مفہوم العمل بخلاف الفعل کما یستفاد من آخر کلامہ یعنی ان
 علی الدوام والا استمرار فقول علی ہذا التقدير ایضاً یجری الشقان السابقان فی قولہ بخلاف الفعل علی کل تقدير
 لا بدلہ من النقل ولا فهو خلاف العقل علان ما ذکرنا من الآیات الا ان فہو علی بطلانہ برہان وضرور
 و سیظہر ان ہذا لا یقدر علی اظہار ما فی الجہان بکلام خال عن القصور والنقصان ولو سلم
 ہذا الفرق تطبیقاً لقلبہ فایۃ فائدۃ ترتبت علی ذالک۔ اھمدان ہذا الفرق یدل علی ان المراد فی الحد
 بالاعمال لا فعال المتماذیۃ فلا فعال المتماذیۃ بالذاتیات دون الغیر المادیۃ فان کان ہذا لہو المقسم
 فہو عندنا علی الالباب غیر محمود بل مردود ولعل الوجه فی اختیارہ لکمال اعمال دون الافعال ما ذکرہ
 العلامة عبد الحکیم السیالکونی فی حاشیئہ علی الخیالی من (ان المتبادر من الافعال عند الاطلاق العمل
 الجوارح) بخلاف الاعمال فاھا تشتمل فعال الجوارح والقلب کلھا اما اطلاق العمل علی فعل الجوارح فقط
 لا یحتاج الی النقل والمخصص یسلہ واما اطلاق العمل علی فعل القلب فمع قطع النظر عن الآیات المذکورۃ الدالۃ
 علیہ نقول انہ مؤید بالمحدث الذی فیہ البخاری رحمۃ اللہ علیہ البہاری فی کتاب الایمان عن ابی حمزہ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ قال سئل ہول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ای العمل افضل فقال ایمان باللہ ورسولہ
 قیل ثم ما اذا قال الجہان فی سبیل اللہ قیل ثم ما اذا قال حج مبرور۔ فہذا المحدث کما یتأید بوسطہ و
 آخرہ اطلاق العمل علی فعل الجوارح کن الذین یتأید باقلہ اطلاق العمل علی فعل القلب فالاعمال علی ہذا
 اعم من الافعال فلذا اختارہا دون الافعال لعموم الاعمال قال المحقق الشیخ عبد الحق المحدث
 الدہلوی قدس سرہ القوی فی شیعۃ اللمعات ما ترجمہ المحدث فی الفہرست یعنی حج عمل قلب قالہ
 اخذ وترك قولہ فعل جوارح انما یتناول بہ قولہ معتبر بنورہ وکولہ بدان ترتب نکرود واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال
 (النیات) نیتہ کی جمع ہے اور نیت وہ کچھ ارادے کو کہتے ہیں کسی چیز کا بھی ہو۔ اور اصطلاح شرع میں صرف ارادۃ طاعت کہتے
 ہیں جو طاعت کیساتھ مقرر بھی ہو کما فی التلویح یہاں پہلی معنی مراد ہیں کما فی شیعۃ اللمعات نیت اور قصد اور عزم قلب کچھ
 ارادہ ہونے میں مشترک ہیں اگر فرق یہ کہ عزم سر ارادے کو کہتے ہیں جو فعل پر مقدم ہو۔ اور قصد وہ ہے جو فعل کے ساتھ ہو اور نیت وہ ہے جو
 منوی معلوم کیساتھ مقرر ہو یعنی نیت میں قرآن کیساتھ یہ بھی معتبر ہے کہ بروقت تعلق نیت منوی معلوم ہو۔ ارادہ اس صفت کو کہتے ہیں
 جس سے دو متساوی چیزوں میں سے ایک کو ترجیح دی جائے خواہ یہ صفت قدیم ہو یا حادث نیت قصد عزم میں ملے اور سارہ معتبر ہے
 اسی واسطے ان کا اطلاق جناب باری عزائم میں درست نہیں بخلاف ارادہ کہ اس کا اطلاق صحیح ہے قال فی فیض البہاری (واعلم ان
 المستبر فی الارادۃ ہوا اصل المراد ولا یعتبر فیہ عزم المرید بخلاف النیتۃ فاھا یعتبر فیہ عزم المرید
 لا کیاد یتراک معھا ذکر الغرض فیقال نوبت لکذا بخلاف الارادۃ فانہ لیستعمل بدون ذکر الغرض ایضاً
 فیقال اراد اللہ سبحانہ ولا یجوز ذکر الغرض دلایۃ لایقال نوبت اللہ بل یقال اراد اللہ اقول حاصلہ ان النیت

لما اعتبر فيها الغرض فلو اطلق لفظ النية في جنبه تعالى لا وهم لتعليل افعاله بالاغراض مع انه قد قالوا ان افعالنا
لا تغفل بالاغراض وقد مر من تحققها في المقدمه وانه لا استحالة في كون افعاله تعالى معللة بالاغراض و
ان ما نرى من قوة في بطلان باطل فعملنا استعمال الراحة في لسان الشرع وكون النية اقصرنا في الاطلاق على ما
ورد به الشرع ورأينا التفسير بما يريد به الاطلاق اولى وكذا استعملنا اطلاق الغرض فيه تعالى وقد وقع
في مقدمه مسلمة وجوه التبريزي والله تعالى اعلم **القول** مع قطع النظر عن القصور في العبادات و
ولا غرض عن الفتوى في التعديرات فيه نظر من وجوه **القول** قل اهل الحق لا يتورعون لتعليل افعالهم تعالى
بالاغراض وهم الاشاعرة والمعتزلة قالوا بوجوب التعليل الفقهاء قائلون بالجواز والمراد بالغرض المنع في
قولهم ما يكون باعثا وسببا لا قد ام الفاعل على الفعل هذه المسئلة مشهورة بين النواصب والموافقين
اقيم عليها البهتان في كتب الكلام ولذا ذكر من كلامه الموافق وشيخه ما فيد في اثبات المذهب
لتشبيده وازاحة شكوك المخالف وتضعيفه ليتجمل لك حقيقة الحال ويتكشف لديك فساده قال تعالى
القصص لثامن من المرصد السادس من الموقف الخامس في ان افعاله تعالى ليست معللة الاغراض
اليه ذهاب الاشاعرة وقالوا لا يجوز لتعليل افعاله تعالى بشئ من الاغراض العلل الغائية وافقهم على
ذلك جماعة الحكماء وطوائف الالهيين وخالقهم فيه المعتزلة وذهبوا الى وجوب تعليلها وقالت
الفقهاء لا يجب لك لكن افعاله تابعة لمصالح العباد تفضلا واحسانا لثامن من اثبات مذهبنا بعد ما
بيننا من انه لا يجب شئ على الله تعالى فلا يجب حينئذ ان يكون فعله معللا بغرض ولا يفهم منه
شئ فلا يفهم ان يخلو افعاله عن الغرض بالكلية وذلك يبطل مذهب المعتزلة وسحان يبطلان
المذاهبين معا اعني وجوب التعليل ووقوع تفضلا احدهما لو كان فعله تعالى لغرض من تحصيل
مصلحة او دفع مفسدة لكان هو ناقضا لذاته مستكمالا بتحصيل ذلك الغرض فانه لا يصح لغرض
الفاعل الا ما هو اصل له من علمه وذلك وكون ما استوى وجوده وعدمه بالنظر الى الفاعل او
الكل وجوده مرجوحا بالقياس اليه لا يكون باعثا له بالفعل على الفعل وسببا لا قد امة عليه بالضرورة
فكل ما كان غرضيا وجبا ان يكون وجوده اصلح للفاعل اليق به من عدمه وهو معنى المكمل فان
يكون الفاعل مستكمالا بوجوده ناقضا لذاته فان قيل لا نسلم الملازمة لان الغرض قد يكون عاملا
الى الفاعل فيلزم ما ذكرتم من نقصان والاستكمال قد يكون عاملا الى غير ذلك فلا يلزم فليس يلزم
من كونه تعالى فاعلا لغرض ان يكون من قبيل الاول اذ ليس كل من يفعل لغرض منه اى من قبيل الاول
بل ذلك في حقه تعالى محال لتعاليه عن النظر والانتفاع فتعين ان يكون غرضه لرجاء الى عبادة و
هو الاحسان اليهم بتحصيل مصالحهم ودفع مفاسدهم ولا محذور في ذلك قلنا تقع غيره والاحسان
ان كان اولى بالنسبة اليه تعالى من عدمه جاءه الزام لانه تعالى يستند حينئذ بذلك النفع
والاحسان ما هو اولى به واصح له وان لم يكن اولى بل كان مساويا او مرجوحا لم يصح ان يكون غرض
لما مر من العلم الضروري بذلك بل نقول كيف يدعى وجوب تعليل افعاله تعالى بمنافع العباد وانما العلم

فمن
له حق
في
العبادة

ان خلوى اهل النار في النار من فعل الله تعالى ولا تقع فيه لهم ولا لغيرهم ضرورة. فانها اي ثاني
الوجهين ان غرض الفعل امر خارج يحصل تبعاً للفعل وتوسطه اي يكون للفعل مدخل في وجوبه
وهذا امثالا يتصور في افعاله اذ هو تعالى فاعل لجميع الاشياء ابتداءً كما بينا فيما سلف فلا يكون
شيئاً من الكائنات والحوادث وافعاله اذ صادر عنه بما ثبت قدرته ابتداءً بلا واسطة لا غرضاً للفعل آخره
مدخل في ابتداء وجوده بحيث لا يحصل ذلك الشيء الا به ليصلح ان يكون غرضاً لذلك الفعل خاصلاً
بتوسطه وليس حصل البعض من افعاله اذ قد غرضنا اولي من البعض الآخر اي لا مدخل شيء منها في
وجوده الا على تقدير استنادها باسرها اليه على سواء فجعل بعضها غرضاً من بعض آخر دون عكسهما
بحسب فلا يصح تعليل في فعله اصلاً وايضاً اذ عللت افعاله بالاغراض فلا يثبت الى الا انتهاء الى ما هو
الغرض والمقصود بنفسه والا تسلسلت الاغراض الى ما لا نهاية له ولا يكون ذلك الذي هو غرض و
مقصود في نفسه لغرض آخر لانه خلاف ما فرضنا اذ اجازنا ذلك بطل القول بوجوب الغرض اي قد انتهى فعله
الى فعل لا غرض له وهو الذي كان مقصوداً في نفسه قد يقال لا يجب في الغرض كونه مغايراً بالذات بل
يكفيه التقاير كما عتبر في احتجاجنا اي لمعتزلة على وجوب الغرض في فعله تعالى بان الفعل الخالي عن
الغرض بحيث وانه فيجب بالضرورة يجب تنزيهه الله تعالى عنه لكونه عالماً بالعبث واستغنائه عنه فلا
يبدأ اذن في فعله من غرض يعول في غيره فنيا للعبث والنقص قلنا في جوابهم ان اذ تم بالعبث ما لا غرض
له فيه من الافعال فهو اول المسئلة المتنازع فيها ونحن نجوز ان يصدر عنه تعالى فعل لا غرض فيه
اصلاً وانتم تمنعونه وتعتبرون عنه بالعبث فلا يجذبكم دفعا وان اردتم بالعبث امراً آخر فلا بد لكم
او لا من تصوير اي تصوير ذلك الامر الآخر حتى نفهمه ونصوره ثم لا بد ثانياً من تقرير اي بيان ثبوت
ذلك المفهوم للفعل على تقدير خلوه من الغرض ثم لا بد ثالثاً من الدلالة على امتناعه اي استحالة الفعل
المتصف بذلك المفهوم الا على الله سبحانه حتى يتم مطلوبكم وقد يقال في الجواب للمعتزلة ان العبث ما كان
خالياً عن الفوائد المناهضة وافعاله تعالى حكمه متفقه مشتملة على حكم ومصلح لا تخص رجعة الى مخلوقاته
تعالى لكنها ليست اسباباً باعثة على اقدامه وعلا مقتضية لفاعليته فلا تكون اغراضاً ولا عللاً غائية
لافعالته حتى يلزم استكمالها بما بل تكون غايات ومنافع لافعالته وانما كمرتبة عليها فلا يلزم ان يكون
شيء من افعاله عبثاً خالياً عن الفوائد وما ورد من الظواهر الدالة على تعليل فعالته تعالى فهو محمول
على الغاية والمنفعة دون الغرض في العلة الغائية وقال العلامة عبد الحكيم السيالكوفي في حاشيته
على البيضاوي المطبوعة في المطبع المرصوي اماماً يقول بعض جهال الصوفية من ان عبادتنا لذاته
فعل فامرعة عن الاغراض والاعراض فقد قال الامام في الاحياء انه مجهول وكفى لان عدم التعليل في
الافعال مختص بذاته تعالى الثاني ايها الطالب قد علمت في الوجه الاول من نظرننا فساد ما قال
من وقوع تعليل فعالته تعالى بالاغراض واكن ننقل ما مر من تحقيقه في المقدمة حتى يتحقق عند
انه لم يرزق الفهم كلام العلماء ولم يعط حظاً من الادب فيجترى كل الاجترار ينسب الىهم اكل

تحقيقاً لهم ويسمى بآطيله تحقيقاً ولا يفهم ما يقول فيناقض نفسه صريحاً قال في المقدمة ص ٥٥
 (أفعاله تعالى معللة بالاعراض إما لا قد ظن قوم أن أفعاله تعالى غير معللة بالاعراض وبرهناً عليه
 في مقامه قلت وما ذكره فاسد لأن غاية ما وجهه به هو لزوم الاستكمال بالغير فإفعاله تعالى
 لا تنوقف على غرض لا تعلل به ووجه الفساد ما ذكره الشيخ ابن المهام رضي الله عنه في التحصيل
 الفقهاء والمحدثين أجمعوا على أن أفعاله تعالى معللة بالاعراض لا يدخل فيه الاستكمال فإن كماله
 تعالى هي التي استوجبت أن ترتب على أفعاله تلك الاعراض فذاته تعالى لا تخلو عن الكمال في مرتبة من
 المراتب) وبعد ذلك كلامه لا تعلق له بما نحن فيه ثم قال صاحب فيض الباري في آخر الكلام (والأنسب
 عندى أن يترك لفظ الاعراض فيقال إن أفعاله تعالى معللة بالغايات والفرق بين الغاية والغرض غير
 خفى على السميع في الله تعالى أعلم فيما إليها الطالبون انظروا هذا الكلام هو الذي سماه التحقيق وهو كذا
 ربه قول أهل الحق والتدقيق وفساده لا يخفى على المبداء الصبيان فإن كنتم في ريب مما قلنا فاستمعوا
 لما نلقى عليكم من البيان أما أولاً فقد ذكرنا في ابتداء الوجه الأول من النظر أن أهل الحق ينفقون عن
 أفعاله تعالى الغرض بمعنى الباعث لا قدام الفاعل على الفعل هو المستلزم للاستكمال المستحيل و
 لا يكترون الغاية المترتبة على الفعل كما هو مصرح في كلام المذكور من شرح المواقف في قوله وأخبر
 وخططنا عليه ليسهل ذلك النظر إليه ولم يثبت بكلام الشيخ ابن المهام رضي الله تعالى عنه لا في
 تعالى الغرض بالمعنى المذكور بل المفهوم من كلام الشيخ هو الغاية المترتبة حيث قال (فإن كما ليته
 تعالى هي التي استوجبت أن ترتب على أفعاله تلك الاعراض) وأهل الحق لا يكترونها وأما ثانياً فلو
 سلم أن المفهوم من كلامه هو الغرض بالمعنى المذكور فلا يصح أن يرد بكلامه المذكور قول أهل
 الحق كيف ولم يقيم على صحة الغرض بالمعنى المذكور وليأخس يندفع به لزوم الاستكمال ما ذكره لا
 يقطع عرق الاشكال كما لا يخفى على أصحاب الكمال انظروا إلى ما قال ولا تنظروا إلى من قال فحجج القول
 لا يكفي في مقام الاستدلال أن كان صاحبه من أرباب العظمة والجلال سيما إذا لم يكن من قدوة هذا الملام
 لم يعلم أن المسئلة ليست من الفقهاء بل من الكلام ونحن مقلدون في فروع العقائد الملام إلى المنصوص
 لما تريد من الله تعالى سره القوي هذا على تقدير أن يكون المنسوب إلى الشيخ من كلامه وعندى
 لا ينبغي الاعتماد على نقله وكتاب التحصيل ليس عندى حتى أطابقه به وأما ثالثاً فالحجج التي
 تعليل أفعاله تعالى بالاعراض ثم نقول في آخر الكلام معترفاً بالفرق بين الغرض والغاية ولا نسب إلى
 أن يترك لفظ الاعراض فيقال إن أفعاله تعالى معللة بالغايات هذا هو القرار على مآمنة الفاعل لا إذا
 وجه الأنسبية فأن الغرض لا يخلو من أن يكون له معنى لا يليق بحجابه تعالى أولاً صلى الأول كيف الأنسبية
 بل عدم الجواز متعين على الثاني الغرض الغاية متساوية الأقدام في الاطلاق والتفصيل غير معقول عند
 المخلاق وعندى أنه لم يقف على هذا أرباب التلخيص في التعليل لا لم يقع في التبليس والتضليل رأى في كلام
 الشيخ أن أفعاله تعالى معللة بالاعراض فتفوه بما تفوه وتقول بما تكره ولم يحفظ أنه قول الفقهاء والمحدثين

لا تحقیق الاشاعة والماتریدین میں ولما اخطى في قلبه ان الغرض هو المباحث لا قد اقام الفاعل على الفعل وهو
لا يليق بجوابه تعالى تحاشا عنه في آخر الكلام على يد القاصص ان اء المرات وقلا لا نسب ان يترك
لفظ الاعراض ويقال ان افعال الله تعالى معللة بالغايات فتحصل بما ذكرنا ان القول بالتعليل ليس قابلا للتعويل
لانہ يوجب الاستكمال المستحيل لان عدم التعليل في اهل التشاؤم عليه الاستعداد الثالث الوجه في عدم
اطلاق النية والعزم والقصد على ذاته تعالى هو ان كل واحد من هذه الثلاثة اسم للارادة الحادثة وهى
سببها انه متعال عنها قال العلامة الشافعى قدس سره الشافعى في رد المحتار معارف النية (وهى لغة عن القلب
على الشيء) ثم قال بعيد هذا (ثم العزم والقصد والنية اسم للارادة الحادثة لكن العزم المتقدم على الفعل و
القصد المقترن به والنية المقترن به مع دخوله تحت العلم بالمنوى وبهذا يظهر ما قال في فيض الباري
والنية قبل المصلو لا ليست الا ان يعلم بقلبه انه اى مصلو لى فذلك في الموضوع) وذلك لان النية
ليست عبارة عن العلم بل هي فعل القلب فتكون من مقولة الفعل نعم العلم يلزمها وهو من مقولة الكيف
كما عليه المحققون واختاره الملايون قال العلامة الشافعى لان العلم من الكيفيات النفسانية كما حقق في
موضعه علا انه لو كانت النية عبارة عن العلم كما اتفق به هذا يلزم ان من علم الكفر صارا كافرا لانه
نوى الكفر من نواه فقد كفر صرح به المحققون والكلام وان افضوا الى التطويل لا يخلو عن الافادة والتخصيل
والله تعالى اعلم بالصواب اليه المرجع والمآب (امرع) بمعنى مرد. يلفظ الفاظ غريبه سے ہر کاسمیں سراء ہر حرکت
کے تابع ہے اختلاف عامل سے جو حرکت ہمزہ پر آتی جائیگی ویسی ہی امرع پر قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ان امرع ۱۰ بکحل
امرع ۱۰ مؤیدین شان یغنیہ۔ چونکہ معرب آخر سے پہلے جو حرکت ہوتی ہے اسکو حرکت بنائی کہتے ہیں اسلئے بطور چستان مبالغہ کیا
گمرتے ہیں کہ وہ کونسی حرکت بنائی ہے جو اختلاف عامل سے مختلف ہو جواب میں کہا جاتا ہے کہ امرع میں مراء کی حرکت اور کجی غیر
ہمزہ کے مراء آتا ہے اور اسکی موت بھی دونوں طرح آتی ہے۔ (مرارة) مرارة (هجوقة) لغت میں معنی ترک ہے اور اصطلاح شرا
میں بغیر طلب ضائے الہی ایک وطن کو چھوڑ کر دوسرے وطن میں سلم کے چلے آئے کو کہتے ہیں۔ حدیث میں ہی معنی مراء میں جو بے سلام میں روٹ واقع
ہوئی۔ اول ولد الخوف سے طارکہ اعلان کی طرف انتقال جیسا کہ بعض صحابہ نے ارشاد اسلام میں مشرکین کے شرف نامہ خوف حدیث
کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور کتب سے مدینہ کی جانب ہجرت بھی قیل سے تمی قوام دار الحکومت دار الاسلام کی جانب انتقال عظیم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے جو نیکو جہ ہوتی ہندوستان چونکہ دار الاسلام ہے اسلئے یہاں اگر کوئی شخص کلمہ
یا مذہبیت متقل کو جائے تو شرعی ہجرت ہوگی۔ فاحفظوا ایھا الطالبون فان الناس غافلون (دنیا) دراصل ادنیٰ اتم تفضیل
کمی موت ہے۔ غلبہ سمیت کے باعث معنی وصفی پر باقی نہ رہا اسی لئے اتم تفضیل کے تیزو طریق استعمال میں سے کچھ ساتھ یہاں پر استعمال نہیں
یوہ الف مقصودہ زائد غیر منصوص ہے۔ متکلمین اس تمام مخلوق کو دنیا کہتے ہیں جو آخرت سے پہلے وجود میں آئی خواہ اربع قبلات ہو یا افعال یا استقامت
کن انی عمدة القاری سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمایا حبیب الی من دنیا کبر النساء والطیبت قرع
ہلینی فی الصلوة یعنی تمہاری دنیا کی چیزوں سے عورتوں درخوشی کی محبت میرے قلب میں ڈال دی گئی اور میری آنکھ کی خشک نازیں ہے
لیکن یاد ہے کہ ان چیزوں کی محبت قلب انور میں اپنی ذاتی اقتضا نہ تھی بلکہ بعض مصلح کے ماتحت عارضی طور پر پیدا کی گئی تو ان چیزوں کی محبت
عارضی ہوئی۔ اسلئے حبیب بصیرت محمول ارشاد فرمایا تحقیق محبت قلب پاک میں صرف صلی اللہ تعالیٰ ہی کی تھی۔ اسی واسطے ارشاد فرمایا۔

بہر جرت بہریت حصول دنیا اس رشتہ کے بعد وقوع میں آئی اس حکم ان کلمات سے معلوم ہوا کہ وہ مقبول ہے یا نہیں اور بر تقدیر ثانی
مستوی ہر جس کے کفایت آئندہ میں جو دنیا حاصل کرے یہ قصدا کسی عورت سے نکاح کرے یا ارادہ سے ہجرت کرے یا تو اسکی ہجرت مقبول ہوگی اس
ہجرت میں ارشاد ہے پیشتر ہجرت بارادہ حصول دنیا واقع ہوئی اس حکم معلوم ہوا کہ اس پر ثواب کا مستحق ہوا یا نہیں جواب کا نہ
فصل ناقص نہ رہے بلکہ سے مجزہ و ذکر صرف نسبت کے لئے ہے جیسا کہ اس ریت کریم میں ہے انہ کان فلاحیہ و مقنا جمل حلیہ جلالیں
میں ہے قیل ان کان نزلہ و قیل غیر ان ذلک کما منسلخہ عن خصوص ما صلی اور صادی حلیہ جلالیں یہ ریت و قیل
کان فروق منہم سمیعون کلام اللہ فرمایا والمراد من کان النسبة لان هذا الکلام فیہم کان موجوداً من النبی
کلا فیہم کان قبلہم پس کہا جاسکتا ہے کہ یہاں پر بھی کانت کسی زمانے کے ساتھ مقید نہیں و دیوں بھی جواب سے کہتے ہیں کہ اگر کانت یہاں
پر زمانہ ماضی کیلئے ہے تو زمانہ تقبل کی ہجرت کا حکم اس پر قیاس کر کے معلوم ہوا یا اس طرح معلوم ہوا کہ مکلفین کے احکام میں ماضی اور
حیث مستقبل سے تفاوت نہیں ہوتا اور کانت مستقبل کے لئے ہے تو زمانہ ماضی کی ہجرت کا حکم اس پر قیاس کر کے معلوم ہوا کہ (فہجرت تطلق
الی ما ہاجر الیہ) الی ما میں من احتمال ہے۔ اقول یہ کھجرت کا ظرف لغو ہے اس تقدیر پر فہجرتہ مبتدائی خبر قاصیہ محذوف ہے اس
حدیث کا پہلا فقرہ یہاں پر مذکور نہیں وہ یہ ہے فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ یہاں بھی کانت
میں باق کی طرح دو احتمال ہیں۔ تا مہ اس تقدیر پر الی اللہ ورسولہ ظرف لغو ہے نا قصہ اس تقدیر پر ظرف مستقر ہو کر خبر مستقر
اور فہجرتہ الی اللہ ورسولہ میں الی اللہ ظرف لغو ہے تو اس مبتدائی خبر کا ملة محذوف ہوا اور الی ما اور الی اللہ میں دوسرا
احتمل یہ ہے کہ ظرف مستقر ہو کر خبر ہو جائیں۔ سہ سوال اس حدیث فقرہ اولی میں من کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ شرط ہے
اور فہجرتہ الی اللہ ورسولہ جزا ہے اور فقرہ ثانی میں من کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ شرط ہے اور فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ جزا
ہے الی ما اور الی اللہ کا ظرف مستقر ہونا درست نہیں بلکہ لازم آتا کہ دونوں فقروں میں شرط جزا متحد ہو جائیں حالانکہ دونوں میں تغایر صوری
ہے پس الی ما اور الی اللہ کا ظرف لغو ہونا مستقیم ہوا کہ اس تقدیر پر شرط و جزا میں تغایر باقی رہتا ہے کیونکہ فقرہ اولی میں شرط کی جزا اس
صورت میں فہجرتہ الی اللہ ورسولہ کا ملة ہوگی اور فقرہ ثانی میں فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ قاصیہ جواب شرط جزا میں
معنوی تغایر صوری ہے جو الی ما اور الی اللہ کے ظرف مستقر ہوگی تقدیر پر بھی باقی رہتا ہے۔ اسلئے کہ شرط جزا کے لفظی اتحاد سے بھی جزا کی
تعظیم میں اور بھی اسکی تعظیم میں مبالغہ مقصود ہو تا ہے جیسے کہ مبتدائی خبر کے اتحاد سے بھی تعظیم کی تعظیم اور بھی اسکی تعظیم میں مبالغہ مقصود ہوا ہے
اس حدیث کے فقرہ اولی میں کما جزا مبالغہ فی التعظیم کی سطر اور فقرہ ثانی میں مبالغہ فی التحقیر کے لئے ہے جیسا کہ ارباب فہم پر غنی نہیں
نظر برائے نیز فقروں کی شرط و جزا معنوی طور پر متغایر ہو گئیں و ثابرت ہو گیا کہ الی ما اور الی اللہ کا ظرف مستقر ہونا بھی درست ہے۔
قال فی فیض البیہی ملة المراد بقوله ما لوی هل المراد منه الغایة والثمرۃ او عین ما لوی
ولا ظہر عندی ہو الثانی فکل یجد فی آخرتہ عین عملہ وعین ما ینویہ فی دنیاہ ولہذہ الدقیقۃ و
الجزاء بعین الفاظ الشرط والناس لما لم یتقبل نہا تہم الیہ شمر والیہ عن اتحاد الشرط والجزاء مع
ان فی الحدیث اذان من اللہ ورسولہ الی من ہاجر الیہا فی الدنیا انہ یجد ہجرتہ تلافی بعینہا فی الاخرۃ و
من ہاجر الی دنیا او امر الا یجد ہا الا تلافی ولا یظہر تلافی احدل وقال تعالیٰ ووجدنا ما عملوا لخاصوا
فہذہ حقیقۃ غفل عنہا الناس فہم وان فی الدنیا اعمالا و فی الاخرۃ ثمراتھا اما اشکل علیہم مسئلۃ
التقدیر و قالوا ان الاعمال لما کان من اقلادہ و تقدیرہ فترتب الجزاء علیہا غیر ظاہر اقول سیاتی مع

الوجه في تقريرنا لهذا الحديث المسمى بالفيض الاشرقي في الحديث الفاروق ان المراد بقوله عليه الصلوة والسلام
 وكل امرؤ ما نوى وكل امرؤ ثواب نيته فاستظروا مفتشاً ولا تصغ الى ما تقوه به شيئاً اماً الا فخرها اورد
 من وجه اتحاد الجزاء بالشروط فبين على مثال الذوق فمثله كمثل لصق اوى وجدل السكر وفساد الذائقة
 فجعل يقول ان السكر في نفس الامر وهذه حقيقة غفل عنها الناس الى الان ولم يلتفت الى فساده وقبحه
 لا ينقلب عليه اسم الغفلة والهديان فان كنت في ريب مما قلونا عليكم يا اصحاب التحصيل فاستمعوا منادى
 الاختلال بالتفصيل اما اولاً فلا نه استدلال على وجدان عين لا عمال بقوله تعالى ووجدوا ما
 عملوا محضاً وهو ناش من سوء الفهم وعدم الرجوع الى التفاسير وذلك لان المراد وجدان الاعمال
 مكتوبة في صحفهم والمراد وجدان جزاء الاعمال بتقدير المضاف قال في البيضاوي ووجدوا ما عملوا
 كما امرهم مكتوباً في الصحف ولا يظلم ربك احداً فيكتب عليه ما لم يفعل ويريد في عقابه الملائمة لعمله
 وقال بلوى البوالسعود في تفسيره ووجدوا ما عملوا في الدنيا من السيئات اوجزاء ما عملوا حاضراً
 مسطوراً عند الله ولا يظلم ربك احداً فيكتب ما لم يعمل من السيئات او يزيد في عقابه المستحق فيكون اظهراً
 لمعدلة القلم الا ترى ولم يذهب احد من المفسرين الى ما تقوه به هذا كيف وهم اساطين الملة عقلاء و
 هذا اصبر من الجنون كما لا يخفى على اولى النعم بل ما تأنيلاً فلو سلم فلا استدلال به على وجدان عين الهجرة
 الى الله ورسوله غير صحيحة لان المراد باعمال السيئات كما من تفسير الى السوء وذلك لان الآية
 وردت في حق الجبريين حيث قال تعالى وروضع الكتاب فتوى الجبريين مستغنيين مما فيه ويقولون يا
 ويلتنا ما لهذا الكتاب لا يفاد صغيرة ولا كبيرة الا احصاها ووجدوا ما عملوا حاضراً ولا يظلم
 ربك احداً ولما كان المراد باعمال السيئات فلا يتم الاستدلال بهذه الآية على وجدان عين الهجرة
 الى الدنيا ايضا لانها ليست بمعصية مطلقاً كما في الفقه وما تأملت شاعرية ما معنى وجدان
 عين الاعمال في الآخرة هل معناه ان يصل في الآخرة من صلى في الدنيا ويزكى من زكى ويصوم من صام
 ويحج من حج ويعتمر من اعتمر وكذلك في جميع الحسنات ويكون في الآخرة من كذب في الدنيا ويشرب الخمر
 من شرب ويزني من زنى ويسرق من سرق ويقامر من قامر ويلوط من لوط وكذلك في جميع
 السيئات فيجوز ان يقلب دار الآخرة قدراً للتكليف والعصيان ولم يقل به احد من اهل التعريف والعرف
 او معناه وجدان الاعمال مشككة باشكل مختلفة حسنة كانت او قبيحة كما وردت به اخبار خيرة
 البرية عليه السلام والحقمة وذلك لان الاعمال اعراض لا جواهر فلا تبقى الى يوم الآخر بل تحدث في آن
 لتفنى في آخره والبقاء بلا مثال وعليه المتكلمون لم يثبتوا معنى العينية التي عليها مدار الفخار
 ومنها نشأ الانزاع بالعلماء الكبار فنعوى بالله العلى الجبار وما سراً لبعاً فما فهم العلماء من ان
 في الدنيا اعمالاً وفي الآخرة ثمراتها هو الذي نطق به آيات القرآنية ووردت به الأحاديث النبوية
 قال تعالى فلا تقلم نفس ما اخفى لهم من قرة اعين جزاء بما كانوا يعملون وقال تعالى انهم حرسوا
 بماؤهم جميعاً جزاء بما كانوا يكسبون وقال عليه الصلوة والسلام الدنيا مزرعة الآخرة ولم يشك عليهم

بشرح
فیض علی

لے اسکو محسوس کر کے اس طرح زائل فرما یا کہ انہماک اعمال بالنیات فرما کر ایک صفت کی تعمین فرما دی یعنی ثواب الاعمال ہوتا ہے
محال بالنیات کے ساتھ متصف ہے محال بدون النیات کیساتھ متصف نہیں یہ تقریر اس وقت کی جاگی جب کسی قرینے سے ظاہر
کارتی ثابت ہو جائے۔ ورنہ یوں کہا جائیگا کہ بسبب ہر نام نشان خبر خالی ذہن مخاطبین کو بہتر متر و قرار دیکر ان کے تردد کو بطریق مذکورہ زائل فرمایا
گیا۔ قال فی فیض الباری ۱۳ (وقوله انما الاعمال بالنیات بحرف القصر فی مقابلة من زعم عبادة الاعمال و
نماؤها بالنية الفاسدة وان الاعمال لا تاتر فيها بالنیات فجیئ بانما علی طریق قصر القلب کما قال عبد القادر
فی انما) اقول لا ینحی علی من لم اذنی مسکة بعلم المعانی ان المخاطب بقصر القلب یعتقد حکمین احدهما
ایجابی والاخر سلبی مثلاً اعتقد ان نرید اقاعد ولس بقائم فالتکم یقلب الحکم وبقول انما نرید قائم یعنی نرید
قائم ولس بقاعد هذا فی قصر الموصوف علی الصفة واعتقد ان الشاعر عمرو ولس برید فالتکم یمکس
الحکمیان یقول انما الشاعر نرید ولس بعمر و هذا فی قصر الصفة علی الموصوف فالذی یوجد فی کلام النبی
والنفقت علیه کلمات القوم ما ذکرنا من اعتقاد المخاطب بقصر القلب الحکمین المذکورین و یجوز ان یکون
المخاطب بقصر القلب من اعتقاد ثبوت الحکم لمن نفاه وجوز ثبوتہ للآخر فثبت انما الحکم للآخر و
ینفیه عما اثبتہ له مثلاً اعتقد ان نرید اشاعر یجوز ان یکون کاتباً فالتکم یقلب الحکم بان یقول انما نرید
کاتب یعنی نرید کاتب لیس بشاعر کذا فی الاطول ففی هذه الصفة اعتقاد المخاطب حکمین ایجابیین لکن احدهما
فعلی والاخر جوازی و التکم اثبت الجوازی ونفی الفعلی فانضم بہما ذکرنا انه لا بد من اعتقاد المخاطب بقصر
القلب الحکمین واذ التفتش هذا علی صحیفہ خاطرک فاعلم ان ما فی فیض الباری فیہ قد حوز من وجہ و
فساد من وجهین اما القصور فهو انه ذکر احد الحکمین فی قوله عبادة الاعمال انما بها بالنية الفاسدة و
ان الاعمال لا تاتر فیہا للنیات تخیر الناظر بینہما با انه ایہما اختار اصاب وترك الآخر واما الوجه
الاول من الفساد انه ان اختار ان نساء الاعمال بالنية الفاسدة فالحکم الملتزم سلبی وایجابی جوازی
علی ما فی الاطول وان اختار ان الاعمال لا تاتر فیہا للنیات فالتزم وایجابی لا غیر فعلی الاختیار
الاول ان کان المراد ان المخاطب اعتقد ان نساء الاعمال بالنية الفاسدة ولس بالنية الصبیحة او ان
نساء الاعمال بالنية الفاسدة و یجوز ان یکون بالنية الصبیحة فبطا انه اظهر من الشمس وایین
من الامس کیف والمخاطبون بقوله صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم انما الاعمال بالنیات ہم الصبیحة
رضی اللہ تعالی عنہم ولا یتصور من رزق شیء من العقل ان یمتد حصول النماء بالنية الفاسدة ونفی حصول
بالنية الصبیحة و یجوزہ بہما فضلاً عنہم فویحک ثم ویحک کیف یکن ایمانک ان تقن بعمدک بل المذکور
یشہد بسلامة العقل هو ان نساء الاعمال ان کان حصولہ معتقداً بالنية الفاسدة فاعتقاد حصولہ بالنية
الصبیحة یکون بالطریق الاولی لا اعتقاد عدمہ او تجویزہ وان کان المراد غیر ذلک فلیبین حتی یتکلم
لکن فی کلامہ ما ینعین الشق الاول حیث قال فی سورہ والذی اسراہ فهو ان الحدیث لم یرو فی منہ الذی
وعدها کما یشعر بہ تفارغہم وانما فرق فی بیان الفرق بین النية الفاسدة والصبیحة وعلی
الاختیار الثالثی ان المراد بالنیات فی قوله ان الاعمال لا تاتر فیہا للنیات المعنی العام الشامل للنیات

الصحيحة ولفاسدة فلا يدري بالحكم المتروك ماذا احتج بغير صحته وفساده لكن هذا الاحتمال ينبغي فيه قوله لما
أنفا المذکور فی موان اراد بها الثبات الصحيحة فلحكم المتروك يكون كاحتمال فيها تاثير للثبات الفاسدة
حينئذ يتحد الاختلاف الاول والثاني مغاذا ويختلفان عبارة فالكلام عليه ما على الاول هذا وكلامه على
تقدير لفظ العبارة والنماء في الحديث سيأتي في باب الاحكام انشاء الله تعالى اما الوجه الثاني من الفساد فهو ان
قوله هذا مبني على سطحية النظر وسوء الفهم ان الشيخ عبد القاهر قال في دلائل الاعجاز كلمة انما تستعمل في
القلب دون الافراد فحق الشيخ استعمالها لفصل الافراد دون التعيين وصاحبها فيض الباري لم يعين النظر في
كلامه ففهم منه نفى كليهما حيث قال كما قال عبد القاهر في انما وهذا هو الذي اضله عن الطريق
الصواب وذل لك جزاء من لم يحسن الادب في جناب الأئمة والى الباب والله ولي التوفيق واليه المآب فافهم

بَابُ الْبَيَانِ

إلى ذنبا يصيبهما يصيب من استعاره تبعيه - لفظ متعل به كمرعى موضع لمرء هو من توحيته في ورنه جاز
او جاز و قسم في اول - موصل اگر ملاوة مجاز تشبيه هو - دوم - استعاره - اگر ملاوة مجاز تشبيه هو مشبه به كمرستار ورنه او
مشبه كمرستار له او لفظ مشبه به كمرستار كمرستار - استعاره كمرستار ورنه او لفظ مشبه به كمرستار ورنه او
او استعاره اصلية كمرستار ورنه او لفظ مشبه به كمرستار ورنه او لفظ مشبه به كمرستار ورنه او لفظ مشبه به كمرستار ورنه او
او حصول مقسود ورنه او لفظ مشبه به كمرستار ورنه او لفظ مشبه به كمرستار ورنه او لفظ مشبه به كمرستار ورنه او

بَابُ الْبَدِيعِ

فمن كانت هجرتهم علم بدیع میں کلام کی وجہ تسمیہ سے بحث کی جاتی ہے اور وجہ تسمیہ دو قسم پر ہیں۔ اول معنی
دوم لفظی کسی چیز کو اجالا بیان کیے تفصیلاً بیان کرنا تسمیہ معنی پیدا کرنا ہے اور اسکو تفصیل بعد الاجمال کہتے ہیں۔ اثنما
الاعمال بالثبات میں یہ قصہ کو حکم ہیں ایک یا کئی کہ عمل کا ثواب بیک رنگ ثابت ہے۔ دوسرا سلبی کہ کسی عمل کا ثواب
بیک رنگت کے بغیر نہیں ہوتا۔ فمن كانت هجرتهم الى الله ورسوله الخ سے حکم کیا گیا کی تو منج اور من كانت هجرتهم الى الدنيا الخ
سے حکم سلبی کی تفصیل مقصود ہے۔ کذا فی عمدۃ القاری -

حَدِيثُ مَذْكُورِ كَيْفِ بَيَانِ فَرَاغِ كَابَاعِثِ

بربرائے مشہور ہمارا ام قیس کا واقعہ ہے۔ ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا عین طہیرہ میں ایک مسلم قانون تھیں جن کا نام قیلۃ تھا
اور ام قیس انکی کنیت ہے۔ ایک ایسے صاحب نے ان سے نکاح کرنا چاہا جن کی سکونت مکہ مکرمہ میں تھی اور اپنے نکاح کا پیغام بھیجا
انہوں نے فرمایا کہ جب تک ہجرت کر کے مدینہ میں آ جاؤ گے پیغام منظور نہ کرونگی چنانچہ وہ صابغہ بنو نضیر سے ہجرت کر کے مدینہ شریف
پہنچ گئے۔ پھر ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح ہو گیا۔ اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال کا ثواب
نیت پر منحصر ہے اور ہر نفس کو اپنی ہی نیت کا ثواب ملتا ہے۔ پس جس نے اللہ و رسول کا حکم بجالانے کے لئے ہجرت کی تو اسکی ہجرت موجب ثواب

اور جس نے حصول دنیا کی واسطے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی غرض سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی چیز کی واسطے ہوئی جس کی غرض سے ہجرت کی ہو۔ اللہ جل جلالہ کے حکم کی تعمیل میں جوئی حتیٰ کہ موجب ثواب ہوئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو کہا ہر آدمی تمہیں کہتے تھے لیکن امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے کئی امت میں ان امر کی تصریح نہیں ملی کہ یہ عالم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث مذکورہ اس مقدمہ پر فرمائی تھی طبرانی نے صحیح کبیر میں ہر آدمی کو کہہ دیا کہ ہر آدمی کی حدیث مذکورہ کے فرماتے کا اہمیت ہر آدمی کو کہہ دیا تھا۔

ابا حنیفہ دوم رحمہ اللہ سے پیشتر کفایت نسبی کو ملحوظ رکھنے کی بنا پر عرب اپنی لڑکیاں بھی انسل مروجہ کے نکاح میں دیتے تھے۔ ان کے کہنے پر صبارہ نکاح مسلمانوں میں مساوات قائم کر دی گئی تو بہت سے لوگ ہاں نیت ہجرت کے مدینہ منورہ پہنچے کہ عربی عورتوں سے نکاح کر سکیں۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ حدیث بیان فرمائی۔ اہمیت دوم کی یہ تقریر علامہ ابن بطال نے علامہ ابن سلج سے نقل کر کے افادہ فرمائی کہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر چند وجوہ تفسیر کی۔ اول یہ کہ اس چیز کا نقلی ثبوت پیش کرنا ضروری ہے لیکن ہمارے کسی حدیث پر یہ حدیث فرمائی تھی وہ بھی انسل تھے۔ اور انھوں نے جن خاتونوں سے نکاح کرنے کی نیت سے ہجرت کی تھی وہ عربی تھیں۔ دوم یہ کہ ہر نساء کفایت نسبی بھی انسل کے نکاح میں عربی خاتون کو نہ دینے کی نسبت مطلقاً اہل عرب کی طرف متوجہ نہیں کہ قبل اسلام بہت سے عرب نے اپنے بھی انسل جلیفوں کو اپنی لڑکیاں بیایا ہیں۔ سوم یہ کہ اسلام نے کفایت نسبی کو باطل کر دیا علی الاطلاق کہنا درست نہیں جیسا کہ اس تقریر سے مراد مفہوم ہوتا ہے اس کے کفایت نسبی ابھی تک اسلام میں معتبر ہے۔ اقول تنقید دوم اور سوم کا جواب لیکن یہ کہ کفایت نسبی کی حمایت کرتے تھے اپنی لڑکیاں بھی انسل کے نکاح میں دینے سے منع کیا ہے کہ عرب کی اکثریت اس پر کابینہ تھی اور اسلام نے کفایت نسبی کو نظر انداز کر دیا۔

جی ہمدردی کے فرق کا خاکہ رد ہمارہ نکاح مساوات قائم فرمادی۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ عربی کفایت نسبی کو جو ہجرت کے لئے رکھی تھی کبھی انسل سے عربی عورت کا نکاح درست ہی نہیں اس کو اسلام نے برقرار نہ رکھا۔ ہاں یہی مساوات فرمادی کہ کبھی انسل مرد کا نکاح عربی انسل عورت سے جائز ہے لیکن عورت کے دل یا کو یہ حق بھی دیا گیا ہے کہ اگر ان کی اجازت کے بغیر ایسا کر بیٹھے تو وہ فاسق کے یہاں نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں۔ اشعة السمعات میں محقق علی الاطلاق شیخ عبداللہ بن محمد بن عبد القوی نے ماہیت دوم کو فسخ اصطلاح فرمایا ہے اس لئے تنقید دوم کا رد ہو جاتا ہے اور اس طریق مذکور ہو سکتا ہے۔ اور اس مقدمہ کا کوئی نقلی ثبوت ان کی نظر میں موجود نہیں تھا۔

توجہ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

چند وجوہ سے یہ اقل بہرہ کہ ہماری مشہور کتابیں سے چونکہ حدیثی سنت کو جمع کرنا مقصود تھا اس لئے سب سے پہلے کتاب بیان وحی کیوں قائم فرمایا اور وحی چونکہ شری احکام بیان کرنے کے لئے ہوتی ہے نظر اس باب میں سب سے پہلے حدیث اعمال ذکر فرمائی۔ دوم یہ کہ نزول وحی سے پیشتر محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معقل کی قاست ترک کر کے لیکھا وہ تنگ غار حرا میں تشریف لائے تھے۔ یہ مذکورہ سے خارج اس کی طرف ہجرت تھی جس کو نزول وحی کی واسطے مقصد قرار دیا گیا تھا۔ لہذا مناسبت سے کہ نزول وحی کے حالات بیان کرنے سے پہلے اس حدیث کو ذکر کیا جائے جو اسکے مقدمہ پر متعلق ہو کہ قدرتہ الشی کو شے کے احوال سے پیشتر ذکر کرنا مناسبت ہے۔ پس حدیث اعمال کو توجہ الباب کے ساتھ مناسبت ہوئی کہ اس میں توجہ الباب کا مقدمہ مذکور ہے۔ سوم یہ کہ حدیث کا تعلق مذکورہ بالا آیت سے اس طرح ہے کہ فعل "اوستی" متعدی ہے مضغول ہو تا ہے۔ اول مضغول کی جانب بنفس متعدی ہوتا ہے۔ اور ثانی کی طرف بواسطہ الی آیت میں "واحدینا" اقل مضغول مذکور نہیں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے آیت کے بعد حدیث نقل کی کہ اشارہ کیا کہ یہ (واحدینا) مضغول اقل میں غل ہے کہ ثواب عمل کے موقوف ہونے کی وجہ سے عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب کی گئی جس طرح حضرت نوح اور ابراہیم

آنے والے انبیاء کو اس کی طرف بھی اسکو وحی کیا تھا۔ ایسے احکام اور بھی ہیں جو انبیاء کے کرام کی جانب سے آئے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقام تعلیم و تعلم کی خصوصیت پیش نظر رکھتے ہوئے حکم ابتدائیں اسلئے اختیار فرمایا کہ بخاری شریف کا درس دینے والے مسلمان اور دوسرے صاحب کرمیہ والے مسلمان دونوں بات پر متنبہ ہو جائیں کہ اپنی تعلیم و تعلم سے وضائے الہی کے حصول کا ارادہ کریں تاکہ ثواب عمل فوت نہ ہو جائے اگر آپ ترجمہ الباب میں اصل ترقیہ حدیث کی ترجمہ الباب کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے اور اگر آیت ترجمہ الباب سے خارج ہے تو بیان مطابقت میں ہوں کہا جائیگا کہ حدیث کو آیت کیساتھ مناسبت ہے اور آیت کو ترجمہ الباب کیساتھ کماذکرنا فیما سبق تو حدیث کو ترجمہ الباب کیساتھ مناسبت ہوگئی کہ مناسبت سبب شیئی مناسبت شیئی ہوتا ہے مطابقت کیلئے اتنی مناسبت بھی کافی ہے۔

ع۔ بلبل میں کہ قافیت گل شود بس است۔

بَابُ الْأَحْكَامِ

اعمال دو قسم ہیں۔ اول وہ جو مقصود بالذات ہیں جیسے نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج وغیرہ ان کو مقاصد کہتے ہیں۔ دوم وہ جو دوسری عبادتوں کی واسطہ وسیلہ ہیں۔ جیسے وضو غسل وغیرہ۔ انکو وسائل کہتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں قسم کے اعمال سے عہدہ برتا ہونے کے لئے نیت ضروری ہے۔ بدون نیت اگر کسی شرعی مطالبہ سے قطع نہوگا مثلاً کسی نے بغیر نیت وضو کیا تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وضو غرض الشریعہ منہ ہے کہ فرض وضو کا شرعی مطالبہ اس کے ذمہ باقی رہا۔ اسی واسطہ ان کے نزدیک ایسے وضو سے نماز پڑھیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اس مذہب پر حدیث اتمام الاعمال بالنیات سے استدلال فرمایا۔ راہ تقریر استدلال را تمام الاعمال بالنیات میں بالنیات مقام خبریں فاق ہے اور جاؤ مجرد جہت خبریں واقع ہوں تو ان کا متعلق فعل عام ہوتا ہے تا وقتیکہ خصوص پر قرینہ نہ ہو۔ لہذا تقدیر عبارت اتمام الاعمال حاصلۃ بالنیات یا اتمام الاعمال تحصل بالنیات ہوئی۔ نظریات حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ اعمال کا وجود نیت سے ہوتا ہے بغیر نیت نہیں ہوتا۔ اور یہ معنی درست نہیں اسلئے کہ بہت سے اعمال بغیر نیت متحقق ہو جاتے ہیں پس معلوم ہوا کہ حدیث کے ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ جاننا باعتبار اطلاق سبب علی السبب اعمال سے حکم اعمال مراد ہے اور مقصود یہ ہے کہ اعمال کا حکم شرعی نیت کیساتھ متحقق ہوتا ہے بغیر نیت متحقق نہیں ہوتا حکم شرعی دو قسم ہے۔ اول وہی جیسے صحت یعنی براہ ذمہ۔ دوم اُخری جیسے ثواب حکم کی ہر دو قسم مراد نہیں ہو سکتیں۔ اسلئے کہ عبادت کیلئے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک عموم نہیں ہوتا کما قیل لہذا ایک ہی قسم مراد ہوگی پس ہم کہتے ہیں کہ یہاں پر حکم شرعی کی قسم اول یعنی صحت مراد لینا اولیٰ ہے اسلئے کہ اعمال سے صحت پر نسبت ثواب قرب ہو کہ صحت اعمال پر مرتب ہوتی ہے اور ثواب صحت پر مرتب ہوتا ہے کہ ثواب اعمال سے دور ہے بعد ہوا اور صحت کو ایک ہی صحت اعمال سے اقرب ہوتی۔ اور اعمال پر الف لام برائے ہتھوڑی ہے احوال سے عبادات مراد ہیں کہ بہت سے مباحات بغیر نیت شرعاً صحیح ہوتے ہیں جیسے طلاق اور نکاح۔ پس حدیث کے معنی مراد ہوئے کہ ہر عبادت از قبیل مقاصد ہو خواہ از قبیل وسائل نیت کے ساتھ صحیح ہوتی ہے بغیر نیت صحیح نہیں۔ لہذا ہر عبادت کی صحت کیواسطہ نیت ضروری ہوئی۔ اقول فیہ ان نسبة عدم العموم فی المجاز الی الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیر مرضیۃ کیف وقد قال فی مسلم الثبوت وشرحہ فوائد الزحموت قیل فی التلویح لولعیت الخلاف فی ثبوت العموم عن احد کیف ولا نزاع فی صحۃ جاء فی الاسود الرماۃ الا نریداً واما استدلال الشیخ عبد السلام علی صحۃ الخلاف بوقوعہ فی تقاریر اعظم ابن ابی البقاء رحمۃ اللہ تعالیٰ فی غیر محلہ کما

فمنہ
مذہب
شافعی
کا بیان

نیت پر نیت شرعی ہر دو قسم مراد نہیں ہو سکتیں۔

لا یخفی انہی فلم یرفع احتمال ارادۃ کلا القسمین من الحکم المذکور وہدوہ ذلک انہم الاستدلال المسطور
واللہ تعالیٰ اعلم بذات الصدور (۲) تقریر استدلال۔ اصول فقہ میں بیان کیا گیا ہے کہ صحت کلام یا اس کے صدق کے
لئے جو چیز مقدمہ مانی جائے۔ مثلاً نفعی علماء و اوصاف سے قاضی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک اس کو مقتضی کہتے ہیں جس طرح
التماعا اعمال بالنیات کی صحت کی واسطہ بالنیات کے متعلق کی تقدیر ضروری ہے کہ بغیر اس کے اجزائے کلام یعنی مسئلہ اس مسئلہ
متحقق نہیں ہو سکتے اس طرح التماعا اعمال بالنیات کے صدق کی واسطہ تقدیر واجب ہے ورنہ یہ کلام کا ذب ہو جائیگا۔ اس لئے
کہ استفراق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اب یہ معنی ہوں گے کہ تمام اعمال عبادت نیت کیساتھ موجود ہوتے ہیں بغیر نیت موجود نہیں ہوتے۔
ظاہر ہے کہ ہمیں بہت سے اعمال از قبیل عبادت بغیر نیت صادر ہوتے دیکھتے ہیں تو کلام کو کذب سے بچانے کے لئے ضروری ہوا کہ کسی مناسب
چیز کو مقدمہ مانا جائے۔ چونکہ منصبی سالت شرعی احکام بیان فرمانا ہے لہذا حکم دہنوی صحت، یا حکم اخروی ثواب مقدمہ مانا جائیگا
کیونکہ صحت و تقدیر ماننا بہتر ہے کہ نسبت از باب قرب الی الحقیقہ ہے کما سبق پس تقدیر عبادت یہ ہوگی۔ التماعا صحۃ الاعمال
بالنیات یعنی جملہ اعمال عبادت کی صحت عند الشیخ نیت کے ساتھ ہوتی ہے بغیر نیت صحیح نہیں ہوتی یا تقدیر عبادت یہ ہوگی۔ التماعا
الاعمال صحۃ بالنیات یعنی جملہ اعمال عبادت نیت کیساتھ شرعاً صحیح ہوتے ہیں۔ بغیر نیت صحیح نہیں ہوتے وھو المطلوب
ان دونوں تقدیر کا مفاد اگرچہ ایک ہے مگر پہلی تقدیر اولیٰ ہے اور دیکھیں حدیث میں آول حذف مضاف دوم حذف
خبر اور دوسری میں صرف حذف خبر ہے اس لئے کہ حذف مضاف اور مقام خبر میں فعل عام کا حذف دونوں کثیر الوقوع ہیں و تمام خبر میں
فعل خاص کا حذف قلیل الوقوع ہے۔ اور شک نہیں کہ لمحاظ عربیت کثیر الوقوع کا اعتبار کرنا اولیٰ ہے۔

شافعی استدلال کا پہلا جواب

اصول فقہ میں بیان کیا گیا ہے کہ مسئلہ کی دلیل کا نتیجہ تسلیم کر کے جواب دینے کو قول بالموجب کہتے ہیں چنانچہ مذکور
بالاشافی استدلال کے جواب میں علماء احناف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے قول بالموجب اختیار فرمایا یعنی یہ تقدیر صحت استدلال کا
نتیجہ مسلم ہے کہ ہر عبادت کی صحت کی واسطہ نیت واجب ہے بغیر نیت عبادت صحیح نہیں ہوتی مگر اس سے صرف اتنا لازم آیا کہ وہ مسائل میں
نیت عبادت نہ ہیں مثلاً بغیر نیت وضو کیا تو یہ وضو عبادت نہ ہوا کہ اس کی صحت کے لئے نیت ضروری تھی جو مفروضہ صحت میں مفقود ہے
لیکن نزاع اس میں نہیں کہ بغیر نیت وضو عبادت ہوتا ہے یا نہیں چنانچہ شوافع کی طرح احناف بھی قائل ہیں کہ وضو کے بغیر نیت عبادت نہیں
نزاع تو اس میں ہے کہ بے نیت وضو نماز کے لئے وسیلہ بن سکتا ہے یا نہیں یعنی اس سے نماز جائز ہے یا نہیں۔ حدیث مذکور جواز اور عدم جواز
دونوں سے ساکت ہے۔ شوافع عدم جواز کے قائل ہیں و احناف جواز کے اس لئے کہ وضو نماز کیلئے شرط ہے اور شرط ذاتہ مقصود نہیں ہوتی
بلکہ اس کی تکمیل وغیرہ کی واسطہ ہوتی ہے تو میں طرح بھی حاصل ہوگی و سید بن جابر میں منزع عبادت اور دیگر شرط نماز کی طرح وضو بھی ہوا
کہ جیسے ان کے وسیلہ بننے میں نیت کی احتیاج نہیں ایسے ہی وضو کے وسیلہ ہونے میں نیت کی ضرورت نہیں۔ لہذا وضو بے نیت بھی نماز
ہو جائیگی۔ لہذا انقول فی سائر الوسائل الا المتیعم فاذا خصص متصا بالدلیل۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جواز نماز کی واسطہ
وضوئے عبادت شرط ہے اور بغیر نیت جہے وضو عبادت نہ ہو تو اس سے نماز بھی جائز نہ ہوگی کی ذات الشرط ذات المشروط
تو جواب میں کہا جائے گا کہ مدعی پر واجب ہے کہ اپنے اس دعویٰ پر دلیل قائم کرے کہ جواز نماز کیلئے وضوئے عبادت شرط ہے۔ بغیر اس دعویٰ
مسموع نہیں ہو سکتا۔ ولین یقیناً ابداً

نیت
موجب
خلاف
کی استدلال
دوسری
تقریر

۱۴۲۸ھ میں تالیف فرمایا

۱۴۲۸ھ میں تالیف فرمایا

مفہوم حدیث امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک

اقتداء الاعمال بالنیات میں اعمال پر الف لام رے استعراق ہے تو اعمال عام ہو کہ قلب کا لب کے افعال الذلیل خدیجوں خواہ از قلیل ترک عبادت مہل یا عادات جسکے سبب میں غل میں جہادات پر مقصود نہیں جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اور نہ استعراق باقی نہ رہ گیا۔ بالنیات میں نیات صحیح نیت کی ہے اور نیت کے لغوی معنی دل کا چمکنا ارادہ اور شرعی معنی ارادہ طاعت کما سبق یہاں پر شرعی معنی مراد ہیں لغوی مراد نہیں بخیر و جہ۔ اولاً اس لئے کہ لغوی معنی مراد لینے پر کلام منصب کے کے خلاف ہو گا۔ کہ منصب نبوت شرعی احکام بیان فرمانا ہے اور اس تقدیر پر کلام سے شرعی حکم مفہوم نہ ہو گا کیونکہ معنی۔ ہونے کا محال ارادہ قلب کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں بغیر ارادہ حاصل نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ اس میں کوئی حکم شرعی نہیں ڈنوی۔ تاخوری کہ محبت ثواب و نزل ارادہ طاعت پر موقوف ہیں۔ ثانیاً اس لئے کہ قصور میں جب لغوی اور شرعی دونوں معنی کا احتمال ہو تو شرعی معنی کا احتمال ہو تو شرعی معنی کے مراد ہونے پر قرینہ بھی ہوا سوت تو ان کا مراد ہونا متفق علیہ کما یقین فی الکصول اور یہاں پر ضمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ معنی شرعی کے مراد ہونے پر قرینہ ہے کہ ہجرت الی اللہ ورسولہ کے معنی ہی وہ ہجرت میں جانشین رسول کے لئے ہو یعنی ارادہ طاعت کے صادر ہوا ویراقتا الاحتمال بالنیات پر متفرع ہے اور متفرع ہونا اسی وقت درست ہو گا جبکہ امیں نیت سے شرعی معنی ارادہ طاعت مراد ہوں۔ ثالثاً اس لئے کہ شواہد کے نزدیک بھی اس کلام کے صادق ہونے کے لئے تاویل واجب ہے حالانکہ لغوی معنی مراد ہونے کی تقدیر پر تاویل کی احتیاج نہیں ہوتی کیونکہ اس کے نزدیک حدیث کا مفہوم یہ ہو گا کہ اعمال عبادت ارادہ سے موجود ہوتے ہیں بغیر ارادہ موجود نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ اس کلام کے صادق ہونے کوئی شک شبہ نہیں تو یہ جانب جملہ تقدیر صحیحہ یا مقام خبر میں تعلق خاص کی تقدیر ضرورت ہے۔ لیکن وہ بایں ہر ضرورت کے قائل ہیں پس معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی نیات سے شرعی معنی مراد ہیں لغوی معنی مراد نہیں جب ثابت ہوا کہ نیات سے شرعی معنی مراد ہیں تو بجمہد لا تعالیٰ ما ظہر من الشمس ہو گیا کہ یہ کلام متروک لفظ ہوا جب تاویل کے یہ کیونکہ اس کے معنی یہ ہو گئے کہ تمام اعمال ارادہ طاعت کے ساتھ موجود ہوتے ہیں بغیر ارادہ طاعت موجود نہیں ہوتے۔ مادہ معنی صادق نہیں اس لئے کہ جسے دن رات کثرت ایسے اعمال صادر ہوتے رہتے ہیں جن کے صدور کے وقت ارادہ طاعت نہیں ہوتا مثلاً نشست و برخاست۔ رفت و گشتار خواب و بیداری۔ خورد و نوش۔ نوشت و خواند تعلیم و تعلم و وضو غسل۔ وغیرہ تمام غیر منوع اعمال اگرچہ ارادے سے صادر ہوتے ہیں مگر اختیاری ہیں مگر ہر وقت ضرور بسا اوقات ہائے قلب میں زیادہ نہیں ہوتا کہ ہر ان افعال کو مالی کی تعمیل میں یا محبوب فیصلے اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی تبادر میں کہ ہے میں حالانکہ ارادہ طاعت کا مفہوم یہی ہے جب معلوم ہوا کہ میں صاف نہیں تو کلام کو ان حقیقی معنی پر برقرار رکھنے سے نبوی کلام کا ذکر لازم آئے گا جو حال اس لئے کہ وہ انبیا علیہم السلام انھوں انھوں کا وحی یوحی ان کی مشان ہے۔ لہذا واجب ہوا کہ منصب رسالت کے مناسب معنی مجازی پر کلام کو محمول کریں تاکہ نبوی مراد نہ لگے ہو۔ چونکہ منصب رسالت شرعی حکم بیان فرمانا ہے اور حکم شرعی دو قسم ہے اول ڈنوی جیسے محبت ایمان وغیرہ جیسے ثوابا علیہم السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہاں پر لغوی مراد نہیں لغوی مراد نہیں کلام میں مجاز بالخلاف ہے۔ تقدیر عبادت یہ ہے۔ انھما ثواب الاعمال بالنیات اولاً اس لئے کہ تقدیر صحت مراد ہونے پر لازم کہ وہ ہجرت فاسدہ شریک اور است ہو جو حصول دنیائے اقصیٰ کا ح کے ارادے سے کی گئی تھی لیکن وہ فاسد نہیں اس لئے کہ اگر فاسد ہوتی تو اشرف انبیا محبوب کیا علیہ السلام تعالیٰ علیہ السلام تجدید ہجرت کا حکم دیا لاس لئے میں ہجرت و فتن تھی لیکن تجدید ہجرت کا حکم نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ ہجرت فاسدہ اندرست نہیں ہوتی پس ثابت ہوا کہ تقدیر صحت مراد نہیں جب نبوی حکم صحت کی نفی ہو گئی تو اخروی حکم رثابہ ثابت ہوا وھو اطلالوب۔ ثانیاً اس لئے کہ تقدیر ثواب پر اجماع ہے جب کوئی

بشیر
صحیح
بخاری
امام
اعظم
رضی
اللہ
تعالیٰ
عنہ

ذ

شافعی
مذہب
دوسرے
مذہب

سوال

جواب

جواب

دوم

حضرات نے نقل فرمایا۔ لہذا وجود اجل برصاحب التحصیل کا منع وارد فرمانا درست نہیں۔ کذا فی فوائد الرخصت شرح مسلم الثبوت۔
 سوال یہاں پر تین احتمال ہیں۔ تقدیر صحت۔ اور تقدیر ثواب۔ اور حکم عام کی تقدیر جو صحت اور ثواب دونوں کو شامل ہے اول کے بطلان
 سے ثانی کا ثبوت نہ ہوگا تاوقتیکہ ثالث کو باطل نہ کیا جائے اور پھر ہی ہے کہ حکم مقدر مائیں تاکہ دنیوی اور اخروی دونوں کو شامل ہو جائے۔
 جواب اول یہاں پر حکم عام کے دو فرض ہیں۔ اول صحت۔ دوم ثواب۔ جب اول کی نفی ہوگئی تو حکم مقدر مائیں کی صحت میں اس کے ماتحت
 صرف دوسرا فرض باقی رہے گا۔ تو حکم کا عموم جاتا رہا۔ پس ثابت ہوا کہ اول کے ابطال سے ثالث کا ابطال بھی ہو جاتا ہے۔ اور جب اول اور ثالث
 احتمال باطل ہوئے تو ثانی ثابت ہو گیا۔ وہو المطالب جواب دوم جب تقدیر ثواب اجراء ہوا تو جس طرح تقدیر صحت باطل ہوئی حکم عام کی
 تقدیر بھی باطل ہوگئی یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اضافت سے جن حضرات نے اس حدیث میں لفظ حکم کی تقدیر کو جائز قرار دیا جیسے صدر
 الشریعہ صاحب شریح وقایا انہوں نے حکم سے عام معنی مراد نہیں لئے بلکہ ان کی مراد بھی حکم سے ثواب ہے۔ بشرح قایہ کے کلام سے یہ بات اس قدر
 روشن ہے کہ اسیر اصلا خفا نہیں و قدما تلونا علیک ظہر سخافة مآقل فی فیض المبرہنی منہ راقول و کلام شامح الوقایہ وان
 کان ادلی من غیرہ الا انہ خلاف الوجہان اما تقدیر الثواب الصحۃ فلا یصح عندی اما الاول فلان تقدیر الثواب
 بدوی الی تخصیصین فی الحدیث الاول بالذکر الاخرۃ فان الثواب العقاب من احکام الاخرۃ والثانی تخصیصہ
 بالطاعات فقط لا غماہی لکن یشاب علیہا بخلاف المعاصی فاغماہا یقاب علیہا فلو قلنا قیاب لاہمال بالنیات
 یتصور الحدیث علی احکام الاخرۃ ثم علی الطاعات واحکام الدنیا والمعاصی تخرج عن قضیۃ الحدیث ومطلوعہ
 ولا یبقی لہ علاقۃ بما مع ان الحدیث عام قطعاً فان المعاصی مذکورۃ فی آخر الحدیث صراحۃ کما قالہ مکی نہ
 جہتہ الی کنبی انہ فعلہ ان الحدیث لم یزید فی الطاعات فقط علان صحۃ الاحمال والطاعات ہی کونہا بحیث یتزی
 علیہا الثواب فاذا خلت عن الثواب فقد بطلت فصل ما ل تقدیر الثواب والصحۃ واحداً فیلزم علیہم ما لزم
 علی من قدر الصحۃ فیہ فی حدیث لہم ان الثواب فقد بطلت فصل ما ل تقدیر الثواب والصحۃ واحداً فیلزم علیہم ما لزم
 بہذا النفع الیسیر بالضرر والکثیر واختارہ اہل التقدر مع انہ لا یجدہم ایضاً کما سیجئ واما الثانی ای
 تقدیر الصحۃ فیہ بدوی الی تخصیصین ایضاً الاول باحکام الدنیا فان الصحۃ اسم لا شجما ع الشرائط والاخر کان
 بحیث یسقط الظرف عن ممتنعہ وکذا البطلان نقیضہ وھما من احکام الفقہ والاد الدنیا وحینئذ یقتصر
 الحدیث علی احکام الفقہ والاد الدنیا ولا یشمل حکم الاخرۃ والثانی ان من الافعال ما لا یقال فیہ
 انہ صح او بطل فان الصحۃ تجزی فیما فیہ جہتان الخلة والحرمۃ اما احکام قطعاً والحلال قطعاً فلا یقال فیہ
 انہ صح او بطل مثل من قتل رجلاً اولی او سوق فلا یقال فیہ انہ صح قتلہ وزناہا وسوقہ او بطل فیکون تقدیر
 ساکتاً عن ہذہ الاحکام مع انہ عام لجميع الطوائف کما علمت فلان الصحۃ والبطلان ہذا الاصطلاح
 من المصطلحات الحادۃ ولا ینبغی ان یحمل الحدیث علی مصطلحات الفنون بل یجری علی صرافۃ اللغۃ
 ہذا کلام علی شریحہما اما اولاً فلان الفرق بین تقدیر الحکم وتقدیر الثواب الصحۃ بان الاول خلاف الوجہان
 والثانی فی حیز البطلان فمبنی علی شریحہ فہمہ کلام شامح الوقایہ فانہ لم یزید بالحکم المعنی العام الشامل للحدیث
 والاخری کما بینہما علیہ انفاحتی یفرق بینہما بالطریق المذكور ویجوز الاول ولی من غیرہ بل لہا
 بالحکم الثواب ذلک لانہ قل فی الجواب عن استناد الاماہ الشافعی فی اللہ تعالیٰ عنہ بلحدیث المذكور

دری
فیض
الطریق

مما حصله ان الثواب منوط بالنية اتفاقا بيننا وبينه فلا بد ان يقدر الثواب او يقدر شيء يشمل الثواب نحو حكم
 الاعمال بالنيات فان قدر الثواب فظاهر انه لا دلالة للحديث المذكور على اشتراط النية لصحة البارات بل
 انما يدل على اشتراطها للحصول للثواب هو خلاف ما المار به الامام الشافعي رضي الله تعالى عنه وعين ما
 اردناه وان قدر الحكم فهو نوعان فيسمى كالصحة واخرى كالثواب الاخرى مراد في الحديث المذكور لا اجتماع
 بيننا وبينه فاذا قيل حكم الاعمال بالنيات ويراد به الثواب صدق الكلام من غير ضرورة الى ان يحصل
 الحكم على العموم ويحتمل شاملا للصحة فلا يحتمل على المعنى الا عملان ما ثبت بالضرورة يتقدم به ضرورة
 والاحتياج الى حذف الثواب وما يعمه انما وقع لعدم استقامة ظاهر الحديث المتقضى لنفي وجوده اعمال
 بدون النية فلما اندفع ذلك بلادة الثواب لا يبرأ غيره. هذا في العجب كيف يعترض على كلام ائمة الدين
 من لم يكن عنده الا هذه الفهم السقيم واما ثانيا فلان القول يكون تقدير الثواب غير صحيح جزاء كيف
 قد اقمنا البرهان على وجوبه فيما سبق وما اورد عليه من انه يورى الى تخصيصين في الحديث غير مستقيم
 بل التخصيص من كان الف مرة لا شناعة فيه فان التخصيص في كثير من العبارات حتى قيل ما من عمل
 وقد خص منه البعض واستثنوا منه قوله تعالى والله بكل شيء عليم فلما يفر من التخصيص نعم لو لم يكن
 اليه داعية لكان مذموما مطرودا ووقع فرار مقبولا محموذا وقد بينا الداعية وهي ان المار بالنيات
 في الحديث معناها الشرعي والمغري واثبتناه بثلاثة وجوه فلا نبيدها واما ثالثا فلان القول بدخول
 المعاصي في الاعمال ويذكرها صراحة في قوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فمن كانت هجرته الى باطل فانه
 لتاويل بالنية معناها الشرعي على سائر الطاعة فلا بد من تقدير الثواب لما ذكرنا فظهر ان المعاصي
 غير داخلية في الاعمال فان المعاصي لا يثاب عليها فلا اعمال في الحديث مقصودة على غير المعاصي
 بل عمل القلب القالب من الاخذ والكف ومن القول والفعل من العبادة والعادة كما قال الشيخ عبد الحق
 المحضرات الدهلوي قدس سره القوي في شعبة المعاصي وقد مررت القاطنة الكريمة في باب النية وقوله
 صلى الله تعالى عليه وآله وسلم انما الاعمال بالنيات في مرتبة الاجمال وقوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم
 فمن كانت هجرته الى باطل فانه لا ينطوي عليه التفصيل فالمعاصي
 اذا لم تدخل في الاجمال فكيف تذكر في التفصيل فضلا عن التصريح كما لا يخفى ان القول بصراحة ذكر
 المعاصي في آخر الحديث كما صدر عن هذا العلامة فهو كما ينبغي عن ازدياد بصيرته في التحديث كذا
 ينبغي عن كونه البصر من وراء الية امة واما ساربا فلان التخصيص بغير المعاصي لا يحيط في صورة على
 ما اختاره من التقدير في الحديث ايضا حيث قال في مثل ثم الحديث لما كان عام ما عندى فينبغي ان
 يكون التقدير ايضا كذا كالتعماء والركوة والعبارة والشمرة والحسبة فمعناه عماء الاعمال وذكرها بعبارة
 وحسبتها بالنيات ليست اريد من العبارة والحسبة الفقهي لئلا يرجع الكلام الى موضوعه بالنقص بل الى
 محله حد قوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم انما الاعمال بالنيات في لفظ العبارة بالتحقيق اتم او ما سواها من
 بالفاظ التي تدل على اعتناء بجانب الموافق وعدم البطلان بجانب المخالف ولهذا الالفاظ كلها كذلك

كان تقديره لا لفاظا اليك بعد ما عرفت حقيقة المراءى لان المراد بالنيات حينئذ لا يتلو اما ان يكون معناها الشئ
 او اللغوى فان كان اى قول كما هو الحق وجرى على لسانه ايضا من حيث لم يعلمه في قوله على (واذن اى امره)
 هو ان الحديث لم يروى في وجوب النية وعدها كما يشعر به تفاسيرهم وانما وروى في بيان الفرق بين النية
 الفاسدة والصحيحة فقال من كانت هجرته الى الله ورسوله فهذه نية صحيحة وقال من كانت هجرته الى دنيا
 يصيبها او امرأة يتزوجها فهذه نية فاسدة والحديث فضل بنفسه آخر ما اجمله او لا وصرح بانه لم يروى
 في بيان حكم الاعمال التى فيها النية والتي ليست فيها النية بل جاء لمنفعة النية الصحيحة ومنفعة النية
 الفاسدة وقد علمت انها عبارة عن المراءة الطاعة فيكون معنى انما الاعمال بالنيات المحفوظا فيه القصر
 ولا يستغرق ان نماء جميع الاعمال واعتدادها وثمرتها يحصل بالرادة الطاعة ولا يحصل بدونها فان
 اخلت المعاصى في الاعمال يلزم ان يكون نماء كل معصية واعتدادها وثمرتها يحصل بالرادة الطاعة
 ولا يحصل بغيرها وهذا اللازم كما ترى باطل فالملزم من ذلك ان كان الثانى فيلزم ان لا يفرغ عليه
 ما بعده ولا يصح كونه تفصيلا لما قبله سواء اخلت المعاصى في الاعمال او لم تدخل مع انه معترف
 بكون آخر الحديث تفصيلا لاوله اذ حينئذ يكون معنى انما الاعمال بالنيات ان نماء جميع الاعمال طاعة
 كانت او معصية يحصل بالرادة ولا يحصل بدونها وفيه جزان ايجابى وسلبى فلا بد في التفصيل من شيئين
 يكون احدهما متفرعا على الايجابى وتفصيلا له والاخر تفصيلا للسلبى متفرعا عليه فقوله صلى الله تعالى عليه
 وآله وسلم فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله لو صح كون تفصيلا للايجابى بالنظر الى
 وجود الارادة فيه فلا يصح كون قوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فمن كانت هجرته الى دنيا يصيبها الخ
 تفصيلا للسلبى لعدم انتفاء الارادة فيه فلا بد من انتفاها في تفصيل السلبى لان الايجابى السلبى ههنا
 باعتبار وجود الارادة وعدمها نظرا الى كلمة انما وعلى هذا العمل الذى يقترون بالارادة يكون تفصيلا
 للايجابى والذى لا يقترون بها يكون تفصيلا للسلبى الهجوع الى دنيا يصيبها او الى امرأة يتزوجها مقتزنة
 بما فلا تكون تفصيلا للسلبى وانما تصلح له الاعمال الغير الارادية لكن لا يتعلق بها حكم من الاحكام
 النبوية والاخرية فعلى خارجة عن الاعمال قطعنا فلا يجوز ذكرها في التفصيل صلا فالهجرة الى دنيا او الى امرأة
 المذكورة في الحديث لو فرض كونها غير مقتزنة بالارادة فذكرها في معرض التفصيل غير صحيح والحاصل انه يبنى
 الامر على ما منه الفراءى قصر الحديث على غير المعاصى اذ المراد بالنية معناها الشرعى ان اراد معناها اللغوى
 فقد يراه باطل لاستلزامه المفسدة المذكورة آنفا وانما خلافا فان الهلاوة مشعرة بالعداوة حيث اختزع من
 عند نفسه معنى لصحة الطاعات شوقا الى الاعتراض على العلماء الساعات لخط مرتبتهم في عيون القاصرين انما
 المتفوق عليهم وطلب التحسين من الجاهلين اذ لم يقل احد من المتكلمين والفقهاء بان صحة الطاعات كونها بحيث
 يترتب الثواب عليها حتى اذ اخلت من الثواب يلزم بطلانها فقصير ما ل تقدير الثواب الصحة واحدا للصحة
 في العبادات عند الفقهاء عبارة عن كون الفعل مستقضا للقضاء وعند المتكلمين عن موافقة امر الشارع وجب القضاء
 اولم يجب فصلاوة من ظن انه متطهر وليس كذلك صحيح فعند المتكلمين لموافقة امر الشارع بالصلاة على حاله

غير صحيح عند الملقها كونهما غير مسقط للقضاء وانت تعلم ان الصحة بهذا المعنيين لا تستلزم الثواب حتى يلزم
من انتفاء الثواب في العبادات بطلانها لان انتفاء اللازم يستلزم انتفاء المأزوم والقديران المذكوران لم
يتحدوا ولا يتحدان كيف وقد ير الثواب هو الصواب لهذا التزمه اولواك الباب. واما سائر سافلان ما اورد على السادة
الشافعية من لزوم التخصيص على تقدير الصحة فقد مضى الجواب عنه فيما مضى لا يطيل الكلام بذكره مرة اخرى قد علمت كذا في
فر من الموت وفي الموت وقع حيث بالغ في الاكثار على الذين اختاروا التخصيص اليه رجع. واما سائر سافلان
الوجه الثاني من الايراد على الشواخ مصير منه الى الاعتراض بخرج المعاصر عن الاعمال كما اعترض به علينا
منعشلا حنا وقد فرغنا من البطالة ايضا فيما سلف فلا تكن من الغافلين. والجواب ههنا هو الجواب ثمه
فاحفظه ان كنت من المحصلين واما ثانيا فلان القول بجريان الصحة المفسدة في كلامه على كل ما فيه جهتا
من الحجة والحكمة كما يشعر به كلمة ما نداه من بعيد لان البيع وغيره من المعاملات فيه جهتان من الحجة
والحكمة فانه قد يكون حلالا وقد يكون حراما قال تعالى احل الله البيع وحرم الربوا مع ان التفسير المذكور
للصحة لا يجري عليه فانه تفسير للصحة في العبادات والبيع من المعاملات والصحة في المعاملات عبارة
عن كون العقد سببا لترتب ثمراته المطلوبة عليه شرعا كالبيع للملك والصحة ان متغيرتان للتغاير
موصوفيهما فكيف تجري احدهما على ما تجرى عليه الاخرى واما ثانيا سافلان ما اذا اراد بقوله اما
الحرام قطعاً والحلال قطعاً هل اراد ما لم يكن فيه الا جهة الحرمه والحجة كما يرشدك اليه المقتضى
بما قبله اذ كانت حرمة او حلاله ثابتة بالدليل القطعي كما يتبين من رايه الذهن من لفظة قطعاً ان
الاول فبعض الامثلة المذكورة للحرام قطعاً بهذا المعنى من القتل والزنا والسرقة بالاطلاق غير منطبق
عليه اذ القتل قصاصاً حلال وكذا الزنا المرأة ليس بحرام قطعاً لان له حظاً من الحجة في حالة الاكراه ^{ممكن}
فلم يقتصر على جهة واحدة من الحرمه والحجة بل كل واحد منهما ذو جهتين فلم يكن حراماً بهذا المعنى
وان اراد الثاني فالقول بعدم اطلاق الصحة المفسدة في كلامه على الحلال بهذا المعنى غير صحيح لانه
الصحة ثبتت حلتها بالدليل القطعي فهي حلال قطعاً وقد تضاعف ذلك الصحة اليها فيقال هي الصلوة
اذا استجمعت الشرط والركان بحيث يسقط الفرض عن الذممة وفي هذا المقام كلام بعد واما ثانياً
فلان ما عطف النظر عن عدم تمامية استدلال الشاذلة الشافعية كما اوضحنا فيما سلف فنقول ان هذا
العلاوة عليهم مبنية على الغفلة عن الفاظ الحديث فان لفظة صحة لا تقع فيه حتى يتوجه عليهم انهم
باخذ معناها الاصطلاحي حملوا الحديث على مصطلحات الفنون فعمهم قدوة الصحة لعدم استقامة
ظاهر الحديث بدليل قضاءه عندهم وليس في ذلك من قبيل الحمل او تسليم فنقول المعنى المذكور للصحة
شرعي والافاظ محمولة على معانيها الشرعية في كلام الشارع عند الجمهور رايهم انهم تكون قرينة على خلافها
كما او ما نا اليه في بيان مفهوم الحديث عند الامام الاعظم رضي الله تعالى عنه والاي لم حمل الصلوة
والزكاة والصوم والحج في النصوص على معانيها اللغوية وهو فاسد قطعاً وهذه المسئلة مصححة في كتب
الاصول من مختصر المنتهى لاصولي الامام ابن الحاجب شرحه للقاضي عضد الملة والدين مسلم الثبوت

للعامة محبة لله البهاري رحمة الله تعالى عليهم وعلينا معهم وبهم اجمعين قتلت عشرة كلمة
 على هفواته التي اوردتها على ائمة الدين من الاحناف والشافعيين يثبتن بها مبلغ علمه بالحديث
 عند الطالبين فيما ايتها المحصون عضوا عليها بالنوازل كيلا يغواكم الغاؤون وتاملوا
 فيها ولا تظالعوها بالاستعجال اعرفوا الرجال بالحق لا الحق بالرجال وانزلوا غشاوة التقليد عن
 ابصاركم تحصيل الحق واليقين هذا الصبحي لكم ان كنتم تحبون الناصحين والحمد لله رب العالمين في صلة
 الله تعالى على حبيبه وآله وصحبه اجمعين الا قد حان لنا الانهاء بما وعدناه في الدرس الماضي من
 تقريرنا المسمى بالفيض الاشرقي ولا يخجل ذكره عن النفع الجلي بفضل الله تعالى العلى -

“الفيض الاشرقي في الحديث الفارقي”

اقول وبالله التوفيق الاعمال جميع عمل فيه عموم من وجوه الاول من حيث انه يشمل الفعل الاختياري
 وغيره والثاني من حيث ان يعم العبادة والمعصية والثالث من حيث انه يتناول الطاعات والمباحات والرابع من
 حيث انه ينتظم فعل القلب والجوارح كليهما وكذا ان النيات جميع نية وهي لغة عبارة عن الارادة المجردة
 المجردة كما في رد المحتار فيها ايضا عموم من حيث انها شاملة لنية الطاعة والمعصية والنية المتعلقة
 بغيرها من الاغراض المباحة والباء للصاق وكلام التعريف على الاعمال والنيات للجنس والاستغراق
 اذ لا عهد لفظة انما المقصور فاذا انحصر ونقول تعرف ان المسند اليه مقصور على المسند وانما النقش هذا
 على صحيفة خاطرك فنقول اذ قيل انما الاعمال بالنيات فالنظر الى ما ذكرنا فيكون حاصل المعنى ان جنس
 الاعمال مقصور على جنس الارادة المذكورة وقصر الجنس لا يكون الا بقصر جميع افرادة فصلا معنى الكلام
 ان جميع الاعمال مقصور على جنس الارادة المذكورة يعني لا يوجد الا بما فخرج الفعل المختار الاختياري
 لانه لا يصدى بالارادة فالرفع العموم الاول وحينئذ يكون مفاد الكلام ان جميع الافعال الاختيارية
 لا يوجد الا بجنس الارادة المذكورة والا فلاح على مثله لا يناسب منصبه المنبوبة فلا بد ان المصير الى
 المعيار وهو ان يراد بالشئ حكمه فاطلاق الاعمال اراد حكمها والحكم يتناول الاخرى التي تسمى الاخرى
 يشمل الثواب العقاب الكلام كما في قرينة على الثواب كما لا يخفى على اولى الالباب ايضا هو مراد بالاجزاء
 فلا يعم الحكم لان ما ثبت بالضرورة يتقدر بقدر الضرورة والضرورة انقضت به اذ ان الثواب فيجوز
 صار المعنى ثواب جميع الاعمال لا يوجد الا بالارادة المذكورة والمعاصي لا يثاب عليها فخرجت من الاعمال ارفع
 العموم الثاني وبقي العموم الثالث والرابع في الاعمال وظاهر ان ثواب الاعمال لا يحصل بالارادة المعصية و
 لا بالارادة المتعلقة بغير الطاعة والمعصية من الاغراض المباحة والا لما احتيج الى هذا الكلام فارتفع العموم
 من النيات صلا معنى الكلام ان ثواب جميع الاعمال لا يوجد الا بالارادة الطاعة والنية عمل يثاب عليه واخلت

حدث
 انما الاعمال
 بالنيات
 بقرينة غرضي
 انما هو ان يذكر
 بقرينة ما
 بقرينة عموم
 بقرينة انما
 الاشرقي في
 الحديث
 الفارقي

له نسبة الى سيدنا و مرشدنا اشرافنا الشاه ابو محمد السيد علي حسين اشرقي قدس سره القول الجمهوري في هذا الفيض الاشرقي
 والهندستاني ملكا صا مسند سلطان المعارف في المذموم سيدنا محمد اشرافنا قدس سره في هذا القول في هذا الفيض الاشرقي
 منة

فی الأعمال بالنظر إلى العموم الرابع قلو توقف ثوابها على نية أخرى والأخرى أيضاً عمل يشاب عليه وإخله في الأعمال بالنظر إلى العموم الرابع فلا بد لها من نية ثالثة وهلم جراً لما أمكن تحصيل ثوابها لأحد من المكلفين فان ثواب النية الواحدة على هذا التقدير لا يحصل إلا بوجود النيات الغير المتناهية السابقة عليها وهو صريح البطلان بحديث العالم بنفسه وقضيضه والثالث باطل لأن الله تعالى لا يكلف نفساً أكثر وسعها فالمقدّم كذلك فيجب إخراج نية الطاعة من الأعمال فلا يكون مفهوم الفقرة النبوية أن الأعمال عبادات كانت أو مباحات أفعال الجوارح كانت أو أفعال المكروب ما عدا النيات ثواب جميعها لا يحصل إلا بإمادة الطاعة هذا ما عليه الأسلاف وأرشدنا إليه الاختلاف ولما خرجت نية الطاعة من الأعمال لم يذكروا من الأشكال فهدنا فيما تلا إلى حكمها المصطفى عليه وآله التحية والثناء بقوله وإنما الأمر ما نوى ههنا أيضاً لا بد من التقدير لما مضى لا مثلاً من المنظر فيما أفيد بذلك على أن الثواب أريد كما لا يخفى على من الفنى السمع وهو شهيد فصار مفاد هذا الجملة النبوية أن لكل امرئ ثواب النية والتقدير لا قلة العصر بلامرية والنية ودون العمل منزلة من حيث أنها تكتب حسنة واحدة وهو يكتب عشر فلما كان ثواب المفضل مختصاً بالإنسان فتواب الأفضل أولى بالاختصاص عند الواجبات فهذه الجملة النبوية على صاحبها ألف التحية كما يستفاد منها حكم النية ومن يستحقه بالتوضيح كذلك يستفاد منها من يستحق ثواب العمل بالتلويم فلهذا رفاؤها عليه وعلى آله التحية والثناء هذا على تقدير كون ما مصدرية وهو الجواب لعدم الاحتياج فيه إلى حذف الضمير وإن أخذتها اسم الموصول فلا تريباً بالبناء لما أقول للام في كل مرة لا استحقاق وتقدير الثواب يدل عليه السياق فصار المعنى أن ثواب الأعمال مستحق لمن ينوبها من العمال فالجملة الأولى مبنية حكمها والثانية ودرت لسان مستحقة وأعلى هذا التقدير بقي حكم نية الأعمال لم ينطو عليه هذا المقال ولذا لم يكن مرضياً عند البال وبما ذكرنا ظهر أن قوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم إنما الأعمال بالنيات يشمل على بيان الحكمين أحدهما ثبوت الثواب بالنية وهذا الصريح والثاني استفادتها وهذا الصريح المستفاد من الحصر لزوماً وكلا الحكمين كليان وبعد الفراغ عن بيانهما فرع على كل واحد جزئياً مما تقدم في التفريع المحكم المصريح لمزية التصريح فقال فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله وآخر الحكم اللازم لا نخطأ طريقته فقال ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها وإلى امرأة يتكسبها فهجرته إلى ماهاجر إليه وبهذا التقدير يظهر لا ريباً بين الجملة الثلاث كما لا يخفى و الحمد لله على ذلك في الدنيا والعقبين وصلى الله تعالى على حبيبنا المصطفى وآله وصحبه المجتبى.

السُّؤَالَاتُ وَالْجَوَابَاتُ

سؤال إنما الأعمال بالنيات کے بعد وکل عمل امرئ ما نوى فرطے میں تکرار لازم آتی ہے اسلئے کہ برحق اختلاف پہلے جملے کے معنی یہ ہیں کہ کل اعمال کا ثواب نیک نیت پر موقوف ہے اور دوسرے کے معنی یہ ہیں کہ ہر امر کو اگر نیک نیت کا ثواب ملتا ہے چونکہ نیت ہی عمل کا قلب ہے لہذا کل اعمال میں اصل پس کل اعمال ذکر کیے بعد اسکو ذکر کرنا تکرار ہوا جو جواب کل اعمال میں نیت داخل نہیں حتیٰ کہ تکرار لازم آئے اسلئے کہ جملا اعمال پر ثواب ملنے کے لئے نیت غیر شرط ہے اور نیت غیر پر ثواب ملنے کی واسطے دوسری نیت غیر شرط

انہیں درہ سلسل لازم آئیگا جو حال ہے اور نیت خیر کے ثواب کی تحصیل ممکن نہ ہوگی کہ جب ایک نیت خیر کا ثواب دوسری نیت خیر پر موقوف ہو اور دوسری نیت خیر بھی ایک عمل ہے اور ہر عمل کا ثواب نیت خیر پر موقوف تو دوسری نیت خیر کا ثواب تیسری پر موقوف ہوگا اور تیسری بھی ایک عمل ہے اور ہر عمل کا ثواب نیت خیر پر موقوف تو تیسری کا ثواب چوتھی پر موقوف ہوگا اور چوتھی کا ثواب پانچویں پر موقوف ہوگا اور ایک نیت کے ثواب کی تحصیل بھی ہو سکے گی۔ نظر براس ایضاً الامامان بالنیات سے ماسوائے نیت حلالہ اعمال کا حکم بیان کرنے کے بعد و لعل امر علی ما اولی سے نیت کا حکم بیان فرمایا۔ پھر انما الاعمال بالنیات پر جزئیات کی تفریع فرمائی کہ جو حد قصر اس سے دو کلی حکم مستفاد ہوا اول وجودی کہ تمام اعمال کا ثواب نیت سے حاصل ہوتا ہے۔ دوم عدلی کہ بغیر نیت کسی عمل پر ثواب نہیں ملتا جو نہ وجود کو عدم پر شرافت حاصل ہے اسلئے وجودی کو تفریع میں مقدم رکھ کر فرمایا من کان تہجر تہ الی اللہ ورسولہ فہجر تہ الی اللہ ورسولہ پھر عدلی پر تفریع کرتے ہوئے فرمایا ومن کان تہجر تہ الی دنیا لیسبھا او الی امرأۃ لیسکھا فہجر تہ الی ما لکھا اجر الیہ اس جواب سے بیات بھی ظاہر ہوگی کہ نیت کو عمل پر بیان مبنی فضیلت حاصل ہے کہ عمل پر ثواب ملنے کیو اسلئے نیت شرف طے اور نیت پر ثواب ملنے کے لئے نیت شرط نہیں سیوا اسلئے جو یہ حد قصر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یدلک ما لک من خیر من عملہ مومن کی نیت کے عمل سے بہتر ہے کہ اس کا ثواب بغیر نیت ملتا ہے اور ثواب عمل بلا نیت نہیں ملتا۔ سوال حدیث مسلم میں وارثہ واذا ہم بحسنۃ فام عملھا فاکتبوا حسنۃ فان عملھا فاکتبوا عشرۃ یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے جب میرے بندے نے نیک عمل کی نیت کی مگر اسے کیا نہیں تو اس کو ایک نیک لکھو اور اگر اس کو کرے تو اسے دس نیکیاں لکھو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل کو نیت پر فضیلت ہے کہ نیت پر ایک کی لکھی جاتی ہے اور عمل پر نو کا اضافہ ہوتا ہے پس یہ حدیث نیت المؤمنین خیر من عملہ کے مخالف ہوئی جو جواب مخالف نہیں ہونی بلکہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اضافہ کے اعتبار سے عمل کو فضیلت ہے جس طرح اس سے مسلم ہوا کہ ثواب عمل کے مشروط بنیت ہونے اور ثواب نیت کے غیر مشروط ہونے کا اعتبار سے نیت کو فضیلت حاصل ہے جس مخالف اس وقت ہوتی جبکہ یہ حدیث عمل کے لئے اسی اعتبار سے فضیلت ثابت کرتی جس اعتبار سے اس نے نیت کے لئے ثابت کی تھی یا وہ حدیث نیت کے لئے اسی اعتبار سے فضیلت کا اثبات کرتی جس اعتبار سے عمل کے لئے کر رہی ہے واذا لیس فلیس پس دونوں حدیثوں میں ثابت ہوا کہ ایک لفظ سے نیت کو عمل پر فضیلت ہے اور ایک لفظ سے عمل کو نیت پر۔ سوال نیک عمل کی نیت بھی نیک ہے اور نیک کی کا ثواب کم از کم اس جیسی دس نیکیوں کی برابر ہو تا ہے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا من جاء بالحسنة فله عشر امثالها جو ایک نیک عمل کے لئے اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب ہے۔ ثبوت یہ بھی دس نیکیوں کا ثواب ملے گا نہ صرف ایک کا جیسا کہ مذکور بالا حدیث مسلم سے منہم ہوتا ہے پس یہ حدیث فرقہ وراثت کے مخالف ہوئی۔ جواب اول مخالف نہیں اسلئے کہ آیت میں حسنۃ سے فعل جوامع مراد ہے کہ مافی فتح الباری اور نیت فعل جوامع نہیں حتی کہ اس کے لئے بھی دس نیکیوں کا ثواب آیت سے ثابت ہو تو فعل قلب ہے جو جواب اول جواب بہتر ہے کہ من جاء بالحسنة بمعنى من عمل الحسنة ہو اور حسنۃ سے مراد فعل جوامع ہے چنانچہ شرح حدیث نے ان دونوں باتوں کی تصریح فرمائی ہے لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ جاء بہ بمعنی علہ لغت عرب میں مستقل نہیں نیز حسنۃ کو فعل جوامع کے ساتھ مخصوص کرنا تخصیص بلا مخصص ہو۔ آیت کا ایک محل اور ہے جسکی جانب بعض مفسرین کے کلمات شیعہ میں بعد اسیر اشکال مذکور و انہیں ہینا وہ یک من جاء بالحسنة اپنے معنی مستقل پر ہے یعنی یعنی اور دھا او حسنۃ اپنے اطلاق پر کہ فعل جوامع اور فعل قلب دونوں اشکال اب تقدیر آیت فقیر نے اسے ناقص خیال میں یوں ہوگی من جاء بالحسنة فی صحیفۃ یوم القیامۃ فله جنۃ عشو حسنات امثالہا یعنی جو شخص یوم قیامت اپنے نامہ اعمال میں ایک نیکی لائے گا تو اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب پائے گا۔ اقل مراتب بیان ہے و انکو

نیت
اور نیت
نیت المؤمنین
خیر من
عملہم

حدیث میں مراد ہیں۔ اور دنیا بایں معنی امراتہ کو بھی شامل ہے پھر اسکو علیہ کیل ذکر فرمایا جواب لفظ دنیا حدیث میں مذکور واقع ہے اور
 نکرہ کا ثبات میں عام ہونا لازم نہیں لہذا امراتہ کو شامل ہونا ضروری نہوا۔ ایسوسطے علیہ ذکر فرمایا سوال نکرہ سیاق شرط میں عام
 ہوا کرتا ہے اور یہاں سیاق شرط میں واقع ہے لہذا عام ہوا اور امراتہ کو شامل پھر علیہ کیل ذکر فرمایا جواب علیہ ذکر فرمایا برنا کے اہتمام
 ہے اور اہتمام سے مقصود زیادتی تہذیب ہے کہ عورتوں کے فتنے زیادہ رہنا ہوتے ہیں ایسواسطے حدیث میں ارشاد فرمایا کن علی حدیث میں
 خیر النساء یعنی بہتر عورتوں سے بھی ملے رہنا نیز علیہ ذکر فرمایا اسلئے ہو کہ اس حدیث کا سبب رو دو واقعہ نکاح ہے جسکی تفصیل مگر مگر
 سوال پہلی تفریق کی طرح دوسری تفریق کے جملہ شرطیہ کی جز میں نیا اور امراتہ کا اعادہ کیوں نہیں فرمایا جواب تاکہ یہ ظاہر ہو کہ ان سے
 اعراض مطلوب ہے۔ کیونکہ یہ مولیٰ تعالیٰ سے بندہ کو غافل کرتی ہیں اسلئے بے ضرورت انکی باور ہا زہاں پر آنا پسند نہیں سوال اعمال اور
 نیات دونوں جمع قلت ہیں اور جمع قلت کا اطلاق دسٹ سے زائد پر نہیں ہوتا۔ لہذا یہ حکم تمام مکلفین کے اعمال سے تعلق نہوا بلکہ ایک
 مکلف کے جملہ اعمال سے بھی اسکو تعلق نہیں کہ ایک مکلف کے اعمال میں سے کہیں زائد ہوتے ہیں جواب نیات جمع مونس سالم ہے اور یہ
 جب معرفت باللام نہ ہو تو جمع قلت ہے ذہن جمع کثرت علاوہ ازیر اعمال و نیات پر لاف لام استغراقی داخل ہر اسلئے جمع قلت نہ رہے۔
 سوال نام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث التمام الاعمال بالنیات کو اس مقام کے علاوہ چھ مقامات پر الفاظ مختلف بیان فرمایا
 ہے۔ کتاب الایمان کے باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ میں ہے شیخ عبد اللہ بن مسلمۃ قہنبی سے اور کتاب العتق
 کے باب الخطا والنسیان فی العتاقہ میں ہے شیخ محمد بن کثیر سے اور ہندسویں باب کے باب جھجج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم اصحاب الی المدینۃ میں ہے شیخ مسدد سے اور کتاب النکاح کے باب میں ہاجرا و عمل خیر الذریعہ امراتہ فله ما
 نول میں ہے شیخ یحییٰ بن قزعة سے اور کتاب الایمان والنذور کے باب النیۃ فی الایمان میں ہے شیخ قسبۃ بن سعید
 اور کتاب الجمل کے پہلے باب میں ہے شیخ ابوالنعمان محمد بن الفضل سے ان تمام روایات میں من کالت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ
 فہجرتہ الی اللہ ورسولہ موجود ہے مگر اس بات بدلی روایت میں نہیں ہیں ریافت طلبت امر ہے کہ اس روایت کا انقصار امام بخاری
 علیہ الرحمۃ نے فرمایا کسی نو کے راوی نے۔ اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا تو کس مصلحت سے اور اگر کسی نو کے راوی سے ہو تو امام بخاری
 علیہ الرحمۃ نے مختصر روایت کو ابتدا میں کیوں اختیار فرمایا جواب یہ یقین نہیں کہ انقصار کس کی وجہ سے ہے۔ اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ کی وجہ سے
 ہے تو اس سان کا مقصود اپنے مسلک کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اثنائے حدیث میں بھی انقصار چاہئے جس طرح کہ اول آفریں جائز ہے اور اگر انقصار
 دوسرے راوی سے صادر ہو لے تو ابتدا میں اس مختصر روایت کے پیش کرنے سے ایک خاص نکتہ ظاہر ہو جو یہ کہ اس مختصر روایت کی ترجیح الیہ
 کے ساتھ ایک مخصوص مناسبت حاصل ہر جو دوسری روایات میں موجود نہیں۔ کہ اس مختصر روایت کو اپنے شیخ حیدری سے نقل فرمایا ہو سکتی ہیں اور
 وحی کی ابتدا بھی کہ مختصر میں ہوتی تھی بخلاف دیگر شیخ مذکور کہ ان میں ایک بھی گئی نہیں باعتبار نزول وحی مدنیہ کیونکہ مگر ثانی محال ہے
 نظر برآں سی باب میں فی روایت ایسی پیش فرمائی جس کی سند میں امام بخاری علیہ الرحمۃ کے ثانی شیخ مدنی ہیں یعنی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فلولہ عنہ۔ ومما قل فی فیض البہاری من ان محصل الجواب ان الجملة الاولی المحذوفۃ تشریح القریۃ المحضۃ والمجملۃ
 المذکورۃ تحت الترتیب فلما کان المستفاد منہ اللہ کا الخبر من حال نفسه فی تصنیفہ هذا بعناء هذا الحدیث
 حذف الجملة تشریح بالقریۃ المحضۃ فلما من الترتیبۃ کذا فی الفہم والتفصیل فی الشرح فلیس شیخ ایضا انقص حق
 الا تضاعف ان الجملة المذکورۃ تنویہ علی الجزء السلبی المستفاد من القصص فی قوله صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم انما الاعمال
 بالنیات فیمتد لا معنی للتدرج علان بناء هذا الجواب علی ان الامام البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اجمل هذا الحدیث

شیخ محمد بن کثیر نے فرمایا تو کس مصلحت سے اور اگر کسی نو کے راوی سے ہو تو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے مختصر روایت کو ابتدا میں کیوں اختیار فرمایا جواب یہ یقین نہیں کہ انقصار کس کی وجہ سے ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ کی وجہ سے

شروع میں ایک نیت کافی ہے یا ہر جزو کی ابتدا میں نیت ضروری ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدا میں ایک نیت کافی ہے مثلاً اگر لائے وضو میں یا رادہ کر یا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہوں۔ یا سیدنا یا حبیب کبریا صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ابتداء میں کرتا ہوں یا رادہ نیت جو جو آخر تک ملتا ہوا ہی ہے گا بلکہ درمیان میں منافی کا پہلا ہونا بھی ضروری نہیں حصول ثواب کیلئے اس کا کفار ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ غسل پر غسل سے غسل پاؤں میں سے ہر ایک کے شروع میں ہی نیت کی جائے کیونکہ موضوع ان چاروں کے عبادت کے شواہد ایک ہی عمل ہے ہر ایک عمل پر حصول ثواب کے لئے ایک نیت شرط ہے اس لئے کہ حدیث میں اعمال و نیات بصیغہ جمع وارد ہیں اور مقابلۃ الجمع بالجمع انقسام اللاحد علی اللاحد کو مقتضی ہوتا ہے یا یوں خیال کیجئے کہ الف لام پر لائے استغراق ہے تب بھی یہی مفاد ہوگا پس وضو پر ثواب مرتب ہونے کے لئے ایک نیت لازم ہوئی جو حکماً آخر تک مستمر رہے گی و اگر ان میں منافی پیدا ہو گیا مثلاً غسل کفین مضطر استنشاق غسل و جب غسل یدین تک ہی نیت ہی ضروری یا کا رادہ کر یا ادنیٰ اعضا کا غسل و مسح سر یا ناپاک رانے کے باعث ہوا تو بھی اس پاک نیت کی بقا ہے گی اور ثواب ضرورت نہ ہوگا۔

جیسے نماز کی ابتدا میں ایک نیت کافی ہے ہر جزو کی ابتدا میں ہے۔ درمیان میں یا کا پہلا ہونا حصول ثواب پر اثر انداز نہیں آتا۔ اور لفظ اولیٰ و آخریٰ میں ہے۔ قال فی التنازعانیۃ وافتحوا الصلوة خالصاً للہ تعالیٰ ثم دخل فی قلبہ الریاء فحصل علی ما افتتحہ الریاء انہ لو خلا عن الناس لا یصلی ما لو کان مع الناس یصلی فاما ان کان مع الناس یحسبھا ووصلی حدیث لا یحسن فله ثواب اصل الصلوة دون الاحسان۔ اب واضح ہوا کہ سائل نے نیت عمل کو اجمالی نیت سے تعبیر کیا تھا اور ہر جزو کی نیت کو تفصیلی نیت سے یہ اطلاق الفاظ میں بے احتیاطی ہے۔ و جمہد الجواب بظہر بخلافہ ما قال فی فیض الباری من ان رقلہ انما الاحمال بالنیات

ظہر بکفائیۃ النیۃ لاجمالیۃ وقلہ انما کل امرء ما نوى بشعرہ تفصیلاً فانہ اذا وجد ما نواه وطمع بحد ما لم یعمد فقد انعم منه القصل الذی یتضمن النیۃ لاجمالیۃ کافیۃ لاجزائہ الثواب قطعاً ولا یجب سنو جملاً لا تری ان من ربط فرسان فی سبیل اللہ یحصل لہ اجر علی رقلہ واولہ واستانہ ودریہ وطفہ وشرابہ مع انہ لم یستعمل لہم بل یزیت عند ربہ فی سبیل اللہ اما اولہ فلانہ فی توصیف النیۃ بکمال التفصیل لکان کھذا السائل خلیہ ما علیہ من القصور فی التعبير واما التوصیف بالنظر الی المعانی المذکورۃ للتفصیل لاجمالاً لا واقفۃ اطلاقاً

ارباب العلم والکمال بل ہو مری ورجل صاحبہ لما ذکرنا من الکمال فلم یجد لہا معنی خامساً بدھنہ وفتا ظاہر فلعل اللہ یحدث بعد ذلک امر واما ثانیاً فلان القول باشعار قلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واما کل امرء ما نوى بتفصیل لنیۃ فبنی علی کون ما فی ما نوى موصولة وقد مر فی تقریرنا المسمی بالضم فی الاثر فی

انہ خلاف الظاہر واما ثانیاً فلان الاستدلال علی ہذا الاستدلال بوجہ ان المنوی مع عدم وجدان غیر المنوی غیر مشتمل ان المطلوبہ النیۃ التفصیلیۃ وہی جملۃ عند السائل المذکور نیت متعلقۃ بکل جزء جزء من اجزاء العمل علی سبیل الافراد ولا یلزم من استفاہ ذہ النیۃ کون کل جزء من اجزاء العمل غیر منوی حتی یشبہ المطلوب لان کل جزء منوی بقیۃ العمل مثلاً ای نوى الموضوع فقد نوى کل جزء منہ رکناً کان وبقیرہ لان الموضوع افعال مخصوصۃ لا غیر فنیۃ الموضوع ہی نیتہ تلك الافعال بعینہا وک تقول ان الموضوع کل وذلک الافعال اجزاء منہ فہا متغایرین بالاعتبار فکیف یکون نیتہ الموضوع عن نیتہ تلك الافعال لان ہذا التقایر بعد تحقق المصلد فی یکون فی العنوان دون المعنوی والنیت تتعلق بالمعنوی دون العنوان لانه ہو الماہور بہ بخلاف العلم فانہ يتعلق بکلیہما ومن ثم یتصف بکمالہ والتفصیل فیقال العلم بالکلی علم جمیع جزئیاتہ اجزائہ

منہ
نہی
بہی

انما حاصل لامر ثواب مانوی اس میں ملکہ مصدقہ ہونے کی تقدیر پر کیا احتمال ظاہر ہے حال یہ ہوگا انما حاصل لامر ثواب
 نسبتاً قصر انما کو پیش نظر رکھتے ہوئے معنی کلام یہ ہوں گے کہ انسان کو ثواب نیت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہ معنی صادق نہیں کہ
 انسان کو ثواب عمل ہی حاصل ہوتا ہے جو ثواب نیت کے سوا ہے۔ اس تقدیر پر بھی کلام صحیح المعنی نہیں ہوتا پھر اس سے شرعی حکم کا افادہ
 کیونکر ہو سکتا ہے جو اب اول قصر پر انما کی دلالت وضعی ہونے کے سبب ظاہر ہے اور تقدیم کی دلالت وضعی نہیں بلکہ فقہی لے کلام ہوتی
 ہے یعنی انداز کلام سے پیدارشہ خصوصیت مفہوم تقدیم کے ساتھ مل کر قصر کا افادہ کرتی ہے جبکہ لطیف اعتبارات اور خاص تراکیب کے
 سمجھنے والے ہی ادراک کرتے ہیں۔ اسیدواستلے دلالت جمعی ہے۔ اس ظہور اور خفا کے لحاظ سے انما کی دلالت کہ تقدیر پر اقویٰ اور تقدیم کی دلالت
 کو اضعف کہتے ہیں لیکن تقدیم کی دلالت بعد تحقق اقویٰ ہوتی ہے اسلئے کہ وہ عقلی ہے اور عقلی وضعی سے قوی ہوتی ہے۔ بدین وجہ انما کی
 دلالت اضعف ہوتی چونکہ تقدیم کی دلالت بعد تحقق اقویٰ ہے اسلئے اگر کسی کلام میں انما اور تقدیم دونوں پائے جائیں جیسا کہ اس نبوی فقرہ
 میں تو قصر کا افادہ تقدیم کی گئی اور انما صرف تاکید کے لئے ہوگا۔ یہ چیز فصیح شرا کے کلام سے ثابت ہو۔ ابو شجاع کی مدعا کرتے ہوئے متنبی
 نے قافیۃ الہاء میں کہا اسامیاء المیزان معرفۃ + وانما الذکر ذکر ناہک یعنی ہم نے کچھ نام ذکر کر کے جس سے
 مدح کی معرفت زیادہ نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ وہ حاصل شدہ ثمرت کی بنا پر اس سے بے نیاز نہ بنے تو ان ناموں کو صرف اسلئے ذکر کیا ہو گا کہ
 پڑھنے سے زبان کو اور سینے سے کانوں کو لذت حاصل ہو یہاں پر انما صرف تاکید کے لئے ہے اور قصر کا افادہ تقدیم کر رہی ہے۔ علامہ عینی
 سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے حاشیہ مطول میں علامۃ فقہان زانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد فکان دلالۃ
 علی القصر اضعف من انما کی ملت میان کرتے ہوئے فرماتے ہیں لانی دلالۃ التقديم خفیۃ لکونہ بالفحوی کا
 یفہمہا الا صاحب اللذوق لکن بعد التحقق قویۃ لکونہا عقلیۃ فلذلک ینسب الحصر الی التقديم ادا
 اجتمع مع انما نحو انما تمیمی انا وھکذا حال کل دلالۃ عقلیۃ خفیۃ مع دلالة وضعیۃ فلا تدفع باب
 قول الشاخر رحمۃ اللہ تعالیٰ نعم ان التقديم اقویٰ بین قولہ دلالۃ التقديم اضعف علی مافی شرح المفتاح
 پس فقرہ شدہ نبوی فقرے میں انما صرف تاکید کی واسطے ہے اور قصر کا افادہ تقدیم سے ہو رہا ہے لہذا دونوں اشکال منصف ہوئے
 اور ظاہر ہو گیا کہ یہاں پر صرف ایک قصہ کے لئے مسند الیہ کا مسند پر یا یوں کہئے کہ موصوف کا صفت پر مسند الیہ مقصور اور مسند
 علیہ ہوا چونکہ یہ قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے۔ اسلئے معنی یہ ہوں گے کہ ہر انسان کی نیت کا ثواب کسی کو واسطے ہے نہ غیر کہ لئے یہاں سے یہاں
 ظاہر ہو گئی کہ افصح المقصور مسند الیہ وخبیب اصلہ اللہ تعالیٰ علیہ آک وکلم نے اس حدیث میں لفظ انما کے دونوں استعمال بحسن ترتیب جمع فرماد
 قصر کے لئے استعمال کثیر تھا اسلئے اولاً انما الاعمال بالنیات میں قصر کی واسطے استعمال فرمایا اور تاکید کے لئے بقلت تھا اس نے
 ثانیاً انما لامر مانوی میں تاکید کے لئے استعمال فرمایا۔ جواب دوم تقدیم کہی مسند وقد واور مسند الیہ مقصور علیہ ہونے کا افادہ
 کرتی ہے اگرچہ علامہ فقہان زانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسند اسکے خلاف ہے جیسا کہ مطول کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے مگر متیقن علامہ کے
 مسلک کی مساندہ میں ہم لایت نبوی حامل علوم بخاری شکل گشا حضرت علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اوشاد فرمایا رضی اللہ عنہما اللہما
 فیما لہما عالم و لہما مال یعنی ہم موتی تعالیٰ کی اس قسم پر رضا مند ہیں کہ ہمارے حصے میں نبی کا علم وافر رکھا اور جاہل کے حصے میں مال
 ذوق سلیم نہ رہے کہ یہاں پر مسند یعنی کذا اور لہما مقصور اور مسند یعنی علم اور مال مقصور علیہ ہیں نیز علامہ قاضی بیضاوی رحمۃ
 تعالیٰ علیہ آیت لکم دینکم کی تفسیر میں لاندہ کو نہ اور ولی عین کی تفسیر میں لا اس فض خفا تا صاف بتا رہا ہے کہ تقدیم مسند
 مقصور اور مسند الیہ مقصور علیہ ہونے کا افادہ بخش رہی ہے جبنا بت ہوا کہ تقدیم کبھی قصر مسند علی السند کا افادہ کرتی ہو تو ہم کہتے ہیں

یہ فقرہ شدہ نبوی فقرے میں انما صرف تاکید کی واسطے ہے اور قصر کا افادہ تقدیم سے ہو رہا ہے لہذا دونوں اشکال منصف ہوئے

موصول اور صرف علی الموصوف اکتفا لاہر ما نونی کا مانا نواہ غیریہ ترجمہ انسان کیلئے اپنے عمل کا ثواب حق ہے نہ دوسرے عمل کا۔ ان تراجم سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ حدیثِ حامل کو ثوابِ عمل کا حق قرار دینا صحیح ہے کہ ثوابِ عمل کا حق ہے نہ غیر کا حق نہیں۔ جب حامل ثوابِ عمل کا حقدار قرار دیا تو ہر صاحبِ حق کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنا حق جس مسلمان کو چاہے ہدیہ کرنے جس طرح ہم اپنے دوستی و حقوق جیسے ملک اور مشیاء ہدیہ کر سکتے ہیں اور کرتے دیکھتے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ خودی حق یعنی ثوابِ عمل غیر مسلم کو ہدیہ نہیں ہو سکتا۔ خودی حق بعض صورتوں میں غیر مسلم کو دینا جائز ہے۔ نیز خودی حق ہدیہ کرنے کے بعد ملک سے نکل جاتا ہے اور ملک استحقاقِ ایمان باقی نہیں رہتا۔ بھلا ان خودی حق کے کہ ہدیہ کرنے کے باوجود صاحبِ حق کے لئے باقی رہتا ہے بلکہ بڑھ جاتا ہے مثلاً کسی نے صدقہ کر کے اس کا ثواب اپنے عزیز و اقارب کو ہدیہ کیا تو اس صدقہ کا پورا ثواب ان عزیز و اقارب میں سے ہر ایک کو ملے گا۔ صدقہ کرنے والے کے ثواب میں صلا کی نہ ہوگی۔ بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ ان سب کے مجموعہ کے برابر صدقہ کرنے والے کو ملے گا۔ لہذا ناخالص بھی ثواب ہدیہ کر سکتا ہے بخلاف خودی حق کہ اس کا ہدیہ کرنا درست نہیں چونکہ ہدیہ کرنے والے کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی بلکہ بفضلہ تعالیٰ جتنی کمی ہو رہی ہے اسلئے مستحب ہے کہ بروقت ایصالِ ثواب مخصوص صاحب کے ساتھ ساتھ باقی ماندہ جملہ مومنین و مومنات کی نیت بھی کر لیا کریں۔ بلکہ ہر ایصالِ ثواب کے موقع پر پہلے اس ثواب کو مالک کو نین سرکار و ادین سرور انبیاء و صحبہ کرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کریں۔ پھر بخلِ فیل آئیکے جلا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و خلفاء راشدین اہل بیت طاہرین و صاحبِ عظام و اہمات المؤمنین و المؤمنات و مجتہدین و فقیہین تمام اولیاء و علماء دین بزرگانِ جلال و سلاسلِ خصوصاً حضور پر نور سیدنا و مولانا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ اور سلطانِ غریب نواز حضور خواجہ امین الدین چشتی قدس سرہ پھر ان مخصوص حضرات کی نیت کر کے جملہ مومنین و مومنات کے لئے ایصالِ ثواب کیا کریں۔ یہ جوابِ ابنِ آیات میں بھی جاری ہے کہ اپنے مذہب کے اثبات میں نہیں کرتے ہیں جیسے سورہ نجم میں وان لیس للانسان الا ما سخی اور سورہ بقرہ میں لھا ما کسبت و لکم ما کسبتکم کلان میں بھی لام برائے استحقاق ہے۔ ہذا الجواب متعلقہ جملہ فضائل اللہ الصمد لا مرئیتہ فی کتاب ولا سمعہ من احد جواب ہے ہم چون قسم آیاتِ احادیث سے وہ شخص خارج ہے جسکے لئے حاملِ ثواب ہدیہ کرے۔ ایصالِ ثواب کا اثبات کرنے والی احادیث آیاتِ امیر شہادہ ہیں تو بیانِ آیاتِ احادیث کے لئے شخص مذکور حق میں مخصص ہوئے۔ ابنِ آیات کا مفہوم یہ ہو گا کہ ثوابِ عمل حامل کو واسطے ہے یا جسکو حاملِ ثواب ہدیہ کرے۔ دوسرے کے واسطے نہیں۔

والنقصیل فی فتح القدر لکن یختلج فی قلبی ان العالم اذا اهدى ثوابہ الى جميع ما سواه من الصبر اهداء الثواب الیہ شر ما ھو المستحب کما مر لھذا احد خارجا عن الحصر یكون المحصل النسبة الیہ فی حینئذ فیوت فائدۃ اللھم الا ان ھو بکونہ بالاضافۃ الی غیر المؤمنین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ سوال اعمال و نیات جمع ہیں اور مقابلہ باجمیع انقسام احاد علی الاجاد کو مقتضی ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گذرا۔ تو ہر ایک عمل کے مقابلہ میں ایک نیت ہوتی اس سے ثابت ہوا کہ ایک عمل چند نیتوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایک عمل کے ساتھ ایک ہی نیت ہوگی۔ جواب یہ اقل و ترتیب کا بیان ہر جواز کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ جیسے اختلافِ الفعلان میں غنیہ اقل و ترتیب کا بیان ہے۔ اگر ایک عمل دو نیتوں سے کیا تو دو عمل کا ثواب ملے گا جیسے رشتہ داری اور نیکوئی دونوں کو ملحوظ رکھتے تھے اپنے رشتہ دار کو کچھ دیا تو صدقہ کا ثواب بھی پائیگا اور صلہ رحمی کا بھی۔ اور اگر صرف نیکوئی کا ملحوظ کیا تو صرف صدقہ کے ثواب کا حق ہے اور اگر صرف رشتہ داری کی نیت کی تو صرف صلہ رحمی کا ثواب ملے گا۔ اور اگر ایک عمل چند نیتوں سے کیا تو وہ ایک عمل دوبارہ ثواب متعدد قرار پائیگا جیسے مسجد میں بیٹھا ایک عمل ہے جس میں بیک وقت متعدد نیتیں کر سکتے ہیں۔ (۱) خانہ خدا ہونے کی نیت کہ حدیث میں وارد ہے۔ مسجد خانہ خدا ہے۔ اور جو مسجد میں ہے تو گویا اس کے مقصود اللہ تعالیٰ کی زیارت ہو۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور کریم ہر واجب پر اپنے زائرین کی ضیافت فرماتے ہیں اس نیتِ فیضیلتِ حامل ہوگی (۲) انتظارِ باعث کی نیت کہ حدیث میں وارد ہے جو انتظار نماز کرتا ہے تو گویا وہ نماز میں ہے پس اس میں نیتیں ثواب

بشیر صحیح البخاری

بشیر صحیح البخاری

نماز کا سختی ہوگا (۳) گوشت حرام باقی اعضا کو شرعی ممنوعات محفوظ رکھنے کی نیت جو گلیوں میں۔ بازاروں میں واقع ہوتے رہتے ہیں اور مسجد میں ان سے محفوظ رہتا ہے (۴) اعتکاف کی نیت کہ جتنی دیر بیٹھے گا اعتکاف کا ثواب پائے گا۔ (۵) طبیب و حاجی محبوب کافی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بار بار پیش کرنے کی نیت (۶) ذکر الہی قرآن کی تلاوت یا سماعت یا تکرار و ترغیب کی نیت سے کھدیش میں وارد ہے جو وقت صبح مسجد میں ذکر و تکرار کے لئے حاضر ہو وہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مانند ہے نیز وارد کہ کفایت خدا میں جب سے قرآن پاک کی تلاوت و کس میں مشغول ہوتے ہیں تو ان کے ارگرد فرشتوں کا اجتماع ہو جاتا ہے اور رحمت الہی انکو اپنے اندر پھیلاتی ہے (۷) ثواب حج و عمرہ کے حصول کی نیت سے کھدیش میں کیا ہے جو شخص ضرور کے مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا کرے اس کے لئے حج و عمرہ کا ثواب ہے (۸) علمی فائدہ و استفادہ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی نیت کہ مسجد میں مسلمانوں کے مجمع ہونے کے باعث آسانی حاصل ہوتا ہے (۹) دینی بھائی کی زیارت کو نیک نیت جس سے راہ خدا میں پیروی ہو (۱۰) سلام کرنے اور جواب سلام دینے کی نیت (۱۱) توفیق کریں گے کہ مورا خیرت میں و تفصیل سے استفادہ کرنے میں صحت کرنے کی نیت کہ مسجد میں زراعت قلب و جمعیت خاطر حاصل ہوتی ہے جو دوسری جگہ میسر نہیں (۱۲) حضور باطن اور مشاہدہ حق سے اتصال و ذات مطلق کے شہود میں استغراق حاصل کرنے کی نیت کہ مسجد میں تجلیات ربانی کا محل خاص ہونے کے باعث اسکی روحانیت مخصوص فوق ادنیٰ حاصل ہوتی ہے جس سے حضور باطن اور اتصال بمشاہدہ حق اور استغراق در شہود ذات مطلق کا حصول ہوتا ہے پس مسجد میں بیٹھنا اگر ان بارہ نیتوں کے ساتھ ہو تو بیٹھنا اگر ایک ہی نیت ہو۔ مگر نیت کے متعدد ہونے سے حق ثواب میں بارہ عمل قرار پائے گا۔ مسجد میں بیٹھنا تو بکافے خود ایک عمل آخست ہے۔ اگر کسی طبیعی عمل میں نیت کر لی جائے تو نیت اسکو عبادت کر دیتی ہے۔ عامل مستحق ثواب ہوتا ہے۔ پھر یہاں پر بھی نیت کے تعدد سے عمل حق ثواب میں متعدد ہو جائیگا۔ مثلاً خوشبو کا استعمال طبیعی چیز ہے لیکن یہی استعمال اگر نیت ذیل فیات سے کسی ایک کے ساتھ بھی ہو تو عبادت ہو کر موجب ثواب ہوگا۔ (۱) اتباع سنت کی نیت کہ محبوب عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کا پسند فرماتے تھے (۲) تعظیم مسجد کی نیت (۳) ہمیشہ فرشتوں و ربی آدم کو راحت پہنچانے کی نیت سے (۴) غیبت سے خود محفوظ رہنے یا دوسرے کو محفوظ رکھنے کی نیت کہ کسی سے بدو محسوس کر کے خود یا دوسرا اسکی غیبت میں آلودہ ہو جائے (۵) معاشرہ و ماف کی نیت تاکہ دماغ میں تازگی پیدا ہو کر زیر کی بڑھے اور علوم و معارف حاصل ہوں یہی استعمال اگر مذکورہ بالا نیت کے ساتھ نہیں۔ بلکہ صرف نفسانی شہوت اور خود ممال کے مانتہ ہے تو حرمان ثواب کے ساتھ ساتھ مستحق ملامت و عقاب بھی ہوگا۔ اسی طرح نشست و برخاست قرار گفتار و خورد و نوش پر شک و پاپوش پہننے آتے تو خواب میل دی بلکہ حرکت سکون میں ابتداء سنت کی نیت کر لی جائے تو سب کے سب نیت ہو کر ثواب کا سبب بنیں گے۔ شہنشاہ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد الدین لیسر کہ دین سرور آسانی ہے اس مقصد کو اجمالی طور پر ظاہر فرما رہا ہے۔ لیکن انفسوس کہ عام طور پر لوگ اس سے غافل ہیں۔ فیما رب محمد لہر شدنی و آتیاہم الیہ بحمۃ حبیب المصطفیٰ علیہ و علیہ آلہ و علیہ السلام۔ سوال اگر کسی عمل میں ابتداء سنت کی نیت اور حصول غرض نبوی کا قصد و نیت ہوں پیسے بٹلے و ضمیر ابتداء سنت کی نیت کے ساتھ ساتھ اعضاء کو ٹھنڈک پہنچانے کا قصد بھی کر لیا تو کیا اسپر بھی ثواب ملے گا جواب ہاں انشاء اللہ تعالیٰ ملے گا بشرطیکہ غرض نبوی امر مہل ہو کہ اسکے قصد و ابتداء سنت کی نیت میں تضاد نہیں حتیٰ کہ دونوں کا اجتماع ہو سکے لیکن اس آمیزش کی بنا پر ثواب میں کمی ہو جائیگی تاہم کچھ نہ کچھ ملے گا ضرور کہ واللہ کا یضیع لعل المحسنین یہ صورت انما لا اعمال بالنیات کے مجز و ایجابی میں داخل ہے۔ بلکہ اگر یا کہ بھی و نبوی غرض ہے مگر میں نہیں و ابتداء سنت کی نیت اور قصد یا دونوں پر متعلق یعنی نبوی کے اعتبار سے متضاد ہونیکے باعث مجمع نہیں ہو سکتے۔ لہذا جس عمل میں ابتداء سنت کی نیت کے ساتھ قصد یا ہوگا اسپر ثواب حاصل نہیں ہو سکتا کہ یہ صورت انما لا اعمال بالنیات کے مجز و ایجابی میں داخل ہے اسلئے کہ اسکی آمیزش سے نیت کا عدم ہوگی۔ البتہ اسچوں نباشد کہ مال مال دیا

بشریح صحیح البخاری

بشریح صحیح البخاری

۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰

معلوم ہوتا ہے بلکہ ان کا کوئی سانس نہ ہو بلکہ اس سے خالی نہیں جانا کہ انہوں نے نہ صلیا دق کے بارے میں نبوی ارشاد پر ایسا عمل فرمایا کہ: "مترہ لہما
الطینان و سکون صادر ہو نہ لے احوال افعال و درکنان بکالت خوف خطر اچانک پیش آجائے والے افعال میں بھی نیست صادق کو فراموش نہ فرماتے تھے
چنانچہ ایک مرتبہ درجہ ہار شنبہ ۷۷۲ ہجری کو جو شنبہ ۷۷۲ ہجری میں حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ لسانی بغداد شریعت تبرستان موسوم بہ
شونوخی میں تھا اور اذکار اچانک کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اور حضور شیخ حماد دیا س فی اللہ تعالیٰ عسکری قبریاک پر بہت دیر تک قیام فرمایا۔
یہاں تک کہ وہ صوبہ میں شدت پیدا ہو گئی فقہار اور قراء آپ کے پیچھے کھڑے تھے فاقہ خوانی سے فارغ ہو کر جب حضور نے مراجعت فرمائی تو چہرہ اندہ پرست و
شادمانی کے مشن ترین آثار دیکھ کر ساتھیوں کی ایک صاحب نے اس غیر معمولی مسرت و طول قیام کا سبب دریافت کیا اور شہداء فرمایا پندہ شعبان المعظم
۷۷۲ ہجری بروز جمعہ شیخ حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے مریدین کیساتھ میں بغداد سے ایس قصبہ نکلا کہ ہم مسند جامع الرصافہ میں آکر رہے
جبہ قنطرة الیھو نامی پل پر پہنچے تو مجھ کو دیکھ کر شیخ حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہانی میں گر دیا مگر تے وقت میں نے فیہم اللہ پھر حکم
غسل جمعہ کی نیست کر لی میں ایک دینی خیمہ پہنچے تھے تھا اور ایک خیمہ میرے ہاتھ میں تھا اسکو پانی سے بچانے کے خیال سے ہاتھ کو بلند کر دیا وہ لو
مجھ کو چھو کر چلے گئے میں نے بانی نکل کر خیمہ کو چھوڑا چلے کی بھری پڑی تھی اسلئے اُن کے اس عمل سے مجھ کو سخت تکلیف پہنچی پھر میں مسرت کیساتھ چل کر ان
سے جاملہ شیخ حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدین نے مجھ سے کچھ کہنا جاتا تو میں نے انہیں چھو کر فرمایا کہ میں بغیر زنا سے انکو تکلیف پہنچاتا ہوں مگر
دیکھتا ہوں کہ ہاتھیں جھک کر جھک رہی ہیں ہجری غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس وقت شیخ حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر میں کھیا
فدائی پورٹ تک پہنچے تھے میں جو تویوس آراستہ ہوا ان کے سر مبارک پر پاؤں توی تاج چاند ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور ہتھوں میں سونے کے بڑے
ہیں مگر وہاں ہاتھ حرکت نہیں کرتا تو میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے فرمایا کہ یہی ہاتھ ہے جس سے میں آپ کو دھکا دیتا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے معطل
کر دیا۔ تو کیا آپ شہداء تھے میں نے کہا ہاں صاف کیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اسکو دست فرماتے چنانچہ میں نے ہاتھ کی دھتی کچھ اسلئے و مشافح
کی اور ہاتھ ہزاروں بار لکھا اپنی قبروں میں کھڑے ہو کر میری دعا کے مقول ہونے کے لئے بارگاہ الہی میں حاضر ہو گئے۔ تو میں تنہا دیر تک عا
کتار رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو شرف قبول عطا فرمایا۔ اور شیخ کا ہاتھ درست ہو گیا پھر شیخ نے مجھ سے اس ہاتھ کے ساتھ
مصافحہ کیا اور بہت مسرور ہوئے اُن کے سر ہاتھ سے مجھ کو بھی غیر معمولی مسرت حاصل ہوئی جب واقعہ کا مفاد شریف میں چرچا ہوا تو شیخ
حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدین سے مشافحہ و صوفیہ کا ایک گروہ مخلوق کے انہو کے شکر کے ساتھ مدد سے پہنچا تاکہ اس واقعہ کی حقانیت پر
دلیل طلب کریں لیکن قادری جلال بہت سے اس پر بوجہ مرعوب ہوئے کہ گھر سے نکلتے گئے اور ان مشافحہ و صوفیہ میں سے ایک فرد بھی لکھا ہوا
ہر قادریہ ہوا۔ بالآخر خود حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کا مدعا بیان کیا کہ ارشاد فرمایا کہ مشافحہ سے جن دو کو آپ چاہیں منتخب کر لیجئے۔
انشار اللہ تعالیٰ میرے بیان کردہ واقعہ کی اُن کی زبان تصدیق ہو جائے گی چنانچہ شیخ یوسف ہمدانی کو جو اس زمانہ میں بغداد آئے ہوئے تھے اور
شیخ عبدالرحمن گردی کو جو پہلے سے بعد میں مقیم تھے سب نے بالاتفاق منتخب کیا اور دونوں حضرات کثرت کے ممتاز مقام پر فائز تھے پھر اُن مشافحہ
و صوفیہ نے عرض کیا کہ ان دونوں حضرات تصدیق کرنے کے لئے آپ کو ایک ہفتہ کی ہلست ہی جاتی تھی، حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں بلکہ اسی وقت
تصدیق کرائی جائے گی آپ حضرات یہاں مطمئن ہو کر واپس ہوں۔ اس کے بعد حضرت سر مبارک نے مجھ کا یاودہ سبب بھی سرنگوں ہو کر پوچھ گئے
لئے میں مدد کے بارے میں قراء کی پیچ دیکھ کر کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ وہی شیخ یوسف ہمدانی برہمنہ پندہ دوتے تھے کہ وہ ہیں یہاں تک کہ مدد
میں غل ہو کر حیلہ حاضرین کے سامنے فرماتے لگے ابھی اللہ تعالیٰ نے تمکو اس بات پر گواہ بنایا ہے کہ شیخ حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیام فرمایا جلدی سے
شیخ عبدالقادر کے مدد سے میں جاؤ اور جو مشافحہ و صوفیہ وہاں پر اس وقت موجود ہیں ان میں سے ایک کو شیخ عبدالقادر نے میرے متعلق جو واقعہ بیان فرمایا
نہ وہ حرف بوقت صحیح ہے شیخ یوسف ہمدانی ابھی اپنی بات ختم نہ کرنے پائے تھے کہ شیخ عبدالرحمن بھی آگئے اور انہوں نے بھی اسی طرح بیان دیا ان

دو دنوں حضرات کا یہاں تک پہنچنے کے بعد تمام مشعل و صوفیائے اپنے مطالبہ دلیل پر استغفار کرتے ہوئے وہاں سے مراجعت فرمائی (قلادہ الجواہر)
ایک عابد نے انداز سے عبادت الہی میں شغول تھا۔ کچھ لوگوں نے جب وہی کرفلاں مقام پر ایک درخت ہے جس کی بعض لوگ پرستش کرتے ہیں۔ عابد پر
سنگر غضب ناک ہو گیا اور تبریکر جلد یا یک اس درخت کو کاٹ ڈالے سامنے سے سیرانہ شکل میں شیطان آکر کہنے لگا کہ حضرت کہاں کا اولادہ فرمایا۔
عابد نے کہا کہ ایک دفعہ کو قطع کرنے جا رہا ہوں جبکہ کچھ لوگ پرستش کرتے ہیں۔ شیطان نے کہا آپ کو اس سے کیا مطلب۔ اپنی عبادت ترک کرنے کے
بہودہ کام میں مصروف ہو گئے عابد نے کہا میرے لئے یہی عبادت ہے شیطان نے کہا میں تو درخت کا ٹٹے کیواسے آپ کو نہ جانے دوں گا۔ یہ کہہ کر آواز
بجنگ ہو گیا۔ عابد نے اسکو کہہ کر زمین پر پڑے مارا اور سینہ پر سوار ہو گیا شیطان بولا کہ تجھے چھوڑ دیجئے تاکہ آپ سے ایک بات کہوں۔ عابد نے چھوڑ دیا
شیطان نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس درخت کا قطع کرنا آپ پر فرض نہیں کیا اگر آپ اپنی عبادت میں مشغول رہیں۔ انداس درخت کو قطع نہ کریں تو آپ
کوئی گرفت نہ ہوگی۔ زمین پر تہ و ہستیاں غیا کر کام موجود ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے تو ان کو حکم فرمایا کہ آپ سے یہ تعلق۔ عابد نے کہا کہ مجھے
اس درخت کا قطع کرنا ضروری ہو۔ شیطان پھر کاؤدے پیکار ہوا۔ عابد نے کہہ کر زمین پر پڑے مارا اور سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ جب شیطان نے دیکھا کہ میں اپنی طاقت
سے اسکو زیر نہ کر سکوں گا اور ہاتھ پاؤں سے کامیابی حاصل نہ ہوگی تو بولا۔ اچھا میں ایک اہد بات پیش کرنا چاہتا ہوں میرے اہد آپ کے درمیان فیصلہ کن
ہوگی اہد آپ کے حق میں ہوتی۔ اور درخت کاٹنے سے زیادہ نفع بخش لگرا آپ کو مرغوب ہو تو پیش کروں۔ عابد نے کہا کہ بھدے کیا ہے۔ شیطان بولا۔ مجھے چھوڑ دیا
پھر کہہ کر گئے۔ عابد نے چھوڑ دیا تو بولا آپ سنگر میں لوگوں پر آپ کا ہاتھ ہے۔ عابد نے کہا ہاں صحیح ہے بولا اگر آپ اس ارٹے کو ترک فرمائیں تو میں ہر شب آپ کے
سر ہائے شرف میں نکھدیا کروں گا صبح ہونے ہی آپ انہیں لے لیا کریں پھر سوچی چاہے کریں۔ اپنی اور اپنے دل جمال کی خواج میں صوف کہتے اور
لپٹنے دینی جملہ توں کی مدد فرمائیے۔ محتاجوں کی دست گیری کیجئے۔ اس میں لپکے لئے یہی منفعت ہے اور مسلمانوں کو اسطے بھی فلاح اہد ہرودی ہے۔ در
کاٹنے سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہونچے گا۔ اور پرستش کرنا والوں کو کیا نقصان۔ وہ چھوڑو اور درخت کا دیں گے شیطان کی گفتگو سنگر عابد کا دل غور
اور فوض کے بعد دل ہی دل میں کہنے لگا کہ شیخ خمئی نے کہا کہ میں نبی نہیں ہوں حتی کہ محمد اس درخت کا قطع کرنا واجب ہونہ اللہ تعالیٰ نے مجھے
قطع کرنے پہا مور فرمایا ہے کہ قطع نہ کریں یہی حق قرار پاؤں میرا یہ اولادہ خود بخود دھتا اور اس درخت کا باقی رہنا مسلمانوں کیلئے مشرت رساں ہی نہیں اور
شیخ خمئی کا مشورہ زیادہ منفعت رساں ہے یا لا فخر ہدے شیطان کا مشورہ تسلیم کر لیا اور عبادہ کے لئے اپنی عبادت گاہ پر واپس آیا پہلی شب میں سوکر
اٹھا تو وہ اشرفیاں سر ہانے پائیں ہرود و سری شب میں بھی دو اشرفیاں ملیں تیسری شب اور چوتھی شب میں کچھ نہ ملا تو تھمتیں بھر گیا اور کہا ہاں
میکر درخت کاٹنے چلیا۔ اور کہنے لگا کہ دنیوت ہوگی تو آخرت ہاتھ سے کیوں جائے پھر شیطان بدستور شیخ سامنے آیا بولا کہ ابراہیم فرمایا۔ عابد نے
کہا اس درخت کو کاٹنے کو جا رہا ہوں شیطان بولا تو چھوٹا ہے بخدا اب تجھکو اتنی دقت نہیں۔ عابد نے پہلی طرح شیطان کو کہہ کر زمین پر گرنا چاہا
شیطان بولا اب چہ پیر کو سوں دھد ہو گئی حش۔ این خیال مست و محال مست و جنوں۔ یہ کہہ عابد کہہ کر زمین پر پڑا اور سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اور
کہنے لگا کہ اس ارٹے سے باز آؤ نہ ذک کر دوں گا عابد نے دیکھا کہ کچھ میل کے مقابل کی طاقت نہیں تو بولا کہ تو نے مجھ پر قابو لیا ہے چھوڑ دے
اور یہ بنا کہ پہلی مرتبہ میں تجھ پر کس طرح غالب آیا اور اس مرتبہ تجھکو غلبہ کیونکر ہوا۔ شیطان نے کہا کہ پہلی مرتبہ تیری نیت صادق تھی اور تو اللہ کے لئے
غضبناک ہوا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے تجھکو مست فرمادیا اور اس مرتبہ تیری نیت فاسد تھی اور تیرا غضب اپنے نفس کے لئے تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے تجھ
مغلوب کر کے تجھکو مست فرمادیا (قوت القلوب جیسٹ) قوم شعی اسرائیل کے تین اشخاص جا رہے تھے۔ اچانک بارش شروع ہو گئی دھنوں
پہاں کے ایک خازن میں خیل ہو گئے تاکہ بارش سے محفوظ رہیں۔ پہاڑ سے اٹھ کر تھمر گرا جس سے فائدہ کٹھ بند ہو گیا۔ وہ تھمر دھنوں میں تھا کہ تینوں اشخاص
اپنی پوری طاقت سے اسکو ہرٹان سکے جب اس غار سے نکلنے کی کوئی تدبیر کارگرنہوئی تو بالآخر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بخدا نجات بغیر عذقی نیت کے
نہی ملے گی۔ اہذا ہم میں سے ہر شخص اس عمل کے وسیلہ سے عمارت جسکو نیت صادق سے کیا ہو تو ان میں سے ایک صاحب نے اس طریقے سے ذمہ لے کر لے

نہ بہت صادق کے ساتھ کہے ہوئے محفلِ دہلی میں علی شہدائے کرام نے فرمایا: ۱۵۔

اللہ میں نے تین شائع (تیرہ سیر و چنانک) جادو لوں پر ایک مرد رکھا تھا جبکہ اسے فارغ ہوا اور میں نے اجرت پیش کی تو اس نے لینے سے انکار کیا اور چلا گیا میں نے ان جادوؤں کو روکا پھر سیدھا فارے گاؤں اور ان کا چرنے والا فریاد چھوہ اپنی اجرت طلب کرنے کے چلنے کے بعد آیا۔ میں نے کہا کہ یہ گاؤں اور چرواہا ہاتھاری اُجرت سے خریدے گئے ہیں انکو بجاؤ اُس نے کہا کہ مجھ سے مذاق کرتے ہو میری اُجرت تو تین صاع چال ہی میں نے کہا۔ اے بندہ خدا تیرا مال ہے تو اسکو بھاڑ چاچھوہ لے گیا تو لے اشد تو جانتا ہے کہ میں نے رمل تیری مناجاہ لی گیا اسنے کہت ہے تو فارکا منٹھ کھولے پس پتھر کا کچھ حصہ خاکے منٹھ سے ہٹ گیا پھر منٹھ سے ماحسبے بایں طرہ حلی کے اشد تو جانتا ہے کہ میرے اس باب بوڑھے تھے میں جب شام کو گرمیاں چرا کر واپس ہوتا تو پہلے انکی خدمت میں دودھ پیش کرتا۔ پھر باقی اہل عیال کو دیتا۔ ایک مرتبہ مجھے جنگل سے واپسی ہوتی خیر ہو گئی میں دودھ لیکر پہنچا تو وہ سوچکے تھے بیدار اسنے نہیں کیا کہ غراب ستراحت میں غل پر رہا تھا۔ اوروہ بھی گوارہ نہیں کیا کہہ کے سوتے رہیں۔ کہو کہ غزل کے نذر ہونے سے ضعف میں بیسی ہو جائیگی۔ بچے بھوک کی وجہ سے لڑے تھے گرمیوں کی پرواہ نہ کی اور ان کے بیلد ہونے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک صبح ہو گئی۔ اے اللہ تیری خدمت اگر تیرے خوف کی بنا پر تھی تو فارکا منٹھ کھولے پس بیکم الہی پھر اتنا ہٹا کہ آسمان نظر آنے لگا پھر تیسرے صبح اے بایں طریق دعا کی کہ اشد تو جانتا ہے کہ میرے ایک چچا زاد بہن تھی جسکو میں سب سے زیادہ محبوب کہتا تھا میں نے اُسکے نفس پر قابو پا جا یا تو اُس نے شرفیاں طلب کیں۔ چنانچہ کسی طرح سے میں نے وہ اشرفیاں حاصل کر کے جب سکودیدیں تو اُسنے اپنے نفس پر مجھے قہر عذیب دی۔ جب میں قصداً شہوت کیلئے بیٹھا تو اُس نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور تمہارے جاننے والے پرست تو میں ہیں سنو کہ اشد تو جانتا ہے کہ وہ اشرفیاں بھی اُسکے پاس چھوڑیں۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے اس ناگوار سے خوف ترک کیا تو فارکا منٹھ کھولے چنانچہ فارکا منٹھ کھل گیا اللہ تعالیٰ اُس سے نکل گئے البکاری شریف حصہ دوم غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس عظمیٰ اشد پر گفتہ فرمایا ہے تھے۔ اشد کی تفصیل بیان کرنے کے بعد آسمان کی حرکت نظر آنا اور خاموش ہو گئے قدیمے وقت کے بعد فرمایا جب تک تنو اشرفیاں پیش کی جائیں عطا نہیں گئے۔ چنانچہ فوراً ہی چالیس دی اُس مجلس سے اُسے اور سوا اشرفیاں لیکر حاضر ہو گئے حضور نے ایک صاحب کی قبول فرمائیں پھر اپنے خادم ابو الرضا کو بلا یا اللہ وہ اشرفیاں بیکر فرما کر شہنشاہی قہرستان میں جاؤ۔ وہاں ایک بوڑھا مالیک جو عود بجا رہا تھا۔ یہ اشرفیاں حکویدینا اور عسائے پاس سکوبلا لانا۔ ابو الرضا وہ فرماتے ہیں حسب حکم میں اس گیا اور حضور کے ارشاد کے مطابق ایک بوڑھا انسان کھجکے کھڑے کھڑے عود بجا رہا تھا میں سلام کر کے وہ اشرفیاں پیش کر دیں۔ انہوں نے ایک جھنجھادی اجیر ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ کچھ دیر کے بعد جب تکش میں سے تو میں نے بھی شیخ عبد العادل کو بلا دیا وہاں سے میرے ساتھ ہوئے جب یں لکھو لیکر مجلس میں پہنچا تو حضور نے فرمایا کہ انکو میرے چڑھا دے وہ اپنے عود کو اُدھسے پر لٹکے ہوئے ممبر پر پہنچ گئے پھر حضور نے اُن سے فرمایا کہ اپنا نقشہ بیان کرو۔ انہوں نے عرض کیا حضور میں ماہر شباب میں عمدہ ترین قوال تھا ہر طبقہ کے انسانوں میں کامل مقبولیت حاصل تھی بڑھا پایا اھا واز میں نکل کشی نہدی تو لوگوں کی نظریں بدل گئیں۔ ایک نئی نہیں ملتا لوگوں کی بے انتہائی دیکھ کر میں نے طے کر لیا کہ اب تک زندگی کا نا سنایا کرتا تھا اُسے مردوں کو سنا کیونکہ چنانچہ اپنی ماسی قرار دیکے ماتحت بغداد سے نکل کر میں قہرستان پہنچا اللہ کا شرف کہ کیا کبھی اس قبکے پاس کبھی اس قبکے پاس گھومتے گھومتے گا کہ یہاں تک ایک قبکے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہ قہرچی اور اس ایک دی نے سر نکال کر کہا۔ اے مردوں کہ کب تک سنا بیگا جا اور ایک مرتبہ اللہ کے لئے کا جو حقیقی وقیوم ہے اُس سے تیرا سوال لہو فرما یا بان کلمات کو سنکر مجھ پر خوشی طاری ہو گئی۔ پھر افاقہ ہونے پر میں کھڑے ہو کر جناب باری میں اس طرح عرض کرنے لگا۔

اَبیات

۱) يَا رَبِّ اِنِّي عِدَّةَ يَوْمٍ اَلَلَقَا ۚ اَلَا تَجَاوِزُ نَهْطَ لِسَانِي ۚ (۲) قَدْ اَمَلْتُ اَلرَّحْمٰنَ يَجْعَلُنِي مِنَ الْعَبْدِ اَوْ اَمَّا اَللّٰهُ فَاِنِّي

۳) اِنْ كَانَ لَا يَنْفَعُنِي اَلرَّحْمٰنُ فَمَنْ يَنْفَعُنِي اَللّٰهُ اِنْ يَشَاءْ فَمَنْ يَنْفَعُنِي اَللّٰهُ ۚ فَهَٰذَا اَلْتَقَدُّنِي مِنْ اَلْعَبْدِ اَوْ اَمَّا

ابھی میری عرضداشت جناب باری میں تمہارے پانی بھی کہ حضور کا خادم یہ سوا اشرفیاں لیکر پہنچا اور مجھ کو دیدیں یہ قصہ بیان کر کے اُس قوال نے

تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں تک صبح ہو گئی۔ اے اللہ تیری خدمت اگر تیرے خوف کی بنا پر تھی تو فارکا منٹھ کھولے پس بیکم الہی پھر اتنا ہٹا کہ آسمان نظر آنے لگا پھر تیسرے صبح اے بایں طریق دعا کی کہ اشد تو جانتا ہے کہ میرے ایک چچا زاد بہن تھی جسکو میں سب سے زیادہ محبوب کہتا تھا میں نے اُسکے نفس پر قابو پا جا یا تو اُس نے شرفیاں طلب کیں۔ چنانچہ کسی طرح سے میں نے وہ اشرفیاں حاصل کر کے جب سکودیدیں تو اُسنے اپنے نفس پر مجھے قہر عذیب دی۔ جب میں قصداً شہوت کیلئے بیٹھا تو اُس نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور تمہارے جاننے والے پرست تو میں ہیں سنو کہ اشد تو جانتا ہے کہ وہ اشرفیاں بھی اُسکے پاس چھوڑیں۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے اس ناگوار سے خوف ترک کیا تو فارکا منٹھ کھولے چنانچہ فارکا منٹھ کھل گیا اللہ تعالیٰ اُس سے نکل گئے البکاری شریف حصہ دوم غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس عظمیٰ اشد پر گفتہ فرمایا ہے تھے۔ اشد کی تفصیل بیان کرنے کے بعد آسمان کی حرکت نظر آنا اور خاموش ہو گئے قدیمے وقت کے بعد فرمایا جب تک تنو اشرفیاں پیش کی جائیں عطا نہیں گئے۔ چنانچہ فوراً ہی چالیس دی اُس مجلس سے اُسے اور سوا اشرفیاں لیکر حاضر ہو گئے حضور نے ایک صاحب کی قبول فرمائیں پھر اپنے خادم ابو الرضا کو بلا یا اللہ وہ اشرفیاں حکویدینا اور عسائے پاس سکوبلا لانا۔ ابو الرضا وہ فرماتے ہیں حسب حکم میں اس گیا اور حضور کے ارشاد کے مطابق ایک بوڑھا انسان کھجکے کھڑے کھڑے عود بجا رہا تھا میں سلام کر کے وہ اشرفیاں پیش کر دیں۔ انہوں نے ایک جھنجھادی اجیر ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ کچھ دیر کے بعد جب تکش میں سے تو میں نے بھی شیخ عبد العادل کو بلا دیا وہاں سے میرے ساتھ ہوئے جب یں لکھو لیکر مجلس میں پہنچا تو حضور نے فرمایا کہ انکو میرے چڑھا دے وہ اپنے عود کو اُدھسے پر لٹکے ہوئے ممبر پر پہنچ گئے پھر حضور نے اُن سے فرمایا کہ اپنا نقشہ بیان کرو۔ انہوں نے عرض کیا حضور میں ماہر شباب میں عمدہ ترین قوال تھا ہر طبقہ کے انسانوں میں کامل مقبولیت حاصل تھی بڑھا پایا اھا واز میں نکل کشی نہدی تو لوگوں کی نظریں بدل گئیں۔ ایک نئی نہیں ملتا لوگوں کی بے انتہائی دیکھ کر میں نے طے کر لیا کہ اب تک زندگی کا نا سنایا کرتا تھا اُسے مردوں کو سنا کیونکہ چنانچہ اپنی ماسی قرار دیکے ماتحت بغداد سے نکل کر میں قہرستان پہنچا اللہ کا شرف کہ کیا کبھی اس قبکے پاس کبھی اس قبکے پاس گھومتے گھومتے گا کہ یہاں تک ایک قبکے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہ قہرچی اور اس ایک دی نے سر نکال کر کہا۔ اے مردوں کہ کب تک سنا بیگا جا اور ایک مرتبہ اللہ کے لئے کا جو حقیقی وقیوم ہے اُس سے تیرا سوال لہو فرما یا بان کلمات کو سنکر

بشرح صحیح البخاری

وہی ہے جو اس کی بیعت میں شامل ہوا ہے

تبعین الحق انما زعموا غیرہ میں دربارہ فاسق ہے فی تقدیمہ الامامة تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ
 شرعاً فاسق ملعون کواہمیت کے لئے آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے۔ اور شیخ میں اس کی توہین واجب ہے۔ بیعت کی دوسری قسم
 بیعت الارادت ہے جو اس طرح ہوتی ہے کہ اپنا ارادہ و اختیار سے کبیرا ہر ہو کر اپنے آپ کو شیخ مرشد ہادی ربی حاصل یعنی کے ہاتھ میں ہاتھ
 سپرد کر دے۔ اسے مطلقاً اپنا حاکم و مالک جانے۔ اس کے چلانے پر راہ سلوک چلنے کوئی قدم ہے اس کی مرضی کے نہ رکھے اس کا کوئی حکم یا اس کا کوئی قول
 اگر اس کے نزدیک شیخ نہ معلوم ہو تو اسے افعال خیر علیہ السلام کے مثل سمجھے اپنی عقل کا تصور جانے۔ اس کی کسی بات پر عمل بھی اعتراض نہ لائے۔ اپنی ہر
 مشکل اس پر پیش کرے غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے۔ ماقط شیرازی قدس سرہ نے اسی کے متعلق فرمایا ہے مدہ شعر
 بہ تہ تباہ گیر کن گرت پیچھا گیر کہ۔ کہ اس کا شیخ غیر موصوفہ و مذموم نہ رہا یہ عیت سا کہیں ہے اور یہی مقصود شیخ مرشدین پر ہی اللہ عزوجل تک
 پہنچانی ہے یہی مقصود قدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر جسے سیدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یا نعمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السبع والطاعة فی العسی والیسیر ولا تشطوا المکرہ
 ولان لا تنانراغ الا مراً اھلہ۔ ترجمہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر عیت کی کہہ دو تباری و آسانی ہر خوشی ناگواری
 میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحب کے کہ کسی حکم میں چون چڑا نہ کریں گے شیخ ہادی کا حکم رسول کا حکم ہے اور رسول کا حکم اللہ کا حکم
 اور اللہ کے حکم میں مجال ہر نہ انہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے و بما کان یؤمین و مؤمنیہ اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان یتکون کھم
 انجیرہ من امیرہم ومن یفیل اللہ ورسولہ فقد ضلّ صلاً لا مبیناً۔ ترجمہ کسی سامان مرد عورت کو یہ حق نہیں پہنچا کہ جب
 اللہ و رسول کسی معاملہ میں کچھ فرماویں پھر انہیں پنہام کا کوئی اختیار باقی ہے اور اللہ و رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلا گمراہ ہے۔ عوارف القادی
 میں ارشاد فرمایا۔ دخول فی حکم الشیخ دخولہ فی حکم اللہ ورسولہ و احیاء سنة المباہیة مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ والہ وسلم ترجمہ شیخ کے زیر حکم ہونا اللہ و رسول کے زیر حکم ہونا ہے اور عیت نبوی کی سنت کا زندہ کرنا ہے نیز فرمایا۔ ولا یکون
 هذا الا لمرید حصہ نفسہ مع الشیخ و انسلیح من الراحۃ نفسہ و فنی فی الشیخ بترك اختیار نفسہ ترجمہ یہ
 بیعت نہیں ہوتی مگر اس مرید کیلئے جس نے اپنی جان کو شیخ کی خدمت میں کر دیا اور اپنے ارادے سے اہل باہر کا اپنا اختیار چھوڑ کر شیخ میں فنا کیا۔
 پھر فرمایا۔ و یحذر ما لا اعتراض علی الشیوخ فان السیم القاتل المریدین و قل ان یتکون مرید یعترض علی الشیخ طبعہ
 فی فلم وینکر المرید فی کل ما اشکل علیہ من تصاریف الشیخ قصۃ الخضر علیہ السلام کیف کان بعد من
 الخضر تصاریف ینکرھا موسیٰ لہ لما کشف عن معناتھا بان الموحی وجہ الصواب فی ذلک فعلم ان ینبغی
 المرید ان یعلو ان کل تصرف اشکل علیہ صحیحہ من الشیخ عند الشیخ فیہ بیان و برہان للصحۃ ترجمہ یہ
 اعتراض ہے شیخ کے زیر پاؤں کے لئے نہ ہر قائل کہ کوئی مرید جو کاکہ اپنے دل میں شیخ پر کوئی اعتراض کرے پھر فلاح پائے شیخ کے تصرفات صحیحہ
 اسے صحیح معلوم نہ سمجھے ہوں نہیں خیر علیہ السلام کے واقعات یا طرے کیونکہ ان سے وہ باتیں صادر ہوتی تھیں بلکہ خیر خیر منہ اعتراض تھا۔
 (جیسے میکینوں کی شتی میں حمل کر دینا یگانہ بچے قاتل کر ڈالنا پھر چپ۔ اس کی وجہ نہ تھی تو موسیٰ علیہ السلام کو ظاہر ہوا کہ حق یہی تھا نہ ہوا
 کیا۔ یوں ہی مرید کو یقین کرنا چاہئے کہ شیخ کا جو فعل صحیح ہے شیخ میں معلوم ہوتا شیخ کے پاس اس کی صحت پر دلیل قطعی ہے امام ابو القاسم
 قشیری صالین فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو بکر بن سلیم کو فرمایا کہ اُن سے اس کی شیخ حضرت ابو سہل صلواتی نے فرمایا۔
 من قال لا متناذہ بل لا یقلہ ابد۔ ترجمہ جو اپنے پیروں سے کسی بات میں کیوں کہیگا کبھی فلاں نہ پائیگا۔ اس بیعت کے لئے
 اس کے شیخ ایصال کی ضرورت ہے اور شیخ ایصال اس کو کہتے ہیں جو شرائط اربعہ مذکورہ بالا کیساتھ ساتھ مفاسد نفسیہ مکارہ شیطان بھانڈ

بیعت الایمان کے لئے شیخ کو اہل بیعت میں شامل ہونا ہے

ہو اسے آگاہ ہو دوسرے کی تربیت جانتا اور اپنے متوکل پر شفقت تامل کرتا ہو کہ اس کے عیب پر اسے مطلع کرے اُن کا علاج بنائے جو شکست
 اس راہ میں پیش آئے ہیں حل فرمائے نہ محض سالک ہو نہ زائد عیب جو عارف شریف میں فرمایا یہ دونوں قائل پیری نہیں اسلئے کہ اول خود ہونا
 راہ میں ہر اہل مدد کے طریق تربیت سے غافل بلکہ مجزوب لک ہو یا سالک مجذوب اول اول بہتر اسلئے کہ وہ مراد ہے اور مرید
 را از اسنیۃ الانبیۃ تصنیف علیہما علم و قدرت قدس بفس (لہ سلوک اختیار کرنے والے مرید مبتدی پر صدق نیت کا التزام ہر قول فعل میں
 ضروری ہے کہ سلوک کی دشواری گذار گھائیوں کے قطع کر نہیں مدد خداوندی بقدر صدق نیت ہوتی ہے۔ احام سالم ابن عبد اللہ رحمۃ
 اللہ تعالیٰ علیہ نے خلیفہ راشد حضرت عمر ابن عبد العزیز قدس سرہ کو ایک مکتوب عبارت میں تحریر فرمایا انا انا علیہما علم ان عون
 اللہ تعالیٰ للعبد بقدر النیۃ فمن تمت نیتہ تم عون اللہ لہ ومن قصر النیۃ قصر عون اللہ بقدر
 ذلک ترجمہ یقین جانو لے عمر مثیل اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندہ کی مدد بقدر نیت ہوتی ہے۔ تو جسکی نیت تام ہوگی اگر اس کو کوئی قول و
 فعل صدق نیت سے خالی نہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد بھی اسکے لئے کامل ہوگی اور بندہ کی نیت میں جتنا قصور ہوگا اسی قدر مدد خداوندی
 کمی ہو جائیگی لیکن مرید کو چاہئے کہ پہلے صدق نیت کا علم حاصل کرے کہ بدون علم انسان کی عمل کو نہیں کر سکتا۔ صدق نیت کی تعلیم اپنے شیخ سے
 حاصل کیے بشرطیکہ شیخ بقدر حیات ہو ورنہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو صدق نیت کے عالم ہوں تاکہ اسکو صدق نیت پر آگاہ کرے اور
 پھر مرید سالک کے ترمیم قنیت پر پہنچنے کی علامت یہ ہو کہ اپنے شیخ طریقت کے حکم پر ہر حال میں بطیب خاطر تسلیم کرے تاکہ جو فرحت نشاط
 مدح و اندوختگی کی بنا سے اختلاف احوال انقیاد اطاعت مکمل پر اصالۃ اثر انداز نہ ہو کہ بعضی کے عالم میں تسلیم حکم کی اسطیلا قلب اسی طرح منقاد
 ہو جس طرح اطمینان سکون کی حالت میں تاج ہے صحت مرض فراخی و تنگی غرض کہ تمام پیش یا نیولے متفاد عوارض قلبی انقیاد کے اعتبار سے متفاد
 نہ رہیں۔ شیخ طریقت کا فرض ہے کہ صدق نیت متعلق مرید کا گاہے گاہے امتحان کرتا ہے تاکہ مرید ہر میں صدق نیت کا پابند ہو جائے۔
 اور کئی وقت صدق نیت کے غافل نہ ہو۔ مولانا معنوی قدس سرہ بقوی فرماتے ہیں کہ ایک مرید نے جبکی بیت زنا زہر میں واقع
 ہوئی تھی جہدہ مکان تعمیر کیا اور حصول نیکت کی نیت اپنے شیخ کو مدعو کر دیا شیخ تشریف لائے اور مکان ملاحظہ فرمایا۔ مستنوی
 خانہ نو ساخت رونے سے نومرید پر آرمغانہ اور ابدیدہ۔ شیخ فی الحقیقت شیخ طریقت تھے اپنے فرض منصبی کے ماتحت مکان کا معاشرہ کر کے
 مرید سے فرمایا کہ یہ روشندان مکان میں کس غرض سے کھایا ہو مرید نے عرض کیا حضور اسلئے رکھا ہے کہ باہر سے اندر روشنی آئے۔
 گفت شیخ آں نومرید خوش را + امتحان کرد آن نگو اندیش را + روزن از بہرے چہ کردی لے رفیق + گفت تا نور اندر آید از طریق
 شیخ نے فرمایا کہ روشندان کی تعمیر میں یہ نیت کرنا چاہئے تھی کہ اسکے ذیل اذان کی آواز نہ پڑھ کر لگی اصل مقصود یہی ہوتا باقی منافع تبعاً حاصل
 ہو ہی جاتے۔ روشنی بھی پہنچتی ہو اسی جاتی جاتی اور دوسرے مقاصد بھی پوسے ہوئے فوائد ہم خرم اہم ثواب۔ دین کے طفیل میں دنیا بھی
 ملتی اور یہ تعمیر محض دنیا سے نکل کر خالص دین بن جاتی۔ گفت آں فرما است میں باید نیسا نہ تا از رہ لبتوی بانگ ساز
 نور خود اندر توجی آیدت + نیت آں کن کہ آں ی بایدت۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ نے فرمایا کہ صدق نیت کی راہ اختیار
 کرنے کے لئے مردود کار ہے (پھر بھی سالہا سال کے بعد نیک کی پیدا ہوئی ہے) صدق نیت ایک کمیاب ہے کہ آدمی اس کا اعتقاد ہو کہ بیش بہا موتی بن
 جاتا ہے جبکہ صدق نیت کی دولت رحمت ہوئی اسکو سب کچھ مل گیا بخیر انجہ کسی سقسطی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ شتر بلکہ
 سائے مواحدیت عالی سنڈل کیسا تھ لکھنا اگر صدق نیت پر مبنی نہیں تو ان سے دور کھٹ غلوت میں صدق نیت کیسا تھ ادا کرنا کہیں زیادہ
 اچھا ہے۔ لے جو ان مرد و خوں بینی اور خود سنائی تیرے واسطے دو بدن میں ہیں میری یا یک نصیحت ہزار نصیحتوں سے بہتر ہے کہ جس نے
 ان دونوں بدنوں سے نہات پائی وہ صدق نیت کے ترہ پر فی الحقیقت فائز ہو گیا ہے شعر خود خورائے خود عالم ہندی نیت کا فرست میں فریب مذہبی خود

بشریہ صحیح النجاشی

مخدوم الملة شيخ مينا قدس سے منقول ہے کہ ابو مسلم فارس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا میں مجاہدہ اخلاص کو کرتے بہت کمزور
 ولاغیر ہو گیا شیخ ابو سعید ابو الخدیج کی زیارت کیلئے پہونچا دیکھا کہ تخت پر نہایت گدگدے بشر میں رام فرمایا ہے ہیں ورا یک مصری سامع اعلیٰ
 چادر استعال میں ہے۔ قلب میں نکا پریدہ محاکمہ کیا دوشی ہے میں ایسے سخت مجاہدات اور شدید ریاضتوں میں عدیہ الیٰ رحمت اور مشقوں میں
 فوراً میرے قلبی خطرات پر مطلع ہو گئے۔ اور فرمایا کہ ابولم کہ تمہیں کس کتاب میں ملا کہ خود بینی اور خود پسندی شیوہ دوشی ہے ہم سب اپنی نظری پر مکی۔
 غیر کی طرف اسلاف التفات کیا اسلئے ہر وقت عزت و محنت ہوا۔ جسے اپنا کچھ نہ تھا۔ بھلائی نظریہ ریاضت پر ہی ابتدا تم کو تھک سکنے رکھا ہلکے
 نصیب میں مشاہدہ اور تہائے نصیب میں مجاہدہ ہوا۔ ابو مسلم فرماتے ہیں ان کلمات کو شکر جہان میری نگاہ میں تارک ہو گیا اور ہولے نفس کو
 ہوئی جب ہوش میں آیا تو بیکار افشخ نے میری توبہ قبول فرمائی۔ شیخ ابوبکر بڑا قاق رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نقصان کل مخلص فی خلاصہ
 سرودتہ اخلاصہ فای الراء اللہ تعالیٰ ان مخلص اخلاصہ اسقط عن اخلاصہ سرودتہ اخلاصہ یعنی ہر مصادق
 البینۃ کا اپنے صدق نیت پر نظر رکھنا اسکے صدق نیت کی حامی پر لالت کر لے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُسکے صدق نیت کو خالص فرمائے
 تو اُسکی نظر کو اپنے صدق نیت پر پڑنے دے کہ نتیجہ کہ اپنے صدق نیت اپنی نظر میں بہا تا نہیں رہتا عی تا موبین عشق تیرے مشرود۔ وند عاب تامل مہر تو
 ہم عشق طلب کنی ہم سخاوی۔ اے سخاوی نے میرے مشرود۔ شیخ محمد بن الفضل قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ تم نبی کی تین نشانیاں ہیں اول
 یہ کہ دولت سلیم ملے مگر عمل سے محروم ہے۔ دوم یہ کہ عمل کی توفیق ہو مگر صدق نیت محروم کر دیا جائے۔ سوم صحابین کی صحبت میں ہو مگر ہر صحابی سے
 کرنے اصح ہوئے کا جو گزرنے۔ (سبع سنابل شریف) مخدوم شینہ احمد کمشتغانوی قدس سرہ اپنی کتاب جامع الاصول کے متمم
 میں ان میں نصیحتوں کو نقل فرماتے ہیں جو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حماد کو یہ
 حکم فرمایا تمہیں لگا کر تینے لگا کر کے انہر باندی کیسا عمل کیا تو انشاء اللہ تعالیٰ مجھے تہائے لے دینی سعادت کی امید ہے ان میں نصیحتوں میں سے
 بلوی مقام صرف انیسویں نصیحت ترجیح کیا تھہ دیکھ ناظرین کیجائی ہے والنا سح عثمان تعتمد خمسة احادیث اتخبتها من
 خمسائہ الف حدیث الاول التماس اعمال بالنیات والثانی من حسن اسلام المرء ترکہ ماکالا یعنیہ۔
 والثالث لا یومن احدکم حق یجب لاخیه ما یحب لنفسه والرابع ان الحلال بین والحرام بین وینہما
 مشتبہات لا یعلمہن کثیر من الناس فمن اتقى بالشبهات استبرأ لدينہ ومرضہ ومن وقع فی الشبہات
 فقد وقع فی الحرام کراہی حوالہ المحی یوشک ان یقع فیہ الا وان لكل ملاصحبی الا وان جمی اللہ محمد
 الا وان فی الجسد مضغۃ اذ اصلحت سلم الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وحی القلب۔
 والخامس المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ ترجمہ اسیسویں نصیحت یہ کہ ان پانچ چیزوں پر اعتماد کرو جنکو میں نے پانچ
 لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے اول حدیث انما الاعمال بالنیات پر کہ تمام اعمال کا ثواب نیک نیت پر ہوتا ہے دوم یہ کہ انسان کا
 لایعنی چیزوں کے ترک کر دینا اسکے حسن اسلام کا نتیجہ ہے سوم یہ کہ تم میں کسی شخص کا عمل میں نہیں تو تا یہاں تک کہ اپنے بھائی کو واسطے وہ پسند کرے جو اپنے
 واسطے کرتا ہے چہاں آدم یہ کہ حلال ظاہر ہے اور حرام مظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنکو بہت لوگ نہیں جانتے۔ پس جب
 مشتبہ چیزوں پر اکتفا کیا تو اُس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بری کر دیا اور جو مشتبہات میں واقع ہوا وہ حرام میں وقع ہو گیا گا اُس پر ظاہر
 کی طرح جو چوگاہ کے گواہ اور چرانا ہو قریب ہے کہ اسیں اقل ہو جائے خبر وادبر بادشاہ کے لئے حمی (چوگاہ) ہوتی ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ کی حمی اسکے محمد
 ہیں خبر وادبر نیک بدن کو گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ دست ہو تو سلاما بدن دست ہو جائے اور جب نیک بدن ہو تو کل بدن غاص ہو جائے خبر وادبر
 وہ قتب ہے پچھم یہ کہ کمال مسلمان ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان الم ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بشیر صحیح الجلالی

مُنْهَارِي

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ

حدیث بیان کی ہے کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ نبوی ہوا ملک نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد

خردہ سے انہوں نے عائشہؓ، ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ حادثہ میں چشمہ نے سوال کیا رسول اللہ ﷺ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ بَاتَيْتُكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرض کیا یا رسول اللہ! کیسے آتی ہے آپ کے پاس وحی پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا يَا بَنِي مِثْلَ صَلَاحِ الْجَنِّ مِنْهُ وَهُوَ أَشَدُّ عَلَى فِئْتُمْ عَنِّي وَقَدْ وَعَدْتِ

علیحدہ دسلطنت کبھی آئی ہے میرے پاس مانند آواز جس اور یہ گریں تو ہوتی ہے مجھ کو اسکی کیفیت مجھے زندہ ہوتی ہے جبکہ

عَنْهُ مَا قَالَ وَآخِذَا نَايِمٌ مُلْكِي الْمَلِكِ رَجُلًا فِي كِبَرَيْنِ فَأَعْنَى مَا يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ

یہ فرشتہ سے مخلوق کا چکا ہوتا ہیں جو کہ اس نے کہا۔ اور کبھی فرشتہ میوے سامنے مروا۔ شکل میں آتا ہے پس مجھ سے کلام کرتا ہے تو میں ٹھوکر لگا دیتا ہوں جو کہتا ہے

اللَّهُ عَنْهَا وَلَقَدْ سَأَأْتَتْهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبَرْدِ فَيَقْصِمُ عَنْهُ وَإِنْ

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: خدا میں نے آپ کو دکھا جبکہ سخت شری کے دل میں آپ پر ہی قی نازل ہو چکی تھی پھر وہ کیفیت آپ سے منکشف ہوئی۔

جَبِينَهُ لِيَتَقَبَّضَ عَرَاقًا.

اور انکا ایک آچی ہر دو جمین پر پسینہ بہہ رہا تھا۔

بشالقہی

(عبداللہ بن یوسف) اُن جلیل نقداً اصحاب میں ہیں جنہوں نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موطا روایت کی امام بخاری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ان سے میری ملاقات دو سو ستتر ہجری میں مہدی کے راندہ ہولی اھد امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے موطا

انہیں سے سنی تھی۔ تینیس بن حام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر تینیس نامی ایک شہر مصر کے قریب تھا وہاں پر چھ کھانا

کی محی اسلے انکو تنسی بھی کہتے ہیں اور مصری اسلے کہتے ہیں کہ مصر میں بھی قیام فرمایا اور مسئلہ ہجری میں وہاں پروقات پائی ورنہ دراصل

دشمنی ہیں۔ اسلام کے مصلح مستبد میرا مد کوئی راوی نہیں، لفظ یوسف کے کہیں پرستیوں حرکتیں منقول میں پیش اصل سکاوند برزیر

بہر حال مزاح یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بچے کو حیلہ سکے نام کیساتھ بڑا کرتے ہیں یا یوں ہی اسکا نام محبت میں بارہ پر لاتے ہیں تو ہمیں افریقا

قدے غیر مکرر دیا کرتے ہیں۔ عبرانی زبان کا لفظ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے نکل گیا۔ عقیقت اور سہرا ہونے کی وجہ سے غیر معروف

ہے۔ عبرانی زبان میں بمعنی خوبصورت ہے۔ اسی واسطے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ موسوم ہوئے تھے۔ اسف بمعنی

بعضی حزن، اوس سبب سے بعضی غلامی دونوں سے مشتق تسلیم کر کے یا بر تقدیر و روزی پر سین آسٹ بعضی آخرت سے مضام معلوم یا محسوس

مان کر لفظ کو عربی قرار دینا ادا آپ کی وجہ تسلیم میں یہ کہنا کہ مخزن اور بروہ ہونا چونکہ دونوں آپ کے اندر مجتمع ہوئے اسلئے آپ کو اس لفظ کے ساتھ

وسع سابل شریف، ان واقعات سکاڑہ اور مریدین کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

(ہشام بن عروہ) بن الزبیر بن العوام قرشی تابعی ہیں۔ ۱۱۰ھ میں متولد ہوئے اور ۱۳۵ھ میں بمقام بغداد قاتل ہوئے۔ آپ کے نام اور عدوت میں کوئی دوسرا ہی شریک نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے سر پر ہاتھ پیر کر دے فرمائی تھی۔

(عن ابیہ) یعنی عروہ۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو محمد ہے۔ تابعی مدنی ہیں۔ آپ کی جلالت شان و رفعت مکان کثرت علم اور امامت پر اجاب ہے۔ بچپن سے جوہر شرافت کے جامع ہیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کے خالو اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھالی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اناد آپ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا والدہ ہیں۔

حضرت زبیر آپ کے والد ہیں جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بھوپتی زاد بھائی تھے۔ اور عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ نماز میں حضور قلب کا یہ عالم تھا کہ شدید ترین تکلیف بھی محسوس نہ ہوتی چنانچہ ایک مرتبہ کسی بیماری کی وجہ سے بحالت نماز آپ کا پیر کا ٹیگا آپ کے فتر بھی نہ ہوئی پھر اس شہید کا خلیفہ بھی ناخدا نہیں فرمایا۔ اس واقعہ کے بعد آٹھ سال تک حیات رہے (مرآۃ الجنان) مجبوراً خدا کو نماز میں ایسا ہی استغراق حاصل

ہوتا ہے۔ رہا تو تقیاً سکا فوج دوسری جانب متوجہ نہیں ہوئے دینا ایسی ہی حضرت کی نماز میں الصلوۃ محل اجہ المؤمنین کا مصداق کامل بنتی ہیں ممالک بن دینا اس قدر سرہ فزانی ہیں کہ ایک نوجوان بصریہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نماز سے فارغ

ہو کر مصلے پر شریف فرما تھیں گھر میں شگستہ کونے پہلے تھے جن سے پانی نوش فرمائی اور طہارت کرتی تھیں۔ ایک اینٹ سر ہانے رکھی تھی اور ایک سے کامیلاً تھا گھر کی کل کائنات اسی قدر کی اور کچھ نہ تھا۔ میں نے عرض کیا۔ عذومہ! کچھ بہت تنگ حال نکھتا ہوں میرے کچھ بچا

تو انگریزوں سے کہوں کہ آپ کی طرف توجہ کریں۔ فرمایا اے مالک کیا تھے لائق خلق کو نہیں بچانا۔ کیا انہیں نہیں معلوم کہ میرا والد اس

توانگر کا لائق ایک ہی ہے۔ ہمارا گمان ہے کہ اس نے تو انگریزوں کی دولت کے باعث یاد رکھا اور میرے فکر کے سبب جھک بھلا دیا۔ یہ کلمات

سن کر ممالک قدس سرہ بعد پڑے پھر فرمایا اسے مالک قریب ڈاؤ میری آنکھ دیکھو کہ اس میں کوئی چیز کھٹکتی ہے۔ حضرت ممالک قدس سرہ نے دیکھا تو مسلم بھلا کھٹکتے کی نے سے چند آنکھت کا ٹکڑا آنکھ میں غل بھگیا جس سے آنکھ تہا ہو گئی عرض کیا عذومہ! کھ بھلا ہو گئی اور کچھ

خوبی نہیں فرمایا۔ ممالک میں نماز میں بھی جب یہ حلوہ پیش آیا۔ جب باگاہ خداوندی میں حاضر ہوتی ہوں اس وقت ساری دوزخ اگر

میری آنکھ میں بھری جائے تو خوف خدا کے سبب صلا خیر نہ ہو سب سابل شریف) عروہ بن الزبیر نام کا صحاح ستہ میں کوئی راوی

نہ صحابہ کرام میں کوئی صحابی۔ مدینہ شریف میں بدیر عروہ نامی ایک کنواں ہو اس سے زیادہ شیریں پانی کسی کنوئیں کا نہیں۔ یہ کنواں آپ

ہی نے بنوایا تھا۔ جب آپ کے حقیقی بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہو گئے تو آپ نے عبد الملک بن مروان سے ارشاد فرمایا میری جانی

ہوں کہ میرے بھائی کی تلوار بھکوری جائے۔ اس نے عرض کیا وہ دوسری تلواروں میں مخلوط ہے اور میں نے پہچانتا نہیں۔ فرمایا۔ تمام تلواریں حاضر

کی جائیں تو میں اسے شہادت کروں گا چنانچہ عبد الملک بن مروان کے حکم سے تلواریں حاضر کی گئیں آپ نے ان میں سے ایک تلوار اٹھائی جس میں

دنئے پڑے تھے۔ اور فرمایا میرے بھائی کی تلوار یہ ہے عبد الملک نے عرض کیا اس سے پیشتر آپ تلوار کو پہچانتے تھے۔ فرمایا انہیں عرض کیا پھر

کیسے پہچانتا فرمایا نابغہ زیبائی کہتا ہے۔ شعر: وَلَا عَیْبَ فِیْہِمْ غَیْرَ اَنْ سَیُوْ قَعْمٌ ۝ یٰہِیْ فُلُوْا مِنْ قِوَارِعِ الْکُتَافِ ۝

ایک مرتبہ۔ حضرت معاہدہ پڑھی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد مجرم شریفین آپ کا ہاتھ لپکے حقیقی بھائی عبداللہ بن زبیر اور علانی

بھائی مصعب بن زبیر اور عبد الملک بن مروان مجتمع تھے۔ آپس میں کہنے لگے کہ ہر شخص اپنی اپنی دلی خواہش بیان کرے چنانچہ عبداللہ بن زبیر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میری تمنا ہے کہ حرمین شریفین پر میرا تقرر ہو اور عثمان خلافت میرے ہاتھ میں آئے تاکہ شریعت مطہرہ کے مطابق

عمل درآمد ہو حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میری آرزو یہ ہے کہ عراق شام اور عراق عرب پر میرا قبضہ ہو تاکہ رفع ظلم اور

وہاں حضرت زبیر کا کھانا کھانے کے بعد اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نماز سے فارغ ہو کر مصلے پر شریف فرما تھیں گھر میں شگستہ کونے پہلے تھے جن سے پانی نوش فرمائی اور طہارت کرتی تھیں۔ ایک اینٹ سر ہانے رکھی تھی اور ایک سے کامیلاً تھا گھر کی کل کائنات اسی قدر کی اور کچھ نہ تھا۔ میں نے عرض کیا۔ عذومہ! کچھ بہت تنگ حال نکھتا ہوں میرے کچھ بچا تو انگریزوں سے کہوں کہ آپ کی طرف توجہ کریں۔ فرمایا اے مالک کیا تھے لائق خلق کو نہیں بچانا۔ کیا انہیں نہیں معلوم کہ میرا والد اس توانگر کا لائق ایک ہی ہے۔ ہمارا گمان ہے کہ اس نے تو انگریزوں کی دولت کے باعث یاد رکھا اور میرے فکر کے سبب جھک بھلا دیا۔ یہ کلمات سن کر ممالک قدس سرہ بعد پڑے پھر فرمایا اسے مالک قریب ڈاؤ میری آنکھ دیکھو کہ اس میں کوئی چیز کھٹکتی ہے۔ حضرت ممالک قدس سرہ نے دیکھا تو مسلم بھلا کھٹکتے کی نے سے چند آنکھت کا ٹکڑا آنکھ میں غل بھگیا جس سے آنکھ تہا ہو گئی عرض کیا عذومہ! کھ بھلا ہو گئی اور کچھ خوبی نہیں فرمایا۔ ممالک میں نماز میں بھی جب یہ حلوہ پیش آیا۔ جب باگاہ خداوندی میں حاضر ہوتی ہوں اس وقت ساری دوزخ اگر میری آنکھ میں بھری جائے تو خوف خدا کے سبب صلا خیر نہ ہو سب سابل شریف) عروہ بن الزبیر نام کا صحاح ستہ میں کوئی راوی نہ صحابہ کرام میں کوئی صحابی۔ مدینہ شریف میں بدیر عروہ نامی ایک کنواں ہو اس سے زیادہ شیریں پانی کسی کنوئیں کا نہیں۔ یہ کنواں آپ ہی نے بنوایا تھا۔ جب آپ کے حقیقی بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہو گئے تو آپ نے عبد الملک بن مروان سے ارشاد فرمایا میری جانی ہوں کہ میرے بھائی کی تلوار بھکوری جائے۔ اس نے عرض کیا وہ دوسری تلواروں میں مخلوط ہے اور میں نے پہچانتا نہیں۔ فرمایا۔ تمام تلواریں حاضر کی جائیں تو میں اسے شہادت کروں گا چنانچہ عبد الملک بن مروان کے حکم سے تلواریں حاضر کی گئیں آپ نے ان میں سے ایک تلوار اٹھائی جس میں دنئے پڑے تھے۔ اور فرمایا میرے بھائی کی تلوار یہ ہے عبد الملک نے عرض کیا اس سے پیشتر آپ تلوار کو پہچانتے تھے۔ فرمایا انہیں عرض کیا پھر کیسے پہچانتا فرمایا نابغہ زیبائی کہتا ہے۔ شعر: وَلَا عَیْبَ فِیْہِمْ غَیْرَ اَنْ سَیُوْ قَعْمٌ ۝ یٰہِیْ فُلُوْا مِنْ قِوَارِعِ الْکُتَافِ ۝ ایک مرتبہ۔ حضرت معاہدہ پڑھی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد مجرم شریفین آپ کا ہاتھ لپکے حقیقی بھائی عبداللہ بن زبیر اور علانی بھائی مصعب بن زبیر اور عبد الملک بن مروان مجتمع تھے۔ آپس میں کہنے لگے کہ ہر شخص اپنی اپنی دلی خواہش بیان کرے چنانچہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میری تمنا ہے کہ حرمین شریفین پر میرا تقرر ہو اور عثمان خلافت میرے ہاتھ میں آئے تاکہ شریعت مطہرہ کے مطابق عمل درآمد ہو حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میری آرزو یہ ہے کہ عراق شام اور عراق عرب پر میرا قبضہ ہو تاکہ رفع ظلم اور

اقامت عدل میں پوری کوشش کروں اور قریش کی دعوت میں خاتون سکینہ بنت الحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور عائشہ بنت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے نکاح میں آجائیں عبدالملک نے کہا میری دلی خواہش ہے کہ زمین کا مالک بنوں اور حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جانشینی نصیب ہو۔ ان سب کے بعد حضرت عروہ نے فرمایا آپ حضرات مجاز نہ ہیں کہتے ہیں مجھے اُن میں سے کوئی مطلوب نہیں میری آرزو یہ ہے کہ دنیوی حیات میں دنیا سے دستکش ہوں اور آخرت میں جنت نصیب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے اپنے اُن بندوں میں داخل فرمائے جن سے علم دین کی تبلیغ ہوتی ہے۔ چنانچہ چاروں صاحبان اپنی اپنی مراد کو پونے بعد الملک کہا کرتے تھے کہ حکم حق مر کے دیکھنے سے سرست حاصل ہو وہ عروہ بن زبیر کو دیکھ کر منہ نہ پھاڑا کہ مشہور فقہائے بعد میں سے ایک آپ بھی ہیں چونکہ ساتوں فقہائے کرام مدینہ طیبہ میں یکے نام میں تھے اسلئے انکو فقہائے سبکہ کہا جاتا ہے۔ صحابہ کرام کے بعد فضولت افتاب بھی ہی حضرت انعام دیتے تھے۔ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باختلاف روایات ۲۲ یا ۲۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور روزہ کی حالت میں قرع نامی اپنا ایک گدال میں جو مدینہ طیبہ سے چار شہ کے فاصلے پر ہے ۹۲ ہجری میں وفات پائی جو نکاح سال ان فقہائے سبکہ میں سے دو اور فقہوں کا انتقال ہوا اسلئے اس سال کو سنۃ الفقہاء کیساتھ موسوم کر دیا گیا۔ ان ساتوں فقہاء کے اسامہ کو بعض علماء نے ایک بیت میں جمع فرمایا ہے۔ اَلَا کُلُّ مَنْ لَا يَقْتَدِي بِأَرْبَعَةٍ فَقَسَمَتُهُ ضَرْبٌ مِنْ عَنِ الْحَيِّ خَارِجَةٌ وَنَحْنُ هُمْ عُبِيدُ اللَّهِ عُرْوَةُ قَاتِمٌ سَعِيدٌ ابْنُ كِبْرٍ سَلِيمَانُ خَارِجَةٌ (مرآة الجنان) امام عارف باللہ فقہ محدث کمال الدین میری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کتاب سبک حیات الاحیوان الکبریٰ میں بعض اہل غیرہ سے ایک عمل بایں الفاظ نقل فرمایا ان اسماء الفقہاء السبعة الذین کاواہا المدینۃ الشریفۃ اذا کتبت فی راقۃ وجعلت فی القمح فان کا یسوس ما دامت الرقۃ فیہ یعنی مدینہ طیبہ کے ساتوں فقہائے کرام کے اسماء طیبہ اگر ایک پرچے پر لکھ کر گھوڑوں میں اُس پرچے کو رکھ دیا جائے تو جب تک وہ گھوڑوں میں بیٹھا گھومے گا۔ اسی کتاب سبک حیات میں بعض اہل تحقیق سے ایک اور عمل بایں الفاظ روایت کیا مان اسمائکم انی اکبت وعلقت علی الرأس او ذکرت علیہ اذالت الصداغ یعنی ان فقہائے کرام کے نام لکھ کر سر پر لکھ جائیں یا پرچہ کر دم کئے جائیں تو دوسرے کھو جاتے ہیں۔ یہ سب مدینہ فقہائے سبکہ سے حضرت ابو بکر عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام بن المغیرہ مخزومی نے انتقال فرمایا آپ اپنی عبادت اور اپنے فضل کے باعث مہاراجہ قریش کیساتھ ملے تھے۔ اُن فقہائے سبکہ سے اسی سال میں حضرت ابو محمد سعید بن المسیب مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی انتقال فرمایا۔ آپ نے چالیس حج فرمائے تھے۔ اور فرمائے تھے کہ پچاس سال سے تکبیر لولی فوت ہوئی نہ مصفا قل۔ اور پچاس سال تک عشاء کے وضو سے نماز فرماؤا فرمائی۔ آپ کو قیروس زیادہ محبت تھی۔ دسیوس کے مقابل اخرا کو ترجیح دیتے تھے چنانچہ بعض ملوک بنی امیہ نے آپ کی صاحبزادی کیلئے اپنا پیام بھیجا۔ آپ نے اسکو مسترد فرمایا اور اکیٹا درطا بعلم کیساتھ نکاح کر دیا جو آپ کی خدمت میں تحصیل علم کر رہے تھے اُن طالب علم نے اپنی دلہن سے ذکر کیا انہیں بالحد ہوا فرمائے لگیں یونے ہو گئے ہو۔ سعید بن مسیب اپنی صاحبزادی کا تہا ہے ساتھ نکاح کس طرح کر سکتے ہیں جبکہ اُن کی صاحبزادی کے لئے ملوک کا پیام آتا ہوا صاحبزادے خاموش بیٹھے جب بات ہوئی تو کسی نے کہا کھٹ کھٹائے انہوں نے کہا۔ کون؟ جواب آیا سعید یہ فوراً نکلے دیکھے کیا ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب اپنی صاحبزادی کو لیکر تشریف لائے ہیں فرمایا مجھے یہ گوارہ نہ تھا کہ تم شب میں غیر بیوی کے رہو۔ لہذا تمہاری بیوی کو لیکر آیا ہوں۔ لو گھر میں لے جاؤ گھر میں لائے تو والدہ نے کہا کہ ٹھہرو۔ ہم انہیں راستہ کر دیں۔ ہڈوں کی ٹوٹوں کو اطلاع کی سب جمع ہو گئیں پھر ان کی آمد سبکی کے واسطے جو سامان سوخت مہیا ہو سکتا تھا فراہم کر کے وہاں کو بجا دیا۔ اسکے بعد حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی کو کچھ ادب بھی عطا فرمایا اسی قبیل سے شاہ ابوالفوارس شجاع کو مانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ ہے کہ اُن کی صاحبزادی کو وسطے بھی بعض بادشاہوں نے پیغام نکاح بھیجا۔ مگر انہوں نے منظور نہ فرمایا۔ پھر انتخاب مہم کو وسطے خود مختلف مساجد میں گئے

دعوت نبوت کے فضا میں بیٹھا ہوا نبی کریم

دعوت نبوت کے فضا میں بیٹھا ہوا نبی کریم

دعوت نبوت کے فضا میں بیٹھا ہوا نبی کریم

بَلِّغْتُ عُمَرَ بْنَ دَاوُدَ أَنَّ فَرَعَوْنَ لَيْسَ حَضَرْتُ خَدِيجَ كَرِيٍّ أَوْ فَاطِمَةَ زَهْرَةَ أَوْ مَرْيَمَ أَوْ سَيِّدَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، اِبْلَ بَهْشْتِ كِي
 عَوْرَتوں سے افضل ہیں درامام احمد بن ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ
 مَسْتَلِدَةٌ فَيَسَاءَ عَلَيْكَ مَا كَانَتْ مِنْ عَزَائِمٍ بَلِّغْتُ عُمَرَ بْنَ لَيْسَ فَاطِمَةَ خَدِيجَ كَرِيٍّ أَوْ مَرْيَمَ أَوْ سَيِّدَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، اِبْلَ بَهْشْتِ كِي
 بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان چاندیوں پر دونوں افضل ہیں۔ اللہ استشار میں دونوں متساوی ہیں کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں یا دونوں برابر یا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 کے سوا سب کے افضل ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی افضل نہیں بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ
 ان دونوں قبائل المؤمنین سے حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے افضل ہونے پر اجماع ہے۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ ان دونوں
 اہمات المؤمنین میں کون افضل ہے۔ فتح الباری شیخ بخاری میں ہے کہ قِيلَ لَعَدَدُ الْاَجْمَاعِ عَلَى اَفْضَلِيَةِ فَاطِمَةَ وَبَقِي الْخِلَافَ بَيْنَ
 عَائِشَةَ وَخَدِيجَةَ. اما ہم سب کی کبریٰ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ترتیب فضیلت کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کا یہ دین اختیار کرتے ہیں
 کہ ان تینوں میں سے افضل حضرت فاطمہ ہیں پھر حضرت خدیجہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن جیسے فتح الباری میں ہے۔ قال السبکی
 الکبیر الذی قدین اللہ بہ ان فاطمہ افضل ثم خدیجہ ثم عائشہ والخلاف شہیر ولکن الحق الحق ان
 نتیجہ الحاصل حدیث مذکور سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 افضل ہیں۔ اور فضیلت نام مذکور کے نزدیک یہ الٹی ہے۔ پھلی دلیل کا جواب اور ان بعض علماء کی پہلی دلیل کے جواب میں فرمایا کہ
 تمام فضیلت کی اس پر جو دلیل مذکور سے ثابت نہیں۔ اور جو ثابت ہے وہ فضیلت جُزئی ہے۔ جیسے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 محبوبہ و جہانِ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جبریل اپنی جانب نہیں آگے بسببِ جانب آپ کو سلام پیش کرتے ہیں۔ اور ام المؤمنین حضرت
 عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ جبریل آپ کو سلام کہتے ہیں۔ شکی نہیں کہ دوبارہ سلام ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو
 ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر فضیلت جُزئی حاصل ہوئی اسلئے کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذاتی سلام سے تباہی ملے
 زیادہ فضیلت فرماتے ہیں کہ فضیلت جُزئی مسلم ہے مگر وہ متنازع فیہ نہیں۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ پیش کردہ حدیث میں
 لفظ نساء عام مخصوص البعض ہے وہ چاروں عورتیں اس سے خارج ہیں ورنہ حدیث ہماری مذکورہ دونوں حدیثوں کے معارض ہو جائیگی۔
 لہذا دفعہ نفاض کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ ہر چہ اربعہ عورتیں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ لیکن عجم العرفان امام البیان مستد حجی فظ
 احمد بن مبارک کہ کتاب ستلاب برین شریف میں تحریر فرماتے ہیں۔ سَأَلْتُه رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ الْخِلَافِ الَّذِي
 بَيْنَ الْمُحَدِّثِينَ فِي تَفْضِيلِ مَوْلَانَا خَدِيجَةَ عَلَى مَا كَانَتْ لَعَائِشَةَ وَالْعَفْسَلُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا بِأَنَّهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فِي الدِّيْوَانِ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَرَأَى نَارًا نَوْرًا عَائِشَةَ يَزِيدُ هَلْ نَوْرًا خَدِيجَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. یعنی میں نے اپنے پیروستگیر
 ائمہ المسالکین قطب الاولیٰ السید عبد العزیز باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس اختلاف کے متعلق سوال کیا تو فرمایا
 کرام کے درمیان واقع ہے کہ مولا ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مولا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں یا برعکس
 تو جوابا اوستا فرمایا کہ مجھے دونوں ام المؤمنین کو شہید رحمت الم سلمیٰ اللہ تعالیٰ علیہ السلام کے ہمراہ دیوان یعنی اولیاء کرام کے ایک مخصوص مجلس
 میں کجا جو غارِ حرا پر منعقد ہوا ہے (اسکی تفصیل خارجہ کے بیان میں آتی ہے) تو میں محسوس ہوا کہ ان کے قریب سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 کا نور افزونی پہم ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے افضل ہیں بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ حضرت خاتونِ جنت
 فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی افضل ہیں۔ اسلئے کہ آپ جنت میں افضل موجودات مالا لک کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

مما لا تجب معرفته ولحمیرہ التکلیف بہ یعنی مناسب ہے کہ انسان بے ضرورت باتوں کا سوال نہ کرے۔ جیسے یہ سوال کہ جبریل کیسے اترے اور کس شکل میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو دکھایا اور جب بشری شکل میں کھیا تو اس وقت وہ فرشتے پہ یا نہیں اندہ جنت و دوزخ کہاں ہیں اور کیا است کب ہوگی اور صلی علیہ السلام اکبر تر ہیں گے اور حضرت اسماعیل فضل ہیں یا حضرت اسحق (علیہما السلام) دونوں بی بیچ کون تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں یا نہیں۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کون ہیں پر تھے اور ابوطالب کیا دین تھا۔ اور مہدی کون ہیں سی قم کی اور باتیں جن کی معرفت ضروری نہیں اور نہ بندہ ان کیساتھ مکلف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

رام المؤمنین انزل من مطہرات پر اس لفظ کا اطلاق قرآن کریم کے ارشاد اَنْزَلْنَاهُ اَمْحًا ثَقْمًا سے ماخوذ ہے اور اطلاق ام المؤمنات کے جو ان کی طرف اگرچہ بعض علماء لگے ہیں مگر صحیح تر ممانعت ہے کہ یہی ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں انا ام سر جبال کمرہ الام نسائیکہ ترجمہ میں تم مردوں کی ماں ہوں تمہاری عورتوں کی ماں نہیں ہوں (فسطاطی) (الحاوی بن ہشام) کبھی کتاب میں حارث کا الف تخفیفاً نہیں لکھتے مگر پڑھنے میں آلسہ ہے خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی ہیں اور ابو جہل علیہ اللعنة کے حقیقی۔ اُس کے ساتھ بحالت کفر جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے پھر مشرکین کیساتھ جنگ احد میں بھی شرکت کی جنگ بدر میں اپنے رفقاء کو جو مکر کیا جاگ جلنے پر ان کے حق میں بطور قیہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دو شعر فرمائے تھے
اِنْ كُنْتَ كَارِذَةً بَمَا حَدَّثْنِي فَيَجُوبُ مَضَى الْحَارِثِ بَنِي هِشَامٍ تَوَلَّى الْاَيَّةُ اَنْ يَقَاتِلَ دُونَهُمْ وَبِجَارِ اسْمِ طَلْحَةَ وَجَبَّارِ
جس کا جواب عذرا کے طریقہ پر آپ نے ان اشعار میں دیا تھا۔ اللہ یَعْلَمُ مَا تَرَكْتُمْ قَتْلًا كَهْمُ حَتَّى تَمُوتُوا قَرِيبًا شَقْرًا مَزِيدًا
وَقَدْ جَدْتُ رَيْمَ اللَّوْبِ مِنْ تِلْكَ اَهْمُ فِي مَازِي وَفِي الْاَمَلِ لَمْ تَكُنْ تَدْرِي فَعَلِمْتُ اَنْ اَقَاتِلَ اَجْلًا مَا قَاتِلَ قَلِيلًا قَلِيلًا قَلِيلًا قَلِيلًا
فَصَدَّ ذَاتُ عَمَلِ الْاَيَّةِ دُونَهُمْ طَعْنَا لَكُمْ بِعَقَابِ رَيْمٍ مُفْسِدٍ مَشُونٍ بِاسْلَامٍ هُوَ يَسِيءُ بِهِيَ اَبِي هَامَانَ اَنْ اَنْزِي شَهْرًا فَاَنْقَضِي
چنانچہ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ آپ کی ہامان نوادی کا ذکر کر کے فرماتے اعداؤں کا یا کر عارث بیشک مردار شریف حتی ہیں اور اُن کے والد بھی ایسے ہی تھے میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی ہدایت فرمائے چنانچہ بروز جمعہ مشرق بالاسلام ہوئے۔ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امان دی تھی بشریہ خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل فرمانا چاہتے تھے کہ اتنے میں حمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دلوں رونق افروز ہوئے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارگاہ نبوت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ دیکھئے تو علی ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہیں جس کو میں مان دی چکی ہوں۔ ارشاد نبوی ہوا میں ک ہنہ اسکو امان دی۔ جسکو تجھے امان دی۔ یہ سیکر شہر فرمایا کہ کسکس ہو گئے۔ آپ کے تئیں اسانیزا دے تھے انہیں سے ایک مدینہ منورہ کے فقہائے سدید ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں میرے والد نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ایسی بات ارشاد فرمائیے جسکو اختیار کر کے گناہوں سے محفوظ رہوں۔ زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اسکو قاتل کر لو کہ کچھ اچھو پر جنبش نہ کر لے پائے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ یہ بات تو آسان ہے مگر مقصد تک پہنچ سکا۔ ماجور کہ کم سن تھا جب اس پر بوسے طہ سے عمل پیرا ہونا کیا ارادہ کیا تو تپہ چلا کر اس سے شہید کر دی کوئی چیز نہیں۔ عہد فاروقی میں جب مکر معظمہ سے شام کی طرف اس عزم سے روانہ ہوئے ہیں کہ باقی عمر جہاد میں صرف کی جائیگی تو ایک جہادی سے متاثر ہو کر اہل مکہ کیجھے بھیجے روئے جاتے تھے آپ نے بغرض تسکین قلوب ترک سکونت اور مفارقت اہباب کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ فقال مکانی رضائے الہی کے حصول کی خاطر ہے۔ ورنہ میرا ایسا نہیں کہ آپ حضرات پر دوسرے شہر والوں کو ترجیح دیکر اُن کے ساتھ معاشرت اختیار کر دوں پھر لوگوں کو رخصت کر کے شام ہو چکے۔

دوسرے امر اسطرح ہوا کہ

جواب ہے جکا درود موجب کرم کس ہوا۔ اور سوال دار و جو نہیں پہلے جواب پیش کر دیا علیہ ہی سوال کو سوال مقرر کیے ہیں جب عرض کیا کہ پیر ہوا ہے تو یہ سوال متوجہ ہو کہ آپ اس سے کیا کرتے ہیں تو جواب میں وہ امور ذکر کیے علیٰ ہذا القیاس نبوی جواب میں اضافہ کیا رشک کے لئے ہے کہ مردانہ فکر میں فرشتہ کا دنیٰ ایک حاضر ہونا ہی نعمت عظیمہ ہے یا اضافہ سوال مقرر کا جواب ہے صفت وحی بیان کر نیچے بعد حاصل وحی کی صفت کے متعلق سوال متوجہ ہوتا۔ اپنے پہلے ہی سے حاصل وحی کی صفت بیان فرمادی۔ تاکہ سائل کو سوال کی رحمت ہی نہ ہو۔ سوال نبوی جواب کا ظاہر ہوتا ہے کہ وحی صرف دو طریقوں پر آتی تھی اس لئے کہ جواب میں تیسرے طریقہ بیان نہیں فرمایا۔ حالانکہ یہ مقام مقام بیان پر نظر آئے ذکر شدہ دو طریقوں پر کثافت فرماتا ہے کہ ان دونوں میں منہر ہونے پر دلالت کرتا ہے حالانکہ ان کے سوا وحی کی باقی طریقے اندر میں جو کہ ترجمہ الیہ باب اللغۃ میں بیان کیا گیا ہے جواب بیشک ان کے سوا وحی اور طریقوں پر بھی آتی تھی لیکن جواب میں ان دونوں پر انحصار اس لئے فرمایا کہ ان دونوں طریقوں سے وحی کی آگاہی نہ تھا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ فائزے اور استغنائے کیلئے عادتاً ضروری ہے کہ مشکور اور مخاطب میں مناسبت ہو۔ لہذا انھما اصطلاحاً نہ ہو گئے گا۔ مناسبت خواہیوں کو کہ مخاطب تکلم کی صفت کیسا متعصفت ہو جائے جیسے وحی کی پہلی صورت میں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت کے ساتھ متعصفت ہو جاتے یا تکلم کا مخاطب کی صفت کے ساتھ اتصاف ہو جیسے وحی کی دوسری صورت میں کہ فرشتہ شعلہ بشری کیساتھ متعصفت ہو جاتا۔ چونکہ یہ دونوں طریقے اس عادت کے مطابق تھے اس لئے وحی کی آمدان طریقوں پر اکثر و بیشتر ہوتی تھی۔ سوال تاکہ از جرس مذکور ہے اس لئے کہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الجبرئیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبرئیل شیطان کا ہاجہ ہے بلکہ اسکی مندرجہ صفت اس درجہ شدہ ہے کہ جس قدر فلسفہ یہ ہوتا ہے اس سے صفت کے فرشتے فائدہ پہنچاتے ہیں۔ عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تعصب ادیان کے شکار نہ ہونا کلمہ کلمہ لاجرس۔ ایسے قافلے کیساتھ حرکت فرماتے نہیں کہ جس میں کن ہوا ایسا کہ نہ پاسبانی نہ شکایت نہ ایسے قافلے کے ساتھ رہتے ہیں جس جرس ہوا رواہ مسلم) اور وحی محمودہ اور محمودہ کو مذکور کیا کہ تشبیہ بنیاد سے نہیں اس لئے کہ تشبیہ کی حقیقت یہ کہ ناقص کمال کیساتھ لاحق کر دیا جائے اور محمودہ ناقص نہیں کمال ہے۔ پھر تشبیہ کس طرح بنے گا۔ اور مذکور ناقص ہے کمال نہیں پھر تشبیہ کیسے کرے گا۔ جواب تشبیہ کیلئے ضروری نہیں کہ تشبیہ اور تشبیہ بہ جملہ صفات میں مقادری ہوں۔ بلکہ صرف کسی ایک صفت میں اشتراک کافی ہے۔ آواز جرس میں دو صفت پائی جاتی ہیں۔ ایک قوت دوسری نشاط۔ اور اس دوسری ہی صفت کے لحاظ سے اسکو مزاج شیطانی فرمایا۔ اور اسکی اعتبار سے تغیر واقع ہوئی۔ لہذا اسی صفت کے اعتبار سے آواز جرس مذکور ہوئی پہلی صفت کے اعتبار سے مذکور نہیں۔ اور اس تشبیہ میں پہلی صفت کے اعتبار سے تشبیہ ہے۔ دوسری کے اعتبار سے نہیں۔ یعنی محمودہ کو مذکور کیا کہ تشبیہ بننے کا اعتراض ملے ہو پس ظاہر ہوا کہ آواز جرس جس اعتبار سے مذکور ہے اس اعتبار سے تشبیہ نہیں۔ آواز جس اعتبار سے فرشتہ کی آواز تشبیہ اور تشبیہ بننے کے لئے مشتبہ ہے اس اعتبار سے مذکور نہیں۔ لہذا محمودہ کو مذکور کیا کہ تشبیہ بنیاد سے آیا۔ (وهو أشد على) اشد ہو سکتی وجہ ہے کہ آواز جرس کے مانند کلام بہ نسبت مخاطب خلاف معتد ہے۔ اسی واسطے ایسے کلام سے فہم سنی نصف مشکل بلکہ اشع ہوتا ہے۔ اور یہی اشکلیت موجب شدت ہے۔ اور اشدیت کا فائدہ ترقی درجات اوصاف اور لغوی کہ ثواب میں بقدر ششقا فروزی ہوتی ہے۔

(فی قصص عنی) قسم یعنی قطع سے مانو ہے۔ اسی قبل سے اشارہ قرآنی لا انفصام لہا ہے۔ باب صواب یغیوب سے ہر وہ صفت معروف و مجهول موی ہے۔ بر تقدیر معروف یعنی منقطع ہوگا۔ اور ایک روایت میں بصیغہ معروف باب افعال سے ہے ہر میں تقدیر انقصام بمعنی اقلع سے مانو ہے اور اسی قبل سے ہوا انقصمت عنہ المحدثی مراد اس شہادت کا انقطاع ہے جو وحی کی آمد سے لاحق ہوتی تھی بعض علماء نے فرمایا کہ انقصم بالفاء اور انقصم بالفاء دونوں معنی قطع ہیں۔ مگر تشریح فرق ہے کہ اول میں انقطاع کے باوجود قدرے تعلق بھی رہتا ہے۔ بخلاف ثانی کہ اس میں اسلا تعلق نہیں رہتا۔ بلکہ جس چیز پر وہ وارد ہوتا ہے وہ ٹوک ہو جاتی ہے۔ چونکہ فرشتہ اس صفت میں منافقت کے بعد وحی

سے ہجرت ہے اور توفیق الہی نصیب ہو جاتی ہے اور اگر تقدیر الہی کے مخالف ہونے کا علم ہو تو اس بندے سے عظیم ہو جاتی ہے۔ اور شیطان قابو پا جاتا ہے پھر تقدیر بدل کر دے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کوئی کتاب لے کر کسی دلی کے مرقدا پاک پھاڑتا ہے تو اس کے قلب میں اپنی طلب پر اندر دے اور سوال میں مبالغہ کرتے کا لگا کرتے ہیں اور غصہ بھی اُس کے ساتھ اُن دلی کے مرقدا تک پہنچتے ہیں۔ مگر اس طرح کر اُس کے ہاتھ میں کتاب جرم ہوتا ہے اور اُس کے ہاتھ میں اس کے سر اور جبہ بندہ دعا کرتے تو یہ فرشتے آجین کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دعا قبول کر کے حاجت پوری فرمادیتا ہے۔ اور اگر انہیں علم ہے کہ تقدیر الہی موافق نہیں بلکہ مخالف ہے تو کتاب اسرا خدا کر لیتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ نہیں جاتے وہ تنہا جرم کتاب لے کر جاتا ہے۔ اور وہ شیطان سو سے ڈالتا ہے جس سے قلب میں ہر گندگی پیدا ہو جاتی ہے دعا کی حلاوت جاتی رہتی ہے۔ پھر میں نے عرض کیا جرم کتاب کی عداوت وہ بشر کیا ہے جسکو فرشتے افکار لیتے ہیں۔ فرمایا کیا شہداد کو اس لئے کہ جرم میں امتیاز کس چیز سے ہوتا ہے۔ عرض کیا حلاوت سے۔ فرمایا یہ چیز جرم نہیں کہ عداوت ہے۔ عرض کیا ہاں! فرمایا اسی طرح ہر کتاب میں اُس کے جرم کے علاوہ ایک چیز ہوتی ہے جسکو سب کتاب کہتے ہیں۔ اور جس طرح حلاوت جائیکہ بعد شہدایہ نہیں جاتا اسی طرح اُس سب کے افکار لینے سے کتاب نافع نہیں ہوتی۔ لاسقوں میں ایسے کاغذ پڑے دیکھتے ہو جنہاں اسرا الہی لکھے ہوئے ہیں اور لوگ اُنہیں یادوں کھسک کر گزر جاتے ہیں۔ اگر فرشتے اُن اسرا کے اسرا خدا کر لیتے تو پھر تمام گزرنے والے ہلاک کر دیتے جاتے۔ اقول اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کو بھی یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ اشیاء کے سب کو سلب فرمالیں اور سلب کر دے سب کو واپس کر لیں چنانچہ فقیر کا سب کچھ صحت کے جدا ہے یعنی حقیقی جدا ہے جسکو حقیقی عالم زاد بخانی (سید المفسرین سید الخدین حافظ کلام باری ص ۱۱) حضرت الحاج مولانا شاہ سید عبدالصمد صمدی جتئی نظامی فخری سیلانی قدس سرہ الزوالی کا ایک ائمہ اسی قبیل سے ہے کہ اپنے سلب کر دے سب کو اپنی خدا واد قدرت واپس کر لیا تھا جسکو مسعود حضرت ہر ہر نے لے لے آپ کے شاگرد شیعہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صفا محمود آبادی علیہ رحمۃ الہی نے بایں طور بیان کیا کہ حضرت کو مٹی عثمان پور شریف لیا ہے تھے لکھنؤ چکر کر دو کو کسے شیریں خروٹے خریدے کہ خود کھا سکنے اور بچا کر تقسیم بھی فرمائیں گے۔ طرین بارہ سبکی شب میں پہنچی جہاں اُس ترک کو مٹی عثمان پور جانا تھا۔ اسٹیشن کے باہر ایک شیعہ صاحب کا خزانہ ہے اور ایک مسیحی چورہ بنا ہوا ہے جسپر اکثر مسافر آرام کرتے ہیں حضرت نے سامان میں کھو ا دیا اور خود استیجہ کی واسطے تشریف لینگے مولانا صاحب محمد اسماعیل صفا کو پور بڑا ذاق انسان تھا انہوں نے وہ لو کو کسے مزار کسے قریب کے کہا کہ لیجئے حضرت یہ آپ کی نذر ہیں۔ آپ نے استیجہ کر کے وضو فرمایا پھر اپنے نذر دے جو کہ کھانا طلب کیا جو ہمراہ تھا اُس سے فراغت کے بعد خروٹے طلب فرمائے۔ اب جو خروٹہ کھا جاتا تھا کھانا نکلتا۔ حتیٰ کہ جو خروٹہ کاٹ کر چپکے لئے گئے تھے وہ بھی چپکے ہو گئے۔ آپ نے تعجب کے ساتھ دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب تھا؟ مذکور نے بے تکلف کہہ دیا کہ یہ حرکت تو مجھے سے تھی۔ آپ فوراً کھڑے ہوئے اور فاتحہ پڑھی پھر اُن شیعہ صاحب کی مخاطب کر کے بلند آواز سے فرمایا کہ نیت یہ مذکور نے واللہ ان خروٹوں کا مالک نہیں تھا۔ ان کا مالک میں ہوں میں نے نذر نہیں کئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس کو کھو۔ چنانچہ پھر خروٹہ کھایا گیا شیریں نکلا جو چپکے ہو گئے تھے شیریں ہو گئے۔ نیز کتاب طلب اہل شریعت کے صفحہ مذکور پر تحریر فرمایا کہ اسی سلسلہ گفتگو میں ہمارے پیر سید سید فرمایا کہ ہر شیعہ میں شرک و کفر و کفر و کفر فرشتے اسلئے مقرر کئے جاتے ہیں کہ اصحاب سمیت اولیاء کرام کی ان امور میں ادا کریں جن کیلئے تنہا ان کی ذات کافی نہیں یہ فرشتے شہروں کے اندر انسانی شکل میں ہوتے ہیں کوئی خواہ سلسلہ کی شکل میں کوئی حقیر کی صورت میں اور کوئی بچے کی ہیئت میں یہ فرشتے لوگوں میں مخلوط ہوتے ہیں مگر لوگوں کو پتہ نہیں چلتا اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اذیٰ علیٰ جن جن شان نے اپنے بعض بندوں کو یہ قدرت بھی عطا فرمائی ہے کہ اُن کی روح اپنے جسم اصلی سے متعلق رہنے کے باوجود دوسرے جسم سے متعلق ہو جائے۔ اور اس کے تصرفات جسم اصلی اور دوسرے جسم دونوں میں ایک وقت نافذ ہوتے ہیں۔ اسلئے کہ جبریل میں علی الصلوٰۃ والتسلیم کی روح پاک اپنے نوری جسم سے وابستہ رہنے کے باوجود مردانہ شکل اختیار کر کے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور اہل کمال نے اپنے ملکوتی جسم میں سحر ہوتے ہوئے اس عارضی جسم میں بھی نافذ ہوتا تھا۔ یہ مثل فی المثل میں قتل کی اسناد ملک کی جانب تواتر پڑھنا

قریب ہے خاتم المحدثین شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی قدس سرہ القوی اپنے قادی صریح فرماتے ہیں۔
 قال العلامة القونوی شارح الحاوی فی تشکل جبریل رجلاً۔ فی الممكن ان یخص اللہ بعض عبادہ فی حیاتہ
 بخاصۃ لنفسہ المملکۃ القدسیۃ وقوۃ لها یقدماہا علی التصورات فی بدنیہا الآخر غیر بدنیہا المعصور مع
 استمرار تصرفہا فی الاول وقیل سمیت الابدال ابدالاً لانہم قدیر حلون لمکان و یخلفون فی مکا نہم
 الاول شیخاً آخر شیبہا بشبہہم الاصلی بدلک عنہ وقد اثبت الصوفیۃ عالم متوسطاً بین عالمی الاجتہاد
 والارواح سموہ عالم المثال وقالوا ہوا اللطف من عالم الاجساد والکف من عالم الارواح وبنو علی ذلک
 تجسد الارواح وظہورہا فی صور مختلفہ من عالم المثال وقد یشاہد لذلک بقولہ تعالیٰ فغش علیہا البشیر
 سو یا فتکون الروح الواحدۃ کروح جبریل مثلاً فی وقت واحد مدبرۃ شیبہہ الاصلی ولہذا البشیر المثالی
 وینجلی بجلد اما قد اشتهر نقلہ عن بعض الائمۃ انہ سأل بعض الاکابر عن جسم جبریل فقال ان
 کان جسمہ الاول الذی یسکنا فیہ باجنتہ لہما ترائی للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاین صورتہ
 الا صلیۃ عندا یتانہ الیہ فی صورۃ وحیۃ وقد تلطف بعضهم الجواب عنہ بانہ یجوز ان یقال کان
 یندبح بعضہ فی بعض الی ان یصغر حجمہ فیصیر بقدر صورۃ وحیۃ ثم یعز و ینسبط الی ان یصیر
 کھیکلہ الاولیٰ وما ذکرہ الصوفیہ احسن مجوز ان یکون جسمہ الاول بحالہ لم یتغیر وقد اقام اللہ
 تعالیٰ لہ شیعاً آخر وروحہ متصرفۃ فیہا فی وقت واحد ترجمہ "کتاب ستلاب حاوی کے شارح علامہ
 قونوی قدس سرہ القوی نے جبریل بن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مراد شکل فقہا کر نیکی باہر میں فرمایا کہ یہ چیز ممکنات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے
 بعض ہرگز کو امتیازی شان اس طرح عطا فرمائے کہ انکی ملکی اور قدس لوح کو ایسی قدرت مرحمت ہو جس سے وہ اپنے اصلی جسم میں تصرف
 پہنچے ہوئے دوسرے جسم میں تصرف کر سکیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ اولیائے ابدال کو ابدال سئلے کہتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ سے جب کہیں
 جاتے ہیں تو اصلی جسم کے بدلے میں ہاں ایک جسم چھوڑ جاتے ہیں جو اصلی جسم کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور بیشک صوفیائے کرام نے عالم اجسام اور عالم
 ارواح کے درمیان ایک عالم ثابت فرمایا ہے جسکو عالم مثال کیساتھ موسوم کیا اور فرمایا کہ یہ عالم اجسام سے لطیف تر ہے اور عالم
 ارواح سے کثیف تر۔ اور اس پر ارواح کے تشکل و مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کی بنا رکھی ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ کا ارشاد فغش علیہا البشیر
 بشیراً معوناً اسکی جانب ظاہر ہے۔ پس ایک لوح جیسے جبریل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی روح بیک وقت اپنے اصلی جسم اور اس مثال جسم دونوں
 میں تصرف کرگی۔ اور اس ارشاد صوفیہ سے وہ سوال حل ہو گیا جو شہرت بعض ائمہ سے منقول ہوا کہ انہوں نے بعض اکابر سے جسم جبریل کے
 متعلق سوال کرتے ہوئے کہا کہ ان کا جسم اصلی اگر پہلا جسم ہے جس سے کنارہ آسمان مسدود ہو جاتا تھا جبکہ عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
 آلہ وسلم کے سامنے ظاہر ہوتے تو دریافت طلب مرے ہے کہ بازگاہ نبوت میں بشکل وحیہ حاضر ہوتے وقت وہ اصلی جسم کہاں گیا اور بعض علماء
 نے تلطف اختیار کرتے ہوئے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہر وقت حاضری جسم اصلی سکڑ کر چھٹا ہو جاتا اور حضرت
 وحیہ کی صورت کے بقدر رہ جاتا تھا پھر وہ ایسی پر کشادہ ہو کر پہلی ہیئت پر آ جاتا۔ اور جو صوفیاء نے بیان فرمایا وہ اس جواب کے
 کہ جسم اصلی بحال خود رہا۔ اسیں تغیر پیدا نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے جسم قائم فرمادیا۔ حضرت جبریل بن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی
 روح دونوں میں بیک وقت تصرف کرتی تھی لیکن یہ چیز ان کیساتھ مخصوص نہیں۔ اولیاء کرام کو بھی قادر مطلق ہر مجبورہ یہ قدرت عطا فرماتا
 ہے۔ انکی مقدس ارواح اپنے اصلی اجسام سے متعلق رہتے ہوئے۔ دوسرے مثال جسم اختیار کر لیتی ہیں جسکو اصلی اجسام کیساتھ کامل مشابہ

اور جس طرح افعال جمیع کے باعث نفس پر مواخذہ ہوتا ہے اسی طرح ان تمام اجسام کے افعال پر مواخذہ ہوگا جن کی تدبیر کیسب کر لی ہے۔
 اُن سے جو کچھ صادر ہوگا جواب ہی اسی ایک روح پر ہوگی۔ فقلت۔ فعل تعدا افعال ہذا کاجساد النبی بطور الولی
 فیہا حق انہ اذ حرك يدہ مثلاً تتحرك يد من تلك الصور کلہا فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعم فما تقع
 من بد عین ما يقع من بقیۃ الایدی پھر نے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کیا ولی کے ان مثالی اجسام کے افعال متعد
 ہی ہوتے ہیں کجب اصلی ہاتھ کو حرکت دے تو وہ مثالی ہاتھ بھی حرکت پر جائیں۔ فو ما یا ہاں متذکر ہوتے ہیں کہ جو فعل اصلی ہاتھ سے صادر
 ہو وہی مثالی ہاتھوں سے فعلت لہ فمما حکمۃ وقوع التطوار فی ہذا الدار فقال ذلک انما یکون بحکم خرق
 العادۃ حین یعطون حرف کن فی الاخرۃ یکون نفس نشاط اهل الجنة تقطعی ذلک پھر میں نے عرض کیا ان
 مثالی اجسام کو دنیا میں اختیار کرنے کی حکمت کیلئے فرمایا جہاں وہ جہاں کے کس کی عطا سے سرفراز ہوتے ہیں اس وقت ان سے مثالی
 اجسام کیساتھ تشکیلی طور پر خرق عادت صادر ہوتا ہے۔ اد آخرت میں اہل جنت کی پوری زندگی اس عطیہ کے ساتھ وابستہ ہوگی فقلت
 لہ فمما سبب کون نشأتہم تقطعی ذلک فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ہب بعض العارفين الی ان سر و حانیۃ
 اهل الجنة تغلب علی جسدہم فیظہر حکمہا علیہ ولذا لک ید خلون فی اسی صورۃ شاد والذی نذہب
 الیہ ان الجسد یرجع الی اصلہ فیقریب من اطلاقہ پھر میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ اہل جنت کی تمام زندگی اس
 عطیہ کے ساتھ رہے گی۔ فرمایا بعض عارفین کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اہل جنت کی روحانیت اُن کے اجسام پر غالب ہوگی۔ لہذا
 اس کے حکم اجسام پر ظاہر ہوگا۔ اد یہ تشکیلی روحانیت کا حکم ہے انظر ان اہل جنت حسب منشاہ شکل اختیار کر سکیں گے اور ہر جسم
 مسلک یہ ہے کہ وہاں پر جب اپنی اصل کی طرف رجوع کر کے اپنے اطلاق سے قریب ہو جائیگا (اس لئے جتنی زندگی بندہ سے ابد لا باء
 تک اہل جنت کو ہر وقت ہر روپ میں لے کر قدرت ہوگی) فقلت لہ کیف فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان العناصیر المطلقۃ
 قبل ان تتشخص وتقبل ہذا الصور المخصوصۃ کانت قابلاً لکل صورۃ فلما تقیدت بحدۃ الصور المخصوصۃ
 وبعدت عن مرتبۃ النفس الکلیۃ بنزولہا الی عالم الطبیعة تقیدت فی المادۃ وانجست عن الاطلاق
 فاذا استعملت الرکاضۃ والمجاهدۃ للتخلص ترفق صاعداً الی عالمہا العلوی فعلى قدر قربہا من
 النفس الکلیۃ تقرب من وصفہا الاول القابل لکل صورۃ فیرجع الجسد بنفسہ وحقیقۃ تشکیلی
 ویتم صورہ ویقبل الصور لقریب من النفس الکلیۃ وانظر الی اجساد اهل النار کیف ہی حاصلۃ فقال
 طبیعتہم لبعدها من النفس مقامہا فی ظلمۃ الطبیعة واللہ تعالیٰ اعلم پھر میں نے عرض کیا یہ کیسے
 فرمایا اس لئے کہ عناصر مطلقہ متشخص ہوتے اور ان مخصوص صورتوں کے قبول کرنے سے پہلے ہر صورت کے لئے قابل تھے۔ جب
 ان مخصوص صورتوں کیساتھ مقید ہوئے تو ہر عالم طبعیت کی طرف نازل ہوئے کہ نفس کلیہ کے مرتبے سے دور جا پڑے تو وہ اس
 قید ہو گئے اور اطلاق تک پہنچنے سے روک گئے۔ پس جب اس قید سے خلاصی کے لئے ریاضت اور مجاہدہ اختیار کرتے ہیں تو اپنے عالم علوی
 کی جانب صعود کرتے ہوئے ترقی پاتے ہیں تو نفس کلیہ سے قریب ہونے کے بعد اپنے وسط اول سے قریب ہوتے ہیں جبکہ اعتبار سے ہر صورت
 کے قابل تھے پہلے اصل یہ ہوا کہ نفس کلیہ سے قریب ہونے کے سبب خود تشکیلی ہوتا اور صورتوں کو قبول کرتا ہے۔ اور دوزخوں کے اجسام کو
 دیکھو اپنی طبیعت کے افعال کیوں مٹا رہے ہیں۔ اس لئے کہ نفس کلیہ سے دور جا پڑے اور طبعیت کی تاریکی میں مقیم ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 اس سبیل سے ایک اشکال مندرج ہو گیا جو حدیث شمس پر وارد ہوتا تھا۔ حدیث شمس جس کو امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی

روایت کیا یہ ہے کہ سید المرسلین علیہ السلام نے بوقت غروب صبح کرنا کہو غلط کر کے فرمایا۔ جلتے ہو یہ آفتاب کہاں جاتے ہے صبح
نے عرض کیا اللہ رسول غروب جانتے ہیں۔ فرمایا یہ آفتاب طلعت آیت ہے یہاں تک کہ زیر عرش اپنی قراگاہ پر پہنچے پھر سبکیں گے گر پڑنا ہے اور
ساجد ہونے کے حتیٰ کہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ اٹھو اور جلو صبح چلے آئے تھے چنانچہ وہاں ہو کر اپنے مطلع سے بوقت صبح طلوع کرتا ہے اور جلتا
رہتا ہے یہاں تک کہ زیر عرش اپنی قراگاہ پر پہنچے پھر سبکیں گے گر پڑنا ہے اور سب سے بعد رہتا ہے یہاں تک کہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ سر اٹھاؤ
اور جاری ہو چھپے جاری تھے پس اُس ہو کر بوقت صبح اپنے مطلع سے طلوع کے جاری ہو جاتا ہے لوگوں کو اُسکی حالت سے بخبری نہیں ملتی
یہاں تک کہ زیر عرش اپنی اسی قراگاہ تک پہنچے پھر سبکیں گے گر پڑنا ہے اور کہا جائیگا کہ اٹھو مغرب طلوع کرو چنانچہ مغرب طلوع ہوگا پھر سید انبیاء
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو یہ طلوع مغرب کے کب ہوگا۔ یہاں سوقت ہوگا جبکہ اُس نفس کو ایمان ملانا نفع نہ دینگا۔ جو اس سے
پہلے ایمان نہیں لایا یا اُس نے دوبارہ ایمان کوئی بھلائی کس نہیں کی۔ اشکال یہ ہے کہ ہر شب آفتاب کا طلوع موقوف ایک زیر عرش قائم
ہو کر طرک جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے مگر نہیں کہ خلافت مشاہدہ نہ خواہ یوں کہا جائے کہ آسمانوں کے کبے بعد دیکر کے طلوع کے زیر عرش
ہو کر کبچہ کتبہ مایوں کہیں کہ اپنی جگہ ہرگز جگہ نہ کرے اسلئے کہ امام الحرمین وغیرہ علماء اسلام نے تصریح فرمائی ہے کہ آفتاب ایک ایک فی میں
غروب و دو سر افق میں طلوع ہوتا ہے اور رات ایک جگہ طویل دوسری جگہ قصر ہوتی ہے۔ اور خط استواء کے نزدیک لین نہا میں قدر سے
تفاوت ہوتا ہے اور مدار بغا میں بعد غروب غائب ہونے سے پہلے طلوع ہو جاتی ہے یہ مشاہدات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آفتاب کا
طلوع موقوف نہیں ہوتا ایک جگہ غروب ہے تو کسی کسی جگہ طلوع ہوگا جو ہمیں گھنٹے میں ایسا کوئی وقت نہیں جس میں بعد غروب ہو جائے اور
کسی جگہ طلوع نہ ہو پس آفتاب کبھر مکہ خلاف مشاہدہ ہونے کے باعث قابل قبول نہیں جواب اس اشکال کا جو بیان بالا سے ظاہر ہوا ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو مثالی جسم اختیار کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے لہذا وہ مثالی جسم سے طلوع و غروب میں رہتا ہے اور اسی جسم سے زیر
عرش قائم ہو کر سجدہ بجالاتا ہے کذا فی مروج المعانی **اقول** بلکہ حسن جواب یہ ہے کہ آفتاب اپنے اصلی جسم سے زیر عرش ساجد ہے
اور اسی جسم سے طلوع اور غروب بھی کرتا رہتا ہے زیر عرش متفرق ہوتا ہے اور طلوع و غروب بھی جاری رہتا ہے اس سے بیک وقت ایک جسم کا
دو مکان میں ہونا اور دونوں مکان میں بیک وقت اُس سے مختلف افعال کا صدور لازم آئیگا جو نظر عقل میں اگرچہ یقیناً محال ہے کہ اجتماع ضدین
ہے۔ مگر صاحب قلوب کے نزدیک ممکن بلکہ واقع ہے کتاب الجواہر والدرر میں ہے مما یدل علی ان الجسم الواحد یکون
فی موضعین و اکثر فی آن واحد و یتعبد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لتمام اسوی بہ الی السموات
العلی آدم و عیسیٰ و یحییٰ و ادریس و موسیٰ و ہارون و ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام و ما وقع لہما
فی شان الصلوات من المراجعة لموسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مع ان موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حین
ذاک فی قبرہ فی الارض قائما الصلی وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأیت موسیٰ و ما قال رأیت
روح موسیٰ ولا جسد موسیٰ فیا من یحیل الجمع بین الصندين ما تقول فی هذا الحدیث فان المستحی
بموسیٰ ان لو لیکن عینہ فلا خبیر عنہ کذب و هو محال علی الشمرع **صلی اللہ علیہ وسلم** فما لبقی الا ان
القدرة صالحة للجمع بین الصندين خلاف ما یقتضیہ النظر العقلي هذا والمقلد المومن بهذا الحدیث
یقول لصاحبه رأیتک البعراحة فی النوم ومعلوم ان موسیٰ کان فی منزله علی حالة غیر الحالة التي
مرأی علیہا وفيه وطن آخر ولا یقول رأیت غیرک ویتشہد لذلک ایضا ما ورد فی الصحیح فی قصة آدم
ولید بن حابر قال اللہ تعالیٰ لہ و هو خارج عن القبضة اختراهما شئت قال اختوت یلمن ربی و

و ما قال رأیت غیرک ویتشہد لذلک ایضا ما ورد فی الصحیح فی قصة آدم ولید بن حابر قال اللہ تعالیٰ لہ و هو خارج عن القبضة اختراهما شئت قال اختوت یلمن ربی و

از چہ بیوں می آمد بر چہ دل ساری شد می رفت نیز در حجره حاضری مانند در مندا تو اس و انجیل محل مسکن یعنی میندار که کشیل بائے شیخ بنی
 باہا حاضر شد است کا واللہ بلکہ صغیر است شیخ بہر جا حاضر شد بود اس خود دیکہ شہر دیکہ مقام واقع شد ذات اس موصوفہ و در اقصائے
 عالم حاضر است خواہ علویات خواہ سفلیات یعنی اگر آئینہ کو آسمان کے مقابل رکھو تو آسمان کا عکس در آفتاب عکس جو چوتھے آسمان پر ہر دو فل
 اسمیں جائیں گے اور اگر آسمان حائل ہو تو جملہ علویات سفلیات کا عکس اس آئینہ میں آجائے اسی طرح تمہارا آئینہ دل اگر روشن ہو جائے تو جملہ
 علویات و سفلیات اسمیں جلوہ گر ہو جائیں اور تم سب مکانات میں حاضر ہو جاؤ۔ چنانچہ محمد شیخ ابوالفتح جو بخاری تھے انہی نے کہا کہ وہ مکواہ
 سبح الاول میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرس (میلاد شریف) کی شرکت کیواسطے دس جگہ سے مدعو کیا گیا کہ ناز فخر کے بعد تشریف لائیں۔ محمد
 نے دسوں عتیں قبول فرمائیں۔ حاضرین نے عرض کیا کہ اے محمد! دسوں عتوں کو منظور فرمادیا اور ہر جگہ ناز فخر کے بعد پوچھنا ہے کس طرح ہو سکے گا فرمایا
 کشن کہ کا فر تھا کسی ہو سکے جو جوہر جانا اگر ابوالفتح دس جگہ موجود ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔ (چنانچہ) بعد ناز فخر ایک جگہ سے سواری آئی۔ محمد جسے
 سے برآمد ہوئے اور سواری کو تشریف لیگئے۔ پھر دوسری جگہ سے سواری پہنچی اسی طرح دسوں جگہ سے سواریاں تریں در عزم ہر مرتبہ حجرہ سے برآمد
 ہوتے اور روانہ ہو کر تشریف لیجاتے اور حجرہ میں بھی موجود رہتے۔ اے قاتل سکون کشیل پر محمول نہ کرنا یعنی یہ نہ سمجھنا کہ دسوں جگہ شیخ کے مثالی اجسام موجود
 ہو گئے تھے۔ نہیں واللہ بلکہ ہر جگہ جینیہ ذات شیخ موجود ہوتی تھی۔ یہ موجودہ و ایک شہر اور ایک مقام میں ہوتا تھا۔ اسکی ذات علویات و سفلیات تمام
 اطراف عالم میں حاضر ہوتی ہے۔ شعر سے ہر جہ در طبع تو نیا ید راست + تو نہ دانستہ لگو کہ خطاست قرآن کریم میں فرمایا قل یتوفاکم
 ملک الموت الذی وکل بیکم۔ اے حبیب آپ فرمائیے کہ تمہیں فات یتوفا موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔ فقیر اس کثیر میں اس آیت کے
 بعض الظاہر من ہذا کاکایۃ ان ملک الموت شخص معین من الملائکۃ کما اھو المتباہر من حدیث البراء
 المتقدم ذکرة فی سورۃ ابراہیم یعنی اس کیمت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک الموت ایک معین فرشتے ہی جیسے کہ یہ بات حدیث برآء سے بھی
 مستفاد ہوتی ہے جسکا ذکر سورہ ابراہیم میں بھی گذر چکا۔ وہ حدیث دراعیہ ہے کہ شیخ المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بنو مومن جب
 اپنی زمینی زندگی ختم کر کے آخرت کی طرف جانے والا ہوتا ہے۔ تو آسمان سے اس کے پاس کچھ فرشتے آتے ہیں جو اس کے منہائے نظریہ میٹھ جاتے ہیں۔
 ان کے چہرے گئے آفتاب کی طرح چمکتے ہوتے ہیں۔ جتنی خوشبو اور جنتی کفن ان کے ساتھ ہوتا ہے پھر ملک الموت آکر اس کے سر ہائے میٹھ جاتے ہیں۔
 (اس جملہ سے ملک الموت کا شخص معین ہونا ظاہر ہوتا ہے) اور فرماتے ہیں اے پاکیزہ روح اللہ کی مغفرت اور اسکی رضا مندی سے انتفاع حاصل کرنے
 کے لئے نکل اس طرح نکلتی ہے جیسے مشکیر کے منہ سے پانی کا قطرہ بہتا ہے۔ اسکو ملک الموت سے فوراً وہ فرشتے لیکر اس جنتی کن اور جنتی خوشبو
 میں لے لیتے ہیں۔ اے زمین کے بہترین مشک جیسی خوشبو اس سے نکلتی ہے۔ پھر اسکو لیکر آسمان کی طرف چلتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت
 پر گذر ہوتا ہے وہ کہتی ہے پاکیزہ روح کون ہے تو بجا آئے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے۔ اس کے ان ناموں کے سبب اچھا نام ذکر کرتے
 ہیں جن کے ساتھ دنیا میں چکا ہوا تھا یہاں تک کہ وہ فرشتے اسے لیکر آسمان دنیا تک پہنچا اسکی خاطر وہاں کھولتے ہیں۔ وہاں کو لکھ دیا جاتا
 ہے وہاں کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اسی طرح ہر آسمان کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور وہاں کے مقرب
 فرشتوں کی دوسرے آسمان تک شایعت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کی کتاب (فہم)
 کا اندراج مقام علیین میں کر دیا جائے۔ اور اسکو زمین کی طرف واپس لیوا کریں نے اسی زمین سے لوگوں کو پیدا کیا اور اسی میں اس کو رہا کروں گا۔
 اور پھر اسی سے انہیں نکالوں گا۔ پس اس کی روح جہم میں نہیں کی جاتی ہے۔ اسے نہ لیر آتے اور اسکو نکال کر سوال کرتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے تو
 وہ بندہ جواب دیتا ہے کہ اللہ پھر کہتے ہیں تمہارا دین کیا تھا۔ بندہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام تھا پھر کہتے ہیں۔ کیوں مرد ہیں جو تمہاری طرف
 بھیجے گئے تھے بندہ جواب دیتا ہے کہ رسول اللہ ہیں پھر کہتے ہیں تمہیں علم کیسے ہوا بندہ کہتا ہے کہ میں نے کتاب اللہ کو پڑھا۔ اس پر ایمان لایا۔

شیخ ابوالفتح جو بخاری تھے انہی نے کہا کہ وہ مکواہ

بشرح صحیح البخاری

انکی تصدیق کی اب آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ انکے لئے جتنی فرش بچا دیا اور اسکو مٹنی پوشاک پہنا دو۔ اور اسکے لئے جتنی دروازے کھولو۔ پھر اس سے جتنی ہوا صاف خوشبو آتی رہی ہے۔ اور قبر میں ہر نظر تک کشادگی کر دی جاتی ہے۔ اور اسکے پاس ایک شخص جو بصیرت عودہ لباس میں نگر کہتا ہے کہ کہیں ہر سرور کن چیز کی نشاندہ دیتا ہوں۔ یہی وقت ہے جسکا شے دودہ کیا گیا تھا۔ تو بندہ کہتا ہے۔ تم کون ہو تمہارا چہرہ انکی طرح ہے جو خیر کیا تھا آتے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تمہارا اہل نیک ہوں بندہ عرض کرتا ہے کہ پورے دروازے قائم فرمائے پروردگار! قیامت قائم فرمائے تاکہ میں اپنے جتنی اہل و مال کے پاس پہنچ جاؤں۔ اور بندہ کا فریسی منافق کہ بر قول راجح کا فرج ہر سے سوال نہیں ہوتا کہ انی رہا تھا جب نبوی نے مکی خیم کے آخرت کی طرف جانیا لا ہوا تھا تو اسکے پاس آسمان سے سیاہ فام فرشتے اُترتے ہیں جن کے ساتھ ملاٹ ہوتے ہیں انکی مدد نظر پہنچاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اسکے سر ہانے بیٹھ جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے غیث روح غضب الہی کیواسطے عمل تو وہ بدو میں لا رہا ہے ملک الموت اسکو اس طرح کھینچ نکالتے ہیں جیسے تر آدن سے سچ نکالی جاتی ہے۔ جب ملک الموت اسکو کھینچتے ہیں تو فوراً ہی ان سے وہ فرشتے لیکن ناٹوں میں کھینچ لیتے ہیں اس سے ایسی بدبو اُٹھتی ہے جیسے روتے زمین پر کسی مردار سے بدترین بدبو اُٹھتی ہو۔ پھر اسے آسمان کی طرف لے چلتے ہیں تو فرشتوں کے جس گروہ پر گزرتے ہیں وہ کہتا ہے یہ غیث روح کون ہے جواب دیتے ہیں فلاں ابن فلاں ہے۔ اور ان عاموں میں ساتھ دنیا میں بلایا جاتا تھا سب سے بڑے نام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ آسمان دُنیا تک پہنچ کر اسکے لئے دروازہ کھولتے ہیں۔ تو وہ دروازہ کھولا نہیں جاتا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اَلْاَوَابُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ خُلُوْا لِمَنْ يَّحْتَضِرُ يَلِكُمُ الْجَنَّةُ فِي سِتْمِ الْجَنَّةِ طَرِيقًا۔ اُن کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائینگے۔ اور وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ جب تک سوئی کے ناکے میں دوش داخل نہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسکی کتاب (قلم) کا اندراج سب سے نیچے کی زمین کے اندر مقام سجین میں کہ وہ تو اسکی روح کو کھینچ دیتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت فرمائی۔ وَمِنْ نَّشْرِكَ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاوَاتِ فَخَطَفَهُ الظُّلُمُ اَوْ ذَهَبَ يَدَ الْاَشْجَرِ فِي مَكَانٍ سَجِيٍّ۔ ترجمہ۔ اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا اگر آسمان سے کپڑے اُسے اُچک لیجائے ہیں یا ہوا اُسے کسی دور جگہ بھیج دیتی ہے تو اسکی طرح جسم میں اپس کی جاتی ہے اور اُس کے پاس وہ فرشتے منکر نکیر آتے اور اسکو جھانک رہے ہیں۔ تمہارا باز کون ہے؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے ہا ہا! میں نہیں جانتا پھر سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا تھا؟ جواب میں کہتا ہے ہا ہا! مجھے نہیں معلوم۔ پھر دریافت کرتے ہیں کہ یہ مرد کون ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے جواب دیتا ہے ہا ہا! مجھے نہیں معلوم۔ آسمان سے ندا آتی ہے کہ جو ملے لہذا اس کے لئے آگ کا فرش بچا دیا اور دروازے کی طرف ایک دروازہ کھولا تو اس کی پیش اور گم ہوا آتی رہے گی۔ اور اسکی قبر اتنی تنگ ہوئی ہے کہ وہیں نظر کی پسلیاں بائیں طرف اللہ بائیں طرف کی پسلیاں دائیں طرف ہو جاتی ہیں۔ پھر اُسکے پاس بد صورت بد لباس بد بودار مرد آتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ تمکو ہر کوہ چیز کی نشاندہ دیتا ہوں یہی وقت ہے جسکا کھتہ سے دودہ کیا گیا تھا۔ تو وہ کہتا ہے تو کون ہے؟ تیرا چہرہ اسکی طرح ہے جو شہر لا ناہو وہ جواب دیتا ہے میں تیرا اہل بد بھل تو یہ منافق کہتا ہے۔ اے نبی قیامت نہ قائم کیجیو اسی تفسیر میں کہ تیرے معراج میں صلا اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری کے سر ہانے ملک الموت کو دیکھ کر فرمایا اے ملک الموت میرے ان صحابی کیسا اتھ زہری کرنا کہ یہ ہر مومن ہیں۔ ملک الموت عرض کیا یا محمد صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کہ ہر مومن کیسے اتھ زہری کرتا ہوں اور واضح ہو کہ زمین پر خشکی میں یا تریں مٹی کا مکان ہو یا لوں کا خیمہ ہر گھروالوں کی مدد نہ پا کے مرتبہ چھان میں کرتا ہوں یہاں تک کہ اُن کے خود دروازے سے میں نسبتاً کہ زیادہ وقت ہوں بخدا یا محمد اگر میں کسی چھپر کی روح مقبرن کرنا چاہوں تو قادر نہ ہو سکیں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حکم فرمائے۔ حضرت جعفر لای اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چھان میں بچکا نماز کے اوقات میں ہوتی ہے۔ تو جو شخص نماز کو پابندی سے ادا کرتا ہوتا ہے بوقت مرگ ملک الموت اُس سے قریب ہو کر شیطان کو دفع کر کے لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی ایسی سخت حالت میں اسکو تلقین فرماتے ہیں۔ نیز وارد کرچہ فرشتے

بشرح صحیح البخاری

بشرح صحیح البخاری

ملک الموت کے ماتحت ہیں جو روح کو بدن کے ٹکڑے نکالتے ہیں جب خلق پر پہنچتی ہے تو اسکو ملک الموت پکڑ لیتے ہیں۔ ان تمام احادیث سے ظاہر ہوا کہ ملک الموت ایک سین فرشتے ہیں۔ اور یہی ظاہر بلکہ ظہر ہے کہ ریح مسکون میں مختلف مقامات پر ایک وقت ہزار بار اور ریح قبض ہوتی ہیں جس سے ظاہر ہے کہ ملک الموت ان تمام مقامات پر ایک وقت موجود ہوتے ہیں الحاصل حدیث شمس پر وارد شدہ اشکال کا انذرع ان دونوں روایات سے ہو سکتا ہے مگر تائید نزدیک جواب دوم اولیٰ ہے۔ اسلئے کہ حدیث شمس میں ارشاد نبوی **أَتَتْ شُرُوفَ آيْنٍ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ بِسَمِ** ارشادہ واقعہ ہے۔ جسکی دلائل محسوس ہنر پر ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا جو محسوس ہنر تھا وہی ذاکہ جب وسلسلہ ہے اور یہی راجع اسلئے طلوع ہے۔ ہذا مصلیٰ جسم سے جو دین ہے اور مثالی جسم سے سلسلہ طلوع کرنا احتمال متنی ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(فاعی مایقول) صحیح ابو عوانہ میں اسکی بھڑاتا اور ہے۔ **وَهُوَ أَهْوَنُ كَلْفٍ**۔ سوال دہی کے اس دوسرے طریقہ بیان کر کے فاعلی بصیغہ حال ارشاد ہوا۔ اہ پہلے طریقہ کو بیان کر کے **وَعَيَّتْ بَصِيغَةً** ماضی فرمایا تھا۔ دونوں طریقوں میں یہ اختلاف کیونکر ہے۔ **جواب**۔ اول طریقہ میں قول منزل چونکہ فصم سے پیشتر قلب میں محفوظ ہو چکا اسلئے وقت فصم کے اعتبار سے اسکی محفوظ ہونا ماضی ہوا۔ نظر ہر اسکی تعبیر صیغہ ماضی ہے۔ فرمائی اور دوسرے طریقے میں قول منزل چونکہ محال تھا کہ محفوظ ہو رہتا تھا اسلئے یہاں پر صیغہ حال اختیار فرمایا۔ یا یوں کہے کہ اول طریقہ میں پہلی صفت کیساتھ متصف ہو جاتے تھے پھر جب بشری صفت کی طرف رجوع ہوتا تو قول منزل قلب میں محفوظ رہتا تھا اسلئے صیغہ ماضی اختیار فرمایا بخلاف طریقہ ثانی کہ اسمیں بشری صفت قائم رہتے ہوئے مکالمہ کیساتھ ساتھ قول منزل محفوظ ہوتا تھا۔ لہذا اس کو بصیغہ حال تعبیر فرمایا۔

وقالت عائشة رضي الله تعالى عنها، محمد بن حنف عطف سند سابق پر معطوف ہے۔ تفصیلاً تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ **وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ**۔ اور اجمالاً یہ ہوگی **وَيَا كَلَامَ سَنَادِ السَّابِقِ** بہر صورت ماؤ عطف کیساتھ اتنی عبارت اور معذوف ہے۔ حدیث سند معطوف میں یہ حذف امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادت ہے اور تعلیق میں حرف عطف کو ذکر فرماتے ہیں۔ اس بنا پر یہ حدیث سند ہوئی تعلیق نہیں چنانچہ طبرقانی نے بطریق عتیق بن یعقوب عن مالک حدیث اول سے علیحدہ اسکی تخریج کی اور امام مسلم نے فضائل میں بطریق ابو سلمہ عن ہشام اسکو حدیث اول سے منفصل کر کے بالفاظ دیگر روایت کیا ہے۔ لیکن حدیث سند معطوف ہر اس حذف کا چونکہ التزام نہیں اسلئے تعلیق کا احتمال بھی ہے۔ بہر کیف امام المؤمنین صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس قول کو یہاں پر ذکر کرنا یہی نبوی ارشاد ہوا تھا **أَشْدَّ عَلَى كَيْ تَأْسِدُ مَعْدِي**۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت امام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کمال یہاں تک تھا کہ روایت مختلف ہے۔ اسلئے کہ پہلی حدیث کو حضرت حکام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمائی ہو اور اسمیں پانچ مشاہدہ گریہ اختلاف تحمل حدیث اول کو مرسل صحابی قرار دینے کی تقدیر پر ہوگا۔ ورنہ دونوں میں اپنے مشاہدہ کا بیان ہے۔

(ولقد سألت) اوپر لے قسم ہے اور لام ہر لے تاکید۔ اور اس آیت روایت بصری سے شنی ہے اسلئے کہ متعدی بیک نفول ہے اور ینزل الخو بصیغہ فعل سے حال ہے یعنی واللہ یقعد البصر تہ حال کو نہ ینزل الخ ادام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد **فَلْيَلِمْ الشَّيْطَانُ لَبِرد** اس مرید لالت کرتا ہے کہ نزول وحی سے سخت ترین کر بلا حق ہوتا تھا ورنہ سخت مہر وحی کے دن میں پسینہ نکلتا ہی کیسے چہ جائیکہ اس کا بکثرت ہونا اس فوق کرب میں نبوی صبر کے امتحان کے ساتھ ساتھ حسن تدابیر بھی تھی تاکہ اس طرح مزاحض ہو کر نبوت کے عظیم باروں کو برداشت فرما سکیں۔

(وان جینہ الخ) داد عایت کے اور جلا سمیہ عنہ کی ضمیر مجبور سے حال ہے۔ پیشانی کے دائیں بائیں اور کنبہ سے اوپر کے حصہ کو جین کہتے ہیں۔ سوال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے دو جین ہوتی ہیں۔ ایک پیشانی کی دائیں طرف اور دوسری بائیں جانب

[illegible]

ف
مخدوم لک
مشی مراد
یعنی کمال
خداوند جس سے
مسکو مسکا
کا بہترین
عل

[illegible]

حَتَّى بَلَغَ مِنْهُ الْجَهْدَ ثُمَّ أَسْرَسْنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَكُلْتُ مَا أَتَا بِقَارِي قَالَ فَأَخَذَنِي فَخَصَّنِي الثَّلَاثَةَ
 یہاں تک کہ تنہا پوری قوت صحت کو ہی چھوڑ کر کہا کہ پڑھئے تو میں نے جواب دیا کہ میں تو نہیں پڑھتا اپنے فرمایا کچھ پڑھ کر سہ بارہ دو بارہ
 ثُمَّ أَسْرَسْنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِأَسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ
 پھر پھر کہ سورہ اقصیٰ کا ابتدائی آیات پڑھیں جن کا ترجمہ یہ ہے اے اللہ تو اپنے رکھنے والے سے جس پر کیا ہوئی تھی کہ بھٹکے بنا یا پر مولود نہا رہی ہو کہ پڑھ
 فَرَجَّحَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجِعُ فَوَادَّكَ فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ
 پس ان آیات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہوئے۔ اور ان ایک ایک کا دل اٹھ کر اٹھا اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ
 خَوِيلِدٌ فَقَالَ تَرْمِلُونِي تَرْمِلُونِي فَرَمَلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ خَدِيجَةُ وَأَخْبَرَهَا
 تعالیٰ عزوجل کے پاس پہنچ کر فرمایا کہ مجھے کچھ پڑھاؤ اور میں اس کا ترجمہ پڑھتا ہوں کہ اے اللہ تو اپنے رکھنے والے سے جس پر کیا ہوئی تھی کہ بھٹکے بنا یا پر مولود نہا رہی ہو کہ پڑھ
 أَخْبَرَ لَعَنَ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي فَقَالَتْ خَدِيجَةُ كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْرِجُكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَوَصَّلُ
 فرمایا کہ بھڑکے مجھے اپنے متعلق اس سوال کا قوی ظہور ہے کہ باوجود تیرے ہر شے کے کہ اس پر حضرت خدیجہ نے غور کیا مگر نہیں قسم نہ آپ کو اللہ تعالیٰ ہم پر کر دے کہ
 الرَّحْمَةِ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَكْفُرُ الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَاطْلُقْتُ
 کہ آپ صبر کرنا اللہ لوگوں کا بار اٹھانے اور کھانے۔ اور یہاں نوازی فرماتے اور پھر نبی تعالیٰ ہی باتوں میں لوگوں کو سیکھ کر فرمایا کہ میں پھر کچھ
 بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنُ تَوْفَلٍ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزْزِيِّ ابْنَ عَمِّ خَدِيجَةَ وَ
 خدیجہ پہلی یہاں تک کہ آپ کے ساتھ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العززی کے پاس پہنچیں جنہوں نے حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی تھے
 كَانَ أَمْرًا تَنْصَرِفُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنْهُ إِلَّا يُعِيلُ بِالْعِبْرَانِيَّةِ
 اور ایسا انسان جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں نصرانی دین اختیار کیا تھا اور عبرانی لکھنا جانتے تھے۔ تو انہیں کو عبرانی زبان میں کر کے لکھ کر لے جاتے
 مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ يُضَاكِبُ إِذْ قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنْ
 اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا پھر پڑھ لے میں ملازم ہو کر دینا ہو گئے پس اُن سے (حضرت خدیجہ کے کھانے پر سے چچا زاد بھائی اپنے چچا زاد والے سے حاضر تھے
 ابْنِ أَخِيكَ فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَخَبَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
 تو آپ سے درود لے کر کہا اے میرے چچا زاد سے آئے کیلئے کچھ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرًا مَرَأَى فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَلَ اللَّهُ عَلَى
 ان کو اپنے چشم دید واقعہ کی خبر دی تو انہوں نے آپ سے کہا کہ یہ فرشتہ وہی ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل فرمایا تھا
 مُوسَىٰ يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَدٌ عَايَا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 اے کاش میں تمہاری موت کے ایام میں قوی ہوتا لیکن اُس وقت زندہ رہتا جس کو آپ کو اُن کی قوم کا لے کر نکلنے والا ہے اللہ تعالیٰ
 صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْخِرَ حَيَاتِي هُمْ قَالَ فَعَمَلُ مَعِيَاتِ رَجُلٍ قَطُّ مِثْلِ مَا حَبِطَتْ بِهِ إِلَّا
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میری قوم مجھے نہ لے لے گی انہوں نے کہا ہاں جب کبھی کوئی مولا کی طرح میرے لیے لڑے تو ان سے اللہ تعالیٰ
 عَفْوِي وَإِنْ يُلْزِمُنِي يَوْمُكَ الصُّرُكُ نَصْرًا مَوْزِرًا لَمْ يَلِشْ وَرَقَةُ أَنْ تَوَفَّى وَفَرَ الْوَحْيُ
 کیلئے اٹھ کر میں کہے زمانہ دعوت میں باقی رہا تو آپ کی قوی مدد کروں گا۔ پھر اس واقعہ کے بعد زمانہ زندگیاں گزر کر درود کی وفات ہو گئی اور نازل فرما
 کچھ زمانہ کے لئے ملوث ہو گیا

ماہر متجہ الاول میں ہوا تھا جو ماہ ولادت بھی ہے اور ماہ وصال بھی نبوت کے چھالیس اجزاء میں سے روایا کا ایک جزو ہونا بھی اس سے ظاہر ہو گیا کہ ظہور نبوت کی کل مدت تیس سال ہے۔ اس لئے کہ بعض ہر نبوت بروایت صحیح اپنے تیرہ سال مکرم میں قیام فرمایا اور دس سال مدینہ منورہ میں اور تیس سال چھالیس حصے کئے جائیں تو ہر حصہ چھ ماہ کا ہو جائے۔ سوال کیا ہر روایا نبوت کے چھالیس اجزاء میں ایک جزو ہے یا ساری کی کسی مخصوص قسم کی واسطے چلے ہے جواب ساری کی قسم میں ساری کے باطلہ اور دیکھے حقہ پھر ساری کے باطلہ ساقم ہے۔ (۱) حدیث نفس یعنی وہ بائیں جانب انسان اپنے نفس سے کہتا تھا ہے خواہ وہ کسی چیز سے منصوبے ہوں کسی چیز کی آرزو میں کسی کو عربی میں ضغاث اور فارسی میں پلشیاں خواب کہتے ہیں (۲) حکم جو موجب عمل ہوتا ہے اور اس کیلئے کوئی تعین نہیں ہوتا (۳) محمد پر شیطان جو حکم حدیث حضرت سلم بن مرہ کی جبکہ سیدار ہونے پر بائیں جانب تین مرتبہ ٹھوکر دے۔ (۴) سناحری جو کسی جن یا انسان کے حکم سے نظر آئے۔ (۵) شیطان کی جو شیطان دکھائے۔ (۶) خلطی جو اخلاط العین سے کسی ایک کے غالب ہونے سے نظر آتا ہے مثلاً سود کے غلبے سے قہر سیاہی احوال وغیرہ صفراء کے غلبے سے آگ چرخ خون وغیرہ بلغم کے غلبے سے بیاض پانی مویں وغیرہ دم کے غلبے سے شراب بھول مزامیر وغیرہ (۷) وحی جو ایسے زمانے میں نظر آئے جس میں دیکھنے والا موجود تھا اور اسکو تیس سال کا عرصہ ہو گیا۔ اور دیکھے حقہ پانچ قسم پر ہے۔ (۱) شاہدی جس کی صحت پر شہاد ہو جو شرک خیر ہونے پر اور خیر کے شر ہونے پر اور ولایت کے جیسے کوئی دیکھے کہ مسجد میں ظہور ہوا ہے تو اس کی تعبیر ہوگی کہ وہ بجائی کی باتوں اور منکر افعال سے تو بیکار لگا اور اس کی شہرت ہو جائیگی یا کسی نے دیکھا کہ تمام میں قرآن پاک پڑھتا ہے تو اس کی تعبیر ہوگی کہ وہ کسی بڑے کام میں مشہور ہو گا ورنہ پر شہادہ کہ تمام ستر کھلنے کی جگہ ہے اس میں شے داخل نہیں ہوتی جیسے مسجد میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ (۲) مرموزہ کہ جس میں تعبیر کی طرف اشارہ ہو۔ یہ واسطہ ادراج ہوتا ہے۔ جیسے کسی نے فرشتہ کو دیکھا کہتا ہے کہ تیری عودت تیرے فلاں دست ذریعہ ٹھوکر ہر پلانا چاہتی ہے۔ اس کی تعبیر ہوگی کہ وہ دست اس کی عودت سے زار لگا اس خواب میں تعبیر کی طرف اشارہ اس لئے ہوا کہ جس طرح زہر مخفی طور پر کھلا جاتا ہے اسی طرح زہر بھی مخفی طور پر کھلا جاتا ہے (۳) ملک کی جو ملک دیا گیا اس لئے ہونے کا نام اصلہ فقیون ہے اور ان کی جسامت کا یہ عالم کہ ان کی آؤ سے شانے تک سات سو برس کی مسافت ہے جس طرح آفتاب کی روشنی میں شہار نظر آتی ہیں اسی طرح یہ نورانی کی روشنی میں شہار کی معرفت کرتے ہیں۔ انوی ہا فری خیر بشر کی نفس گذشتہ یا آئندہ عمل خیر پر مشیر معصیت یا مضیہ مستقبلہ پر تنویر۔ بذریعہ مثال حکمت اشیا کی تعریف یہ کہ منصبی خدمات میں اگر خائف کن خواب کھائیں تو اسی وقت ہوا نامہ تاکہ دیکھے والا منعم نہ ہے اور اگر مریض کن خواب کھائیں تو وہ چند ایام کے بعد ظاہر ہوتا ہے تاکہ اس وقت تک قلب میں سرور ہے۔ (۴) صالحہ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوتا ہے جیسے کہ وہ اس کی جانب سے زاجر ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین خواب سچے کہ نبی اپنے رب یا اپنے نبی کو خواب میں دیکھے یا اپنے والدین کو خواب میں سلمان دیکھے صحابہ نے عرض کیا کوئی رب کو بھی خواب میں دیکھتا ہے؟ فرمایا سلطان کو دیکھتا ہے اور سلطان اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ (۵) صادقہ ظاہرہ اس کیلئے تعبیر نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی تعبیر خود ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روایا جسکو قرآن کریم میں بیان فرمایا۔ یَا بُنَّی اِنِّیْ اٰتِیْتُکَ فِی الْمَنَامِ اِنِّیْ اَزْجَلُکَ یَا مُجُوبُ وَہِیْ اَنْ صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ اَمْ لَمْ تَرَ کَہُ رَویا جو سورۃ فتح میں مذکور ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللہُ عَلَیْکَ اِنَّکَ لَمِنْ الْمُسْلِمِیْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ شَاہِدُ اللہُ اَوْ مَنِیْنٌ یہی روایا نبوت کا جزو ہے اور اسی کے متعلق بعض عرفاء نے فرمایا کہ اس روایا کو خود اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے۔ ملک وغیرہ کسی کا توسط نہیں ہوتا۔ یہ روایا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ساتھ مخصوص نہیں مومن کو بھی نظر آتا ہے بلکہ فارسی دیکھتے ہیں۔ سوال ظہور نبوت کی ابتداء روایت منورہ سلام ہو کہ خدا تعالیٰ نے صاحب کس مصلحت پر نبی ہی شروع ہی سے فرشتے کو کیوں نہیں بھیجا جواب۔ بظاہر سب چیزیں ہی بواسطہ ملک کیلئے تہذیب کے لیے تھیں کہ غیر ان کی سبقت کے اگر وہی بواسطہ ملک کی بھی جاتی تو بشری فقی

نہ ہوئے ان کے اہل و عیال پر تاجِ نبیؐ

ن. - سید علی دکنی حفظہ اللہ نے فرمایا کہ: انصورت کا لفظ درجی الحریٹ والی، جو کہ لفظ عربیہ۔ منہج نمبر ۱۳

آغیا ہر یا مہیارک مشک یہ جوابا نور ہے نہ جمال خیارے مبارک (دعا مشیۃ الباجدی علی المبعوثۃ) چونکہ ہر آن آپ کے مراتب میں ترقی ہوتی رہتی ہے ہر لحظہ قلب مبارک پر ذاتی اور صفاتی جدیدہ حارۃ کشف ہوتے رہتے اور ہر لمحے انوار تجلیات نازل پاتے ہیں جیسے کہ ایک لکڑی کا کھنڈا جو کھنڈا لکڑی کے کھنڈے سے منہم ہو رہا ہے اسلئے مرتبہ فوقانی پر فائز ہو کر جب کبھی مرتبہ تحتانی پر نظر پڑتی ہے تو اسکو بہتر تصدیق قرار دیکر تواضعاً استغفار فرماتے ہیں یا متبناظا ہر خلق کیساتھ اور باعتبار باطن خالق کی طرف متوجہ رہنا بعض کار اور ایسا کہ اسلئے بھی حاصل ہوتا ہے مستید الطائفۃ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال سے اللہ عزوجل سے کلام کر رہا ہوں اور لوگ اس خیال میں ہیں کہ کلام اُن سے ہوتا ہے مگر یہ مرتبہ انہیں نفوس تدبیر کو عطا ہوتا ہے جو حجت الہی میں اس درجہ مستغرق ہیں کہ قلب میں غیری اصل گناہ نش نہیں ایک سوا وحانی طیب کے سوال کیا گیا کہ خلوت سے کیا مقصود ہے فرمایا اس سے یہ مقصود ہے کہ سلسلہ فکر میں استمرار حاصل ہو اور قلب میں علوم و معارف جم جائیں کہ خلوت گزین انسان کی زندگی پاکیزہ ہو جائے اللہ ذوق معرفت نصیب ہو۔ امام اکابر و اولیاء حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ یہاں ہر ایک شخص ہے جسکو ہم جب کبھی دیکھتے ہیں تو سنتوں کے پیچھے نہایت اذیت دیکھتے ہیں فرمایا اللہ جب کبھی دیکھو تو ہمیں مطلع کرنا چنا ہے ایک دن اسکو دیکھ کر عرض کیا کہ یہی وہ شخص ہیں پان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے نبیہ خدا مجھے خیال ہے کہ تم خلوت پسند کرتے ہو یہ تو بتاؤ کہ لوگوں کیساتھ نشست و برخاست کر نیسے کون چیز مان ہے جو اہل کار ایک اور عظیم ہے جس نے مجھ کو لوگوں سے علیحدہ کر دیا ہے آپ نے فرمایا جنکو حسن کہتے ہیں اُن کے پاس جانیسے کون چیز مان ہے پھر جواب میں ہی کہا کہ ایک مر عظیم ہے جس نے مجھ کو لوگوں سے جدا کر دیا ہے آپ نے فرمایا وہ مر عظیم کیا ہے جواب میں یا کر دن رات مولیٰ تعالیٰ نعمتیں عطا فرماتا ہے اور مجھ سے گناہ صادر ہوتے ہیں اسلئے میں چاہتا ہوں کہ اختلاط اس ترک کر کے اپنے قلب کو شکر نعمت اور استغفار و توبہ میں مشغول رکھوں اپنے فرمایا۔ اے نبیہ خدا میرے نزدیک تم حسن سے زیادہ محمد ابرو جس حال میں ہوا کسی کا التزام رکھو۔ محمد و م اللہ مستید ہا فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب کبھی خلوت کر رات آدھی ہے تو فرحت ہوتی ہے اور دل میں کہتا ہوں کہ اب اپنے رب عزوجل کیساتھ خلوت حاصل ہوگی۔ اور جب دیکھتا ہوں کہ صبح آگئی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھتا ہوں اسلئے کہ اب لوگوں کی ملاقات وغیرہ ایسے امور پیش آئیں گے جن سے خلوت میں رخنہ پڑے گا مستید نا حضرت ن والنون مصری قدس سنی کہ فرماتے ہیں کہ خلوت میں اپنے رب عزوجل کیساتھ مناجات کر نیسے مؤمن لذت سرور حاصل ہوتا ہے۔ (۲) یہ کہ خلوت میں ان معاصی سے انسان محفوظ رہتا ہے جنہیں اودھ ہونیسے بحالت اختلاط عموماً بچ نہیں سکتا۔ وہ چار ہیں اول غیبت کہ لوگوں کی عادت میں اخل ہوگئی ہے یہاں تک اسکی مذمومت کا احساس بھی جا نہ رہا۔ بڑے فکر کے ساتھ بالعموم مجلس میں غائبین کی زندگی اور ان کے حالات پر مگر وہ انداز میں تنقید اور تبصرے ہوتے ہیں اس مجلس میں شامیک ہو کر مقررین کی ہم نوائی کھائے تو انسان غیبت جیسی بدترین مصیبت میں ملوث ہوتا ہے۔ اور اگر عاموشی کیساتھ غیبت مستتاب ہے تو بھی غیبت کندہ کے حکم میں داخل کہ الْمُسْتَمْعِ أَحَدُ الْمُخْتَلِئِیْنِ اور اگر تنقیدات کو غیبت بتا کر ان سے روکے تو ناقدین سے اپنا دامن بچھڑانا دوسرے جہاں ایسا مجلس سے ماہر ہونے ہی اپنی تنقید کا مرکز اسکو بنائیں گے جس سے اعلیٰ مصیبت غیبت ختم ہونے کے بجائے بڑھ جائیگی اور اسکی جانب سے اُن کے دلوں میں کہینہ پیدا ہو جائے گا۔ دوم ریا یہ نہایت غیبت باطنی مرض ہے۔ اور شمس کشتی میں بادل داودا دہیگی اس سے اعتبار شاق ہوتا ہے اسکی آمیزش سے یہی نہیں کہ عبادتیں اور نیک اعمال بہاد ہو جائیں بلکہ گناہوں سے مبتدل ہو جاتی ہیں اختلاط میں کم از کم طرفین سے ملاقات پر مبالغہ کیساتھ اظہار شوق عام طور پر کیا جاتا ہے حالانکہ طرفین کے قلب میں سرے سے اشتیاق ہی نہیں ہوتا۔ تو یہ اظہار شوق کہ غالباً صفا تھا۔ ایک دوسرے کے حالات و رفتہ حکم کے اظہار و شفقت کرتا ہے حالانکہ قلب کو اس کے احوال سے اصلاً دلچسپی نہیں تو یہ اظہار و شفقت نفاق ہوا۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص سے فرمایا کَیْفَ حَالُکَ تَبَارَکَ اَیْہَا حَالُہُ ہے اُس نے کہا ایسے شخص کا کیا حال جبریاً سو رویہ قرض کے چولہے اور وہ مال

بھی ہے آپ فردا مکان میں تشریف لے گئے اور اپنا اندوختہ ایک ہزار درویش لاکھ اسکو عطا فرمادیئے اور فرمایا یا پانچو قرظ میں یاد کرو اور پانچو اپنی نوا اپنے اہل عیال کی ضرورت میں صرف کرو۔ پھر قسم کھائی کہ بخدا آئندہ کسی کا حال دریافت نہ کروں گا کیوں؟ اسی اندیشے سے کہ اس کا حال بغیر قلبی تعلق کے رہا اور نفاق کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ سیدنا سوری سقطی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر میرا بھائی میرے پاس گئے اور اسکی آئینہ کے باعث اپنی پیش اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگوں تو منافقین کی فہرست میں درج ہو جاؤں گا مجھے خوف ہوتا ہے۔

حضرت طاؤس قدس سرہ خلیفہ ہشام کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کیف ائت یا ہشام لے ہشام تم کیسے ہو غلیظہ منکر غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ آپ مجھ کو امیر المومنین کیساتھ خطاب کیوں نہیں کرتے، فرمایا تمام مسلمان ہمارے خلاف ہر شخص انہیں ہیں۔

اسلئے ڈرتا ہوں کہ امیر المومنین کہنا جو ٹ نہ ہو جائے۔ جو انسان ایسی احتیاط پر قائم رہتا ہو تو اس کیلئے اختلاط مضرت سا نہیں ہو سکتا درخت اختلاط میں یا کے برٹھا دھتول سے دامن میلہ ہو ہی جاتا ہے اور خلوت میں انسان اس سے مامون رہتا ہے۔ سوم اور صبا المعروف اور بھی عین المذکر سے سکوت۔ حالانکہ یہ دونوں اصول دین سے ہیں اور بقدر استطاعت ہر مکلف پر فرض ہیں۔ مگر اختلاط میں ان سے سکوت ہو جا یا کرتا ہے جس سے خلوت بجا لیتی ہے۔ چہرہ ہم حرم ناسے پیدارشہ ہم نشینوں کے سپت اخلاق اور ضیفت احوال کھلیت کا مخفی طور پر انداز کرنا جس کا باعث ہی اختلاط ہوتا ہے اور خلوت اس سے ماون کر دیتی ہے (۳) یکہ فتورل در خسومات سے نہایت ملتی ہے جان سلامت رہتی اور دین خلوت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ تعقیبات اور فتوس سے بستیان غالی نہیں ہوتی نظر برکات خلوت گزین انسان کو ان آفات سے امن نصیب ہو جاتی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مکان موضع عقیق میں تعمیر کیا اور اولاً من نزلت گزین ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ مسجد نبوی میں بھی نہیں آتے۔ فرمایا میں نے دیکھا کہ تمہاری مسجدوں میں اہل اور بازاروں میں نوجواری ہو گیا اور راستوں پر بے حیائی کی باتیں بھولے لگیں۔ اور یہاں پر ان بلاؤں سے عافیت میں ہوں۔ اللہ اکبر کہیں۔

جس زمانہ کا یہ ذکر ہے وہ زمانہ تابعین تھا جو غیر انفرادی میں داخل ہے اور جو ایک اکبر و رسال پیشتر گذرا ہے۔ جب اس زمانہ میں خلط ترک کر کے خلوت گزینی شروع کر دی گئی۔ تو اب چودھویں صدی میں جبکہ معاصی ذریعہ معاش میں گئے ہیں۔ خلوت گزینی کی شدت یا کمیت پر کیا شبہ ہو سکتا ہے (۴) یہ کہ خلوت میں لوگوں کی شر سے انسان کو خلاصی مل جاتی ہے۔ جبکہ ظہور بکالت اختلاط کبھی غیبت کی شکل میں ہو تا ہے کبھی سوئے ظن اور ہمت کی صورت میں۔ اور کبھی اس طرح کہ لوگ اپنی ایسی دنیوی توقعات پرستہ کر لیتے ہیں جن کا پورا کرنا امکان سے باہر ہوتا ہے۔ اور پورا نہ کرنے پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ دل کا بٹار نکالنے کی واسطے دروغ گوئی تک فہمت پہنچتی ہے اور کبھی لوگوں کی شر اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ انسان کے بعض اقوال و افعال کی حقیقت تک ان کی رسائی نہیں ہوتی۔ ایسے اقوال و افعال کو محفوظ کر لیتے ہیں موقوفہ پاکر بغرض شر راگیری ان کو زبان پہ لاتے ہیں۔ ان تمام اٹھنوں سے پاک و خلوت کے ذریعہ پاسائی ہو جاتا ہے۔ ایک کتاب دیدہ نشین نے کسی درخت کے نیچے مستقل طور پر سکونت اختیار کر لی اور کہتا تھا کہ یہ درخت میرا ایسا ہم نشین ہے جس میں تین غریباں پائی جاتی ہیں۔ اول پر اگر میری بات سنے تو چغل خوری نہیں کرتا ہے۔ دوم پر اگر میں اس کے منہ پر تھوک بھی دوں تو مردداشت کر لیتا ہے۔ سوم پر اگر میں غلطی سے پیش آؤں تو اس کو غصہ تک نہیں آتا۔ خلیفہ ہارون رشید نے جب سنا تو کہنے لگا کلاس نے میرے دل سے ہم نشینوں کی رغبت نکال دی۔ ایک ملک خدہ پرست قبرستان میں قامت گزری ہو کہ معروف کتب بینی ہو گئے اور لوگوں کیساتھ نشست و برخاست ترک کر دی کسی نے وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ خلوت سے زیادہ سلامتی کسی چیز میں نہیں ملتی اور جس سے زیادہ صاف کسی چیز کو نہیں پایا۔ اور کتاب سے زیادہ نفع بخش کوئی ہم نشین نہیں ہے۔ و خیر حلیہ فی الخصال کتاب۔ حضرت مالک ابن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا کسی مقام پر بیٹھ ہوئے تو ایک گستاخ آپ کے زانو پر جبر اڑ گئے تھے۔ تھا ایک شخص نے وہاں سے کہتے کو بٹانا چاہا تو آپ نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ یہ حضرت رساں نے فرمایا

حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تک جتنے حضرات تھے انکے نائب ہوئے ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث حضور تھا غوث کبریٰ کے درجہ پہنچ کر تھے حضور غوث اعظم بھی یہاں سید الافراد بھی جنس کے بعد جتنے تھے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام اہلبیت تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی (الملفوظ) اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے ایک جگہ مقام غوث پر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب کام کر رہے ہیں۔ سوال افراد کون اصحاب ہیں جن کے فائز سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مستند کہا فراں کہا جاتا ہے جو نائب اجلہ ادبیا کرام سے جوتے ہیں ولایت کے درجات ہیں انہیں غوثیت کے بعد درجہ ایک بلند تر ہے لیکن خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں، فرمایا ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی، فرماتے تھے میں نے جنگل میں ٹیلہ پر ایک لوند کھا جب میں قرب گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کھل کا نور ہے، ایک صاحب سے دوسرے سے میں نے پاؤں پکڑ کر پکڑا دیا اور کہا کہہ کر مشغول رکھا ہوا، انہوں نے کہا آپ نے کام میں مشغول ہیں، مجھے میری حالت پر پہنچے دیکھے میں نے کہا کہ میں مشہور کیے دیتا ہوں لیکن اللہ ہی انہوں نے کہا کہ میں مشہور کر دوں گا کہ حضرت خضر ہیں پھر میں نے کہا اچھا میرے لئے دعا کرو، انہوں نے کہا کہ دعا تو آپ ہی کا حق ہے میں نے کہا کہ تمہیں عارفی ہوگی پس یہ دعا کی۔ **وَقَدْ قَالَ اللَّهُ حَقَّقْتُ مِنْهُ** ترجمہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں لے چکا ہے، زیادہ کرے کہ کہا کہ اگر میں غائب جاؤ تو ملامت نہ فرماتے گا۔ اور **قَدْ أَنْشَرْنَا نَائِبَ مُحَمَّدٍ** حالانکہ کسی کی طاقت نہ تھی کہ میری جگہ سے نائب ہو سکے۔ وہاں سے آگے بڑھا تو ایک ایسی طرح کا نور دیکھا کہ گناہ کو فکریاں قریب گیا تو دیکھا کہ ٹیلہ پر ایک ثور کھل دوسرے سوئی ہے وہ اس کے کھل کا نور ہے۔ میں نے پاؤں ہلکا کر دیا اور کہا چاہا تو غیب سے فرمائی۔ اے خضر احتیاط کیجئے، اُس لی بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا حضرت اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے اپنی حالت پر پہنچے دیں میں نے کہا تو میں مشہور کیے دیتا ہوں کہ یہی اللہ ہیں۔ انہوں نے کہا میں مشہور کر دوں گا کہ یہ حضرت خضر ہیں میں نے کہا میرے لئے دعا کرو کہنے لگے کہ دعا تو آپ کا حق ہے۔ میں نے کہا تمہیں عارفی ہوگی۔ تو وہی دعا کی۔ **وَقَدْ قَالَ اللَّهُ حَقَّقْتُ مِنْهُ** ترجمہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں لے چکا نصیب کرے پھر کہنے لگے کہ اگر میں غائب جاؤ تو ملامت نہ فرماتے گا میں نے دیکھا کہ یہی جاتی ہیں اس لئے کہ میں نے کہا کہ تمہیں عارفی ہوگی، کہا کہ یہاں کی کیا گفتگو ہو گیا تھا اس کی تہنیت و تحنن کا میں حکم ہوا اتنا کہا اور میری نگاہ سے غائب ہو گئیں حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں فرمایا یہ لوگ افراد ہیں پھر میں نے عرض کیا۔ ایسا ہی کوئی ہے جس کی طرف چلے جہد کرتے ہوں فرمایا ہاں شیخ عبدالقادر جیلانی (الملفوظ)

(فی التَّحْنُتِ قِيلَ إِنَّهُ) حَنْتُ بِمَعْنَى أَتَمُّهُ مَعْرُوفٌ۔ بابُ تَفْعُلُ كَا غَاصِمٌ تَجْنِبُ اس میں محقق ہے جس کے معنی ہیں مبدل اشتقاق سے فاعل کا اجتناب کرنا جیسے تَحَوَّبَ حَوَّبٌ بِمَعْنَى خُذِبَ شَيْئٌ شَيْئًا۔ اور تَحَوَّبَ حَرَجٌ بِمَعْنَى أَتَمُّهُ مَعْرُوفٌ اسی غاصم کو ملحوظ رکھتے ہوئے تَحَوَّبَ کے معنی آئے گناہ سے پرہیز کرنا تَحْنُتٌ اور تَحَوَّبَ اور تَحَوَّبَ کے معنی گناہ سے اجتناب کیا۔ یا بمعنی يَتَحَنَّنُ ہے کہ فائز سے مبدل ہو گئی جیسے حَدَفَ مِنْ كَدِّهِ اس میں حَدَثُ بِمَعْنَى دَفْعًا جَانِبًا سِرًّا اس مقام پر فی تَحْنُتِ اور تَحْنُتِ کے معنی خفیت یعنی دین اور ایمان کی ابتداء کرنا۔ اور تَحْنُتُ کی تفسیر تعبد کیساتھ از قبیل اطلاق سبب علی السبب اس لئے کہ عبادت گناہ سے بچنے کا سبب بتی ہے ظاہر ہے کہ تفسیر کو کسی لای کی جانب اصلاح ہے جیسے کہ تائیل الخیر کی بابت اس پر دلالت کرتی ہے اُس ولایت کے الفاظ ہیں وَالتَّحْنُتُ التَّعْبُدُ اس لفظ حکم سے مفہوم ہوتا ہے کہ تفسیر مِمُّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نہیں دوسری راویوں کہتے قالت وَالتَّحْنُتُ التَّعْبُدُ بِحُكْمِ زِيَارَتِ زَيْرِ بَيْتِ كَيْفَ الْفَاعِلُ وَهُوَ التَّعْبُدُ کَانَ سَے اِذَا جِئْتَ مَغْرِبًا مَغْرِبًا مَغْرِبًا مَغْرِبًا مَغْرِبًا مَغْرِبًا حضرت عروۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے پیشتر کسی راوی کی جانب سے ہے۔ علامہ طبری شیعہ مشکوٰۃ نے نہری کی جانب منسوب کیا مگر اس پر کوئی دلیل خیر نہیں فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب سوال حقیقی معنی درست نہیں ہر جہاں معنی کی طرف رجوع کیا جاتا ہو۔ یہاں پر تَحْنُتُ کے حقیقی معنی اجتناب از گناہ ہوا دینے پر کوئی حجت لازم نہیں آتا پھر معنی مجازی کے ساتھ تفسیر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جواب و حقیقت تفسیر ایک

اشکال کے تشریحی جواب کی جانب اشارہ ہے۔ تقریر اشکال یہ ہے کہ تحنث کے معنی اہل لغت از ان گناہ بیان کئے ہیں چنانچہ نووی شریع مسلم شریف میں ہے قال اهل اللغة اصل التحنث ان يفعل فعلا يخرج به عن المحنث وهو الاثم فتح الباری شرح البخاری میں ہے التحنث القاء المحنث وهو الاثم۔ نظر بر اس حدیث سے یہ مفہوم ہوگا کہ محبوب تھاں صلوات اللہ تعالیٰ علیہ آو وسلم غار میں اپنے گناہ دوبارے کے لئے غلوٹ فرماتے تھے حالانکہ یہ مفہوم باطل ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قبل موت اور بعد موت گناہ صغیرہ اور کبیرہ دونوں سے پاک ہوتے ہیں پھر از ان گناہ کے کیا معنی۔ اشعث اللہ معات شریع مشکوٰۃ میں ہے۔ واجب است اشرام تنزیہ راحت عزت ایشان و مصلحت و صحت ایشان از جمع گناہاں خود و بزرگ پیش از موت پس از مہینہ است۔ قول مختار۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ تحنث باب الفعل ہے ہر امر کا خاصہ تجنب اس میں پایا جائے جس کے معنی ہر امر کا مبراہ اشتقاق سے اجتناب کرنا پس تحنث کے معنی ہوتے ہنث سے اجتناب کے ناچاہنے پر قائم نے شریع مواہب لدنیہ میں اسکی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا اسی سے تجنب المحنث ای الاثم۔ گناہ سے اجتناب کا رد صورت میں ایک کہ گناہ کیساتھ منصف ہونے سے بچنا اور سب کے بعد تصدق سکون کرنا۔ نو ان لا اصول شرح فصول اخباری میں اسکا توضیح کرتے ہوئے فرمایا تجنب یعنی ہر چیز کو ان از ما غنحوہ خوب پر ہر چیز کو از حب لفتح و ضم حلتے اہل لغت گناہ پھر فرمایا۔ ابن حاجب در شرح مفصلی آرد اس خاصہ مانا بہر سلسلہ است و در افعال چہ میتواں گفت در مثال مذکور ذکر از خود گناہ اس میتواں گفت سے ظاہر ہو گیا کہ اجتناب کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ یہاں پہلی صورت مراد ہے۔ دوسری نہیں۔ جنکی اشکال مذکور لازم کے جواب تشریحی یہ ہے کہ اگر تسلیم کر لیں کہ اجتناب صرف دوسری صورت میں متحقق ہوتا ہے تو اشکال اس طرح مندرج ہوگا کہ یہاں ہر تحنث کے مجازی معنی "تعب" مراد ہیں تحقیقی نہیں۔ ایسا سلسلہ راوی کو تفسیر کی ضرورت پیش آئی۔ ہذا اما المعنی رہتی ہنہ و عرصہ اللیالی۔ یعنی تحنث کا مفعول فیہ کی التعلیل کا نہیں۔ رد تفسیر غلط ہو جائیگی اسلئے کہ تحنث کے حقیقی معنی کل طرح مجازی معنی عبادت کا بھی شے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوا۔ یعنی تحنث کا مفعول فیہ قرار دینے سے یہ مفہوم ہوگا کہ شے میں عبادت فرماتے تھے۔ دن میں نہ ذکر شے کی تفصیل غالی از فائدہ ہو جائیگی۔ جواب نہیں بلکہ تفصیل اسلئے ہے کہ لیل کو نہار پر شرف تقدیم فی الوجود حاصل ہے یا اسلئے کہ غلوٹ کیساتھ ذکر لیل نسبتاً۔ ہذا مراد یہ ہے کہ شے در عبادت فرماتے تھے۔ لیکن اس عبادت میں آپ کی شریعت سابقہ کے متبع تھے یا نہیں۔ علماء کے اس ہائے میں تین قول ہیں (۱) یہ کہ قبل بعثت کسی شے کی اتباع تھی یہ قول جمہور ہے پھر عبادت مذکور علیہم السلام تھی یا باجہاد خود (۲) یہ کہ تابع تھے مگر کسی معین شریعت کے نہیں یا تمام شریعتوں کی کیا شریعت کی کیا شریعت نوح کے یا شریعت موسیٰ کے یا شریعت عیسیٰ کے یا شریعت ابراہیم کے علیہم الصلوٰۃ والسلام غنا یہ ہے کہ شریعت ابراہیمی کی اتباع فرماتے تھے۔ وہ روایت اسکی تائید کرتی ہے جس میں تیحنث کے بجائے تیحنث آیا ہے۔ (۳) یہ کہ اس ہائے میں توقع کیا جائے کہ لیل قلمی کی جانب نہیں چنانچہ امام غزالی قدس سواغوی نے اسی کا اختیار فرمایا۔ اسی طرح عبادت میں بھی اختلاف ہے کہ وہ کیا تھی۔ بر قول جمہور آپ غار جسد اشراف میں فکر فرمایا کرتے تھے نیز سقانی علی المواہب میں ہے وعن ابن الماریط وغیرہ کان یعتقد بال فکر و هذا علی قول الجمہور۔ پانچ چیزوں میں غور کر کے تفکر کرتے ہیں (۱) آیات جو اللہ عز وجل کی وحدانیت اور اس کی قدرت کا طرہ دلالت کرتی ہیں جیسے زمین آسمان کی تخلیق۔ آفتاب کا مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہونا۔ شمس مذکور کا انا جانا۔ اور خود اپنی پیدا نش پھر کرنا کا معرفت الہی نامہ ہو۔ قرآن کریم میں فرمایا۔ وَفِي الْأَمْثَلِ آيَاتٌ لِّمُؤْمِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ شعریہ کہ قرآن پر غور ہو کر مشاہدہ ہر وقت و فرست معرفت کرنا۔ وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ آيَةٌ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ حضرت سعدی قدس فرماتے ہیں۔ شعر ہر گز ہے کہ اندر میں بعد ہر صوفی لا شریک لا گویہ (۲) ظاہری اور باطنی نعمتیں کہ ان پر غور کرے محبت الہی بڑھتی ہے (۳) ثواب جو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کیلئے تیار فرمایا ہے تاکہ طاعت میں رغبت زیادہ ہو۔ اور اس اشکال کے حصول کے واسطے زیادہ زیادہ گوشش کر نیکی طرف طبیعت متوجہ ہو جائے

نکات قرآنی و حدیثی

نکات قرآنی و حدیثی

نکات قرآنی و حدیثی

رو جاتے ہیں اس وقت تمام ۱۱ ار سے ذکر شروع ہوتا ہے حتیٰ کہ بدن کا خون بھی باہر نکل کر اس کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جب بڑی رحمت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمارے اصحاب میں ایک شخص اللہ اللہ کا ذکر بکثرت کرتے تھے ان کے اوپر چھت کی کوئی لکڑی تھی جس سے سر چھٹ گیا خون کے قطرے ٹپکے تو زمین پر اللہ اللہ لکھنے چلے گئے اسکو ذکر محبت بھی کہتے ہیں۔ یہ خواص انجو کا ذکر ہے۔ اور باعتبار صفت ذکر قوم پر ہے (۱) چہری (۲) نخی (۳) ذکر چہری چہار ضری کا طریقہ یہ ہے کہ چار دانو بیٹھے بائیں نانو کی رگ کھاس دینا پاؤں کے انگوٹھے اور اسکی برابری انگلی میں نیلے پھر سرسہ جھکا کر بائیں گھٹنے کے محاذی لاکر کلام یہاں سے شروع کر کے گھٹنے کی محاذات تک کھینچنا ہوا لے جائے۔ اب یہاں سے اللہ کا ہمزہ شروع کر کے لام کے بعد کا الف دہینے سے لے تک کھینچنا لیجائے۔ اور وہ دہنی طرف خوب منہ بھر کر کہے پھر وہاں سے اللہ اللہ قوت کیساتھ دل پر ضرب کرے یوں باریا حسب قوت کم سے شروع کرے پھر حسب قوت و فرصت بڑھا تا جائے بہتر یہ ہے کہ پانچ بار ضرب روزانہ تک پہنچائے جب حرارت بڑھنے لگے تو ہر سو بار کھجور ایک یا تین بار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہے تسکین نصیب ہو گی۔ مگر ہمدی جب تک زنگہ دھنہ ہو ماحص حرارت کا مٹنا ہے۔ یہ ذکر ایسے وقت اور ایسی جگہ ہو کہ کیا نہ آئے کسی نمازی یا ذکر یا مریض یا سوتے کو تنوش نہ ہو۔ اگر دیکھے کہ کیا آتا ہے تو زچوٹے اور خیال دیا کو دفن کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے بارگاہ الہی کی طرف رجوع لائے تا جب ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ ہو جائیگا۔ مخدوم الملک شاہ مینا قدس سرہ ذکر شروع کرنے سے پہلے تین مرتبہ درود پڑھتے پھر یہ آیت تلاوت کرتے فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ بعد ازاں کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ باہر زبناں فرماتے پھر محمد رسول اللہ اس کے بعد بلند آواز سے ذکر شروع کرتے اور جب تک نفق پاتے اور دم مسامت کرتا مشغول رہتے آخر میں مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ کہہ کر درود بھیجتے اور یہ عاکرتے اللَّهُمَّ إِنَّا نُكَرِّمُكَ عَلَى قَدْرِ قَلْبِ عَقْلِنَا وَعِلْمِنَا وَفَهْمِنَا فَإِذَا كُنَّا بِعِنْدِكَ عَلَى قَدْرٍ مَسْعَةٍ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ مخدوم الملک شاہ مینا قدس سرہ نے فرمایا کہ حلقہ باندھ کر ذکر یا سنت مشائخ ہے لہذا ہم مشرب اصحاب کے جمع کر کے ذکر کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ ذکر خفی کا طریقہ یہ ہے کہ دو زانو کھجور کے زبان تالو سے جملے کے متحرک ہو محض قصور سے ذکر کرے کہ سانس کا آواز بھی نہ سنائی دے۔ منہ و جہیل پلج طریقوں میں سے جو طریقہ چاہے اختیار کرے (۱) سر جھکا کر ناف سے کلام کا لام نکال کر سر تہذیب اوپر اٹھانا ہو اللہ کی کا و ملاغ تک لیجائے اور معاً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ہمزہ وہاں سے شروع کر کے اسکی ضرب ناف یا دل پر لگائے۔ (۲) اسی طور پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا کلام ناف تک لاکر سر تہذیب اوپر اٹھانا ہو اللہ کی کا و ملاغ تک لیجائے اور معاً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ہمزہ وہاں سے شروع کر کے اسکی ضرب ناف خواہ دل پر لگائے (۳) صرف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ہمزہ ناف سے اٹھا کر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا و ملاغ تک لیجائے اور معاً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا و ملاغ سے آکر ناف یا دل پر ضرب لگائے۔ (۴) فقط لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ہمزہ ناف سے شروع کر کے لَا و ملاغ تک پہنچائے اور معاً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا و ملاغ سے ناف یا دل پر ضرب لگائے (۵) معض لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بلسون ہاء کا ہمزہ ناف سے اٹھا کر لام و ملاغ تک لائے پھر وہاں سے لَا و ملاغ کی ضرب ناف یا دل پر لگائے۔ اس ذکر کو تنوہا ہو سے شروع کر کے حسب سعت ہزار بار تک پہنچائے۔ ان پانچوں طریقوں میں پہلا طریقہ افضل ہے کہ سید الذکرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا أَفْضَلُ الَّذِي كَرَّرَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سَبْعِينَ مَرَّةً يَوْمًا يَكْفِيهِ ذَلِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَفْضَلُ ہے۔ چھترہ ذکر خواہ کسی طریقے پر ہو آئینہ قلب میں چلا پید کرتا ہے۔ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لِكُلِّ شَيْءٍ صِفَاتٌ وَصِفَاتُ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ ترجمہ ہر چیز کی واسطے ایک باتش ہوتی ہے جو میل کچل دور کر کے اس میں نکھار پیدا کر دیتی ہے۔ اور دلوں کی پالش ذکر اللہ ہے جو دلوں کی زنگ کو نیست نالو کر کے انکو ایسا صاف شرفان آئینہ بنا دیتا ہے کہ جب چاہو اس میں جمال دوست کچھ لو۔ یہ خوبی دوسری عبادتوں میں نہیں ایسی واسطے جلا احوال پر فضیلت لکھتا ہے۔ نظر و عمل ارشاد نبوی ہے۔ خَيْرُ الْأَعْمَالِ ذِكْرُ اللَّهِ تعالیٰ ترجمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تمام اعمال سے بہتر ہے اسکی

اہمیت یوں بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اہل جنت کسی چیز پر حسرت نہ کریں گے کہ جنت میں اہمیت ہی راحت ہے جو خواہش ہوگی نورانی ہوگی کیا نیکی لکھم مّا
یَشَاءُونَ فَيَهْتَدُونَ وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ مگر اس وقت پر اہل جنت بھی حسرت کریں گے جو دنیا میں بے ذکر الہی گزارا (بہت سی) نبوی ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص گود
میں رو پیسے کرے نہ کہ کتا ہو اور دوسرے (ذکر الہی میں مشغول ہو تو ذکر کیلئے فضیلت زیادہ ہے) (طہرات فی الاوسط) ذکر کی بڑت نہ صرف گناہوں کی مغفرت
ہوتی ہے بلکہ گناہ نیکیوں بدل دینے جاتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جبکہ کی قوم کو کپڑے پہناتے ہیں پھر اس سے فائدہ ہرگز نہیں
ہے تو اس سے فرشتے کہتے ہیں کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہوں کی مغفرت فرمادی کہ تمہاری قوم کو نیکیوں بدلے (یا دینی وغیرہ) خصوصیت کے ساتھ
اجتماعی طور پر ذکر کریں گے ایسی برسات فرمائی کہ ذکر کی مجلسوں پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اہل مجلس کو فرشتے حلقے میں لے لیتے ہیں رحمت الہی ان پر بھجوا جاتی ہے
مولیٰ تعالیٰ عرش پر برپا ان لوگوں کا ذکر فرماتا ہے۔ (حلیہ) اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر نہ ہی پر ذکر خفی کی فضیلت کے سلسلے میں
جو ذکر کا فرد کامل ہے عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ علیہ السلام سے نقل فرماتی ہیں کہ جس ذکر کو فرشتے سننے نہیں پاتے اسکو ذکر سمیع پر مشروط و فضیلت ہے
قیامت کے دن جب مخلوق حساب کیواسطے حاضر ہوگی اہل کمال کا تین فرشتے اپنے کھمبے ہوئے لوگوں کے اعمال نامے پیش کریں گے مولیٰ تعالیٰ کا ارشاد
ہوگا دیکھو کوئی عمل باقی تو نہیں یا فرشتے عرض کریں گے ہمارے علم میں جس قدر اعمال آئے اُن میں سے کوئی عمل ہمیں چھوڑا اللہ عزوجل فرما کر ہمیں
علم میں ایک عمل حسن ہے جسکی جزا میں ہی عطا کروں گا اودہ ذکر خفی ہے۔ حضور پرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں خَيْرُ الدِّينِ الْخَفِيُّ
وَحَيْرُ الْبَرِّ نَفْسٌ مَا تَكْتُمُ ترجمہ سب کچھ دھنیں سے بڑھ کر ذکر خفی ہے اودہ بہترین رزق وہ ہے جو بقدر کفایت ہو۔ مالک کا کہنا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی فرمائش پر عمل کرتا ہے وہ ذکر ہے اگرچہ اسکی نظمی نمازیں و مدونے اور تلاوت قرآن کم ہو اور جو نماز فرمائی کرتا ہے وہ ذکر
نہیں اگرچہ اسکی (نظمی) نمازیں و مدونے اور تلاوت بکثرت ہو اور اہل الطہراتی نظر پر اس پر مسلم بقدر طاعت ذکر کرتا ہے اور بقدر معصیت اقل اور بقدر
غفلت امیر شیطان کا تسلط رہتا ہے جسکو ربابِ کتب پانچ سے ترساؤ کہتے ہیں۔ مخدوم شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مسلم
جن سے دوستانہ تھا آپ ایک مرتبہ مجھ پر تشریف فرما تھے اس جن نے کہلے شیخ ان لوگوں کو کس حالت میں سمجھتے ہو فرمایا کچھ خواب میں ہیں اور کچھ بیدار
پھر اس جن نے کہا جو چیز اُنکے مشن پر ہے وہ بھی آپ کچھ سمجھتے ہیں فرمایا نہیں جن نے آپ کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اپنے دیکھا کہ ہر ایک کے سر پر ایک گوا
بیٹھا ہے انہیں سے کوئی تو اسقدر پُرانا ہے کہ سر کے بال بڑھ چکے اسکی آنکھوں کے لٹکے ہیں وہ کسی کے بال سر پر پڑے ہیں کسی سے بدلہ آ رہی ہے
شیخ نے دریافت فرمایا کیا ہے جن عرض کرنے لگا کہ وہی ہے جسکو قرآن کریم نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ
فَقَبِضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ترجمہ اور جسے تو نہ دے رحمن کے ذکر سے ہم امیر ایک شیطان تعینات کر کے کہہ اسکا ساتھی ہے۔ یہ سب
پر مٹی ہوئے شیاطین ہیں ہر ایک پر بقدر غفلت اُنکا تسلط ہے مثنوی۔ اے تراہر خطہ تلپیہ دگر وہ دین ہر موعے ایسے دگر

باچین حالت کو در عالم کم است + نیست جائے خندہ جائے ماتم است اتمات جامع الاصول وغیرہ

تذریج الی حدیثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ سوال ماسبق میں لفظ اہل سے تعبیر کیا تھا یہاں پر ام المؤمنین رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کے اسم پاک کی تصریح کر دی گئی۔ اس نذر بیان یہ کیا فائدہ ہے جواب دو فائدے ہیں راہم کہ لفظ اہل میں بہام تھا جو اس تصریح
سے دودھ ہو گیا پس تفسیر تفسیر بعد لا بہام ہوئی۔ (۲) یہ کہ اس سے معلوم ہوا توشہ کا نظام ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں
کسی آدمی کے متعلق نہ تھا۔ اس سے بھی ظاہر ہوا کہ اہل غائبہ سے دائمی انقطاع از قبیل سنت نہیں سکتے کہ سیدنا نبیاء و محبوا علیہم اللہ تعالیٰ علیہ و
آلہ وسلم زمانہ غلویت میں اہل غائبہ کے پاس تشریف لاتے تھے۔ اتم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تہم مردوں اور عورتوں
میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں بلکہ جو جملہ انعام مطہرات پر مشیر نبوی و وجیت کا مشرف حاصل ہوا امتداداً آپ کی نکاح ابوالہلال بن
نزار کے سے ہوا جسکا نام ہند تھا اُن سے دو لڑکے ایک حالہ دو سکھند پیدا ہوئے۔ یہ حضرت ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تحریر نبوتہ الشکر کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ ہر دعا و دعا و ہمیشہ و ہر اد کے اعتبار سے میں در لوگوں سے افضل ہوں کہ میرے باپ فرمودات
افضل کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ایک میری والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور میرے بھائی حضرت قاسم رضی
تعالیٰ عنہا اور میری ہمیشہ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں جنگ جمل میں حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
لشکر یوں کیساتھ جام شہادت نوش فرمایا کہ قبول دیگر مقام بصرہ طاعون میں غات پائی۔ اس طاعون سے تقریباً ستر ہزار اموات ہوئیں
لوگ اپنے اپنے جنازوں میں مشغول تھے۔ آپ کے جنازے کو اٹھانے کے لئے آدمی دستیاب نہ ہوئے تو ایک غارتوں نے بطور نذر یہ الفاظ کہے۔

وَاِهْنَكَ اَهْ اِبْنُ هَنْدَاكَ وَرَسْدِيْبَ رَسُوْلِيْ لَلّٰهُ فَوْرًا تَامَ جَنَانُكَ جَوْدِيْ لَكُے ادر سب گ آپ کے جنازے پر حاضر ہوئے
اور اسکو انگلیوں کے پوروں پر اٹھا کرے چلے یس نسبت کا احترام تھا جو آپ کو عیال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل ہو گئی تھی
ابو ہلالہ کی وفات کے بعد آپ کا نکاح عتیق بن عابد سے ہوا ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا پھر ان کے انتقال کے
بعد نبوی زوجیت میں داخل ہوئیں اس وقت آپ کی عمر شریف چالیس سال تھی اور نبوی بن مبارک کیس سال۔ نکاح کی قدر سے تفصیل یہ ہو کر
آپ کے چچا ابوطالب نے عرض کیا۔ اے برادر زادے میں لا رہا نہیں تھا سالی ہو رہی ہے ہاں سے ہاتھ میں کوئی تجارت نہیں اتنی دولت جو ضروریات
زندگی کی واسطے کفایت کرے۔ آپ کی قوم کا فائدہ غفر شام جانو والا ہے۔ خدیجہ بنت خویلد کا فتنہ کچھ لوگوں کا پنا مال دیکر بغرض
تجارت سمجھا کر ان میں اگر آپ کے پاس جا کر اپنے آپ کو اس کام کیلئے پیش کریں تو وہ فوراً قبول کر لیں گی بلکہ ادوں سے آپ کے لئے معاوضہ زیادہ
مقرر کر دیں گی اسلئے کہ آپ کی اخلاقی پاکیزگی کا انکو علم ہے اگرچہ آپ کا نام بنا انجھ کو پسند نہیں۔ کیہو دی شراٹگری کا آپ کے متعلق ظہر ہے مگر
اس وقت بغیر جانے بھی چارہ نہیں۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ ممکن ہے کہ اس کام کے لئے وہ خود ہی خوش ناز ہو کر ان ابوطالب نے عرض کیا
تاخیر کرنے میں مجھ اندیشہ ہے کہ کسی دوسرے کے سپرد میں پھر آپ کی طلب ایسی تیز کی طلب ہوگی جو آپ سے روگرداں ہو چکی۔ اس سوال کا جواب پر
گفتگو کا اختتام ہوا اور کسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس گفتگو کا علم ہو گیا۔ فرمائیے لگیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ یہ ارادہ
لیکھتے ہیں۔ پھر حضرت اقدس میں کہنا بھیجا کہ آپ کی راست گوئی امانت داری حسن اخلاق نے تھکوا سپر مادہ کیا کہ خود درخواست میں کرتی ہو
نیز ادوں کی نسبت آپ کو دو نامعاوضہ پیش کر دی گئی جھوٹے فوٹو صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور ابوطالب نے ذکر کر کے حضرت خدیجہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام حبیبہ نامی کے ہمراہ شام کو روانہ ہو گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حبیبہ کو ہدایت فرمادی تھی
کہ نہ آپ کی رائے میں اختلاف کریں نہ عدل حکمی۔ اول سے آخر سفر تک جو خدیجہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر ساریہ کرتا رہا راستے میں حضرت خدیجہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوا ونٹ ہانگئے اور حبیبہ بھی اٹلی دج سے پیچھے رہ گئے۔ حضور پر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قافلے کے مقدم
حصے میں تھے تنہائی کے باعث حبیبہ کو اپنے اور ان اونٹوں کے متعلق خطرہ پیدا ہوا تو دوڑ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا
عرض کیا حضور نے واپس تشریف لاکر ان اونٹوں کے ٹلوں پر دست مبارک پھیر کر کچھ دم فرمایا پھر کیا تھا ایسے طاقتور ہو گئے کہ گریبلاتے ہوئے
قافلے کے اگلے حصے میں پہونچے شام ہو چکر حبیبہ کی کے بازو میں ایک خشک رخت کے نیچے قیام فرمایا جسکی لکڑی بھی بوسیدہ ہو چکی تھی۔ آپ کے
قیام کی رکت سے اس وقت وہ درخت بھی سرسبز ہو گیا اور اسکے ارد گرد بھی سبز گھاس خودار ہو گئی بلکہ اس میں بھل آکر ٹپک بھی گئے اور شاخیں
جھک کر آپ سے قریب ہو گئیں۔ اس رخت کے قریب فسطوٹ نامی راہب کا عبادت خانہ تھا۔ اسنے وہاں سے جھانک کر حبیبہ کو دیکھا
چونکہ راہب کی حبیبہ کے ساتھ پہلے سے جان پہچان تھی اسلئے حبیبہ سے راہب نے سوال کیا کہ اس درخت کے نیچے اترنے والے یہ کون ہیں
حبیبہ نے جواب دیا کہ قبیلہ قریش کے حرم شریف میں رہنے والے ایک مرد ہیں۔ فسطوٹ راہب نے کہا اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کبھی دوسرے
شخص نے نزول نہیں کیا پھر دریافت کیا کہ کیا ان کی آنکھوں میں مسرخی ہے؟ حبیبہ نے کہا۔ ہے اور کبھی دوسرے نہیں ہوتی۔ فسطوٹ

کھسادی ہیں یہ سب کچھ نبی میں کاش مجھے ان کی ہوتے کہ ظہور کا زمانہ نصیب ہو پھر نسطور سے رہا دیکھا اپنے عبادت گزار سے اتر کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں لالت و عنزی کی قسم دیکر دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا نام کیا ہے؟ آپ کو اس قسم سے برا فرد خلی پڑا ہوئی اور فرمایا وہ جو تیری مٹی جھکوتے اسکے پاس ایک شتر تھا۔ اسیں نظر کرنے لگا پھر یوں لاٹوریت کے نازل کرنے والے کی قسم لی ہیں ساتویں سال سے ایک صاحب کی خیال ہوا کہ یہ راہب کے ساتھ ہوا ارادہ رکھتا ہے۔ فوراً تو رکال لی اور باواز بلند کہا اے دلدادہ غالب چلو ہمراہی مدد پڑے۔ اور کہنے لگے کس چیز نے خائف کر دیا۔ ادھر راہب دیکھ کر دوڑ کر اپنے عبادت خانہ میں داخل ہوا اور اندر سے کوڑ بند کر کے پھر اوپر چڑھ کر بیٹھنے جو کر کہنے لگا۔ اے لوگو تم مجھ سے کیوں خائف ہو گئے قسم اس ذات کی جس نے آسمانوں کو بدن ستون کے بلند فرمایا بیشک میں اس نوشتہ میں ہانا ہوں کہ اس درخت کے نیچے آئینوں والے رب العلمین کے رسول ہوں گے اللہ تعالیٰ انکو پرہیزگارا اور پڑھی ہوا کیسا تہ معوث فرمایا گیا۔ وہ آخری نبی ہو گئے جو انکی اطاعت کرے گا اسے نہات ملیگا اور ان فرمائی کرنے والے گمراہ ہوں گے۔ اولاً ایک وایت میں ہے کہ نسطور نے جب راہب کو سایہ کئے دیکھا تو مہیسی کی نظر پڑا کہ ایکے قریب یا اللہ قوم چوم کر مبارک کو سوسہ دیکر عرض کیا کہ میں آپ پر ایمان لایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں ذکر فرمایا ہے۔ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کی نبوت پر دلالت کرنے والی علامتیں جن کا کتب قدیمہ میں لکھا ہے میں نے پہچان لیا صرف ایک علامت باقی رہ گئی ہے۔ اپنے شانے کھول کر دکھائیے۔ آپ نے دونوں شانوں سے کپڑا اٹھایا تو اسکے خاتم نبوت چمکی نظر آئی۔ فوراً اس پر سوسہ دیکر کہنے لگا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ اسکے رسول ہیں نبی امی ہیں جنکی تشریف آوری کی بشارت حضرت مہی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے بعد اس نعت کے نیچے کوئی سائتریکا بجز نبی امی کے جو عربی ہاشمی کی ہوں گے برتر شفاعت پر فائز۔ حوض کوثر کے زیر تصرف اور میدان قیامت میں بلواء الحمد انہیں کا جسد اہوگا۔ بعد ازیں بازار میں تشریف لے گئے اور جو سامان تجارت ہرہہ تھا سکو فروخت کیا۔ اور کچھ خریدا ایک شخص سے آپ کسی سالن کے متعلق کچھ اختلاف ہوا۔ اسے کہا کہ لالت و عنزی کی قسم کھائیے۔ آپ نے فرمایا میں نے انکی قسم کبھی نہیں کھائی اس پر اس نے کہا کہ آپ ہی کی بات صحیح ہے پھر علیحدہ ہو کر مہیسی سے کہنے لگا اے مہیسی نبی ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ دہی ہیں جن کا وصف ہمارے علم اکابر میں پائے ہیں مہیسی نے ان تمام امور کو عنونہ ذکر کیا جبکہ فلہ گھر شریف کو واپس لوٹا تو مہیسی یہ دیکھتے رہے کہ وہ پر کو بروقت شدت حرارت دھڑکتے آپ پر سایہ کرتے چلتے ہیں۔ مذکورہ واقعات مہیسی کے دل میں بکی متبہ پیدا ہو گئی تھی۔ راستہ میں طرح سے گمراہ آپ کے غلام ہیں خائفہ جب مقام ظہران پر پہونچا جسکو آبجل وادی فاطمہ کہتے ہیں تو مہیسی نے خدمت اقدس میں غیر خواہی کے طور پر عرض کیا کہ اگر آپ مجھ سے پہلے پہونچ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تمہارت میں حاصل شدہ نفع کا تذکرہ فرمائیں جو ان کو مولیٰ تعالیٰ نے آپ کی بدولت مرحمت فرمایا تو مہیسی کا مقرر شدہ معاوضہ میں حاضر کر دینی چاہتا ہوں آپ سواہ کو کرنا نہ ہو گئے اور دوسرے وقت مکر شریف میں داخل ہوئے اسوقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بالاخانہ میں چند مستورات کیساتھ بیٹھی تھیں انہوں نے کھڑکی سے خود نبی دیکھا اور ان مستورات کو بھی دکھا یا کہ داخلہ کے وقت آپ پر دوفرشتے سایہ کئے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر مستورات کو تعجب ہوا۔ آپ نے پہونچ کر تمہارت کا نفع بتلایا جو پہلے کی نسبت دو نا تھا۔ اس سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مسرت ہوئی اور دریافت کیا کہ مہیسی کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پیچھے جنگل میں چھوڑ آیا ہوں انہوں نے کہا کہ یہ تعجیل واپس ہو کر ان سے فرشتے کے عملت کیساتھ پہونچیں۔ واپس بھیجنے سے اس امر کی تحقیق منظور تھی کہ چیر فرشتوں کو سایہ کرتے دیکھا تھا وہ آپ ہی ہیں یا کوئی اور آپ پھر سوار ہو کر واپس ہوئے۔ اودہ بالاخانہ پر چڑھ کر دیکھنے لگیں۔ چنانچہ دیکھا کہ فرشتے سایہ کر رہے ہیں اب یقین ہو گیا۔ کہ وہ سایہ آپ ہی پر ہو رہا تھا۔ مہیسی جب نے ان سے اسکا ذکر کیا انہوں نے کہا۔ میں تو اسوقت سے دیکھ رہا ہوں کہ جب شام سے روانگی ہوئی تھی۔ اور مکہ والا

واقعات بھی بیان کئے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے طے شدہ معاوضہ سے دنا پیش کیا۔ پھر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس جا کر اپنا چشمہ دیدار و قد اور مہر کے بیان کردہ واقعات ذکر کئے۔ ورقہ نے کہلے ہڈیچہ اگر یہ واقعات سچے ہیں تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس امت کے نبی ہیں۔ مجھے معلوم ہو کہ اس امت میں ایک نبی پیدا ہونے والے ہیں یہی زمانہ ان کے ظہور کا ہے۔ پھر ورقہ بخیاں تاخیر ظہور منتظرانہ انداز میں کہنے لگے کہ تک ہوگا، تک ہوگا؟ اور مندرجہ ذیل شعرا پر صفا شروع کئے۔

میں پہلے سے تذکیر ناسر بالاسلام کرنا تھا۔
ایک ایسے حزن کے باعث جس سے چکیاں بندہ گئیں۔
لیکن خدیجہ کے بار بار کے بیان سبب اس پر اور جسم گیا
تو اسے خدیجہ میرا انتظار بہت دراز ہو چکا ہے۔
میری توقع کے مطابق سر زمین مکہ و ثرب میں۔
تمہاری بات ظاہر ہوگی کہ مجھے اس سے ظہور نبوت مفہم ہوتا ہے
تمہارے نقل کردہ قول راہب کے سبب
جس کا ناراست ہونا مجھے پسندیدہ نہیں۔

وہ یہ کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغربی تھے اندر تر تہذیب کا مرکز
اور انہیں ایسے لوگوں پر غلبہ حاصل ہوگا جو ان کے مقابل محبت لیسکا میں گے
اور وہ شہروں میں ایک نور کی ضیا و باری فرمائیں گے۔

جس سے مخلوق کا شیرازہ انتشار سے محفوظ ہو جائے گا۔
تو جو ان سے جنگ کرے گا ٹوٹے میں رہے گا
اور جو مصالحت رکھے گا اسے فلاح و بہبودی نصیب ہوگی
تو کاش اس وقت جبکہ یہ باتیں ظہور میں آئیں۔

میں بھی موجود رہوں اور دوسرے لوگوں کی نسبت میرا دخل۔
اس مذہب میں جس کو قریش پسند نہ کریں زیادہ ہو۔
اگرچہ قریش کو میں اس کے خلاف چچ پکار رہا تھا۔

ان سب کو جو مذہب ناپسند ہے مجھے اُمید ہے کہ اس کے ذریعہ
یہی میں گئے تو جھکو مالک عرش کی بارگاہ میں عروج حاصل ہوگا۔
اور یہی اس کے سوا اور کیا ہے کہ انکار کر دیا جائے۔

اس ذات کا جبکو برگزیدہ کیا۔ برون کو بلند فرمائے والے نے
تو اگر سب سے پہلے اور میں بھی تو ایسے واقعات کا سامنا ہوگا۔
جن سے خوف کے باعث کافر چچیں ماریں گے
اور اگر میں فوت ہو گیا تو خیر۔ ہر جوان کو مغرب

لَحَجْتُ وَكُنْتُ فِي الدَّخْرِى نَجُوجًا
لِيَهْمَ طَامًا بَعَثَ التَّشِيحًا
وَوَصِفَ مِنْ خَدِيحَةَ بَعْدَ وَصِفِ
فَقَدْ طَالَ اِنْتَظَارِي يَا خَدِيحًا
بِبَطْنِ الْمَكْتَيْنِ عَلَى رَجَائِي
خَدِيثًا اَنْ اَرَى مِنْهُ خُرُوجًا
بِمَا خَبَرْتَنِي مِنْ قَوْلِ قَسِي
مِنَ الرَّهْبَانِ اَكْرَهُ اَنْ يَؤُوجًا
بِأَنَّ مُحَمَّدًا سَيَسُودُ فِينَا
وَيُخْصِمُ مَنْ يَكُونُ لَهُ حُجِيحًا
وَيُظْهِرُ فِي الْبَلَاءِ ضِيَاءَ نُورِ
يَقِيْمُ بِهِ الْبَرِيَّةَ اَنْ تَمُوجًا
فَيَلْقَى مَنْ يُحَارِبُهُ خَسَارًا
وَيَلْقَى مَنْ يُبَايِمُهُ فُلُوجًا
فَيَا لَيْتَنِي اِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ
شَهِدْتُ وَكُنْتُ اَعْتَرَهُمْ وَوُجًا
وَكُوجًا فِي الَّذِي كَرِهْتُ مُرِيَّتُ
وَلَوْحَتُ بِمَكْتَبِهَا عَجِيحًا
اَسْرَجِي بِالَّذِي كَرِهُوا جَمِيْعًا
اِلَى ذِي الْعَرْشِ اِنْ سَفَلُوا عُرُوجًا
وَهَلْ اَمْرًا سَفَالَةً غَيْرُ كَفِي
بِمَنْ يَخْتَارُ مَنْ سَمَكَ الْبُرُوجًا
فَاِنْ يَبْقُوا وَابَقِي يَكُنْ اَمُورًا
لِيَصِيحُ الْكَافِرُونَ لَهَا ضُجِيحًا
وَاِنْ اَهْلَاكَ كُلُّ فَتَى سَيْلَقِي

وَمِنْ أَكْثَرِ مُثَلِّفَةِ خُرُوجًا هَلَكَةً مَا كُنْتُمْ تَكُونُونَ أَمَوْتَ سِرِّهَ بُولِي كِي هَانَتْ قَاتِبِ رُؤْسَ زَبَادَهُ رُؤْسَ بُولِي
 قَبْلَ الزَّيْنِ زَنَانِ قَرِيشَ كِي عِيدِ كِي مَوْجِ بِرِجْدِ حَرَمِ شَرِيفِ مِی دِیگر خَوَاتِمِ قَرِیشِ كے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی موجود تھیں
 ایک یہودی نے وہاں پہنچ کر مسرتوں کو مخاطب کر کے کہا اے زَنَانِ قَرِیشِ عَفْرِیْبِ ہُنَا اے اندرا یک بی کی کا خور ہوئے والا ہے تو جس سے
 ہو سکے اُنکی ذہنیت کا شرف حاصل کئے۔ عورتوں نے اس پر کنکریاں ماریں وہ بہت بدلا بھلا کہا مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے قول کو
 سُن کر خاموش رہیں وہ اپنے اپنے دلیں جھگڑتی جب عیسویہ سے واقعات سُنئے اور اپنی آنکھ سے دیکھا اور ورقہ بن نوفل کا جو سنا تو دل
 مِی کہنے لگیں کہ یہودی کی بات اگر سچ ہے تو وہ بھی ہیں۔ ان واقعات کے سبب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی زوجیت مِی داخل ہو سکی
 رغبت پیدا ہوئی اور دربارہ نکاح آپ کا منشا معلوم کرنے کے لئے نفیسہ بنت منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مخفی طور پر خدمت والا میں
 بھیجا۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ نکاح کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا مصارف نہیں عرض کیا اگر مصارف سے آپ سبکدوش رہیں اور
 شریف صاحب جمال متول خاتون کیساتھ نکاح کر لیں تو آپ کی عورت دی جائے جن کی دولت آپ کے اوتار کا کیوسطے کافی ہو تو کیا آپ تلو فرمایا
 گئے؟ فرمایا ایسی کو خاتون ہے۔ عرض کیا خد بیچتے! فرمایا اُن سے نکاح کیونکر ہو سکتا ہے عرض کیا۔ ہو سکتا ہے اور اس خدمت کو مِی
 انجام دے گی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت مِی اس جاکو سارا اجر بیان کیا۔ انہوں نے نکاح کیواسطے ایک وقت مقرر
 کر کے اُس مِی شریف آوری کیلئے درخواست کی اور اپنے چچا عمرو بن اسد کو بھی مطلع کیا تاکہ نکاح اُنکی سرپرستی مِی ہو چنانچہ دونوں جانب سے
 علمائین شہر اور نذران قوم ظہنین کے عزیز و اقارب مجتمع ہوئے۔ اوپر سے عمرو بن اسد نے اجازت دی اور سے ابو طالب نے خطہ بڑھ کر
 نکاح کر دیا پاسو در تہم یا مین نہ جوان و انٹ یا دونوں مہر مِی عطا فرمائے۔ کچے شکم پاک سے چار شہزادیاں پیدا ہوئیں مِی سب سے بڑی عتدہ
 سرقیہ مِی پھر عتدہ من زینب پھر عتدہ مر فاطمہ من ہوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ سب سلام لائیں اور سب نے ہجرت بھی کی
 اور تین شہزادے پیدا ہوئے سب سے پہلے حضرت فاسم پھر حضرت طیب پھر حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ سب سب ظہور اسلام سے پہلے
 انتقال فرما گئے پھر عتدہ عسیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد امجاد آپ ہی کے بطن پاک سے ہے۔ پھر حضرت ابراہیم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کردہ ام المؤمنین حضرت ماسر یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئے تھے جنہیں عقو قیس بادشاہ نے خدمت نبوی مِی
 بطور ہدیش پس کیا تھا۔ حضرت آد م علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے فرزند (عسیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)
 کو جن وجہ سے مجھ پر فضیلت بخشی ان مِی سے ایک ہے کہ اُنکی زندگی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (احکام الہی کی تبلیغ مِی مددگار ہوں گی
 اور میری تدبیر مِی نفرت مِی مین ہوئیں) (عینی وغیرہ)

(حَتَّىٰ جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَايَةِ ضَلَالٍ) حَتَّىٰ بَرَأَ انْتَهَا غَايَةِ بِرِی یعنی استمر لفعْل ذَلِك حَتَّىٰ اِلْم
 اور اس جُزئی حق سے مراد وہی ہے جو اچانک طور پر ہو گیا تاکہ اسکی توقع نہ تھی۔ ایہ واسطے کتاب التفسیر کی روایت مِی حَتَّىٰ
 حَقِّقَةُ الْحَقِّ وار د ہوا اور الْحَقُّ موصوف منصف کی صفت ہے یعنی اَلَا هُوَ الْحَقُّ۔ اور امر حق سے مراد وحی ہے چونکہ یہ وحی مِی جاب اللہ
 تھی نظر و آں اسکو حق سے تعبیر کیا گیا اور بَرَأَ وَهُوَ فِي غَايَةِ ضَلَالٍ اگرچہ ضمیر منصوب حال ہے لیکن پھر بھی اس سے استلزام ابتداء کی وجہ کی
 کیفیت ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ وحی فیض کی شروعات اس حال مِی ہوئی کہ عسیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غار حرا مِی مدفن افروز تھے
 پس ثابت ہوا کہ حدیث زیر بحث اپنے اس جمع کے اعتبار سے توحید الباب کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔ ۱۷ رمضان المبارک بروز شنبہ
 وحی آئی۔ اُس وقت عمر شریف چالیس سال تھی
 (جَاءَهُ الْمَلَكُ) یہ فابر نے تفصیل ہے جیسے قَتُّوْا اِلٰی بَابِ رُكْبَةٍ فَاقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ مِی برائے تعقیب نہیں اس لئے

در حدیثی کہ در باب حرا میں

کفرشتہ کی آمد وحی کے بعد نہ تھی حتیٰ کہ تعقیب رست ہو۔ بلکہ فرشتہ کی آمد نہ کو روحی کتاہنکی تفصیل ہے۔ ہاں! حتیٰ جاء الہ الحق میں حق سے انزالہام یا سماع اذنی مراد ہو تو تعقیب رست ہو جائیگی مگر اس جانب ہی کا بناؤ نہیں ہوتا بعض ایک خیال ہے یہ بات کل کے نزدیک آگے کہ سوف حاضر ہوئے فرشتے حضرت جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اسلئے کہ قرآن کریم کا نزول نہیں کے وقت سے ہوا ہے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا **وَإِذْ أَنْزَلْنَا إِلَيْنَا الرُّوحَ الْكَافِرِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قُلُوبِكَ لَتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ** لیکن قطع نظر اسکے الفاظ حدیث بھی اس جانب شریں۔ المملک میں ان لام پر لے عہد پھر یہ لفظ گوشتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارکے بان سے صادر شدہ ہے تو معبود و ذات جس سے کہیں میں کلام فرماتے تھے اور وہ نہیں مگر جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور اگر یہ لفظ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صادر ہوا ہے تو معبود و ذات ہوگی جسکے ساتھ نبوی صحابہ ان کے نزدیک معروف تھا اور وہ حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی ہیں۔

اقوال اقرأ (۶) **صحاہ** نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ سب پہلے استعاضۃ و تسبیحہ اور پھر **ما لم یعلمک** زل ہوئی جبریل بن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک تم کا ریشی کڑا جبکہ لکھا ہوا تھا خدمت نبوی میں پیش کر کے عرض کیا لا فسرہ آئی **هَذَا أَمَّا كُتُوبٌ** یعنی اس کتب کڑی تھے۔ سوال سامع سے مقصود طلب فعل ہوتا ہے۔ پس اس امر سے قرأت کتب مطلوب ہوگی جو امی سے عادتاً محال ہے اور محال عادی کی تکلیف شرعاً درست نہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے **لَا يَكُفُّ لَكُمْ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا** کما فی الاصول جو آپ یا مری نہیں حتیٰ کہ محال عادی کی تکلیف لازم آئے اسلئے کہ امر میں مشکل کا مخاطب پرستعاضہ معتبر ہے خواہ حقیقہ ہو یا آدماء و مسلمہ و اور اسکی شرح نوارخ الرجوت میں ہو **وَأَمَّا أَنْ لَا تَسْتَعْلَاهُ احْتِرَازًا عَنِ الدَّعَاءِ وَالِاتِّمَاسِ فَهُوَ شَرْطٌ لَا مَرَعَدَ لَكُمْ** اصحابنا من المشائخ المتأویدة والکامدی من الاشعریۃ و صحیحہ فی المصنوع لا ما مفر الدین الرافی من الاشعریۃ والیض ہو رافی ابی الحسنین من المعتزلۃ لذلہا العقلاء لانی باصرہ اعلیٰ راہ ہاں پر مشکل جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں اور مخاطب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکو حضور پر حقیقہ استعلاء حاصل ہے نہ ادعاء۔ حقیقہ اسلئے نہیں کہ عباد میں مہر ہے۔ رسول لیشی افضل من رسل مللا لکۃ اور ادعاء اسلئے نہیں کہ ادعاء رسول ادبہ جو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے بادب نیاز مند با رگاہ فوت سے مقصود نہیں ہو سکتا بلکہ یہ علم کہ مخاطب اعلیٰ سے مشکل ادنی کی طلب کا مصطلح میں نہ مانتے ہیں جیسے **اللَّحْمُ خَفَرُ**۔ اور جب یا مری نہیں تو محال عادی کی تکلیف کا لزوم بھی جاتا ہے بعض علماء نے فرمایا کہ تین تہ اقرأ کہنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس کتاب کی وحی کا آغاز ہوا ہے وہ تین چیزوں پر مشتمل ہوگی۔ (۱) توحید (۲) احکام (۳) نقص۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقہ الحال سوال حضرت جبریل بن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس موقع پر خدمت نبوی میں باریاب ہو کر سلام عرض کیا تھا یا نہیں جواب حسب ایت طیبہ **اَوَلَا سَلَامَ عَرَضَ عَلَيْكَ مَا كُنَّا فِي الزَّمَانِ قَانِ** اور مقتضائے ادب بھی ہی ہے جو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جلیل القدر قلم سے نظر انداز نہیں ہو سکتا۔ بعض حضرات کا عدم تسلیم کو بایں وجہ ظاہر فرما دیا کہ ابتدا و اسلام طرفہ بشر ہے نہ طرفہ ملک وایت مذکور سے قطع نظر انیکے باوجود اسوقت قابل تسلیم ہوگا جبکہ ثابت ہو جائے کہ جبریل بن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس موقع پر ملکی شکل میں حاضر ہوئے تھے حالانکہ نام بخاری علیہ السلام کے اندر بیان سے بشری شکل میں حاضر ہونا ثابت ہوتا ہے اسلئے کہ حدیث زیر بحث سے بیشتر حدیث نقل فرمائی ہے اسمیں آمد وحی کی دو صورتیں ذکر ہیں (۱) مانند آواز جس (۲) فرشتہ کا بشکل بشر حاضر ہو کر کلام کرنا اور حدیث زیر بحث میں چونکہ آمد وحی کی ابتدائی کیفیت کا تذکرہ ہے تو لا محالہ یہ آمد انہیں دو صورتوں میں سے کسی ایک کیساتھ ہوگی حدیث مذکور کے الفاظ سے اس صورت کی تعیین ہو جاتی ہے کہ اسمیں فرشتہ کا بار بار اقرأ کہنا اور نبی پوری طاقت سے دیکھنا مذکور ہے جس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ یہ آدمی مانند آواز جس نہ تھی۔ جب پہلی صورت کا اتفاقات ثابت ہو تو دوسری

نہایت بظاہر اندازہ فرما کر نام بخاری

نہایت بظاہر اندازہ فرما کر نام بخاری

صحت متیقن ہو گئی کہ جبریل بن علی الصلوٰۃ والتسلیم نے اس موقع پر بشری شکل میں حاضر ہو کر یہانی حکم کی تعلیم سے سب کو روشی حاصل کی تھی بمعینہ
 اُن کو اس حدیث میں مَلَک سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا۔ فجاءه المَلَک تاکہ معلوم ہو جائے کہ بشری شکل میں کیسے ملکیت سے خروج نہیں ہوتا
 (مَا اَنَا بَقَاسِرٌ) حضرت جبریل بن علی الصلوٰۃ والتسلیم نے جب اُس کو شے کو پیش کر کے تین مرتبہ قراءت کی درخواست کی تو
 جواباً یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ اُن کلمات میں لفظ متاثر کے نفی مشابہت میں ہے۔ استغفار میں نہیں۔ دوسرے خبر پر بنا داخل نہ ہوتی کہ مَا اسْتَغْفَرَ
 کے بعد خبر پر باکی زیادت اہل عرب سے مستبعد نہیں۔ ہاں اہل کے بعد خبر پر آئی ہے جیسے اَلْاَهْلُ خَوْعِشٌ لِّذِيْذٍ بَلْ اَبْنَمُ کافیز ہے
 وَاِلَّا ذَا فِي الْخَبَرِ فِی الْاِسْتِفْهَامِ اس پر شرح جامی میں فرمایا بھل لام مطلقاً نحو هل زيد بقائمه فلا يقال ان زيد بقائم اس سے
 معلوم ہوا کہ خبر پر باکی زیادت استغفار میں اہل کیساتھ مخصوص ہے اور یہ بائے زائدہ تاکہ نفی کیلئے ہے۔ بریں تقدیر ان کلمات کی تفسیر یہ ہوگی۔
 مَا اَحْسَنُ الْقِرَاءَةَ مترجمہ مجھے قراءت اچھی طرح نہیں آتی۔ مذکورہ بالا جوابی کلمات کے بجائے دوسری روایت میں مَا اَحْسَنُ اَنْ اَقْرَأَ وَاَرَدَ
 ہو جس سے تفسیر ہو کہ تاکہ تائید ہوتی ہے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب رشتہ مذکور پیش کرنے پر تینوں مرتبہ تو انصاف ہی فرمایا کہ مجھے
 قراءت اچھی طرح نہیں آتی تو جبریل بن علی الصلوٰۃ والتسلیم نے عرض کیا۔ اِقْرَأْ مَا اَسْمِعُ رَبَّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ عَلَقٍ اَقْرَأْ
 وَسَبِّحْ اَلْحَمْدُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَكُنْ لَعَلَّيْهِ اَنْ يَتْلُو فِی قُوْتٍ سَ بَطْلَہُ اِنہی اپنی معرفت سے کہ اُمی
 ہوئی حیثیت کے عادات قراءت مکتوب کی قوت و معرفت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اپنے رب کی قوت اعانت سے پڑھے کہو کہ اُس کی اعانت سے خوارق عادت
 بھی واقع ہو جاتے ہیں تو وہی آپ کو خرق عادت کے طور پر قراءت مکتوب کھا کر گنا جس طرح اسی نے خوارق عادت کیساتھ آپ کی تخلیق فرمائی کہ ولادت
 باسعاد کے وقت اور اس سے پیشتر ادا کے بعد بہت سے خوارق ظہور میں آئے۔ اور اسی نے خرق عادت کے طور پر کہیں میں سینہ چاک کر کے اُس سے
 خون رشتہ حصہ شیطان دود فرمایا تھا اور اسی نے آپ کی امت کو کتابت کی تعلیم فرمائی کہ قلم سے لکھے لکھی حالانکہ اس سے پیشتر لکھنا نہ جانتی تھی۔ ہذا
 تفصیل مَا ذَكَرَهُ السَّهْلِيُّ رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَوَّلُ مَا حَدَّثَ الْوَشَّاءُ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے فرمایا کہ صورتاً یہ جملہ ماحد ہے اور منوی
 حیثیت سے متعدد اس لئے کہ اَوَّلُ مَا اَنَا بَقَاسِرٌ ہی فرمائیے مقصود قراءت مکتوب کے انکاس ہے اس تقدیر پر ترجمہ ہوگا کہ میں تو نہیں پڑھتا اور دوم
 سے مقصود اپنی ذات سے قراءت مکتوب کے انقضاء کی خبر دینا ہے۔ اب ترجمہ یوں کریں گے مجھے قراءت ہی نہیں آتی اولاً دوم سے مقصود استغفار ہے
 اب ترجمہ ہوگا کہ میں کیا پڑھوں مَا کے استغفار یہ ہوئی دوسری روایات سے تائید بھی ہوتی ہے چنانچہ اولاً اسوۃ نے اپنے معاذی میں
 عرہ سے مَا اَنَا بَقَاسِرٌ کی جگہ حَفِيفٌ اَقْرَأَ وَاَوْدَابِنِ ابْنِ اَمْعَن نے بَرَاۓتِ عُبَیْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَادٍ اَقْرَأَ وَاَوْدَابِنِ ابْنِ اَمْعَن میں
 غیر استغفار کا احتمال ہی نہیں۔ اور امام بخاری نے نزدیک مَا استغفرا مینہ کے بعد خبر پر باکی زیادت جائز ہے۔ عمدة القاسری
 میں ہے لَانِ الْاَخْفَشَ جَوْدُ ذَلَالَةٍ اَقُولُ الفاظ حدیث پر ان دونوں تقریر کے منطبق ہونے میں قدرے خفا ہے اَوَّلًا اس لئے
 کہ پہلی تقریر میں مَا اَنَا بَقَاسِرٌ کی تفسیر احسن القراء کے ساتھ ظاہر نہیں اسی طرح روایت مذکور سے تائید بھی غیر ظاہر کیونکہ مَا اَنَا
 بَقَاسِرٌ ہی میں نفی نفس قراءت کی جانب متوجہ ہے بخلاف اس تفسیر روایت مذکور کے کہ ان دونوں میں جس قراءت کی جانب متوجہ ہو رہی ہے
 پھر ظاہر ہے کہ نفی اگر صفت امتیاز کے لحاظ سے ہو تو نفس قراءت ہی کی ہوئی چاہئے اور اگر نظر تو اس سے ہے تو نسبت جس قراءت نفس قراءت کی
 نفی کامل تو اس کی منظر ہے۔ لہذا نفس قراءت کی نفی اختیار کرنا نسب جو جو سید المتواضعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے زینا
 ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّ اَنْ یَقَالَ اَنْ اَنْفِیْ فِیْھِمَا مَتَّوْجَہٌ اِلَی الْمَطْلُوقِ وَالْقَیْدِ کَلِیْہِ اَ۔ ثانیاً اس لئے کہ دوسری تقریر میں مَا
 کو استغفار پر محمول کیا گیا ہے جس کے لئے خبر پر بائے زائدہ کا دخول ساعدت نہیں کرتا عمدة القاسری میں اگرچہ اس کو جواز اخفش کی جانب متوجہ
 فرمایا لیکن اس مسئلہ کا محل بیان کتب نحو ہیں۔ وہ سب کی سب اس مسئلہ حرم کے ذکر سے غاموش ہیں ان میں محل کی خصوصیت مذکور ہے کہ اَمَّا

تاکہ خبر پر باکی زیادت استغفار میں اہل عرب سے مستبعد نہیں۔ ہاں اہل کے بعد خبر پر آئی ہے جیسے اَلْاَهْلُ خَوْعِشٌ لِّذِيْذٍ بَلْ اَبْنَمُ کافیز ہے

تاکہ خبر پر باکی زیادت استغفار میں اہل عرب سے مستبعد نہیں۔ ہاں اہل کے بعد خبر پر آئی ہے جیسے اَلْاَهْلُ خَوْعِشٌ لِّذِيْذٍ بَلْ اَبْنَمُ کافیز ہے

تاکہ خبر پر باکی زیادت استغفار میں اہل عرب سے مستبعد نہیں۔ ہاں اہل کے بعد خبر پر آئی ہے جیسے اَلْاَهْلُ خَوْعِشٌ لِّذِيْذٍ بَلْ اَبْنَمُ کافیز ہے

تیا کہ کلام موجب میں بخش کے نزدیک خبر پر باکی زیادت جائز ہے چنانچہ کتاب خطاب جمع الجوامع جو تقریباً سو کتابوں کے مسائل پر مشتمل ہے اسکی شرح جمع العوامع میں امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: وجوزہ الا خفض زیادۃ البناء فی کل موجب نحو زید بقا ثم و استدل بقولہ تعالیٰ جزاء سبیۃ بمثلھا ذاولہ الحمد ہو سر علی حذف الخبوی واقع برضی شریح کا فیہ میں ہے۔
 وتزاد ما فی خبر المبتدء العوجب عند الکفحش اصطلاح ثناء میں موجبہ کلام ہے جسکے شروع میں ہی نفی ہوتا ہے۔
 اور دوسری تقریر میں ماکوجب استغما مہ قرار دیا گیا جو قاسمی کا مفعول بدمقدم ہے تو شروع میں استغما آئیے باعث انا بقاسمی کلام موجب رہا حتی کہ ہر دو کتب مذکورہ کی تقریر کے مطابق مذہب بخش پر دخول ہا جائز ہو جائے اللہم الا ان یقال ان ما مبتدء والجملة بعدہ خبیلة فالجملة الصغری کلام موجب الکیبری غیر موجب ذلک لانه حیثئذ یلزم خلو الصغری عن العائد وهو کما تری۔ غالباً اسی خفا کی بنا پر اسناد منظم صدر الشریعہ حضرت مولانا حکیم ابو العلی محمد علی عظمی قدس سرہ القوی اپنی تقریر میں ما انا بقاسمی کو متنبوں جگہ مفید انکار فرماتے تھے جو اول کی طرح باقی دونوں جگہ بھی اول تاویل منہوم ہوتا ہے۔
 جملہ کی اسمیت مسند الیہ کی تقدیم۔ باکی کی زیارت اسپر شاہد ہیں کہ اگر صرف اخبار بار النفی مقصود ہوتا تو ان تکلیفات کی چندوں ضرورت نہ تھی اس تقدیر پر متنبوں انکار کے وجوہ مختلف قرار دینے سے نبوی جوابات میں تکرار بھی باقی نہیں رہتی جس سے بچنے کے لئے محدث ابو شامہ علیہ الرحمۃ نے انکے ظاہر پہلو کو ترک کر کے غیر ظاہر اختیار فرمایا اور کوئی خفا بھی لازم نہیں آتا۔ الفاظ جواب اپنے ظاہر پر رہتے ہیں۔ وجوہ انکار کی تفصیل یہ ہے کہ عیدالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں ذکر الہی سے لذت اندوز ہوئے تھے۔ قلب مبارک پر عالم کیف طاری تھا۔ اچانک جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ شہرہ باد میں جبریل ہوں مجھکو خدمت الایس یہ پیغام پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ کہ حضور اس اُمت کی واسطے اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں پھر وہ نور شہد دست مبارک میں یکم (کما فی سفر السعادیۃ) اسکے پڑھنے کی استدعا کرتے ہوئے عرض کیا۔ اقرء اسکو پڑھئے۔ آپ چونکہ محبوب حقیقی کی یاد میں سرش اٹھتے یہ گوارا نہ ہوا کہ دوسرے کی جانب توجہ مبذول کیجائے اس لئے انکار کرتے ہوئے فرمایا ما انا بقاسمی میں تو نہیں پڑھتا کیونکہ حلاوت ذکر کا غلبہ دوسری جانب متوجہ ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ جبریل ابن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس غلبہ کو فراموش کر کے اپنی جانب متوجہ کرنے کی غرض سے پوری طاقت کیساتھ دلجو کر دیا اور پھر اس نوشتہ کو پڑھنے کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا اقرء اسکو پڑھئے۔ جبریل ابن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جیسے شدید القوی فرشتے کے اپنی پوری طاقت کے ساتھ دلچسپی سے اگرچہ استغراق کیفیت جاتی رہی مگر قلبی اقتضا ہی تھا کہ ذکر محبوب لطف اندوز ہونے کے لئے پھر اسی طرف متوجہ ہو جائیں اسلئے ایک ظاہری عذر پیش نظر قرأت مکتوب سے انکار کرتے ہوئے فرمایا ما انا بقاسمی میں تو نہیں پڑھتا۔ اسلئے کہ امی ہوں لہذا کو نہ کھنڈا آتا ہے نہ پڑھنا۔ جبریل ابن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جسم مبارک میں مخصوص نوار داخل کرنے کے لئے دوبارہ اپنی پوری طاقت سے دلچسپی اور جھور دکھائی اس نوشتہ کو پڑھنے کی درخواست پیش کرتے ہوئے عرض کیا اقرء اسکو پڑھئے۔ اس مرتبہ اپنے اس نوشتہ کو پڑھنے کا ارادہ فرمایا مگر مولیٰ تعالیٰ نے مشاہدہ ملکوت عطا کرنے کے بعد اس نوشتہ کے نقوش نظر مبارک سے اسوقت پوشیدہ فرمائے تاکہ اخبار ہجر اور حول و قوت ستبری حاصل ہو جو شان عہدیت کی واسطے نہایت کمافی سفر السعادیۃ اسلئے انکار کرتے ہوئے فرمایا ما انا بقاسمی میں تو نہیں پڑھتا کیونکہ اس نوشتہ کے نقوش ہی نظر نہیں آتے جبریل ابن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بغرض سہ بارہ اپنی پوری طاقت سے دلچسپی اور جھور دکھائی کہ سورہ اقرء کی ابتدائی آیتوں کو مالم یعلم تک پڑھا جو سلیم علیہ السلام تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو محفوظ ہو گئیں جو بعد ازاں کو نا ظہر علیہ سحافۃ ما فی فیض البصری ص ۲۴ من ان قول جبریل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم (اقرء لیس من ابل التکلیف بل من باب التلقین التلقی لما یقولہ کما انی یحضر الصبی قبل لمعلم و کتاب معہ فیقول لہ استاذہ اقرء

ما انا بقاسمی کی تفسیر

لا یرید بذلك تکلیفه بالقراءة ولكن یرید ان یرفع قلبه ان اقرء كما اقرء لك الان اما اولاً فلانه جعل حمل قوله عليه الصلاة والسلام انا بقارئ في المرات الثلث على الاحتياط بالنفي راجحاً بل ارجح حيث قال بعيد هذا رواه الشيخ عندي انها كلها نافذة وترجمته بين شخصين من قرأت بركه (وهذا الحمل ينافي كون اقرء من باب التلقين اي الممتنع من الاقراة عاقبة فهو قرأه المكتوب بنفسه لا باقرء الغير فلو كان اقرء من باب التلقين حتماً قاله لما استقام في جوابه نفياً لاقراءه عن نفسه بقوله ما انا بقارئ لا سيما ان كان الاقرء بلغة القاري كيف القراءة باقرء الغير وقد ورد لكل امي من العجم فضلاً عن الفصحى من العرب سيد العالم صلى الله تعالى عليه وآله وسلم واما ثانياً فلان التشبيه بقوله كما انما في حيز القبي الخ ارجح عن ديدان المتناهيين كما يحكم به ذوق الايمان واليقين فاحفظه وعن من الشاكرين واما ثالثاً فلان قوله ليس من باب التکلیف المشعر بان اقرء امر وقد علمت ان الامر ليس كذلك فتأمل ولا تنس من المسرعين پھر جبریل من علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آپ کو لیکر پہاڑ سے نیچے اترے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے انہیں سے ایک کنہ میں پرچھا کر اسپر آپ کو بٹھایا۔ زمین پر پیر مارا جس سے بائی کا چشمہ پیدا ہوا۔ اس پانی سے صنوبر کا پھر حضور کو تین تین بار دھو یا کھلی کی اور ناک میں بھی پانی چڑھایا بعد ازاں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور بھی اسی طرح وضو پائیں آپ وضو سے جبارغ ہوئے تو جبریل من علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک چلو پانی جبرہ الفیہ پڑا لا جیسں تکمیل اور زیادت لظہیر کے علاوہ کوئی راز بھی تھا اسکے بعد کپڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کی تیر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اقتدا فرمائی۔ بعد فراغت خدمت نبوی میں مودبانہ عرض کیا کہ نماز اسی طرح ادا کیجائی ہے ابتدا اور دو رکعت قبل غروب در دو رکعت قبل طلوع فرض ہوئی تھیں۔ نماز یگانہ کی فرضیت شب معراج میں ہوئی۔ وضو نماز سے فارغ ہو کر آپ مکہ معظمہ تشریف لائے اور سائے واقعات ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان فرمائے (سفر السعادة) سوال سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جواب اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب پاک میں اس چیز کا علم دیدی پیدا فرمادیا تھا کہ جبریل من علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جن یا شیطان نہیں جیسے جبریل من علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات میں اس بات کا علم نہیں پیدا فرمادیا کہ انکے ساتھ کلام فرمایا لا اللہ تعالیٰ ہے اور ان کو بھیجے والا ان کا رب ہے کوئی دوسرا نہیں

(فاخذني فغطني حتى بلغ مني الجهد ثم أرسلني فقال) "جهد" بوزن قفل بمعنى طا (او "جهد" بوزن قلس بمعنى غايه تا جهتا كما في قوله تعالى وَاَفْمُؤَانٌ لِلَّهِ جِهْدًا اَيْمَانًا نَحْمُ هِياں پر دونوں طرح مری ہے لیکن یہ تقدیر اقل مرفوع کہ بلغ کا فاعل ہے اور مفعول بہ مقدم ہے۔ یعنی بَلَغَ مَبْنًى الْجُهْدُ مَبْلَغُهُ غَالِبًا اس تقدیر کے فاعل کے نزدیک مبنی میں من برائے بیان ہے جو الجهد مبنی پر مقدم ہے۔ نظروں پر ترجمہ یہ ہوگا کہ جبریل من علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مجھ کو کپڑا اتار دیا جو کہ میری طاقت ابھی انتہا کو پہنچ گئی۔ اور یہ تقدیر ثانی منسوب ہے "بلغ" کا مفعول ہے اللہ بلع" میں غیر مترسک کا فاعل ہے جو غطی کی طرف اشارہ ہو رہی ہے اس تقدیر پر بھی من برائے بیان ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوگا کہ جبریل من علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مجھ کو کپڑا کہ اس قدر دلوچا کہ ان کا دلوچا میری انتہائی وسعت کو پہنچ گیا۔ ظاہر ہے کہ دونوں تقدیروں میں معنوی حیثیت سے اختلاف نہیں دونوں کا حاصل یہ ہے کہ مجھ کو میری طاقت بھر دلوچا چنانچہ ملائکہ ابوالفضل ابن جبر عسقلانی قدس سرہ السامی نے اپنی شرح فتح الباری میں ان دونوں تقدیروں کی تفسیر جن الفاظ سے فرمائی وہ اتحاداً بل پر روشن دلیل ہیں۔ زیر قول نبوی الجهد فرمایا ہدی بالفقہ والنصب ای بلغ

الغضمتی غایۃ وسی وروی بالضم والرفع ای بلغ منی الجهد مبلغه **اقول** "بلغ" سے بشیر و فعل ہیں
اخذ "اخذ غط" اور اس کے بعد بھی و فعل ہیں "ارسل" اور **قال** "ان چاندوں فلوں کی ضمیر فاعل کا مرجع جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام
 ہیں اور تقدیر ثانی النسب یہ ہے کہ بلغ کی ضمیر کا مرجع بھی بلے غط امہن کو قرار دیں تاکہ انتساب لازم نہ آئے اور معنی میں میں رہے
 تسبیل سے حکم فی قولہ تعالیٰ "مما اخطیبتہم اخر قوا" اور مضام مقدسہ یعنی من غطی اسلے کے ذات کسی فعل کو اسلے علت
 نہیں ہیں اور الجحد پر الف لام بلے مہد ہے جس سے جہد جبریل علیہ الصلوۃ والسلام مراد ہے سب معنی یہ ہوں گے کہ جبریل میں علیہ الصلوۃ
 والسلام نے جھک کر دیکھا یہاں تک کہ جھک کر دوجن کے باعث اپنی انتہائی وسعت کو پہنچ گئے اور بر تقدیر اول یہ معنی ہوں گے کہ جھک
 کر دوجن کے باعث ان کی طاقت اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ اب بھی دونوں تقدیروں کا حاصل ایک ہی ہوا اور وہ یہ کہ جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام
 نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ ایک دوجا تھا۔ سوال جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام کی ملکی طاقت کا کیا ٹھکانا قیاس میں نہیں ہو سکتی فقہ سے
 بدلتا ہے۔ لگے ٹھکانے ہو جاتے ہیں حضرت لوط علیہ الصلوۃ والسلام کی قوم پانچ شہروں میں آباد تھی (۱) سدوم (۲) صعبہ (۳) صعون۔
 (۴) غمرہ (۵) دوحاء ان میں سدوم سب بڑا شہر تھا پانچوں شہروں کی آبادی چالیس لاکھ تھی۔ جب یہ قوم شان نبوت میں گستاخی
 کرنے اور خداوندی بیگنیاں کے جھٹلانے سے باز نہ آئی تو حکم الہی جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام ان پانچوں شہروں کو اپنے دونوں بازو پر
 اٹھا کر آسمان کی طرف اس طرح لے گئے کہ ہر چیز اپنے مقام پر رہے، رقاہم رہی کسی برق کو اتنی جنبش بھی ہوئی کہ اندھا ہو جاتا نہ کوئی کھنجر
 خواب سے بیدار ہوا اور آسمان سے اتنے قریب پہنچے کہ ان شہروں کے مرغوں کی اذانیں اور کتوں کے رات میں بھونکنے کی آوازیں ہل آسمان سے
 بخوبی شنیں پھر وہاں سے ان شہروں کو اوندھا کر کے زمین پر ڈالے (تفسیر ابن کثیر وغیرہ) حضرت جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام کو جب ایسی
 عظیم الشان طاقت عطا فرمائی گئی ہے تو یہ کہنا سراسر غلط ٹھہرا کہ انہوں نے نبوی جسم کو اپنی ہودی طاقت کیساتھ دوجا تھا اور نبوی جسم
 سلامت رہتا جو انبیا شایع مشکوٰۃ علامہ طیبی قدس سرہ القوی نے فرمایا کہ جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام اس وقت بشری صوت میں تھے تو
 مراد یہ ہے کہ اپنے مثالی جسم کی پوری طاقت کیساتھ دوجا تھا۔ اس میں کوئی استبعاد بھی نہیں ہے جاسیکہ سراسر غلط ہو۔ ہاں یہ مراد نہیں کہ اپنی
 ہودی ملکی طاقت سے دوجا تھا اسلے کہ بشری جسم ایسی عظیم الشان طاقت کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ **اقول** بلکہ ظاہر یہی ہے کہ جبریل میں علیہ الصلوۃ
 والسلام نے اپنی پوری ملکی طاقت سے دوجا تھا اسلے کہ بشری صوت میں ایسی ملکی طاقت فنا نہیں ہو جاتی۔ اور اس میں صلا استبعاد بھی نہیں
 ہے جبرائیل کا درست ٹھکانا جائے کہ چونکہ جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام اگر چہ زبردست طاقت رکھتے ہیں لیکن اسکے باوجود ان کی طاقت کا وسیلہ
 جسکے اندر ان علیہ السلام کی طاقت کے مقابل ہی نسبت ہو جو ظلو کو دیا کیساتھ یا ذرہ کو آفتاب سے دیکھتے نبوی جسم پاک کی طاقت کا یہ عالم
 ہے کہ سترہ انتہی سے گذرنا عرش میں پہنچنا۔ اور جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام باوجود شدید القوی ہو لے سترہ انتہی پہنچوں
 عرش کہتے رہ گئے۔ اگر ایک سیر ہوئے برتر برتر ۱۰ فروع تجلی بسوز و پریم۔ جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام تمام عالم کی طاقتیں بھی
 طاقت کے سامنے ہیچ ہیں۔ قرآن شاہد ہے کہ اللہ عزوجل نے صفت ربوبیت کیساتھ تجلی فرمائی تھی جس سے پہاڑ پاش پاش ہو گیا اور
 موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پہنچش ہو کر گر پڑے مگر اللہ اکبر کبیرا۔ سارے عالم میں صرف ایک ہی وہ طاقت ہے جس کی
 آنکھوں نے میناں کا اس طرح مشاہدہ فرمایا کہ چکا چوند بھی پیدا نہ ہوئے پانی سے موسیٰ زبوش فنت بیک پر تو ضغابہ تو میرات کی ٹکری ریسے
 یہ دوسری بات ہے کہ اس غلطی طاقت کا ظہر کبھی ہوتا کبھی نہیں لیکن اس سے ملکی طاقت کی نبوی طاقت سے فروزی دور کن مساوات بھی لازم
 نہیں آتی۔ پھر ظاہر معنی ترک کر کے خلاف ظاہر اختیار کرنے کی کیا ضرورت؟ پس ثابت ہو کہ جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام کے اپنی ہودی ملکی
 طاقت کے ساتھ دوجن میں کوئی قنات نہیں بلکہ ایسا ہی ہوا تھا اور اس طریقے پر وحی کا آغاز ان کی خصوصیات سے ہے اور اس میں حکمت یہ

ف جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام کی طاقت کا بیان اور اس سوال جواب

ف طاقت جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام کا بیان اور اس سوال جواب

ف جبریل میں علیہ الصلوۃ والسلام کی طاقت کا بیان اور اس سوال جواب

مسی کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اولاً بروقت استخلاف آدم علیہ السلام مشاہد کیا تھا کہ حامل خلافت بشیرت علم حبیبی قوت
 روحانی کے اعتبار سے ملکیت پر غالب ہے یہاں تک کہ شیخناک لا علمہ انا اکامنا علیہنا انک انت العلیم الحکیم کہتے ہوئے
 انہیں وہاں کی ساری جماعت کو اپنے عہد کا اعتراف کرنا پڑا تھا پس شیت الہی مقفیض ہوئی کہ آخر ان کو اس امر کا بھی مشاہدہ کر دیا جائے
 کہ خلافت الہی کی حامل بشیرت کالتفوق ملکیت پر اوصاف روحانی تک محدود نہیں بلکہ بشیرت قوت جہانی کے اعتبار سے بھی غالب ہے تاکہ
 خلیفہ علم سلی اللہ تعالیٰ علیہ آکرم کی دونوں حقیقت سے یکسانی کا اعتراف ابتدائی سے حاصل ہو جائے چنانچہ ایک انہوں نے اسکا اظہار
 بھی کیا جبکہ امام احمد وغیرہ محدثین کرام نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ حضور جبریل امین علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے خدمت مقدس میں عرض کی میں نے امین کے مشاوق و مغارب اٹھ ڈالے کوئی شخص حضور پر نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وآلہ وسلم سے افضل نہ پایا کسی شاعر نے اس مضمون کا اپنی زبان میں اس طرح ادا کیا ہے ست بربیل سے اک روزیوں کہنے لگے شاہ نام
 تہنے تو دیکھا ہوں جہاں بتلاؤ کیسے ہیں ہم کی ہر حق جبریل نے جس تری تم جاتا تھا کہ دیدم سیر جہاں نہ دیدم دیا خوبانی دیدم لیکن تو چیز بگری
 اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ملکی قوت کا تحمل کسی بشری جہ سے ممکن نہیں تب بھی مسلک اباب قلوب کے مطابق ایک بہترین جواب ہو سکتا ہے جس
 کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) توحید کے تین مرتبے ہیں۔ (۱) کا نام تو حیدلہ یامانی ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے الوہیت حاصل کرے
 عبادت کی حل سے تصدیق اور زبان سے اسکا اقرار کرے۔ یہ تو حید علم ظاہر سے مستفاد ہوتی ہے اسکا حصول شرک جلی سے ہوا کہ
 انسان کو مسلک اسلام میں منسلک کر دینا ہے صوفیہ کے کرام عامہ مومنین کے ساتھ اس وقت تو حید میں شریک ہوتے ہیں اور دیگر مرتب
 کی سب سے نکو امتیاز حاصل ہوتا ہے۔ (۲) توحید حقیقی علیہ۔ وہ یہ کہ بندہ جب طریق تصوف پر گامزن ہوتا تو اس بات کا یقین حاصل
 کرے کہ موجود حقیقی اور موثر مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور سب پر ہی یقین رکھے۔ کہ جملہ ذات صفات اور افعال اسکی ذات و صفات اور افعال
 منطوی میں ہر ذات کے فروغ کو ذات مطلق کے نور سے ناشی اور ہر صفت کو صفت مطلق کا پر نور اعتقاد کرے۔ چنانچہ جہاں کہیں علم قدرت
 ارادہ سمع بصر کا ظہور ہو تو وہی یقین رکھے کہ الہی علم الہی قدرت الہی ارادہ الہی سمع الہی بصر کے یہ سب آثار ہیں سی طرح باقی صفات
 کو بھی الہی صفات کے امتداد اعتقاد کرے۔ شیخ سعد الدین حموی قدس سرہ نے فرمایا کہ بشیرت میں تو حید حقیقی و قیوم کو قبول کرنا
 ہے کہ تمام احوال یا کسی کی جانب توجہ ہے یعنی خلقی مظاہر سے جو کچھ بندے پر وارد ہو خواہ ملام خواہ مائدہ سبکدوشی کے حوالے کرے اور غلط
 کو نظر انداز کرے۔ حق سبحانہ تعالیٰ کے دست تعریف میں اپنے آپ کو ایسا سمجھے جیسے قلم بدست کا تب۔ وسائل کو معذور جانے اگر کوئی چیز
 واقعہ طبع پیش آئے شکر بجالائے اور یہ سمجھے کہ حق سبحانہ اس صورت میں ظاہر ہو کر تعلق فرماتا ہے۔ اور اگر کوئی مکروہ ہوئے تو یقین کرے کہ حق سبحانہ
 اس صورت میں مخفی ہو کر مقبوت فرماتا ہے تاکہ ناپسندیدہ اطوار سے اجتناب کر کے پسندیدہ طریقے پر آجائے۔ اسی واسطے سالک واجب ہے کہ
 بروقت حادثہ مکروہ اپنے احوال کا پورا پورا تھمچ کرے۔ ظاہری اور باطنی اعمال کی چھان بین میں ہر طرف ہوجائے۔ اگر کسی صفت مذموم پر مطلع ہو
 یا غفلت پر یا تفسیر اوقات سہرا اعمال عبادات و بریا صفات محمودہ کے ترک پر ذرا اصلاح کی طرف متوجہ ہو۔ آیات بزرگ نے موم بہا میں
 ارادہ فرمایا کہ بغرض تھمچ کسی لالہ زار میں تشریف لے جائیں زمین کس کس سواری حاضر خدمت کی گئی۔ فرمایا موزہ لاؤ تاکہ اسکو پہن کر سواری پر
 بیٹھیں موزہ میں کیا گیا تو دیکھا کہ چوہے نے دو انگشت کاٹ ڈالا ہے۔ اُن بزرگ نے موزہ کٹا دیکھ کر بہت فحس کیا اور پورا اظہار مذمت فرمایا
 حاضرین نے عرض کیا کہ اس قدر سے نقصان پراتنا فحس اور اس قدر اظہار مذمت کس لئے؟ فرمایا یہ فحس موزہ پر نہیں بلکہ اس کے افسوس
 کرتا ہوں کہ وہ کونسا جرم محمد سے صادر ہوا ہے جسکی پاداش میں موزہ کا گایا (۳) توحید حلی حالی یہ ہے کہ حامل توحید ذات موجود کے لئے صفت
 لازم ہو جائے اور بجز نقص و عیب و سبب و وجہ کی جملہ نامہاں تو حید کے اشراق میں گم ہو جائیں۔ توحید حالی کے لئے کہ اس درجہ فروغ ہو کہ توحید

توحید حلی حالی یہ ہے کہ حامل توحید ذات موجود کے لئے صفت لازم ہو جائے اور بجز نقص و عیب و سبب و وجہ کی جملہ نامہاں تو حید کے اشراق میں گم ہو جائیں۔ توحید حالی کے لئے کہ اس درجہ فروغ ہو کہ توحید

علی کا نور اس میں پوشیدہ ہو جائے جیسے آفتاب کے نور میں ستاروں کا نور چھپ جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر پہونچو جو دھماکے مشابہہ حال میں جو توحید
اس قدر مستغرق ہوتا ہے کہ اس کی ذات و صفات کے سوا کوئی چیز اس کی نظر میں نہیں آتی یہاں تک کہ یہ توحید بھی اپنی صفت معلوم نہیں ہوتی بلکہ اس کو
بھی صفت ادا ہوتا ہے۔ اور اس جانتے کو بھی اسی کی صفت سمجھتا ہے۔ موجد کی ہمتی اس طریقے سے توحید کی تلاطم خیز امواج میں ہرگز فوہ کی
طرح ناہید ہو جاتی ہے۔ بشرک خفی سے کلیتہً احرار اسی مرتبہ میں حاصل ہوتا ہے۔ انفرادی کی واسطے اس سے بالاتر توحید کا مرتبہ نہیں۔ توحید علی
اور اس کے درمیان امتیاز کی دودھ لاد بھی ہیں۔ **اول** بلحاظ انجام۔ وہ یہ کہ توحید علی میں نتیجہً بعض سوم بشریت غنا ہو جاتی اور اکثر باقیہ میں نہیں
اور توحید حالی میں اکثر غنا اور بعض باقی رہتی ہیں۔ دودھ بھی اقل قلیل تاکہ موجد سے ترتیباً فعال در تہذیب الی الی ممکن ہے۔ اس واسطے عالم
زیات میں حق توحید کتنا یسبغی ادا نہیں ہوتا۔ اسی چیز کے پیش نظر محمد م ابو علی دقاق قدس سرہ نے فرمایا: التوحید غیر یسبغی کا یسبغی
کی تین ذریعہ تین کا ہو سکتی ہے۔ ترجمہً توحید لیساً قرض خواہ ہے جس طرح قرض دانا نہیں ہو سکتا اور لیساً سافر ہے جس کا حق دانا نہیں کیا
جاسکتا۔ **ثوم** بلحاظ آغاز اودہ یہ کہ توحید علی کا مشا نور مرقم ہے۔ اور توحید مانی کا مشا نور مشاہدہ۔ بروقت مشاہدہ الہی موجد کا ایک
عین پر غریب و جریٹ انگریز لذت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے جسم موجد پر کلام شدیدہ کا درود اصلاً اثر انداز نہیں آتا بلکہ اس مالم کیف میں موجد
پر ناگزیر ہار گڑھے تو وہ بھی محسوس نہیں ہوگا۔ ہاں اس لذت شہو کے اختتام پر کلام محسوس ہونے لگتے ہیں۔ جیسے کہ اس سے پیشتر محسوس ہونے تو
ایک بزرگ کو کسی تہمت میں گرفتار کر کے بھڑکے ہوئے موجد کو گٹھے لگائے کوٹھے مسلسل لگے جسم پر لگتے ہے مگر انہیں تکلیف کا مطلقاً
احساس نہیں ہوا۔ نہ کہڑوں سے جسم پر نشان پڑے۔ نہ نالوں کوڑوں کو تپتی ہی کیفیت دے رہی جب آخری کوڑا لگا تو جھج پڑے۔ اور بہت ہی آہ و بکا
فرمائی۔ لوگوں کو اس حالت پر تعجب ہوا ایک کوٹھے پر اس قدر آہ و نالہ و زاریوں میں پیشانی پر ٹپک بھی نہ پڑا۔ بالآخر ان سے دریافت کیا
فرمایا انہا انہا انہا تک مشاہدہ مجھ میں مشغول تھا۔ لذت شہو نے احساس ہونے دیا آخری کوڑے کے وقت مشاہدہ باقی نہ تھا اس لئے
نہرے جسم پر اثر کیا جس سے اس قدر تکلیف محسوس ہوئی کہ برداشت نہ کر سکا اور بے اختیار جھج نکلی گئی۔ (از لطائف اشرفی، دوسری پیش
کی تین ذریعہ تین کا ہو سکتا ہے۔ ایک موجد مری بعد بصوریہ کا اور دوسرا مولائے مشکاکشا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ بھی
اسی ذیل سے ہیں۔ فقط برآں سوال مذکور کے جواب میں برسیل نزل کہا جا سکتا ہے کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کی وقت
شہوتہً اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مشاہدہ الہی میں مستغرق تھے جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے شدید القوی فرشتے نے
اگرچہ تین مرتبہ اپنی پوری طاقت سے دلو چا مگر جسم پاک پر مطلقاً اثر نہ ہوا کیوں کہ اس لئے کہ لذت شہو وغالب تھی جو شدید تر ہے توں
جو کم ہو موجد پر اثر کرے نہ ہو کہ واکرئی ہے۔ اور جس کا موجد رہتی ہے موجد مانی نفسانات سے محفوظ رہتا ہے۔ بلکہ اسے سخت قرین الام کا

احساس بھی نہیں ہوتا۔ کورہ بالا واقعات اس پر مشاہدہ ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔
۱) اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ حَتَّىٰ بَلَغَ مَا لَهُمُ لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ اس وقت مَا لَهُمُ لَعَلَّكُمْ یَتَّقُونَ کا ترجمہ ہے کہ میں نے اپنے
آغاز میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اکثر علماء کے نزدیک سورہ اقرء کی باقی حمد آیتوں کا نزول "یَا
أَيُّهَا الْمَدَنِيُّ قُرْ" اور "يَا أَيُّهَا الْمَدَنِيُّ قُرْ" کے بعد ہوا تھا اسی حدیث زیر بحث کے پیش نظر جو علماء نے فرمایا کہ بسلسلہ نزول قرآن کہیم
سب سے پہلے مولیٰ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت نازل فرمائی اور جس نعمت سے اولاً نوازا وہ انہیں پانچ آیتوں کا نزول ہے۔ یہ سوال بخاری
کتب التفسیر میں ایک روایت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ سب
پہلے سورہ "يَا أَيُّهَا الْمَدَنِيُّ قُرْ" کی آیتیں نازل ہوئی ہیں پھر مذکورہ بالا پانچ آیتوں کا نزول کو ابتدائی قرار دے۔ اس طرح درست جو وہ
روایت یہ ہے حَدَّثَنَا اسْحُو بْنُ مَرْثُودٍ عَنْ عَبْدِ الْقَيْسِ حَدَّثَنَا حَرْبٌ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ أَنَّهُ

انقرآن اُنزلَ وَلَقَدْ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ إِنَّكَ أَنْتَ الْمُنذِرُ الَّذِي خَلَقَ فَدَعَا إِلَى رُبِّهِ
سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ فَتَقُلْتُ لِمَ تَقُولُ قُلْ لَكُمْ أَنْتُمْ نَذِيرٌ الَّذِي خَلَقَ فَدَعَا إِلَى رُبِّهِ
الَّذِي خَلَقَ فَدَعَا إِلَى رُبِّهِ قَالُوا قُلْ لَكُمْ أَنْتُمْ نَذِيرٌ قُلْ لَكُمْ أَنْتُمْ نَذِيرٌ قُلْ لَكُمْ أَنْتُمْ نَذِيرٌ
وَسَلَّمَ جَاءَتْ فِي جَاءٍ فَلَمَّا أَقْبَضَتْ جَوَارِي هَبْطَتْ فَاسْتَسْطَنَّتِ الْوَادِي فَنَوْدِيَتْ فَظَنَّتْ أَمَامِي وَخَلْسِي
عَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى خَرِيشٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَأَتَيْتُ خَلْدِي نَجِيًّا فَخَلَّتْ وَتَرَدُّو
صَبُّوا عَلَى مَاءٍ بَارِدٍ أَوْ نَزَلَ عَلَى يَأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ إِنَّكَ أَنْتَ الْمُنذِرُ الَّذِي خَلَقَ فَدَعَا إِلَى رُبِّهِ
کہیں نے ابوسلمہ سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی کوئی آیتیں نازل ہوئیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یا ایہذا المدثر
کی ابتدائی آیتیں ہیں نے کہا مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ سورہ اقصیٰ کی ابتدائی آیتیں۔ امیر ابوسلمہ نے کہ میں نے جب ابویں عبد اللہ رضی اللہ عنہما
جہنا سے سوال کیا تھا کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی کوئی آیات کا نزول ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ یا ایہذا المدثر کی ابتدائی آیتیں ہیں نے کہا مجھے
بتایا گیا ہے کہ سورہ اقصیٰ کی ابتدائی آیات تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جب ابویں عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا آپ
فرماتے تھے کہ میں نے غار حرا میں خلوت اختیار کی جب وہ تم ہو گئی تو وہاں سے نچا کر لایا دای نیب ہو چکا کسی نے مجھ کو بتایا کہ میں نے آگے دیکھے
دائیں بائیں دیکھا کچھ نظر آیا اور جب اوپر نگاہ کی تو زمین آسمان کے درمیان جلق تخت پر بیٹھا دای فرشتہ نظر آیا میں اسی وقت فریاد کیا
آیا اور میں نے کہا مجھے کپڑا اڑھاؤ اور پھر خدا پالی ڈالو سو تو مجھ پر ان آیات کا نزول ہوا یا ایہذا المدثر قُمْ فَأَنْذِرْ قُمْ فَأَنْذِرْ وَتَرَدُّو
فکیتر جواب حدیث زبیر کے بعد ایک حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ آری ہے لیکن اس کو
ابو سلمہ ابوسلمہ نے نہ ہرے روایت کیا ہے وہ اس بات پر مراحہ دلالت کرتی ہے کہ یا ایہذا المدثر کی آیات مسطورہ کا نزول
سورہ اقصیٰ کی آیتوں کے بعد واپس اس حدیث میں وہ جلی ہیں جو یحییٰ بن کثیر کی روایت میں نہیں (۱) وَهُوَ يُخَبِّرُ عَنْ
فَقَرَأَ الْوَجْهِ (۲) فَإِذَا الْمَلَأْتُ الَّذِي جَاءَ نِيَّ بِجَرَاءِ جَالِسٍ عَلَى كُرْسِيِّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَجَاءَ جَلَسَ
بلکہ دلالت کرتا ہے کہ یا ایہذا المدثر کی آیات مسطورہ کا نزول فتورہ وحی یعنی انبیا صلی علیہم وسلم کے بعد ہوا ان آیات کے نزول سے
پیشتر وحی آچکی ہے ایسا نہیں کہ وحی کی ابتدا انہی آیات سے ہو ورنہ فتورہ وحی کے کیا معنی ہوں گے اور وہ مسطورہ کے بعد ہی ہوتا ہے
کہ میں فرشتہ کا اس وقت ملاحظہ فرمایا وہ اس واقعہ سے پہلے غار حرا میں حاضر ہو چکا ہے۔ اور روایت زبیر بحث سے ثابت ہے کہ اس فرشتے
نے غار حرا میں سورہ اقصیٰ کی مذکورہ آیات عرض کی تھیں۔ لیکن ان آیات کے نزول میں علی الاطلاق اولیت حاصل ہوئی اور یا ایہذا المدثر
کی آیات کو اولیت اضافی یعنی فتورہ وحی کے بعد سب سے پہلے آیات نازل ہوئیں۔ باقی رہی روایت نہ ہرے اور روایت یحییٰ بن کثیر
میں تطبیق وہ اس طرح ہو سکتی ہے کہ یحییٰ بن کثیر انصاری کے شیخ ابوسلمہ سے اس آیت کے وقت مذکورہ بالا دو جملے ساقط ہو گئے
جو دلالت کرتے ہیں کہ یا ایہذا المدثر کے نزول سے پیشتر حضرت نزل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم غار حرا میں وحی (سورہ اقصیٰ کی آیات
مسطورہ) کے حاضر ہو چکے ہیں یا یوں تطبیق دی جائے کہ یحییٰ بن کثیر کی روایت میں جس عبادت کا ذکر ہے وہ کسی دست پر پہنچنے میں
اس عبادت کے بعد اتر ہوئی تھی جس میں سورہ اقصیٰ کی مرقوم آیات نازل ہوئی ہیں اس کے بعد زمانہ فتورہ وحی ہر سالہ رمضان المبارک میں
نیز المصلیٰ علیہ السلام غار حرا میں خلوت فرماتے تھے۔ کتنا فی البیہقی۔ زمانہ فتورہ وحی کی خلوت کے اختتام پر پہنچے جبریل امین
علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بلا خلاف فرمایا۔ کاشا نہ رحمت پر پہنچے تو یا ایہذا المدثر کی وہ آیات نازل ہوئیں۔ یحییٰ بن کثیر کی
روایت میں اس کی خلوت کا ذکر ہے۔ لہذا اب یہ قایم نہ ہو کہ روایت کے مخالف رہی نہ حدیث زبیر بحث کے معارض اللہ تعالیٰ اعلم

باعتبار الذات لیکن مخفی نہ ہے کہ جواب بالتطبیق کو حدیث زیر بحث قبول نہیں کرنی اس کے الفاظ امر احذروا لکھتے ہیں۔ کہ
 سورہ اقرء کی آیات کے نزول سے پیشتر قرآن کریم کی نہ کوئی سورت نازل ہوئی نہ کوئی آیت قرآنی وحی کی ابتدا انہیں آیات سے پہلی ہے اور جزا
 بالترجیح کی وجہ اول تحقیق احکامات خلاف ہے۔ اور کہ کوش ہو جبکہ روایت غیر مصححین کے رجال بہ مجال مصححین کے شرائط تحقیق ہوں پھر بھی روایت مصححین کو
 روایت غیر مصححین پر ترجیح دینا یقیناً عقلاً اور نقلاً ہر طرح نادرست ہے۔ اس لئے ترجیح کا دار ملا مدعی شرائط میں جن سے رجال مصححین کو دستبردار ہے
 امتیازی شان حاصل ہوتی ہے اور جب وہ دونوں جگہ برابر پائے جاتے ہیں تو ترجیح بلا شک ترجیح بلا مرجع ہوگی جو عقل و فضل دونوں کے خلاف ہے۔
 فتح القدیر ص ۳۱ میں یہ قول من قال لا صحیح الا حدیث ما فی الصحیحین ثم ما انفرد بہ البخاری ثم ما انفرد بہ
 مسلم ثم ما اشتمل علی شرطہما من غیرہما ثم ما اشتمل علی شرط احدہما تحکمہ لا یجوز التقلید فیہ اذ
 الاصحیۃ لیس الا لا اشتمال فی اھمما علی الشرط الی اعتبارھا فاذا فرض وجود تلك الشرط فی روایۃ
 حدیث فی غیر الکتبا بین افلا یکون المحکمہ یا صحیۃ ما فی الکتبا یرید عین التعمد وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے
 مسلم الشریعہ اس کی شرط فوائض الرحوۃ میں فرمایا ویکون بالنسبۃ الی کتاب معروف بالمتحدۃ کا مصححین اکان
 فالمنسوب الیہا یرجع علی ما لم ینسب الی کتاب لان مرویات الصحیحین راجعۃ علی مرویات ائمۃ
 آخرین فان هذا لا یمس علی العقل والنقل ولا من یعتد بعلمہم وانحس من هذا ما قال بن الصلاح
 وابقا علما مرویات الائمۃ الآخرين بروایۃ من رجوعہ عن مرویاتہما کما قال وحقن ما فی
 الصحیحین راجعاً علی ما بروی بروایۃ او بشرطہما ابداء امامۃ الخراج تحکمہ محض یہیں ظاہر ہوا کہ
 ترجیح کی مدد سے یہ نظر برائے جواب میں اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ اس جواب سے یہ بات بھی منکشت ہوگئی کہ حضرت جبریل میں علیہ السلام
 و التسلیم کے قول اقرء کی تشریح میں یہ کہہ کر ضحاک کی روایت جو بسم اللہ کے دلانازل تھے پر دلالت کرتی ہے کہ یہ بھی اسی جبریل سے مراد
 ہے کہ یہ اس جبریل سے مراد ہے جو حدیث زیر بحث کے مخالف ہے اور یہ یوں قلیل خبر واحد ہے جو ہر مشہور کے مقابل زوج ہوتی ہے۔ لہذا
 ان کان صواباً فمن الرحمن وان کان خطأ فمنی ومن الشیطان سوال کیا حدیث زیر بحث سے بسم اللہ کی نسبت
 یا عدم جبریت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ یہ جواب ہاں حدیث زیر بحث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ سورہ اقرء کی جبر نہیں کہ نہ از روایت
 سورہ اقرء کی ابتدائی آیات کا نزول غیر بسم اللہ کے ہو ہے۔ اسی واسطے جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ بسم اللہ کسی سورت کا ابتدائی
 جزو نہیں صرف سورتوں میں فصل کرنے اور ترک حال کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ الاول نے فرمایا کہ سورہ اقرء کی ابتدائی آیات نازل میں
 اول بریل و ان کیساتھ بسم اللہ نازل نہیں ہوئی جیسے کہ حدیث زیر بحث اس پر دلالت کرتی ہے۔ پر ثابت ہوا کہ بسم اللہ سورہ اقرء کا ابتدائی
 جزو نہیں۔ اور جب ثابت ہوا تو ان حضرات کے مذہب کی نفی ہوگئی جو فرماتے ہیں کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے جیسے کہ معتزلہ کا کفر کے
 قرآ و فقہائے کرام۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے متبعین کا مذہب بھی یہی ہے۔ تدریجاً یہ لہجہ و مقام کے قرار و فقہائے عظام
 فرماتے ہیں کہ بسم اللہ کسی سورت کا جزو نہیں بلکہ یہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متبعین کا مذہب ہے۔ قائلین جبریت نے سورہ فاتحہ کے جزو
 پر ہند و ذیل حدیث سے استدلال کیا جسکو دارقطنی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔ یہ ہے۔
 قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا قرءتم الحمد لله فاقروا بسم الله الرحمن الرحيم فانها ام القرآن
 و امر الكتاب والسبع المثاني بسم الله الرحمن الرحيم احدی آیاتھا یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
 الحمد لله یعنی سورہ فاتحہ پڑھو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی پڑھا کر دو کہ سورہ فاتحہ ام القرآن ہے ام الكتاب سبع مثانی ہے یعنی

والتسلیم کے قول اقرء کی تشریح میں یہ کہہ کر ضحاک کی روایت جو بسم اللہ کے دلانازل تھے پر دلالت کرتی ہے کہ یہ بھی اسی جبریل سے مراد ہے کہ یہ اس جبریل سے مراد ہے جو حدیث زیر بحث کے مخالف ہے اور یہ یوں قلیل خبر واحد ہے جو ہر مشہور کے مقابل زوج ہوتی ہے۔ لہذا ان کان صواباً فمن الرحمن وان کان خطأ فمنی ومن الشیطان سوال کیا حدیث زیر بحث سے بسم اللہ کی نسبت یا عدم جبریت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ یہ جواب ہاں حدیث زیر بحث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ سورہ اقرء کی جبر نہیں کہ نہ از روایت سورہ اقرء کی ابتدائی آیات کا نزول غیر بسم اللہ کے ہو ہے۔ اسی واسطے جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ بسم اللہ کسی سورت کا ابتدائی جزو نہیں صرف سورتوں میں فصل کرنے اور ترک حال کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ الاول نے فرمایا کہ سورہ اقرء کی ابتدائی آیات نازل میں اول بریل و ان کیساتھ بسم اللہ نازل نہیں ہوئی جیسے کہ حدیث زیر بحث اس پر دلالت کرتی ہے۔ پر ثابت ہوا کہ بسم اللہ سورہ اقرء کا ابتدائی جزو نہیں۔ اور جب ثابت ہوا تو ان حضرات کے مذہب کی نفی ہوگئی جو فرماتے ہیں کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے جیسے کہ معتزلہ کا کفر کے قرآ و فقہائے کرام۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے متبعین کا مذہب بھی یہی ہے۔ تدریجاً یہ لہجہ و مقام کے قرار و فقہائے عظام فرماتے ہیں کہ بسم اللہ کسی سورت کا جزو نہیں بلکہ یہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متبعین کا مذہب ہے۔ قائلین جبریت نے سورہ فاتحہ کے جزو پر ہند و ذیل حدیث سے استدلال کیا جسکو دارقطنی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔ یہ ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا قرءتم الحمد لله فاقروا بسم الله الرحمن الرحيم فانها ام القرآن و امر الكتاب والسبع المثاني بسم الله الرحمن الرحيم احدی آیاتھا یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد لله یعنی سورہ فاتحہ پڑھو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی پڑھا کر دو کہ سورہ فاتحہ ام القرآن ہے ام الكتاب سبع مثانی ہے یعنی

فانما یخرج من بیت کاغذی ہے

یہ بھی اس کے نام ہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اس کی آیتوں میں سے ایک آیت ہے۔ اور سورت کے جزو ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا جوا بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے یہ ہے۔ مَنْ لَوْ كَهَا فَقَدْ تَرَكَ مِائَةَ وَثَلَاثَ عَشْرَةَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى یعنی جس نے بِسْمِ اللّٰهِ ترک کی اس نے کتاب اللہ کی ایک سو تیرہ آیتیں ترک کر دیں۔ اس سے ظہور ہوتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ سورہ برأت کے سوا ہر سورت کا جزو ہے۔ ورنہ تلاوت میں اس کے ترک کر دینے سے ایک سو تیرہ آیتوں کا ترک کس طرح لازم آئے گا۔ جو اُنسب قائلین عدم جزئیت کے ہر دو استدلال کے جواب میں فرمایا کہ جس طرح آیات دوسرے کا قرآن ہونا بدون دلیل قطعی ثابت نہیں ہوتا اسی طرح کسی آیت کا جزو سورت ہونا دلیل قطعی کا محتاج ہے بلکہ ہر آیت اور ہر سورت کا محل دفع کی بغیر دلیل قطعی ثابت نہیں ہو سکتا۔ محققین اہل سنت کا مسلک یہی ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر القان میں فرمایا۔ لا خلاف ان کل مَلُو مِنْ الْقُرْآنِ یَجِبُ اَنْ یَكُونَ مُتَوَاتِرًا فِی اَصْلِهِ وَاجْزَائِهِ وَامَّا فِی مَحَلِّهِ وَوَضْعِهِ وَتَرْتِیْبِهِ فَذَلِكَ عِنْدَ مُحَقِّقِ اَهْلِ السُّنَّةِ - مَلَکِ الْعُلَمَاءِ اَمَامِ عَلَا الدِّینِ ابُو بَکْرِ بْنِ مَسْعُودٍ قَدْ سِیَّ سُوْرَةُ عَتَابٍ مُسْتَطَابٌ بِدَلَالِ الصَّنَائِعِ فِیْهِ فَرَطَتْ فِیْهِ لَانْ کَوْنِ الْاٰیَةِ مِنْ سُوْرَةٍ کَذَلِکَ اَوْ مِنْ مَوْضِعٍ کَذَلِکَ لَا یَثْبُتُ اِلَّا بِالْاَدِلِّ الْمَتَوَاتِرِ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمِ پہلے دعویٰ پر استدلال کرتے ہوئے جو حدیث میں آئی ہے اگرچہ اس سے یہ ظہور ہوتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے مگر غیر متواتر ہونے کے باعث قطعی ہے۔ قطعی نہیں لہذا اس سے اثبات دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ پھر اس بات سے قطع نظر کہ کے دیکھیں تو بیش کردہ حدیث سے قوی تر ایک حدیث قدسی بِسْمِ اللّٰهِ کی عدم جزئیت پر صراحت دلالت کرتی ہے جسکو امام مسلم وغیرہ محدثین کرام نے انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عِیْلَمُ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمِ نے ارشاد فرمایا۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَیْنِیْ وَبَیْنِ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ مِنْ صَلٰوةٍ یعنی سورہ فاتحہ کی اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف فرمادی ہے اور بندے کیلئے وہ ہے جو مانگے فاذا قال العبد الحمد لله رب العالمین قال الله تعالى حمدني عبدی جب بندہ الحمد لله رب العالمین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی واذا قال الرحمن الرحیم قال الله تعالى اثنی علی عبدی جب بندہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء بیان کی واذا قال مالک يوم الدين قال محمد بن عبدی جب بندہ مالک يوم الدين کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری عظمت بیان کی واذا قال اياک نعبد وَاِیَاک نستعین قال هذا ابني وَاَبْنِیْ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ مِنْ صَلٰوةٍ اِیَاکَ نَعْبُدُ وَاِیَاکَ نَسْتَعِیْنُ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور بندے کیلئے وہ ہے جو مانگے فاذا قال هذا الصراط المستقیم صراط الذین اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرُ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ قال هذا عبدی ولعبدی ما سأل جب بندہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے آخر تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کیلئے وہ ہے جو طلب کئے اس حدیث میں الحمد لله رب العالمین سے ابتدا فرمانا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ سورہ فاتحہ کا جزو نہیں رہنا ابتدا اسی سے ہوئی۔ اور دوسرے دعویٰ کی دلیل مرجع روایت نقل کی ہے اس سے یہ ظہور ہی نہیں ہوتا کہ بِسْمِ اللّٰهِ ہر سورت کا جزو ہے بلکہ اس سے صرف اس قدر ظہور ہوتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ قرآن کریم میں ایک آیت نہیں۔ ایک سو تیرہ آیتیں ہے۔ تلاوت نہ کرے ایک سو تیرہ آیات کا ترک لازم آئے گا۔ ایک سو تیرہ آیات کا ترک ہونا دونوں صولوں میں مشترک ہے جزئیت کی تقدیر پر بھی اہر سورت کے اول مستقل آیت ہونے کی تقدیر پر بھی اگر

تسلیم کر لیں کہ اس سے **بِسْمِ اللّٰهِ** کی جزیت مفہوم ہوتی ہے تو خبر متواتر نہ ہونے کی وجہ سے ثبوت دعویٰ نہ ہوگی۔ **سُئِلَ عَنْ مَصْحُفٍ شَرِيفٍ يَقُولُ**
بِقُلِّ مَتَوَاتِرٍ اور اس **بِسْمِ اللّٰهِ** ہر صورت کے شروع میں کسی قلم سے مکتوب ہے جس سے سورتیں لکھی ہیں۔ یہ اتحاد قلم بتاتا ہے کہ **بِسْمِ اللّٰهِ** ہر
سے علاوہ کوئی چیز نہیں بلکہ اسی کا جزو ہے۔ لہذا جزیت کا ثبوت تواتر سے ہوا جو انبثاق قلم سببات پر دلالت کرتا ہے کہ سورتوں کی طرح
بِسْمِ اللّٰهِ بھی قرآن ہے ورنہ قرآنی خط میں لکھی جاتی۔ پس اتحاد قلم جو متواتر ہے اس سے **بِسْمِ اللّٰهِ** کی قرآنیث کا ثبوت ہوا نہ جزیت کا
اسلئے کہ اگر جزیت متواتر ہوتی تو مدیر طیبہ، مکر مکر، بصرہ، شام، وغیرہ کے قراء فقہاء میں اختلاف نہ ہوتا۔ یہ اختلاف خود عدم تواتر جزیت
کی دلیل ہے بلکہ عدم جزیت پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ مصحف متواتر میں سورتوں سے پہلے بیچ سطریں **بِسْمِ اللّٰهِ** مرقوم ہے پھر سطر
زیریں سے سورتوں کی کتابت شروع ہوئی ہے اس انداز کتابت سے اولیں نظریں محسوس ہوتا ہے کہ **بِسْمِ اللّٰهِ** اپنے ماتحت سے علاوہ کوئی
چیز ہے ورنہ اسی کیساتھ مکتوب ہوتی۔ اور عدم جزیت پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ بعض سورتوں کی آیات کے شمار پر اجماع ہے جیسے سورہ کوثر
اور سورہ اخلاص کا اول کی تین آیتیں ہیں ورنہ ان کی چار۔ اسی طرح سورہ ملک کے متعلق اجماع ہے کہ اس میں تین آیتیں ہیں۔ اور **بِسْمِ اللّٰهِ**
کو ہر صورت کا جزو قرار دینے سے سورہ کوثر کی آیات چار اور سورہ اخلاص کی آیات پانچ اور سورہ ملک کی اکتیس آیتیں ہو جائیں گی اور اختلاف
اجماع ہے **سُئِلَ** حضرت عمار بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذکر کردہ روایت سے تو یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ **بِسْمِ اللّٰهِ** آیت احد
انہیں بلکہ ایک سورت پر آیتیں ہیں اسلئے کہ وہ روایت متواتر نہیں اور خبر واحد یا مشہور یہاں کفایت نہیں کرتی تو کیا **بِسْمِ اللّٰهِ** کا ایک سورت
آیات ہونا اس طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ مصحف شریف میں **بِسْمِ اللّٰهِ** ایک سورت پر مقام پر لکھی ہوئی ہے اور کسی آیت کا متعدد مقامات پر
مکتوب ہونا اس کے تعدد کی دلیل ہے جیسے **فَبَآءِ** **اَلَمْ يَكُنْ اَنْكَبًا** **بَانَ** سورہ رجن شریف میں جو انبثاق دیگر آیات کے تعدد
کے واسطے مشکوک دلیل قطعی ہے مگر **بِسْمِ اللّٰهِ** کے لئے نہیں کیونکہ **بِسْمِ اللّٰهِ** کے متعدد مقامات میں مکتوب ہونے میں دو احتمال ہیں ایک یہی تعدد کا۔
دوسرا یہ احتمال بھی ہے کہ **بِسْمِ اللّٰهِ** کو سورتوں میں فصل کرنے کے لئے متعدد مقامات پر لکھا گیا ہے دیگر آیات میں یہ احتمال نہیں اور **بِسْمِ اللّٰهِ**
میں یہی احتمال منتج ہے اور احتمال تعدد مرجح اسلئے کہ اگر تعدد متواتر نہ ہوتا تو **بِسْمِ اللّٰهِ** کے آیت احدہ اور آیات متعدد ہونے میں بڑا اختلاف نہ
فرماتے۔ تنویر لا بصالح اور اسکی شرح میں مختصراً میں ہے۔ **وَهِيَ آيَةٌ وَاحِدَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ كُلِّهِ** انزلت للفصل بين السور
فما في السهل بعض آية اجماعاً وليست من الفاخرة ولا من كل سورة في الاصح فترجم على الجنب والله اعلم
(فرج يها الخ) ضمیر مجرور کا مرجح آیات مذکورہ ہیں یا قصہ گذشتہ اس تقدیر پر مابرائے الصاق ہوا ورنہ حجت بوجہ
فوائد فاعل بوجع سے حال ہے۔ علامہ کرمانی قدس سرہ السامی نے اسکی تفسیر میں الفاظ فرمایا **اِصْطَارِبُ سَبَبِ تِلْكَ الضَّغْطَةِ**
يَضْطَرِبُ فوائد اس تقدیر پر مرجح بعض ضاد کما فی قوله عليه الصلوٰۃ والسلام کہ لا ترجو بعدی کفاساً اور بار بار
سببیت اور ضمیر مجرور کا مرجح ضغطہ ہے جس کے معنی ہیں شدت کیساتھ دو چا۔ اور جملہ بوجع فوائد خجہ سوال حضرت جبریل
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنی پوری ملکی قوت سے دو چا تھا اسوقت تو ذل بھی احساس ہوا۔ اسوقت قلب مبارک میں مرقن کیوں پیدا ہو گئی
جواب حدیث سابق میں ہی مانزا و از جس کو اشد فرمایا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ وحی کا دوسر طریقہ یعنی فرشتے کا شکل انسانی میں
مشکل ہو کر کام کرنا شیعہ ہے پس معلوم ہوا کہ یہ مرقن نزول کلام الہی کی شدت سے پیدا ہوئی تھی۔ نزول وحی سے اسقدر بار بڑا ہے کہ قیاس
میں نہیں سکتا۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قلوب کو اس بارے میں تحمل کی طاقت عطا فرمائی گئی ہے۔ اگر ہمارے پر نزول وحی ہوتا تو
پاش ہو جائے۔ اللہ عزوجل کا یہ ہے **لَوْ اَنْزَلْنَاهُ اَلْفَافًا عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاٰيْتَهُ خَاشِعًا مُّصَدِّعًا** چو کہ کلام الہی کے نزول
کی اسوقت شروعات تھی اسلئے قلب مبارک ہر گھٹنے لگا اور اسی حال میں کاشائے رحمت کی طرف مراجعت فرمائی۔

وہاں تک کہ اسکی تفسیر میں الفاظ فرمایا

وہاں تک کہ اسکی تفسیر میں الفاظ فرمایا

وہاں تک کہ اسکی تفسیر میں الفاظ فرمایا

(لقد خشيت على نفسي) یہ لام قسم مقدر واللہ کے جواب پر داخل ہے۔ اسی واسطے نحوی اسکولام جواب یہ کہتے ہیں۔ خشیت بمعنی رجوت آتا ہے جیسے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مس قول میں جو خلیفہ دم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا تھا۔ لَقَدْ اخْشَرْتُ مِنَ الدَّعَاءِ الْمَلُوتِ حَتَّى اخْشَيْتُ اَنْ يَكُونَ ذِيكَ اسْهَلَ لَكَ عِنْدَ نَزْوِكَ اور اس کے نزدیک اب معاملہ سے متعدی بنفسی متارکہ آتا ہے جیسے خاشیت فلا فای تارکتہ اور با کے ساتھ متعدی بمعنی رحمت جیسے خاشی بفلان ای بقی علیہ مگر یہاں پر بمعنی خفت ہے متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جو حدیث میں مذکور نہیں۔ اسی باعث علماء میں اختلاف واقع ہوا کہ وہ مفعول بکیا ہے چنانچہ اس بارہ میں بارہ قول منقول ہیں (۱) الجون۔ اب معنی یہ ہوگا کہ بذا بھکو اپنی ذات پر جنوں کا خوف ہو گیا کہ میں جنوں پر بھاؤں گا۔ لیکن قول باطل ہے۔ اسلئے کہ مشاہدہ ملک در نزول قرآن ظہور انوار وحی سے جبکہ انکو اپنی نبوت کا علم پر ہی حاصل ہو گیا پھر اس خوف کا کیا مکان ہا۔ (۲) انھا جس بمعنی وسوس میں پیدا بھکو اپنے متعلق یہ خوف ہو گیا کہ گذشتہ وعدہ از قبیل دسوس ہو قول بھی بلیل سابق باطل (۳) الموت من شدۃ الرعب یعنی بذا بھکو یہ خوف ہو گیا کہ شدت رعب میری موت واقع ہو جائیگی۔ فقیر کا جب الحروف کے نزدیک قول بھی قابل اعتماد نہیں اسلئے کہ پیش کردہ واقعہ سے بمقتضائے بشریت قلب مبارک پر جو خوف طاری ہو گیا تھا اسکے زائل ہونے کے بعد یہ جملہ اوشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث زیر بحث میں اس جملے سے پیشتر ہے۔ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّعْبُ۔ جب رعب ہی باقی نہ ہوا تو شدت رعب سے موت کا خطرہ کس طرح ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۴) الموضع یعنی بذا بھکو اپنے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ میں بیمار پر طحالں گا۔ (۵) ودام الموضع یعنی بذا بھکو اپنے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ مجھے مرض ام لاہی ہوگا۔ یہ دونوں قول بھی مصنفین مسالت کے شایان ہیں کہ ملکی مشائخ اوردوحی الہی کے نزول سے برکات دہانی اور فیوض رحمانی کی توقع ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ارادہ کہ جب میری اذان دے تو فضل الہی کی دعائیں گویا کہ اس فرشتے کو دیکھا پس معلوم ہوا کہ مشاہدہ ملک موجب رحمت ہے نہ باعث زحمت لہذا اس سے مرض یا دمام مرض کا خوف کرنا بروی وقت خیال کے لائق نہیں تیسرے جو تھے پانچویں قول کو اگرچہ امام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ السامی نے فتح الباری شرح بخاری میں بہ نسبت دیگر اقوال مسلم اور ابوالصواب فرمایا ہے لیکن فقیر کا تب الحروف اپنی بے بضاعتی کے سبب جوہ مسطورہ کے پیش نظر اسکے سمجھنے سے قاصر رہا۔ (۶) العجز عَنِ الْمُنْظَرِ إِلَى الْمَلِكِ مِنَ الرَّعْبِ یعنی بذا بھکو اپنے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ رعب کی وجہ سے فرشتے کو دیکھنے سے عاجز رہوں گا۔ یہ قول بھی مقام سے بے تعلق ہے اور کلا اس لئے کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اس موقع پر اگر ملکی شکل میں حاضر ہوتے تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ تُو کو ملکی شکل میں دیکھنے سے رعب طاری ہو گیا اور اس رعب کی وجہ سے یہ خوف ہوا کہ آئندہ اُن کو دیکھنے سے عاجز رہیں گے لیکن اُن کا ملکی شکل میں حاضر ہونا ثابت نہیں بلکہ ہم ثابت کیے ہیں کہ انسانی شکل میں حاضر ہوئے تھے۔ لہذا روایت ملک سے عاجز نہ ہونے کا خوف مقام سے بے تعلق ہوا۔ ثانیاً اسلئے کہ طاری شدہ رعب کا سبب کلام الہی کا نزول تھا جسکو سمجھنے ابھی نہ ان کیا ہے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت اس کا سبب نہیں ورنہ رعب شروع لاقات ہی میں پیدا ہو جاتا۔ لیکن اسوقت پیدا نہیں ہوا بلکہ اسوقت تو اسوقت سکون میں تھے پھر حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنی پوری ملکی طاقت سے بار بار دہو چنے اور مکرر اقرع عرض کر نیکی باوجود جواب میں مآ انا بقارئ فرماتے رہے پس معلوم ہوا کہ اس رعب کا طاری ہونا کیا سبب ہی کلام الہی کا نزول تھا پھر رعب کی وجہ سے رویت ملک سے عاجز ہونے کا خوف کرنا یقیناً مقام سے بیگانہ چیز ہے ویدما ذکرنا ظہور لک سخفاۃ ما قال فی فتح الملہم ۳۱۸ بعض قولہ الصلۃ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لقد خشيت على نفسي بقوله ای ان تذهب لتقل الوحي وروية الملك وذلک لان الملك حیثین لم یکن فی الشکل الملکی فکیف یخشی ان تذهب نفسه من روية الملك فیما یتقبل واما خشية ذهاب النفس من تقل الوحي فبعد حصول العلم الضروری بنہوتہ غیر متصور منہ صلۃ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ خشیت مذکورہ بوقت اخبار موجود نہ تھی حتیٰ کہ کوئی اقراض وادہ ہو بلکہ اپنی رسالت اور جہل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت کے علم سے پیشتر ابتدائے ملاقات میں پیدا ہوئی تھی اسی واسطے خشیت کو بعینہ ماضی تعبیر فرمایا بھران کی ملکیت اسی رسالت کا یقین ہونے پر ماضی سے پیشتر زائل ہو گئی۔ اگر وقت اخبار موجود ہوتی تو اس کا اظہار بعینہ حال اس طرح فرماتے: "لقد اُخشیت علی نفسی علیک یوں نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ خشیت زمانہ ماضی میں پیدا ہو کر اخبار سے پیشتر زائل ہو چکی۔ زائل ہو جانے کے باوجود ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کا اظہار ہم طریقے پر اس لئے فرمایا تاکہ اپنی نبوت کے متعلق ان کا عذریہ ظاہر ہو جائے۔ اگر صدر حدیث رسالت کی خبر دی جاتی تو احتمال تھا کہ وہ فوراً انکار کر دیتیں۔ پھر انکار سے واپس کرنا دشوار ہوتا اس لئے کہ منکر اپنے انکار سے عادتاً نا بشکل رجوع کیا کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ نبوی ارشاد لہذا خشیت علی نفسی از قبیل تعریض ہے جس کا کلام کا ظاہری پہلو متروک اور غیر ظاہر پہلو مراد ہوا کرتا ہے چنانچہ نبوی ارشاد تَحْمِيْلًا عَلَى وَلَدٍ الْيَعْيُورِ اور كَيْدٍ حُلٍّ لِحُجَّةٍ عَجُوزٍ اس قبیل سے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ خشیت مذکورہ منصب رسالت پر قائم نہ ہوئی ہے پہلے واقع ہوئی تھی اور اس کوئی قباحت نہیں۔ اقول۔

توجیہ مذکور کا دار مدار اس پر ہے کہ خشیت پیدا ہو کر وقت اخبار سے پہلے زائل ہو گئی لیکن نبوی ارشاد لہذا خشیت علی نفسی صرف زمانہ ماضی میں خشیت کے پیدا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ بعد ازیں زائل ہو جانے اور وقت اخبار باقی نہ رہنے پر اس کی اصلا دلالت نہیں کسی چیز کو بعینہ ماضی تعبیر کرنے سے صرف استفادہ فرم ہوتا ہے کہ اخبار سے پیشتر زمانہ گزشتہ میں اس کا تحقق ہوا۔ متحقق ہونے کے بعد معدوم ہو گئی اور وقت اخبار موجود نہیں یا موجود ہے اس پر صیغہ ماضی دلالت نہیں کرتا خارجی قرآن سے یہ بات معلوم ہوا کرتی ہے چنانچہ کلام لاحق دلالت کرتا ہے کہ خشیت مذکورہ کا وقت اخبار ماضی ماضی اور وہ لفظ "کَلَّا" ہے جو ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں عرض کیا تھا۔ اسکے معنی ہیں کہ کیونکہ حَقًّا اِيعِنِ اِسْمَانُ بَیْطَا جیسے کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العالی کی تصریح عنقریب گذری۔ ظاہر ہے کہ لہذا خشیت علی نفسی کے جواب میں ہاں معنی "کَلَّا" اسی وقت کہا جاسکتا ہے جبکہ بروقت اخبار خشیت موجود دو درجہ جواب مقام سے بیگانہ ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد جو کلمات بفرمان زائد خشیت اور تائیس کے طور پر عرض کئے تھے وہ سب کے سب بے عمل ہو جائیں گے کہ خشیت پیدا ہو کر جب تک اکل ہو چکی تو پھر زائد خشیت کے کیا معنی اور تائیس کی کیا ضرورت ہاں اگر نبوی ارشاد از قبیل تعریض ہو تو جواب کی بیگانگی جاتی ہے گی اور یہ کہا جاسکے گا کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب نبوی ارشاد کے ظاہری پہلو پر مبنی ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ وقت اخبار خشیت موجود تھی۔ کیونکہ اخبار حدوث کے بعد جب تک کوئی قرینہ اختلاف دلالت نہ کرے شکی بقا متبادر ہوا کرتی ہے۔ اسی واسطے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوراً از خشیت اور تائیس کی طرف متوجہ ہو گئیں اور کلام کے ظاہری پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان تمام کلمات کو عرض کیا اس تقدیر پر جو ایک انطباق میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے گا۔ لیکن نبوی ارشاد لہذا خشیت علی نفسی کو از قبیل تعریض قرار دینا درست نہیں کیونکہ اس تقدیر پر اسکے ظاہری پہلو کو بدون ضرورت ترک کرنا لازم آئے گا جو مذہب اہل سنت کے خلاف ہے۔ کتب عقائد میں تصریح کی گئی ہے کہ نصوص کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا جب تک کوئی دلیل اس کے ترک پر قائم نہ ہو۔ شریح عقائد نسفی میں ہے۔ والنصوص من الكتاب والسنة تحمّل علی ظواهرها ما لم یصرّف عنھا دلیل قطعی۔ اور یہاں پہلو کوئی دلیل قائم نہیں جو ظاہر کے ترک پر دلالت کرتی ہو۔ لہذا نبوی ارشاد کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا اور جب ظاہر کلام سے خشیت کی بقا وقت اخبار مفہوم ہوتی ہے اور کلام میں مغفول مذکور نہ ہونے کی وجہ سے خشیت مبہم رہی تو اس کو ایسی خشیت پر محمول کرنا ضروری ہے جو منصب رسالت کی شایاں ہو اور اس سے سماقی وسمیاق کی مخالفت لازم نہ آئے چنانچہ یہ بات مذکورہ بالا بارہ اقوال میں سے خشکے تین قولوں میں پائی جاتی ہے لہذا ان میں سے کسی ایک پر محمول کرنا ضروری ہوگا۔ لیکن ہمارے نزدیک ایک قول ہے کہ

قول (خشیت قتل) محتمل ہے جسکی وجہ تفصیل کیساتھ ابھی بیان کر چکے ہیں جن اصحاب خشیت مذکورہ کو خشیت قتل پر محمول کر رہے مگر یہ کیا یا اسکو بعید بنایا۔ غالباً ان کا ذہن اس نکتے کی طرف مبذول نہیں ہوا جو ہم نے اس سلسلے میں بیان کیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارے بیان کردہ

نہ صرف ماضی ماضی کا خیال ہے بلکہ ماضی ماضی کا خیال ہے

کئے سے افاض کرنے کے بعد خشیت قتل منصب سالت کے ضایا نہیں رہتی۔ اسی واسطے علامہ سندھی علیہ الرحمۃ یہ تاویل کرتے پر مجبور ہوئے کہ خشیت مذکورہ اپنی رسالت اور جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت کے علم سے پیشتر واقع ہوئی تھی۔ الحاصل ہمارے معروضہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ علامہ سندھی علیہ الرحمۃ خشیت مذکورہ کے وقت اخبار باقی نہ پہنچے پر اگر صیغہ ماضی سے استدلال فرماتے ہیں تو صحیح نہیں اور اگر بنوی راشا کے از قبیل تعریض ہونے سے استدلال فرماتے ہیں تو صحیح ہے۔ مگر ضرورت اعمیہ نہ ہونے کے باعث نبوی ہر شاہد کو از قبیل تعریض قرار دینا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(کَلَّا) اس کے معنی پہلایا نہ ہوگا۔ یہ دعویٰ ہے جس کی دلیل کا صغریٰ مقدار دیکھا میخی دیکھا اللہ ابد اکبریٰ ہے یہ دونوں تصنیفیں ہیں اور تصنیف کلیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ لہذا کبریٰ منہاجی درست ہے اور کلا نہ فصل الرحمہ اکبریٰ کی علت استقرائی ہے۔ ترتیب قیاس یوں ہوگی۔ قتل رسولیٰ (صغریٰ) چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ کو رسولیٰ میں بھی ممتاز فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس رسوائی (قتل) میں مبتلا نہ فرمائے گا۔ یہ قیاسی شکل ثانی کی ضرب اول پر ہمارا اثبات صغریٰ، قتل رسولیٰ ہے؟ کیوں؟ اسلئے کہ انسان جب کسی مقصد کو بلند ہونگی کے ساتھ لیس کوڑا ہوا کا میاب ہونے سے پیشتر قتل کو دیا جائے تو بنام ہوتا ہے اور اسی کو رسولیٰ کہتے ہیں (اثبات کبریٰ) اللہ تعالیٰ آپ کو کسی رسوائی میں کمی مبتلا نہ فرمائے گا کیوں؟ کَلَّا کہ آپ کی ذات میں خوبیاں پائی جاتی ہیں جن کے کھٹے کھٹے آدی رسوائی نہیں کرتا۔ وہ خوبیاں ہیں۔ اِنَّكَ تَحْصِلُ الرَّحْمَہُ آپ کا قاب پر احسان فرماتے رہتے ہیں جسکو صلا کی کہا جاتا ہے۔ عام ازہم کہ یہ احسان مال کے ذریعہ ہوا بدن کے ساتھ جیسے خدمت اہل قریب کی زیادت اور نہیں سلام کرنا بھی صلہ رحمی میں داخل ہے۔ غرض کہ اپنی وسعت مطابق احسان کے حسب اہل طرح احسان کرنا قبول آپ ریف نہیں فرمایا کرتے۔ اور اتنا ہی نہیں کہ آپ کا احسان اقل تک محدود ہو نہیں نہیں بلکہ اقارب کی طرح اجانب بھی ذریعہ احسان چیر کر ہی شان ہے۔ وَتَحْصِلُ الْفَلَاحُ کرنا آپ کے بار اٹھایا کرتے ہیں خواہ اقارب ہوں یا اجانب۔ یہ بھی دونوں قسم کے احسان کو شامل ہے مال سے ہو یا بدن سے کہ دونوں ذریعوں کی دستگیری بلکہ خیال پر خیر کرنا بھی اس میں داخل ہے (کَلَّا) بمعنی بار آتا ہے۔ اس تقدیر پر معنی وہ ہوں گے جو مذکور ہوئے اور کَلَّا اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو اپنی کفالت سے عاجز ہو یا اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ آپ عاجزوں کو اٹھایا کرتے اور اگر لوگوں کو سہارا دیا کرتے ہیں لیکن ہر تقدیر داخل چونکہ معنی میں مستغنیہ ہے اسلئے "کَلَّا" کو بمعنی بار لینا اولیٰ ہوا۔ "وَتَحْصِلُ الْمَعْدُومَ" یہ فعل یہاں پر باب ضروب اور باب افعال دونوں سے مروی ہے۔ تقدیر نقل معنی یہ ہوں گے کہ آپ معدوم کو کسب فرماتے ہیں یعنی کما کر کھاتے ہیں یا انہیں کما اپنی ضروریات کے واسطے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہوں۔ اشعۃ المعانی میں ہے "وکسب ی کنی معدوم بالیعنی از کسب تدارستی خودی" اور ہر تقدیر دوم معنی یہ ہوں گے کہ آپ لوگوں کو کسب معدوم کی طرف متوجہ فرمایا کرتے ہیں یعنی لوگوں کو مال عطا فرمایا کرتے ہیں تاکہ وہ کسب تجارت کریں اور کما کر کھانے کی عادت ڈالیں۔ اس تقدیر پر تَحْصِلُ کا مفعول اول محذوف ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی۔ "تَحْصِلُ النَّاسُ الْمَعْدُومَ" اشعۃ المعانی میں ہے معنی وہ کسب ی کنی فی خود یعنی مالے میدی مرموم را کہ بدل کسب و تجارت کی کنند ان مفعول تقدیر پر تَحْصِلُ الْمَعْدُومَ موصوف محذوف "الکمال" کی صفت ہے۔ اور بعض شارحین نے فرمایا کہ "کَسْبُ" متعدی ہو مفعول بھی آتا ہے اور اسی قبیل سے ہے اِنَّ الْمَعْدُومَ مال وغیرہ جو نفیس فوائد اور مکارم اخلاق کو شامل ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ملتے۔ اب مجرد اور مزید دونوں کے معنی ایک ہی رہیں گے۔ چھوٹے آپ لوگوں کو ایسے نفیس فائزے اور عموہ اخلاق عطا فرمایا کرتے ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں پاسکتے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ معنی اول از قبیل احسان الی الخیر ہی نہیں اور معنی دوم میں صرف مالی احسان پایا جاتا ہے اور معنی سوم مالی اور بدنی ہر قسم کے احسان کو شامل ہے معنی اول اگرچہ فی نفسہ محمود ہے مگر انہیں چونکہ احسان الی الخیر نہیں پایا جاتا نہ صرف ناس میں یہ معنی سلامتی کا سبب قرار دئے جاتے ہیں اسلئے ان کا ذکر اس مقام پر مناسب نہیں کیونکہ یہ مقام ایسے اوصاف کے ذکر کا ہے جو دوسروں کے حق میں نافع ہوتے اور عند اناس موصوف کی سلامتی کا سبب بنتے ہیں معنی دوم اھ

سوم میں سے ہر ایک مراد ہو سکتا ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ معنی سوم ملو لئے جائیں اسلئے کہ انہیں بہ نسبت معنی دوم وسعت پائی جاتی ہے پھر سابقہ خبروں کی طرح یہ معنی سوم بھی مالی یا بدنی احسان میں سے کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دونوں کو شامل ہیں اسی طرح اقارب یا اجانب میں سے کسی ایک پر مخصوص نہیں بلکہ دونوں کو عام ہیں "وَلَقَرَى الصَّبِيفُ" آپ بہان نوازی فرمایا کرتے ہیں یہ خوبی بھی اقارب اور اجانب دونوں کو شامل ہے اور اس میں مالی اور بدنی دونوں احسان داخل ہیں۔ اسلئے کہ بہان نوازی کے مفہوم میں انتظام طعام کے ساتھ ساتھ انتظام قیام بھی داخل ہے اسی واسطے علامہ ذرقانی نے اس جملہ کی تفسیر میں فرمایا "أَيُّ قَهْقَرِيٍّ لَهُ طَعَامٌ وَتَنْزِيلُهُ لِمَنْ تَابَ الْغَيْرِ بِطَرِيقِ يُونُسَ عَنِ الزَّهْرِيِّ أَيْكَلُ وَيُخْبِي كَاذِرٌ كَيْفِيٌّ" اور آپ بات سچ فرمایا کرتے ہیں حد و این هشام بن عرقہ عن ابیہ میں یہ بھی ہے "وَقَوْلُهُ كَاذِرٌ كَيْفِيٌّ" اور آپ نمانت و افراد یا کرتے ہیں۔ ان دونوں خوبیاں میں پہلی خوبی موصوف کی واسطے موجب سلامت ہوا کرتی ہے اسلئے عوام اور خواص میں مشہور ہے "الْصِّدْقُ يَنْجِي وَالْكَذِبُ يُهْدِكُ" راست گوئی موجب نجات ہے اور دغا گوئی سبب ہلاکت اور دوسری خوبی میں بدنی احسان پایا جاتا ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ کمال ہے اور انکی جود رائے پر روشن دلیل کہ چند جملوں میں حکام اخلاق کے اصول جمع فرمائے۔ اس لئے کہ احسان مالی ہوتا ہے یا بدنی۔ اقارب پر ہوتا ہے یا اجانب مستقل پر ہوتا ہے۔ جو اپنے امور کا خوف نہ ہو یا غیر مستقل پر احسان کے تمام اقسام مذکورہ بالا جملوں میں مجتمع ہیں۔ "وَلَقَيْنَا عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ" اور آپ شریف حق باتوں میں امانت فرمایا کرتے ہیں جیسے بار قرض سے سبکدوش ہونے کے لئے کسی کی امانت کرنا یا مال دینے اور اس کے واسطے کسی حد و دینا۔ اسراف، غصب وغیرہ ناحق باتوں میں آپ کی امداد نہیں ہوتی تھی اسلئے "نَوَائِبِ الْحَقِّ" فرمایا یہ جملہ مذکورہ اور غیر مذکورہ تمام کمال اخلاق کو جامع ہے۔ مسئلہ کسی کے رد پر اسکی تعریف کرنا منع ہے اسی واسطے حدیث میں وارد ہوا۔ "أَحْسَنُ نَفَقَةٍ وَجُودَةٍ الْمَدْحُ اجْتِنَابُ التَّزَارُبِ" یعنی تعریف کرنا لوگوں کے منہ میں متلی بھردو۔ اسکے باوجود ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مذکورہ اوصاف کیساتھ بالمشافہ تعریف کرنا کس طرح درست ہوگا۔ جواب بیشک بالموافقہ کسی کی تعریف کرنا منع ہے مگر اسوقت جبکہ مدح میں خود بینی حکم و غیرہ جیسے جوڑب ہوئے کا گمان ہو یا تعریف واقع کے مطابق نہ ہو جیسے ظالم کو عادل کہا جائے۔ حدیث مذکورہ کا نقل نہیں دو صورتوں میں سے ایک ہے۔ اور جہاں خود بینی وغیرہ پیدا ہونے کا گمان نہ ہو اور تعریف میں واقعی اوصاف بیان کئے جاتے ہوں جیسے یہاں پر تو ایسی تعریف اگرچہ بالمشافہ ہو قطعاً درست ہے (ذرقانی) اقول یہ جواب بڑیل تزل ہے کیونکہ یہ واقعہ بتلائی ہے اسوقت تک احکام نازل نہیں ہوئے تھے تعریف بالمشافہ وغیرہ کی ممانعت اس وقت کے بہت بعد ہوئی۔ پھر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعریف بالمشافہ کو حدیث مذکورہ کی زد میں ملا کر کس طرح ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے۔ بعد از اہرام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا "وَرَقَّةُ ابْنِ تَوْحَلٍّ" کے پاس لے جانے سے پیشتر عبثۃً ابْنِ مَرْبُوعَ کے غلام عَدَّاسُ نامی کے پاس لے گئیں جو نفرانی اہم مقام "نَبِيَّوْحَىٰ" کا باشندہ تھا اور فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دیکر دریافت کرتی ہوں کہ تمہیں جبریل کا کچھ علم ہے؟ عَدَّاسُ اس ازراہ تعجب بولا "قَدْ دَسَّ قَدْ دَسَّ" (جیسے ہم اپنے علمات میں نوجب وقت سبحان اللہ بولتے ہیں) لئے خواتین قریش کی سرطاز جبریل کا ذکر اس زمین میں کیسے جہاں کے باشندے بہت پرست ہیں۔ فرمایا تمہیں نئے مشعل جو علم ہوتا وعدَّاسُ اس لئے کہادہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء کے درمیان امانت دار قاصد ہیں۔ موسیٰ اللہ صلی علیہا السلام کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغام لیکر بھی آتے جاتے تھے۔

حَتَّىٰ آتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ) (واؤ، سا، قاف تینوں حرف مفتوح ہیں۔ یہ ورقہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا اور بھائی تھے اسلئے کہ اُس کے ایک بیٹے خویلد ہوئے جن سے ام المومنین تھیں اور ایک بیٹے نوفل ہوئے جن سے حضرت ورقہ تھے۔ اسلئے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بروقت خطاب یا اس عہم فرمایا جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے۔

تجوید کے نزدیک صحیح بخاری

ہاں صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے صحابی میں شمار نہیں فرمایا اور ایک جماعت نے صحابی قرار دیا۔
 چونکہ یہ اختلاف صحابی کی تعریف پر مبنی ہے۔ لہذا اسکی تحقیق کی جاتی ہے تاکہ اس باب میں بھی صحیح قول معلوم ہو جائے۔ چنانچہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
 شرح البحر پر محدثین کے نزدیک صحابی کی تعریف میں یہ الفاظ نقل فرمائی ہے۔ والقیحابی عند المحدثین وبعض الاصولیین من
 لقی النبی ﷺ علیہ وسلم مسلماً ومات علی الاسلام اذ قبل النبوة ومات قبلہا علی الحنیفۃ عزید بن عمر بن
 نفیل اور اس تدوین کا نام ہے۔ یعنی محدثین اور بعض اہل اصول کے نزدیک صحابی وہ ہیں جو ہمیں بحالت اسلام نبوی ملاقات کا
 شرف حاصل ہوا اور اسلام پر وفات پائی یا شرف ملاقات زمانہ نبوت کے قبل حاصل ہوا اور زمانہ نبوت سے پہلے ہی ملت ابلیسی
 پر انتقال فرما گئے جیسے زید بن عمرو بن نفیل یا بحالت اسلام شرف ملاقات حاصل ہونے کے بعد اسلام سے پھر گئے اور پھر
 نبوی حیات میں اسلام قبول کر لیا۔ اس تعریف میں لفظ "او" بڑے تقسیم ہے جس سے صحابی کے تین اقسام معلوم ہوئے۔ قسم اول ہر وہ
 ذی عقل صحابی ہے جسکو ظہور نبوت کے بعد آپ پر ایمان رکھتے ہوئے آپ کی ملاقات حاصل ہوئی اور ایمان پر اس کا انتقال بھی ہوا وہی
 عقل اس لئے کہا کہ تعریف میں لفظ "من" استعمال کیا گیا جو ذی العقول کے لئے موزوع ہے اس سے معلوم ہوا کہ غیر ذی العقول جیسے حیوان
 نباتات، جمادات صحابی نہیں ہوتے۔ ذی عقل میں ہر انسان بالغ اور نابالغ جن اور فرشتے سب داخل ہیں۔ انسان کی طرح جن اور فرشتوں
 کو بھی عند تحقیق صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے کیونکہ انکی صحابیت کا دار مدار نبوی بعثت پر ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی
 بعثت نبی آدم کی طرح ان کی طرف بھی ہوئی ہے تو ان کا دخول صحابی میں ہر کے کا وہ نہ نہیں فتح الباری بطرح صحیح البخاری جلد سابع
 میں ہے۔ "اما المجن فالراجح دخولہم لان النبی ﷺ علیہ وسلم بعث الیہم قطعاً پھر تقریباً ووسط کے بعد فرمایا۔
 "واما الملائکۃ فیتوقف علیہم فیہم علی ثبوت بعثتہ الیہم" اقول عیلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت و
 رسالت تمام مخلوق کو شامل ہے اور مخلوق میں فرشتے بھی داخل ہیں۔ مسلم شریف میں ہے۔ "و امرت الی الخلق کافۃً"
 یعنی میں تمام مخلوق کی جانب سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں لفظ مخلوق اگرچہ انسان جن فرشتے ہر مخلوق کو شامل تھا لیکن پھر بھی لفظ کافۃً
 بڑھا دیا تاکہ معلوم ہو کہ لفظ خلق اپنے کامل عموم پر باقی ہے اس سے کوئی مخلوق مستثنی نہیں۔ البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ جن و انس کے
 حق میں آپ کا ارسال اجماعاً ارسال تکلیف ہے کہ وہ فروع شریعت کے ساتھ مکلف ہیں اور فرشتوں کے حق میں بھی بعض کے نزدیک ارسال تکلیف
 ہے مگر فرشتوں کا مکلف ہونا جن و انس کی طرح نہیں بلکہ ان کو ایسے احکام کے ساتھ مکلف فرمایا ہے جو ان کے احوال کے لائق ہیں۔ بعض کے نزدیک
 آپ کا ارسال فرشتوں کے حق میں ارسال تشریف ہے کہ آپ کے رسول ہونے کو امتی ہونے کا شرف حاصل ہو گا جن دائل و فرشتوں کے سوا باقی
 مخلوق کے حق میں آپ کا ارسال ارسال تشریف و رحمت ہے۔ چنانچہ عارف باللہ شیخ احمد صدیقی اپنے حاشیہ جلالین جلد چہارم میں
 زیر آیت "وان صرنا الیک نفراً من الجن فرماتے ہیں (ای اذکر یا محمد المقومات قصۃ صرنا الیک نفراً من
 الجن لیعتبروا بان رسالتک عامۃ للانسان والجن والملائکۃ وجمیع المخلوق لکن امر سالہ لیلۃ
 والجن امر سال تکلیف اجماعاً و امر سالہ للملائکۃ قبل سال تکلیف بما یلیق بہم وقیل امر سال
 تشریف و امر سالہ لیساعداہم من الحيوانات الغیر النعا فلیہ والحموانات امر سال تشریف و رحمة
 بلکہ حق یہ ہے کہ فرشتوں کے حق میں آپ کا ارسال صرف ارسال تشریف نہیں ارسال تکلیف بھی ہے۔ فروع شریعت کے ساتھ مکلف نہ
 ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دائرہ تکلیف ہی سے خارج ہو جائیں جن کی آپ کی رسالت کے کسی باب میں محتاج نہ رہیں۔ بلکہ عرفان الہی کے ایجاب
 سے ان کے لئے جن کی طرح فرشتوں کو بھی آپ کی رسالت کی احتیاج ہے اہل آپ کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے آپ کی امت موعود میں

نشیبہ القاسمی

ایسی بہتیاں موجود ہیں جن کے ہاتھوں سے فرشتوں کو بھی فیض الہی پہنچتا ہے اور ان کو اپنا شیخ طریقت قرار دیکر فرشتے منازل معرفت ط
کو پہنچتے ہیں۔ عمارت باللہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی اپنی کتاب مطالب خیر میں لکھتا ہے کہ
میں حضور مولا عظیم بنی شاخ عبدالحق صاحب جیلانی قدس سرہ الشاہی کا ایک انگریزی بابر لفظاً نقل فرماتے ہیں "وہ فرشتہ آ
آدمیان و امثالہ اندوہریان و امثالہ فرشتگان و امثالہ شیخ جہاد"۔ یعنی غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آدمیوں کے پیچھے
ہوتے ہیں (جن کے وسیلہ سے عرفان الہی کی منازل طے کی جاتی ہیں) اور پریوں کے لئے پیر ہوتے ہیں اور فرشتوں کی واسطے بھی پیر ہوتے ہیں اور
میں کہ آدمیوں اور جنوں اور فرشتوں کے پیر ہوں۔ اس مضمون کو بعد مائتہ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب
بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک شعر میں اس طرح ادا کیا ہے شعر: ملک کچھ شرک چھ جن کے ہیں پیر یہ تو شیخ خالی و سافل ہے یا غوث
جب ثابت ہو کہ نبوی بعثت عام تھی اسکے دائرہ میں فرشتے بھی داخل ہیں تو بحمد ہا تعالیٰ فرشتوں کا حلقہ صحابہ میں قول صبیح ہو گیا۔
فائدہ قطب الاقطاب سید جلال الدین غزنی جہانیاں قوس سرہ مقدمہ شیخ نصیر الدین چلغ دہلوی قدس سرہ کے ملاحظہ
ہیں آپ نے ارزی الجہ نہ سے بروز چار شنبہ مقام اچھ میں مہال فرمایا جو ضلع ماتان کا مشہور قصبہ ہے آپ کو خدمت جہانیاں سواسطے کہتے ہیں
کہ ایک مرتبہ شب عیدم خدمت شیخ بھاء الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرقہ پاک سے اپنے عیدی طلب کی۔ اور آواز کی کہ حق تعالیٰ نے
آپ کو خدمت جہانیاں کے ساتھ لقب فرمایا آپ کی عیدی یہی ہے پھر مقدمہ شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرقہ پاک سے یہی درخواست
کی اور آواز کی کہ آپ کی عیدی یہی ہے جو والد ماجد نے فرمائی پھر آپ نے اپنے مرشد مقدمہ شیخ رحمن الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں
عیدی کی درخواست پیش کی فرمایا کہ آپ کی عیدی وہی ہے جو میرے والد ماجد اور جد امجد نے عطا کی جب اپنے مرشد کی خدمت سے باہر گئے
تو جو دیکھتا ہی کہ نہ کہ عید و مہمانیاں آرہے ہیں وقت سے آپ اس لقب کے ساتھ مشہور ہو گئے (صبح سنا بل شریف وغیرہ)
مولیٰ تعالیٰ نے آپ کو جہاں جہانیاں رکالائے معرفت عطا فرمائے جو تحریر میں نہیں آسکتے وہاں آپ کو عالمی ہونے کی نعمت عظمیٰ بھی مرحمت فرمائی
تھی ایک جن صحابی سے آپ کو کثرت التذلل حاصل تھا۔ اس کو سید جلال الدین محمد مقصود عالم شاہی رضوی نے اپنے رسالہ
القول الصواب فی تعریف اصحاب میں بیان فرمایا پھر ان کے صاحبزادے علامہ جعفر رضوی نے ان سے الفیض لفظاً
شرح صحیح البخاری میں نقل کیا (ظفر الامانی فی مختصر الجہانیاں)

(ظہور نبوت کے بعد) قسم اول میں نبوت کے بعد کی قید کا اس لئے اعتبار کیا گیا کہ یہ قسم دوم کے مقابل ہے اور اس میں
قبل نبوت کی قید رہی ہے اور پہنچے بگائے نبوت ظہور نبوت اسلئے کہا کہ فاجر کی اس میں سے نبوت کا ظہور شروع ہوا ہے۔ ورنہ نبوت
تو اس عاقبت ہزار ہا سال پیشتر عالم ارواح میں عطا ہو چکی تھی۔ اس وقت تک حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا
ہوئے تھے۔ اور عالم ارواح میں تخلیق آدم سے پیشتر نبوت کا ملنا آپ کے خصوصیات سے ہے۔ (خصوصاً کبریٰ للسیوطی)
(آپ پر ایمان رکھتے ہوئے) یہ لفظ "مسلم" کا ترجمہ ہے جو تعریف میں مذکور تھا ہم نے ترجمہ میں بجائے لفظ اسلام
لفظ ایمان اختیار کیا تاکہ ترجمہ کو محاذیہ کیساتھ مطابقت ہے اور اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ ایمان پر اسلام و ایمان ہم معنی ہیں۔ اس قید
سے وہ شخص خارج ہو گیا جس کو ظہور نبوت کے بعد نبوی ملاقات تو حاصل ہوئی مگر بحالت ایمان نہیں اگر چنانچہ انتقال ایمان پر ہوا ہو۔ اصحابہ
جلد اول میں ہے ویخرج بقید لا یمان من لقیہ کافر ولو اسلم بعد ذلک اذ الہد یجتمع بہ مرۃً ثانیاً
جیسے بارشہ دوم قیصر کے قاصد جو بحالت کفر ملاقات کیے تھے پھر عسکرم صلے اللہ علیہ آکرم کے وصال فرمائے کے بعد اسلام لائے یہ صحابی
نہیں۔ نہ اب الماروی شرح تفسیر النواوی میں ہے ومن راہ کافر انما سلم بعد موتہ مرسول فیقول لا عیدۃ

بشریح صحیح البخاری

بشریح صحیح البخاری

لہ۔ صبی عاقل اس قید سے خارج نہیں اسلئے کہ اس کا اسلام معتبر ہے تو وہ حقیقتہً مسلم ہو یا غیر صحابی ہونے کے لئے بلوغ شرط نہیں۔ ورنہ جن کی صحابیت پر اجماع ہے وہ خارج ہو جائیں گے جیسا امام حسن اور سید الشہداء امام حسین اور عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم التقیید والا ایضاً شرح مقدمہ ابن صلاح میں ہے والصحیح ان البلوغ ليس شرطاً في حد الصحابي والا لخرج بذلك من اجمع العلماء على عدلهم في الصحابة كعبد الله بن الزبير والحسن والحسين رضي الله تعالى عنهم۔ رہا صبی غیر عاقل تو چونکہ اس کا اسلام معتبر نہیں اسلئے وہ حقیقتہً مسلم نہ ہوا۔ لہذا مسلمہ کی قید سے خارج ہو گیا نیز اگر حدیث جیسے یحییٰ بن معین وابو نضرہ وغیرہ و ابوحاتم وغیرہم کے نزدیک بن تیز کو پہنچا صحابی ہونے کے لئے شرط ہے اسی تقیید میں ہے فاما التمييز فظاهر كلامهم اشتراطه كما هو موجود في كلام يحيى بن معين في الزيادة والى حاتم والى داود وابن عبد البر وغيرهم۔ لیکن محققین کے نزدیک صحابی ہونے کیو اسلئے سن ۱۰ کو پہنچنا شرط نہیں۔ اس واسطے محمد بن ابی بکر الصديق رضي الله تعالى عنهما جیسے حضرات کو صحابہ میں کر کے ہے۔ حالانکہ عسید بن مسلم علیہ السلام کی وفات کے وقت انکی عمر تین ماہ کچھ دن کی تھی۔ کیونکہ سلامہ اور خرماء ذی القعدة سفر حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ کے داخلے سے پیشتر پیدا ہوئے تھے۔ فتح الباری جلد ہفتم میں ہے کہ انہ ہل یشرط فی الراعی ان یکون بحیث یمیز ما راہاً و یمتیض یمحاً حصو الترویة محل نظر وعمل من صنف فی الصحابة يدل علی لسانی فانهم ذکرنا محمد بن ابی بکر الصديق والما ولد قبل وفاة النبي صلى الله عليه وسلم بثلاثة اشهر وایاہ کما ثبت فی الصحیح ان امہ اسماء بنت عمیس ولدته فی حجة الوداع قبل ان یدخلوا مکة وذلك فی اوخر ذی القعدة سنة عشر من الهجرة ومع ذلك فاحادیث هذا الضرب مر اسیل۔ اسی طرح تمام وہ اطفال جماعت صحابہ میں داخل ہیں جو زمانہ شیر خوارگی میں حاضر خدمت کئے گئے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے برکت کے لئے کسی کو کھجور چبا کر کھلائی۔ کسی کے منہ میں بے ہن ڈالا کسی کے سر پر دست مبارک پھیرا۔ اس طرح انہیں نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ البتہ ایسے حضرات کی حدیث مرسل ہوگی مگر بخیر علامۃ ابوالحسنات مولانا محمد عبدالحی لکھنوی قدس سرہ القوی ظفر الامانی فی مختصر البحر جانی میں فرماتے ہیں واختلفوا فی الصغیر الغیر الممیز کعبد الله بن الحارث بن نوفل وعبد الله بن ابی طلحة الانصاری وغیرہا ممن حنكہ النبي صلى الله عليه وسلم ودعا له ومحمد بن ابی بکر الصديق الذي ولد فی سفر حجة الوداع قبل الوفاة النبویة بثلاثة اشهر فمنهم من لم یعدہ من الصحابة والمرجح هو دخولہ فیہم نعم حدیثہم مرسل لکنہ مرسل مقبول مثلاً یہ کہ صبی غیر عاقل عند التحقیق جماعت صحابہ میں داخل ہے تو مجنون بدرجہ اولی داخل ہو سکے گا جسکو شرعی احکام میں ہر تفریق حاصل ہے۔ دیکھئے اگر صبی غیر عاقل کی بیوی مشرت باسلام ہو جائے تو اس کے کافر والدین پر اسلام پیش نہ کیا جائے گا بلکہ اس کے عاقل ہونے تک انتظار کریں گے۔ عاقل ہونے کے بعد اگر وہ بھی مشرت باسلام ہو گیا تو فیہا دنہ تفریق کر دی جائے گی۔ بخلاف مجنون کہ اس کی بیوی اگر مشرت باسلام ہو جائے تو اسکے والدین پر اسلام پیش کریں گے انہیں سے اگر ایک بچہ بھی اسلام قبول کر لیا تو مجنون کو تبعاً مسلم قرار دیا جائے گا اور وہ عدت اسکی زوجیت میں رہے گی اور اگر کسی نے اسلام قبول نہ کیا تو تفریق کر دی جائے گی۔ مناسراً اور اسکی شرح نور اکا نواریں ہے وہو فی اول احوالہ کالجنون بل ادنی حال امنہ صحابہ کی جماعت میں جب صبی غیر عاقل اور مجنون کا دخول در سنت ہو گیا تو وہ مسلمہ کی قید میں ان دونوں کو داخل رکھنے کے لئے یہ کہنا پڑے گا کہ تعریف میں مسلماً عام ہے اصالةً مسلم اور تبعاً مسلم دونوں کو شامل ہے۔ یہ دونوں اگرچہ صائہ مسلم نہیں ہو سکتے لیکن تبعاً مسلم

صبی عاقل
حال
چہ
بلوغ
میں
کوئی
تفریق
نہیں
ہے

ضرر نہ ہو سکے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا اطفال کا ہر وقت نبوی ملاقات تبعاً مسلم ہونا ظاہر ہے کہ ان کے والدین مسلم ہو کر معاہدہ تھے۔ اور اگر کسی مجوز کو بھی نبوی ملاقات کا شرف ہوا تھا جن کے والدین ہیں سے ایک ہی مسلم ہوں تو یہ بھی یقیناً مسلم تھے لہذا یہ اور وہ اطفال دونوں مسلمان کی قید سے خارج نہیں ہوئے

(آپ کی ملاقات حاصل ہوئی) بعض حضرات نے صحابی کی تعریف میں روایت کا ذکر کیا ہے اور یوں کہا من راي النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ليكن ملاقات کا اختیار کرنا اس ہے تاکہ عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعریف شامل ہو جائے جو صحابہ میں غل ہیں۔ اس لئے کہ بوجہ نابینا ہونے کے انکو روایت حاصل نہ تھی۔ احسن اس لئے کہا کہ روایت کو عام قرار دیا جائے بالفعل ہو یا بالقوة تو یہ تعریف بھی ان پر صادق آجائے گی۔ **(قول)**۔ لہذا کے معنی میں قرب خود کو حقائق بدل میں ہے و يقال لقينته ولا قينته اذا استقبلته قريبا منه بملات من روایت کہ وہ عام ہے یہ ایک فرد یا سافرد ہی ہوا جس روایت بغیر لقا متحقق ہو جیسے وہ صاحب نہیں دوسرے روایت حاصل ہوئی۔ یہ یقیناً صحابی ہیں۔ حالانکہ انہیں ملاقات حاصل نہیں۔ تو جس تعریف میں لقا مانو ہے وہ جامع ہی نہیں ہے جاسیکہ احسن ہو۔ فتح الباری جلد ۱۱ میں ہے ویطلق ايضا على من سالا سر وية ولو على بعد والله تعالى اعلم۔ ملاقات کی قید سے وہ حضرات بخل گئے جو ظہور نبوت کے بعد ایمان لائے اور ایمان پر انتقال بھی ہوا مگر نبوی ملاقات حاصل نہ ہو سکی۔ جیسے خیر التالبعین اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو والدہ ماجدہ کی خدمت میں منہمک ہو نیکے باعث نبوی ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ اور جبرشکہ باو شاہ بخاشا جی کا اسم گرامی أصحمة تھا۔ اس ملاقات کی واسطے یہ شرط ہے کہ دنیوی حیات میں ہو لہذا جن صاحب نے وفات کے بعد وفی سے پیش تر جسم پاک و دیکھا وہ صحابی نہیں جیسے ابو ذر و یب خو یلید بن خالد ہذلی جو مشہور شاعر تھے۔ اور تمام وہ انبیائے کرام جو نبوی حیات کے بعد عالم بیلادی میں ملاقات سے مشرف ہوتے ہیں اسی طرح یہ شرط بھی ہے کہ ملاقات بیداری میں ہو تو جو صاحب نبوی حیات میں آیا اس کے بعد عالم غراب میں ملاقات سے مشرف ہوئے وہ صحابی نہیں۔ فتح الباری جلد ۱۱ میں ہے اما من سالا بعد موته قول وفنه فالراجح انه ليس بصحابي پھر جن سالا کے بعد یا اما من سالا فی المنام وان كان ذکا اذ افاقا ذلک تھا بیجہ الی الامور المعنویة لا الاحکام الدنیویة فلذلک لا یعد صحابیا ولا یجوز علیہ ان یصل بمقام صحابة فی قیام الحال والله اعلم لیکن انبیاء کرام جنہوں نے نبوی حیات میں کچھ دین پرچہ جیسے مسیح مہدی اسلام اپنے بیت المقدس میں کھاتا وہ صحابی ہیں ورنہ کو دیکھنے والے تابعی قرار پائینگے مقدمہ صاحب صلاح کی شرح التقیید کا ایضاً صفحہ ۲۵۵ میں جو انظار ان من سالا منهم فی الارض فهو صحابی حکم الصحابة۔

(اور ایمان پر انتقال بھی ہوا) اس قید سے وہ خارج ہو گئے جن کا انتقال ایمان پر نہیں ہوا جیسے ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شوہر عبید اللہ بن جحش تھے ساتھ مشرف باسلام ہوا تھا اور ہشک طرف ہجرت بھی کی تھی لیکن اہل بیت ہو گیا اور نصرت ہی پر انتقال کیا اور عبد اللہ بن جو مہرہ گایا فتح کہ مرل سے جان بچا کیلئے گدہ شریف کا پرہ تمام باغی اس کی طرف قتل کیا گیا بحوالہ اس قید لازم آتا ہے کہ تمام صحابہ کرام جو مہرہ کتے ہیں انتقال سے پیشتر حالت حیات میں ہی صحابی کا اطلاق درست اس لئے کہ صرف تعریف کی واسطے اسکی تمام قیود کا تحقق ضروری ہے اور حیات میں ایمان پر انتقال متحقق نہیں پس بحالت حیات صحابی نہ ہوئے جو اب علامہ ابن حجر اور ان کے استاد ذہبی عریقی رحمۃ اللہ علیہما علیہما نے تعریف صحابی میں اس قید کو لازم فرمایا ہے تاکہ بعد اختتام زمانہ صحابہ بشریہ معلوم ہو سکے کہ کس بشر پر صحابی کا اطلاق ہو گا اور کس پر نہیں۔ ملائکہ متعلق تو یقین ہے کہ ان کا انتقال جب بھی ہوا ایمان ہی پر ہو گا اس لئے کہ وہ معصوم ہیں۔ اور معصوم سے ارتکاب کفر ممکن نہیں۔ اور جن کا حال ہم سے مخفی ہے تو بشری وہ ہیں جن کا ایمان یا کفر یا انتقال معلوم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس قید کے اضافہ سے ایسے یا شکی امور کا انکار

بشیر القاری

حضرت
مکہ
مکہ
مکہ

بشیر القاری

مقصود ہے جن کے متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ ان کا انتقال ایمان پر نہیں ہوا جیسے مذکور بالا ہر دو اشخاص پس یہ تعریف ایک مخصوص زمانہ کا تھا
سے ہوئی۔ اسی واسطے حالت حیات میں صادق نہیں۔ اور جن حضرات نے کسی مخصوص زمانہ کا اعتبار نہیں کیا انہوں نے یہ قید نہیں رکھائی
جیسے امام بخاری علیہ الرحمۃ انہوں نے اسی بخاری شریف میں باین لفظ صحابی کی تعریف فرمائی ہے من صحابہ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اور اہل بیت المسلمین فقہو من اصحابہ۔ لیکن کفر یا انتقال کے بعد یہ تعریف بھی صادق نہ کہے گی کہ صحابی کا
سامان بننا اس تعریف کی رو سے بھی شرط ہے۔ حال جب تک اسلام پر قائم رہا صحابی کا اطلاق اس تعریف کے لحاظ سے درست
تھا مگر تہہ ہر وفات پائی جماعت صحابہ سے خارج ہو گیا۔ اب صحابی کا اطلاق درست نہ رہا جیسے انسان جب تک ایمان بنقا ہے تو صحابہ
مانے گا۔ اور ایمان سے خارج ہونے کے بعد اس پر یمن کا اطلاق نہ کر سگے۔ آمدیم بر مطلب یحتمل فی تعالیٰ اب ظاہر ہوا کہ حضرت
رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کی قسم اول میں داخل ہیں اس لئے کہ انہوں نے بحالت ایمان نبوی ملاقات کا شرف حاصل کیا اور ایمان پر وفات پائی
جیسے کہ اسکی تفصیل اقبل میں گذر گئی۔ علمائے کرام کی دوسری جماعت کہتی ہے کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی
نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ورقہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر انتقال کر گئے چنانچہ حدیث ذریعہ کے الفاظ ثم لم یثبت
ورقہ ان توفی ودفن الوحی سے یہ چیز ظاہر ہے اصحابہ ۵۹۶ جلد سوم میں یہ الفاظ مذکور ہیں فہذا الظاہر انہ اقر بنبوۃ
ولکنہ مات قبل ان یدعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الناس لی کا سلاہ فی کون مثل بحیرا و فی
آیات الصحبة لہ نظر۔ اور مومن یا مسلم کسی شخص کو کہتے ہیں جس نے دعوت کے بعد اسلام قبول کیا ہو حضرت ورقہ دعوت سے پہلے
انتقال کرنے کے سبب جب مسلم نہ ہوئے تو صحابی نہیں ہو سکے کہ صحابی کی تعریف میں مسلم ہونا ناخوہ ہے۔ ہاں اہل فرقت سے ہیں جیسے بحیرہ
سراہب۔ اور کمال النبوة کی مذکورہ بالا روایت میں ان کی جس تسبیح کا ذکر ہے اس میں احتمال بھی ہے کہ وہ تصدیق دعوت سے پیشتر
ہی ہو لہذا یہ روایت مقام استدلال میں پیش کر کے قابل نہ رہی کہ اخراج الاحتمال بطل الاستدلال جواب سوئے افترا کی
مذکورہ آیات نازل ہونے کے بعد سے تین سال تک قرآنی نزول موقوف رہا اور آپ خفیہ طور پر دعوت اسلام فرماتے رہے یہاں
تک کہ جب آیت فاصدع بآقاؤم و اعرض عن المشرکین کا نزول ہوا تو اپنے علانیہ طور پر دعوت
شروع فرمادی پھر جب بتوں اور بت پرستوں کے متعلق یہ حکم بیان فرمایا کہ دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ تو کفار
مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور طرح طرح سے اپنا پہونچانے لگے کفار کی مخالفت اور ایذا رسانی نبشت کے چوتھے سال میں پیش آئی۔
صدار ج النبوة ۵۹۶ جلد دوم میں ہے تا ستمہ سال حال میں منوال بود و ما بود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باخفا دایں امور
صبر بران لپ آنحضرت خفیہ دعوت عیسیکو تا نازل شد ای آیت کہ یہ فاصدع بآقاؤم و اعرض عن المشرکین قریش کی حضرت
متعرض نمی شدند تا آنکہ آنحضرت متعرض شد بالہر اشیاء و حکم کرد کہ ہاں عبادت کنندگان ایشان نہ ناروا ہند بود و دایں سال ہما
بود و مخفرا۔ اور حضرت ورقہ کی وفات نبشت کے چوتھے سال میں واقع ہوئی ہے۔ سیرت جلی ۲۸۵ جلد اول میں ہے۔ ففی الامتاع ان
ورقہ مات فی السنة الرابعة من المبعث اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ نے خفیہ دعوت کا زمانہ نبینا پایا ہے بلکہ انکی حیات
میں تین سال تک قرآنی نزول موقوف رہنے کے بعد جاری بھی ہو گیا تھا چنانچہ سیرت جلی ۲۸۵ جلد اول میں ہے۔ وفی کلام کتاب الخیر
فی الصحیحین ان الوحی تنایح فی حیاة ورقہ و آتہ آمن بہ بلکہ یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہونچ گئی ہے کہ اپنے علانیہ دعوت کا
زمانہ بھی پایا ہے چنانچہ اصحابہ کے اسی مضمون ذکر میں ایک مرسل روایت بسند حدیث بخروج کردہ من بابیوں بکا کہ حضرت عرقہ بن زبیر سے
مروی ہے کہ حضرت ورقہ اس وقت تک حیات ہے جبکہ کفار کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید ہو چکے تھے مگر میں میں باکرا کر رہا تھا

تھے تاکہ اسلام کو ترک کر کے مشرک ہو جائیں اور حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب ہاں پر گند ہوتا تو ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے
 علامۃ ابن حجر اس کو تحریر کر کے فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال دعوت سے پیشتر نہیں ہوا
 بلکہ دعوت کے بعد تک نہ رہے ہیں۔ پھر علامۃ موصوفیؒ اس مسئلہ میں روایت اور حدیث زیر بحث کے لحاظ الفاظ میں اس طرح تعلیق بیان فرماتے کہ
 مذکورہ الفاظ سے مراد یہ ہو کہ پھر حضرت ورقہ کو زیادہ نہ ماننا نہ لگنا نہ لگا انتقال کر گئے یعنی اسلام کے مشہور ہونے اور جب اس حکم کے سے پہلے انتقال کر گئے
 بلکہ امام واقفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان کردہ واقعہ وفات سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم جہاد ان کے بعد انتقال ہوا ہے اور وہ واقعہ ہو کہ آپ شام
 چلے گئے تھے جب خبر پہنچی کہ جہاد کا حکم ہو گیا تو حضرت سیدنا قدس میں حاضر ہونے کی نیت سے چل پڑے بلایا نخم و جزمہ ام سے گندہ تھے۔ کہ
 لوگوں نے قتل کر ڈالا اور کچھ ان کے پاس تھا سب لٹا لیا (قسط لانی ص ۶۶)۔ پھر کہیں چونکہ ان کی تصدیق حیات کے آخر تک ہی تھی
 اور حیات علانیہ دعوت کے بعد تک تو انکی تصدیق دعوت کے بعد تک ہی اپنی انتقال ہی ساتھ ہو گیا جو مکمل النبوة کی مذکورہ روایت
 ظاہر کیا تھا۔ جب ثابت ہوا کہ دعوت کے بعد ہی انکی تصدیق باقی رہی تو وہ مسلم بنے اور جب مسلم ہونا درست ہو گیا تو صحابی ہونے میں کیا شبہ
 ہو سکتا ہے۔ اسی اسلئے سیرۃ حلبی ص ۲۸ جلد اول میں فرمایا و حیث ادرک الریالۃ فقد اسلم و سینئذ ینکون
 صحابیین۔ اور بحجیر اراہب کی طرح حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل فترت قرار دینا درست نہیں اسلئے کہ دونوں میں بعد اہل فترت
 ہے۔ بحجیر اراہب نے یوں تصدیق کی تھی کہ اپنے مانہ آئندہ میں دعوت ہو گئی اور نزول وحی سے پیشتر انتقال کر گئے اور حضرت ورقہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نزول وحی کے بعد اس طرح تصدیق کی کہ آپ نبی مرسل ہیں اور مانہ دعوت کے بعد تک نہ رہے۔ پھر بحجیر اراہب
 کی جامع اہل فترت سے کہے ہو سکتے ہیں اصحابہ کے قول مذکور بالا تعجب کرتے ہوئے علامۃ بروہان بقا ہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے
 فرمایا ہذا من العجائب عیفت یمائل من آمن بانہ قد بعث بعد مکاتباتہ الوحی فانطبق علیہ تعریف
 السحابی الذی نہی فی غیبتہ بعث آمن انہ سیبعث و مات قبل ان یوحی الیہ۔ بلکہ علامہ بروہانی
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت ورقہ کی وفات قبل دعوت کے قائل کار ذکر کے فرماتے ہیں فہو صحابی قطعاً بل اول الصحابة
 کما کان شیخنا شیخ الاسلام یعنی البلقینی یقر کہ یعنی حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً صحابی ہیں بلکہ اول
 صحابہ جیسے کہ امام شیخ الاسلام بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسکا اثبات فرماتے (زیر قافی ص ۲۳ جلد اول) اور مقدمۃ ابن صلاح
 کی شرح التفسیر ص ۲۶۹ میں ہر وہ یقیناً یقال ان اول من آمن من الرجال ورقہ بن نوفل یعنی یہ ان کا
 کہہ دوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ورقہ بن نوفل ہیں ویمّا ذکرنا ظہر بخلافہ ما فی فیض البہری ص ۳۲
 من قولہ فی ورقۃ واتفقوا علی ایمانہ حتی ان بعضاً منهم عدوۃ فی الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 نعم عونہ من ہذہ الامۃ محل ترد فانہ توفی قبل ظہور نبوتہ) اما اول فلا فی الترد فی کونہ
 من ہذہ الامۃ مبنی علی الذہول من معنی لا یمان بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فان لا یمان ہو
 التصدیق یمتاجا بہ التبعی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بالضرورة و لا یحقق الا بعد الدعوة کما مر
 واما ثانیاً فلا فی القول بوفاتہ قبل الدعوة خلاف التحقيق کما سمعت منا واما ثالثاً فلا فی وفاتہ
 اذا کان قبل الدعوة لم یکن موثقاً لم یکن من ہذہ الامۃ جز ما فیکف الترد فما جملہ علۃ للترد
 لا یجمل للعلیۃ سوال سے پہلے ایمان کون لایا؟ اس روایات پر کہ تمہلک بنی۔ اسلئے امام اعظم ابی حنیفہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ ان روایات میں تعلیق دیتے ہوئے فرمایا اگر ان دونوں میں سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں میں

دعوت
پہلے ہی
تھی

بشرح صحیح البخاری

سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی بن ابی طالب سے پہلے حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے گھر
 غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔
 (تذکرہ سیل المراد) پھر یہ کہنا کس طرح درست ہو گا کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ورقہ ایمان لائے۔ جواب ان کو
 قولوں میں بھی تطبیق ممکن ہے، اگر وہ کسی کتاب میں نقل کر رہیں گے۔ وہ یہ کہ آزاد مردوں میں ایمان لایں والے دو قسم کے ہیں ایک وہ جنہوں نے
 اپنے ایمان کو لوگوں میں ظاہر کیا۔ دوسرے وہ جنہوں نے اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آزاد
 مردوں میں سب سے پہلے ایمان لایں والے بایں معنی ہیں کہ آپ نے سب سے پہلے لوگوں کے سامنے اپنا ایمان ظاہر فرمایا تھا جس سے عام طور پر
 لوگ واقف ہو گئے تھے۔ بخلاف حضرت ورقہ کہ انہوں نے ظاہر نہیں کیا۔ پس ولایت بلحاظ اظہار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کے لئے ہوئی۔ اور حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واسطے علی لا طلاق لیکن اس بہرہ مقام محقق ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کا آزاد مردوں میں صدیق اعظم کو مطلقاً اقل قرار دینا خالی از علت نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
قسم سوم وہ حضرات ہیں جنہیں ظہور نبوت سے قبل نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور ظہور نبوت سے پہلے ہی تک ابراہیمی پر انتقال
 کر گئے جیسے نذیر بن عمرو بن نفیل۔ آپ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی اور عشرہ مبشرہ میں حضرت سعید
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ہیں۔ آپ نے عامر بن ربیعہ سے کہا تھا کہ میں بنی قوم کے مخالف ہوں اور بنی ابراہیمی کی اتباع پسند
 ہے اور ایسے نبی کا انتظار ہے جو بنی اسحاق سے مبعوث ہوں گے۔ لیکن میرا ظن ہے کہ میں ان کا زمانہ پاسکوں گا میں ان پر ایمان لاتا
 ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ اگر تمہاری عمر اتنی دراز نہ ہو کہ ان سے ملاقات میسر نہ آئے تو میرا سلام ان کی خدمت میں پیش کر دینا۔
 عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ مشرف باسلام ہونے کے بعد میں نے اس واقعہ کو خدمت اقدس میں عرض کیا تو سید عالم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے لئے دعائے رحمت فرمائی۔ اور فرمایا کہ میں نے ان کو جنت میں دیکھا کہ ناز
 کے ساتھ چل رہے تھے۔ بہت پرستی ترک کر کے دین حق کی تلاش میں شام جا پہنچے۔ ہشام بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
 ہیں کہ آپ اس وقت شام میں تھے جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تو خدمت اقدس میں
 حاضر ہونے کے ارادے سے چل پڑے۔ راستے میں لوگوں نے قتل کر ڈالا۔ اور بعض مورخین نے کہا کہ بعثت سے پانچ سال قبل
 وفات پائی۔ جبکہ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ کو
 سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے متعلق سوال کیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت فرمادی اور ان پر رحم فرمایا اس لئے کہ
 انہوں نے ملت ابراہیمی پر وفات پائی ہے (فتح الباری جلد ہفتم ص ۱۸) قسم سوم وہ حضرات ہیں جنہیں بحالیت
 اسلام نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا بعد از نزول اسلام سے پھر گئے لیکن نبوی حیات میں دوبارہ مشرف باسلام ہو گئے ایسے
 حضرات کو دوبارہ مشرف باسلام ہونے کے بعد اگر نبوی ملاقات حاصل ہو گئی تو ان کے سماجی فرائض میں اختلاف نہیں اور اگر نبوی ملاقات
 نصیب نہ ہوئی تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وہ اب بھی صحابی ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک مرتد کے حسنات اس وقت حاصل
 ہوتے ہیں جبکہ ارتداد پر اس کا انتقال ہو لہذا صحابیت جو از قبیل اعمال حسنہ ہے صورت ہذا میں باقی رہی بلکہ ارتداد اور تجدید اسلام
 اگرچہ نبوی حیات کے بعد یوں شافعی مسلک پر زوال صحابیت کیلئے موجب نہیں تا وقتیکہ ارتداد پر انتقال نہ ہو۔ اب تین صورتیں ہوں
 (۱) ارتداد اور تجدید اسلام دونوں حیات نبوی میں واقع ہوں (۲) دونوں نبوی حیات کے بعد (۳) ارتداد نبوی حیات میں اور تجدید
 اسلام بعد حیات نبوی۔ ان تین صورتوں میں صحابیت اہل نہیں ہوتی اس لئے کہ (۱) ارتداد اور تجدید اسلام میں فرمایا فلوا اس ذل

قسم سوم

قسم سوم

قسم سوم

عاد الی الاسلام لیکن یہ بڑا ثانیاً بعد عودہ فالصحیح انه معدود فی الصحابة کالطباق المحدثین علی عدد
 الاشعث بن قیس بن خویہ مثنی وقع له ذلك و اخر اجهم لحاد یثهم فی الممنا نید۔ اور اخان کاسک یہ ہے کہ
 مجرد ارتداد سے جلا عمل باطل ہو جاتے ہیں۔ پس صحابیت جو از قبل شرف اہل ہے وہ بھی باطل ہو گئی۔ لیکن دوبارہ مشرف باسلام
 ہونیسودہ اعمال حق فضا میں چیز بظلال سے بایں معنی نکل آتے ہیں کہ ابان کی قضا اسکے ذمہ واجب نہیں نہ حق ثواب میں کہ ارتداد سے فوت شدہ
 ثواب اپس نہیں ہوتا۔ ہاں ان اعمال میں اگر کوئی ایسی عبادت بھی تھی جس کا سبب اس وقت باقی ہے تو اس کے حصول کی واسطے جو جدید اور کما
 ہوگی سابق تھیں کالعدم ہو گئی۔ جیسے نماز ظہر ادا کر کے مرتد ہو گیا اور ابھی وقت ظہر باقی تھا کہ پھر اسلام لے آیا تو واجب ہے کہ دوبارہ ظہر کی
 نماز ادا کرے۔ اس ضمنی مسئلہ کے پیش نظر ہر صورت مذکورہ میں ارتداد سے صحابیت باطل ہو کر یوحہ مجدد اسلام واپس آگئی مگر بدول ثواب
 اور ایسے حضرات پر صحابی کا اطلاق صحیح ہے۔ لیکن پہلی صورت میں یوحہ صحابیت ظاہر نہیں اسلئے کہ عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
 کی یونہی حیات حصول صحابیت کے لئے سبب تھی اور تجدید اسلام کے بعد آپ کی حیات پانے کے باوجود جب شرف ملاقات حاصل نہ ہوا۔ تو
 جدید فوت ہو گئی جو اس وقت حصول صحابیت کے لئے ضروری تھی پس پہلی صورت میں صحابی کا اطلاق درست ہوگا۔ نہ سر مختار کے
 ماسیہ سرد المختار جلد اول مسئلہ میں صحابی کی مذکورہ تعریف کے بعد فرمایا ہذا اظاہر علی مذہب لشافعی من اللہ
 لا یجبط عملہ مالم یمت علی الخیرۃ اما عندنا فیمجد الریۃ یجبط العمل والصحبۃ من اشرف الاعمال
 لکنہم قالوا اللہ بکلامہ تعود اعمالہ مجرۃ عن الثواب وکذا لا یجبط علیہ قضاؤھا سوى
 عبادۃ بقی سببھا کالجرح وکصلوۃ صلاھا فاسلم فی وقتھا وعلی ہذا افتد یقال تعوی
 صحبتہ مجرۃ عن الثواب وقد یقال ان اسلم فی حیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تقو
 صحبتہ مالم یلقہ لبقاء سببھا فتا مل اہ پہلی صورت کی مثال عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پیشتر اسلام قبول کر کے ہجرت کی تھی اور کاتبی کے منصب پر فائز تھے پھر مرتد ہو کر
 مکہ شریف پہنچ گئے فتح مکہ میں جب ان کے قتل کا حکم صادر ہوا تو بھاگ کر اپنے رضاعی بھائی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے
 ان کی والدہ نے آپ کو دودھ پلایا تھا جنگی خلفاء ختم ہو کر جب کون پیدا ہو گیا تو آپ ہمراہ لیکر یونہی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے لئے
 امان کی درخواست پیش کی۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے طویل سکوت کے بعد درخواست کو شرف قبولیت بخشا۔ جب حضرت
 عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس چلے گئے تو اپنے حاضرین سے فرمایا کہ میں نے دیکھ سکوت اسی واسطے کیا تھا کہ تم میں سے کوئی اٹھ کر
 اس کی گردن مار دے۔ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ میری جانب نگاہ سے اشارہ کیوں نہ فرمایا تھا فرمایا کہ نبی
 کے لئے آنکھ مہر نازیا نہیں۔ الغرض آیام فتح مکہ میں آپ بارہ مشرف باسلام ہوئے۔ ارباب کرم اور دانشمندان قریش میں شمار
 کئے جاتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب ۲۵ ہجری میں مصکے گرد زعفران پھینکا اور ۲۷ ہجری میں مصر کے
 قریب مقام افریقیہ آپ ہی کے ہاتھوں پہنچ ہوا۔ مقام عسقلان میں اقامت گزریں ہو گئے تھے۔ بارگاہ الہی میں دعا کی کہ
 لے اللہ دنیا میں میرا آخری محل نماز صبح ہو چنانچہ یہ دعا مقبول ہوئی۔ ۲۸ ہجری میں صبح کی نماز ادا کی۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے
 کے بعد سورہ والاعادیات اور دوسری رکعت میں کوئی اور سورہ پڑھی۔ دس جانب سلام پھیرنے کے بعد جب بائیں جانب سلام
 پھیرنے لگے تو جسم خاکی سے روح پرواز کر گئی۔ **وسعی صورت کی مثال** اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 ہیں۔ یہ سلسلہ ہجری میں پہلی قوم قبیلہ کنندہ کے ساتھ سواروں کیساتھ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ عید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

۱۳۲
 ۱۳۲
 ۱۳۲

کے وصال فرمانے کے بعد مرتد ہو گئے پھر خلافت ہدیٰ کے زمانہ ہی میں گرفتار ہو کر آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ہمشیرہ ام فروۃ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں عراق پہنچ کر قادیسیہ امدا جلولاء، نھاوند کی جنگوں میں شرکت کی ایک جنازہ میں پل اور حضرت حمیر شریک تھے آپ نے امامت کے لئے یہ کہتے ہوئے حضرت حمیر کو بڑھایا کہ مجھ سے ارتداد صادر ہو چکا ہے اور آپ صابر نہیں ہوا۔ لہذا آپ امامت کے لئے اولیٰ ہیں۔ اور خود بقا کو نہ سہ میں شکل گشتا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال سے چالیس دن بعد تریس سال کی عمر میں ذات پائی اور سید الشہداء حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور سیحاب جلد اول ۵۲ و ۵۸ و غیر تیسری صورت کی مثال ستیا نہ ہو سکی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

روکان یکتب الکتاب العبرانی الخ سوال اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ورقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبرانی کتابت کرتے اور انجیل شریف کو عبرانی زبان میں ترجمہ کر کے لکھا کرتے تھے اور دوسری روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجیل شریف کو عربی زبان میں ترجمہ کر کے لکھتے تھے چنانچہ اسی حدیث میں یونس اور معمر کی روایت بابل لفاظ ہے و یکتب من کلا انجیل بالعربیۃ اور مسلم شریف میں ہے۔ فکان یکتب الکتاب للعربی۔ پس بتایا جائے کہ کونسی بات صحیح؟ جواب انجیل شریف سریانی زبان میں تھی اور حضرت ورقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تینوں زبانوں میں کتابت جانتے تھے کبھی انجیل شریف کو عبرانی زبان میں لکھتے اور کبھی عربی زبان میں اس لئے دونوں باتیں صحیح ہیں۔ یہ کلام راویوں کا ہے۔ کسی نے عبرانی کتابت کو ذکر کیا اور کسی نے عربی کتابت کو۔ اور قرآن کریم کی طرح چونکہ دوسری آسمانی کتابوں کا حفظ آسان نہ تھا اس لئے حضرت ورقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توصیف میں انجیل شریف کی کتابت پر اختصار کیا (نہر قانی جلد اول ص ۲۱)

رفقالت له خدیجۃ الخ ام المومنین نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ورقۃ کا برا در زادہ قرار دیا اس لئے کہ باعتبار سلسلہ نسب آپ کے والد ماجد اور حضرت ورقۃ ایک مرتبہ میں پڑتے ہیں۔ کیونکہ دونوں کے اثبات آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ آپ کے والد ماجد کے اثبات عبد مناف ہیں اور حضرت ورقۃ کے عبد العزیٰ اور یہ دونوں قصی کے بیٹے تھے (عبد بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ ورقۃ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی) ہاویں کہا جائے کہ پیرا زسالی کی وجہ سے حضرت ورقۃ کو بھانا عم قرار دیکر آپ کو برا در زادہ سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ عرب اپنی گفتگو میں بڑے کو اشتراک نامہم کے ساتھ خطاب کیا کرتے ہیں۔ اور یہ چیز عرب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عم میں بھی یہ محاورہ رائج ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں باپ سے بڑے کو تایا اور چھوٹے کو چچا کہا کرتے ہیں۔ حدیث زیر بحث کے الفاظ مذکورہ بین لہلالین سے پیشتر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کلام میں فاخبروہ بالذی رآی عمزوت ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد پر حضرت ورقۃ نے آپ سے یہ نہیں کہا۔ قل یا ابن اخی۔ بلکہ بایں الفاظ استفسار کیا۔ یا ابن اخی صائی التوی؟ یہ استفسار بتاتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت ورقۃ کو آپ کی رویت کے متعلق اطلاع دی جا چکی ہے چہر تو انہوں نے استفسار کو رویت کے ساتھ مخصوص کیا۔ اور ابو نعیم نے بسند من دلائل النبوة میں اس محذوف کی تصریح بھی کی ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں۔ فانت بہ ورقۃ ابن عمہا فاخبروہ بالذی رآی۔ سوال ناموس اور جاسوس میں کیا فرق ہے جو اب بعض راہب لغت نے فرمایا کہ ان میں نسبت تباہ ہے۔ سو خیر پر مطلع کرنا والے کو ناموس اور متشی پر مطلع کرنے والے کو جاسوس کہتے ہیں لیکن جہور نے نسبت عموم و خصوص مطلق

عبداللہ بن ابی بکر

اختیار کی کہ ناموس سر پر مطلع کرنے والے کو کہتے ہیں سر خیر ہو یا سر شوی مسلک صحیح ہے کما فی فتح الباری۔ اور خود امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری جلد اول کتاب الانبیاء صفحہ ۲۸۰ میں بایں الفاظ تفسیر فرمائی جو ناموس کے عموم کی جانب نظر ہے

الناموس صاحب السوال الذی یطلعه بما یسترہ عن غیرہ۔ بعد اظہار بطلان ما قال فی فیہ الباری صفحہ ۳۳ فی تفسیر الناموس راہی مبلغ الخیر و هو ضدا لجا سوس لان هذا التفسیر لا ینطبق کلا علی قول الجمہور ولا علی قول البعض اما علی قول الجمہور فظاہر لان النسبة بین الناموس والجا موس عندہم العموم والخصوص مطلقا و هذا صرح بالتباين و اما علی قول البعض فلان کل مبلغ الخیر ليس ناموسا عندہ کما انہ لا یسمی کل مبلغ الشر جا سوسا بل مبلغ السوا الخیر ناموس و مبلغ السوا الشر جا سوس و هذا اطلق فی موصوف الخیر فوقع فی حصرہ الضیر فتامل۔ بہر کیف یہاں پر اس سے مراد جبل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں۔

سوال عسیدم علی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام جیسی علیہ السلام قریب ہیں اور جبل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پھر حضرت ورقہ نے "ناموس موسیٰ" کیوں کہا ناموس عیسیٰ کیوں نہیں کہا جملہ ان سے ناموس موسیٰ کہنے میں یہاں پردہ کتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے جو ناموس عیسیٰ کہنے میں حامل نہیں ہو سکتے ایسا واسطے "ناموس عیسیٰ" نہیں کہا اور "ناموس موسیٰ" کہا (۱) یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تو بیت شریف کی طرح آپ کی کتاب بھی احکام پر مشتمل جوگی بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کہ آپ کی کتاب تکمیل شریف احکام پر مشتمل نہیں تھیں تو صرف فصل (۲) یہ کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون اور اس کے ساتھی ہلاک ہوئے تھے اسی طرح آپ کے مقابلہ میں اس امت کا فرعون بنی ابوجہل اور اس کے ساتھی ہلاک ہوں گے چنانچہ جنگ بدر میں ابوجہل مع اپنے ساتھیوں کے مارا گیا بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کہ آپ کے اور آپ کی امت کے درمیان ایسا مقابلہ پیش نہیں آیا۔

سوال ان ہر دو کتوں کا اعتبار اس وقت درست تھا جبکہ کسی روایت میں ناموس عیسیٰ وارد نہ ہوتا حالانکہ اسی واقعہ میں زبور میں بکار لے بطریق عبداللہ بن معاذ حضرت مزہری سے ناموس عیسیٰ روایت کیا ہے جواب مع روایت یہی ہے جس میں صرف ناموس موسیٰ وارد ہے اور پیش کردہ روایت بایں وجہ قابل اعتبار نہیں کہ اس کے راوی عبداللہ بن معاذ ضعیف ہیں۔ ہاں ابو نعیم نے کائنات النبوت میں ایک روایت بسند حسن ذکر کی ہے اس میں ناموس عیسیٰ مذکور ہے لیکن یہ روایت واقعہ زیر بحث سے متعلق نہیں بلکہ اس واقعہ سے پیشتر جب امام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ورقہ کے پاس تنہا تشریف فرما ہو کر غاسر حرا کا واقعہ خود بیان کیا تو اس وقت حضرت ورقہ نے ناموس عیسیٰ کہا تھا اور یہ اس لئے کہ وہ اس وقت نصرانی تھے پھر جب مجبب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہمراہ لیکر تشریف فرما ہوئے اور واقعہ براہ راست نبوی زبان سے سنا تو ناموس موسیٰ کہا یا ان دو کتوں کے پیش نظر جن کو ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ البتہ ایک روایت میں جو واقعہ زیر بحث ہی سے متعلق ہے دونوں نفاذ وار د ہوئے ہیں جسکو سعید بن جبلی جلد اول صفحہ ۲۸۰ میں بایں الفاظ نقل کیا ہے ولانک علی مثل ناموس موسیٰ و عیسیٰ اب بھی دونوں حضرات کے ذکر کی مناسبت میں وہی مذکورہ بالا لکھے بیان کئے جائیں گے مگر قریبے تفسیر کے ساتھ اردو یہ کہ موسوی ذکر کے کتوں میں کسی کا مقابل ملحوظ نہ ہوگا۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر دو حضرات کے ذکر سے اس طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح صفت جلال اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح صفت جمال آپ کو عطا کیا جائیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا ذات ملامی صفات سے دونوں مغفون کا ظہور ہوتا اگرچہ صفت جمال غالب تھی۔ غرض وہ خدائی میں سرشارین نے جنگ مسلسل جاری رکھی

وہی

وہی

جس کے باعث چند نازیں تھا ہو گئیں تو فرمایا صلاؤ اللہ ہو تم و قبور ہم ناسا (اللہ ان کے گھر و دل و قبروں کو رگ سے بہرے) یہ صفت جلال کا ظہور تھا۔ اور غزوة احد میں مذکور مبارک شہید ہوئے اور زخاں لگ گئیں پھر گہرا زخم لگا اس کے باوجود صحابہ کرام نے جب دُعا کی ہلاکت کی درخواست کی تو بارگاہ الہی میں یوں عرض کیا: "اللهم اغفر لهم فانهم لا يعلمون"۔ اے اللہ ان کو معاف فرما کیونکہ یہ سمجھ جاتے نہیں، یہ صفت جلال کا ظہور تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ثم لم ينشب ورقه ان توفي وفتر الوحي) بفتح الشين باب جمع سے آتا ہے۔ نشوب سے مشتق ہے جس کے معنی دراصل تعلق کے ہیں جیسے ان الناس نشبوا فی قتل عثمان اسی علقوا اور کبھی بمعنی لزوم آتا ہے جیسے نشب الا مرفلا نای لزومه اور کبھی بمعنی اشتراک لیکن اس وقت صلہ فی آتا ہے جیسے قیل لشیخ اشريت سمسمًا فنشب فيه رجل اسی اشتراك فقال هولاء اول۔ اور کبھی بمعنی تیزی جنگ جیسے نشبت الحرب بين القوم اسی فاسرنا اور کبھی بمعنی اگنا جیسے نشب العظم فی حلقه اسی علق فيه ولم ينفذ اور کبھی بمعنی لبث وقاخر جیسے لم ينشب زيدا ن مات اسی لم يلبث ايسے استعمال میں اہل عرب کی مراد عجلت ہوتی ہے۔ اسی قیل سے لہذا نشب ورقه ان توفي ہے اور "ان توفي" لفظ ورقه سے بدل اشتغال ہے۔ اسکو محمد و بقدر یرزق جر "عن" یا منصوب بنوع خافض قرار دینے کی توجہ قابل التفات نہیں اس لئے کہ اول شافہ اور دوم سامعی (نہر قانی جلد اول صفحہ ۱۲۶) اقول لیکن اَن اور اَن برے حرف جر کا مذکر قیاس ہے۔ چنانچہ شیخ جامی بیان متحد بریں ہے لان حذف حرف الجر عن اَن وَاَن قیاس بہر کیف اس جملے سے باعتبار محادۃ مرت مفہوم ہوتا ہے کہ واقعہ مذکورہ کے بعد حضرت ورقہ دُعا میں کچھ زیادہ زمانے تک زندہ نہیں رہے بلکہ واقعہ کے بعد عرصہ بعد موت سے پہلے ان کی وفات واقع ہو گئی۔ سوال بیشک محادۃ عرب کے پیش نظر اس جملے سے مفہوم ہوتا ہے کہ واقعہ مذکورہ کے بعد حضرت ورقہ کی وفات بہت جلد واقع ہو گئی لیکن وفات کا وقوع دعوت سے پہلے مفہوم ہونا تسلیم نہیں اس پر کون سا لفظ دلالت کرتا ہے جواب اول فتح الباری سے مفہوم ہوتا ہے کہ جلد وفتر الوحي میں اگر "واو" ترتیب کے واسطے ہو تو کلام سے دعوت پر وفات کے تقدم کا افادہ ہو گا یا اس لئے کہ اب و او کے ماقبل اور مابعد میں ترتیب کی گئی کہ ماقبل کو مابعد پر تقدم حاصل ہو گا۔ غفات ماقبل اور ففوت وحی مابعد ہے پس وفات ففوت وحی سے مقدم ہوئی۔ اور ففوت وحی دعوت پر مقدم ہے اس لئے کہ ففوت وحی تین سال تک ہی پھر بعثت کے چھتھے سال دعوت شروع ہوئی تو وفات جبکہ ففوت وحی پر تقدم حاصل تھا دعوت پر بھی مقدم نہ رہی اس طرح ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات دعوت سے پہلے ہو گئی تھی۔ اقول اس جواب میں قیاسی غنا ہے اسدہ یہ کہ غاسر حرام میں بات مذکورہ کی وحی ختم ہونے کے بعد ہی سے اگر ففوت وحی کے زلنے کی ابتدا مانی جائے جیسا کہ ظاہر بھی پوری ہے تو وفات بعدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تقدم ففوت وحی پر درست نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ روز روشن کی طرح حدیث زبیر بن جراح سے وحی مذکورہ کے بعد انکی حیات ثابت ہے۔ اور اگر وحی مذکورہ ختم ہونے کے کچھ زمانے بعد سے ففوت وحی کی شروعات ہوئی ہے تو وفات کا تقدم صحیح ہو جائیگا۔ لیکن اختتام وحی اور شروعات ففوت کے درمیانی زلنے کی تحدید ہنوز معروض غفایں پہلی کردہ ایک غفۃ تھا یا ایک ماہ یا ایک سال یا قریب کم بیش۔ جواب دوم "وفتر الوحي" میں داؤد برائے حال اور مابعد جملہ حالیہ ہے۔ اور "اَن توفي" میں ضمیر ناسخا علی ذہا محال ہے۔ "توفی" ذہا محال اور حال دونوں میں عامل ہے۔ چونکہ حال در اس کے عامل "توفی" کا زمانہ ایک ہوتا ہے اسلئے ثابت ہوا کہ وفات اور ففوت وحی کا زمانہ ایک تھا اور ففوت وحی چونکہ دعوت پر مقدم تھی لہذا وفات بھی دعوت پر مقدم ہوئی۔ اس طرح بھی ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعوت سے پہلے وفات پا گئے تھے و احتمال کون

و نشوب سے مشتق ہے

ن نشوب سے مشتق ہے

الاول الحال افاده حين التذاكر شيكي في الدرر لفاضل الرباني الطبيب الحاذق مولانا الشين
 غلام يزداني مد ظله النوراني شيخ الحديث في المدارس سنة المسماة بمظهر اسلام الواقعة في مسجد
 بي بي جي في بلدة بربلي. **مشوأل** ہر دو جواب کے جب ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات دعوت پر مقدم
 تھی تو جامع بیروت زیر بحث اور سیوۃ ابن اسحق کی اس روایت میں تعارض ہو گیا جس سے آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر ہوتا ہے
 کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمانہ دعوت پایا ہے اور اس وقت تک حیات ہے ہیں جبکہ کفار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو مشرک باسلام ہونے کی بنا پر ایذا پہنچاتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعوت کے بعد اسلام لائے ہیں۔ اس میں
 کوئی اختلاف نہیں۔ اس روایت کے ہم معنون ایک ایسے روایت ہے جس کو ہم حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کی بحث
 کے آخر میں ذکر کر چکے ہیں۔ اور حسب تہجک علامہ ابن حجر عسقلانی اس کی سند حید ہے۔ وہ بھی حدیث زیر بحث سے معارض ہو گئی
 جواب ان روایات میں تطبیق دینے کے دو طریقے ہیں اول یہ کہ حدیث زیر بحث کے جملہ مذکورہ میں "واؤ" برائے ترتیب و ترتیب
 حال بلکہ مطلق جمع کے لئے ہے جو واؤ کے اصل معنی ہیں اور جملہ مذکورہ میں کچھ الفاظ مقدم ہیں جن کی تقدیر یہ ہوگی ثم لکن یشتب
 ورقہ ان توفی ای قبل ان یشہم الاسلام ویوم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالجہاد۔ و فتر
 الوحی یعنی مقصود راوی یہ ہے کہ اسلام کی شہرت اور حکم جہاد آنیسے پیشتر حضرت ورقہ انتقال کر گئے اور وحی کا آنا موقوف
 ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اسلام کی شہرت اور حکم جہاد دعوت کے بہت بعد ہوا ہے۔ پس اس تقدیر کی بنا پر الفاظ مذکورہ کے مفہوم میں
 عموم پیدا ہو گیا کہ حکم جہاد اور شہرت اسلام سے پہلے انتقال کرنا وفات قبل دعوت اور وفات بعد دعوت دونوں کو شامل ہے
 نظر برائے الفاظ مذکورہ کا مفہوم عام ہوا انسان روایات کا حاصل و رعام و خاص میں تعارض نہیں ہوتا لیکن امام واقدی قدس
 سرہ کے بیان کردہ واقعہ وفات سے تعارض باقی رہا جو جواب دوم سے اٹھ جاتا ہے اس لئے ہم نے نزدیک جواب دوم احسن ہے
 دوم یہ کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ کے حالات چونکہ او کی معلوم نہ ہو سکے اور کہیں پران کا ذکر نہ پایا
 تو یہ سمجھ کر اس واقعہ کے بعد بہت جلد ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہذا اپنے علم کے اعتبار سے وفات قبل دعوت کا ذکر کر دیا۔ اور ان روایات
 میں ہونے والے حیات دعوت کے بعد تک ہی وہ واقعہ کے اعتبار سے ہے۔ لہذا دونوں میں تعارض نہیں ہوا۔ علامہ ابن حجر
 عسقلانی قدس سرہ النورانی نے طریق اول اصحابہ فی معارفہ الصحابة میں ذکر فرمایا اور طبرانی دوم
 فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ان دونوں طریقوں میں فرق ہے وہ یہ کہ اول اس پر مبنی ہے کہ حدیث زیر بحث مذکورہ
 الفاظ سے وفات قبل دعوت کا مفہوم ہونا مسلم نہیں اور دوم اس کے تسلیم پر مبنی ہے۔ یہ کہ یہ دونوں طریقے از قبل جواب بالجمع
 ہیں۔ از قبل جواب بالترجیح نہیں۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمد بن احمد عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے
 عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں جواب بالترجیح نقل فرمایا اور وہ یہ کہ سیوۃ ابن اسحاق کی روایت
 حدیث زیر بحث کے معارض نہیں ہو سکتی اس لئے کہ حدیث زیر بحث بخاری کی روایت ہے اور بخاری کی روایت کو دوسری روایت
 پر ترجیح ہوتی ہے لہذا حدیث زیر بحث راجح ہوئی اور وہ مرجوح اور راجح و مرجوح کے درمیان معارضہ ممکن نہیں کیونکہ معارضہ کے
 واسطے مساوات شرط ہے اور مرجوح راجح کے مساوی نہیں ہوتا۔ پس یہی بات راجح رہی کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 دعوت سے پیشتر انتقال کر گئے تھے۔ لیکن یہ جواب تحقیق اخلاف کے خلاف ہے کیونکہ اس کا دار مدار ایک مقدمہ پر ہے وہ یہ کہ
 "روایات بخاری کو دوسری روایات پر ترجیح ہوتی ہے۔" اور علمائے اخلاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس مقدمہ کا ابطال

در بیان وفات حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے کہ وہ وفات سے پہلے اسلام لائے تھے اور ان کی وفات بعد اسلام ہوئی ہے۔

در جواب ابترجیح اور اس کی تفصیل

حاضر کرے تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ کھانا کھائیں۔ آپ نے حکم فرمایا جابر بنی انہ تعالیٰ ہندے اہلیکے پاس جا کر بچوں کو دریافت کیا انہوں نے کہا کہ نبوی خدمت میں عرض کر دیجئے کہ دونوں غائب ہیں چنانچہ اسے جواب پر حضور نے فرمایا کہ فرمان خداوندی ہے انکو جلد حاضر کرو۔ حضرت جابر نے پھر اہلیکے پاس پہنچ کر فرمان خداوندی سے انکو مطلع کیا۔ یہ سن کر وہ رونے لگیں اور حضرت جابر کو ہر ایک بچہ کو دیکھا یا حضرت جابر دیکھ کر ابیدہ ہو گئے اور دن و شورو توں نبوی خدمت میں حاضر ہو کر قدموں پر گر پڑے اور آدھ کا سے گھرا تم کہہ بن گیا۔ حضرت جبریل نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آپ تو حجت ہیں۔ ان بچوں کے پاس جائیے۔ آپ دعا کریں ہم زندہ کر دینگے چنانچہ آپ نے دعا کی۔

مولیٰ تعالیٰ نے فوراً دونوں کو زندہ فرمادیا۔ بمقام مدینہ منورہ چورائوے سال کی عمر میں ستر ہوا یا تھریا یا تھریا یا تھریا میں انتقال فرمایا۔ ابان بن عثمان مدینہ منورہ کے گورنر نے آپکی نماز جنازہ پڑھائی۔ جابر بن عبد اللہ نام کے صحابہ کرام میں دو صاحب ادب ہیں۔ (۱) جابر بن عبد اللہ مریسی (۲) جابر بن عبد اللہ بن سباب اور یہ جابر بن عبد اللہ بن عمرو ہیں اور حضرت جابر نام کے صحابہ کرام میں تیس نفوس قدسیہ اور ہیں۔

سورۃ النبی ص ۱۱۱

(وہو یحدث عن فترة الوحی) واو حالہ اور یہ جملہ قال کی ضمیر مرفوعہ سے حال ہے۔ کتاب التفسیر میں یہی واقعہ پڑا ہے یحییٰ بن ابی کثیر آ رہا ہے مگر اس روایت میں عن فترة الوحی اور الملک الذی جاءنی بجہاء دونوں لفظ نہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ واقعہ غار حراء کے واقعہ سے متاخر ہے چونکہ یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت ان الفاظ سے خالی تھی اسلئے بعض حضرات نے یہ جزم فرمایا کہ سورۃ یا ایہا المدثر کی مذکورہ آیات نزول میں اول ہی تھی تحقیق کے خلاف ہے مگر ابن شہاب کی روایت زیر بحث اس شکل کو دہر دیتی ہے کیونکہ روایت ہذا سے پہلے لفظ کے پیش نظر ثابت ہوتا ہے کہ یا ایہا المدثر کی آیات نزول میں اول نہیں کہ ان سے پیشتر بھی وحی آپکی ہے اور وہ وحی غار حراء میں لائی تھی اس پر دوسرا لفظ دلالت کرتا ہے۔ اور حدیث سابق سے معلوم ہو چکا کہ غار حراء میں سورۃ اقرآء کی آیات وحی کی گئی تھیں۔ پس ثابت ہوا کہ سورۃ یا ایہا المدثر کی آیات مذکورہ نزول میں اول نہیں ان پر سورہ اقرآء کی آیات کو تقدیم حاصل ہے اور دوسرا لفظ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس وقت فرشتہ گمرسی پر ملکی شکل میں تھا بلکہ اسی انسانی شکل کیساتھ متشکل نظر آیا جس کیسی غار حراء میں حاضر ہوا تھا اسی واسطے آپ نے پہچان کر فرمایا کہ وہی فرشتہ گمرسی پر بیٹھتا ہے جسکو غار حراء میں میرے پاس حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور یہ بات پہلے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت جبریل بن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم غار حراء میں حاضری کے وقت انسانی شکل کے ساتھ متشکل تھے۔

نہ

(یٰبٰینا انا ہمشی) دراصل بلین طرف مکان ہے لیکن جب ما اور الف لاحق ہوتے ہیں تو ظرفیت زمانہ اور جملہ اسمیہ کی طرف اضافت بکثرت اور جملہ فعلیہ کی طرف تقلت اسکو لازم ہو جاتی ہے اور اسوقت ”جواب“ کی جانب متوجہ ہوتا ہے جسکی تصدیق کلمہ مفاجاة ”انی“ اور اذان کے ساتھ افصح ہوتی ہے بریں تقدیر معنی مفاجاة اس میں عامل ہوتے ہیں نہ جواب۔ اور بعض کے نزدیک بلین بصورت لحوق معنی شرط کو مستغن ہوتا ہے اسلئے جواب کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس تقدیر پر پڑنا مسلک محققین اس میں عامل شرط ہوگی جو مضاف الیہ ہے۔ اور برزائے مذہب اکثرین جواب ہوگا جیسے دیگر ظرف زمانہ معنی شرط کی مستغن ہوتے ہیں کہ ان میں محققین اور اکثرین نے یہی اختیار کیا ہے۔ اور جوقوت ”ما“ اور الف لاحق نہیں ہوتے تو ”بعین متصرف“ پورا اخل ہوتا ہے اور اگر ضرور داخل ہو تو تکرار واجب ہوگی جیسے ہذا افراتی بیتی و بیتیٰ لیکن یاد رہے کہ نحوی ترکیب میں بعین تکراری زائد قرار پایگا۔ اور آیت مذکورہ کی ترکیب یوں ہوگی ”ہذا“ حرف تنبیہ ذی ۱۴۱ ام شامہ یعنی بریں کو مرفوع علیہ مبتدا

”فَرَاتٌ“ مضاف ”بین“ مضاف الیه مضاف یائے متکلم معنی برکون معطوف علیہ واو حرف عطف بین ثانی زاد کاف ضمیر
موجود متصل معنی برفع معطوف معطوف علیہ اور معطوف الی کر مضاف الیہ بین مضاف اپنے مضاف الیک ملکہ مضاف الیہ ملکہ۔ فرات
مضاف اپنے مضاف الیک ملکہ خبر مبتدائی خبر کے ملکہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔ اور کبھی بین میں خمسۃ عشر کی طرح ترکیب
بنائی واقع ہوتی ہے اس وقت معنی برفع ہوتا ہے جیسے ”حَقِيقَتًا وَبَعْدَ“ مَضِ الْقَوْمِ لِيَسْقُطَ بَيْنَ بَيْنًا۔

(”أَمْشِي“) از باب ضَرَبَ يَضْرِبُ ”مَشَى“ بمعنی رفتن سے مشتق ہے سست اور تیز ہر رفتار کو کہتے ہیں۔
اور کبھی بمعنی اہتداء آتے جیسے مشی زاید ای اہتدی اور کبھی بمعنی کثرت مواشی جیسے مشی زید ای کثرت
مأشیئہ اور اس ایک مصدر کبھی بمعنی کثرت اطلاؤا ہے جیسے مشیت المرأة ای کثرت اولادھا اور کبھی بمعنی
دست آنا جیسے مشی بطنہ ای استطالک اور کبھی بمعنی چغنی زری کرنا مگر اس صورت میں بآصلہ ہوتی ہے جیسے مشی زید
بِالنَّيْمَةِ ای کما اسی قبیل سے قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے ”مَشَاءَ بِهَيْمٍ“

(”رَفَعِي الْجَوِي وَتَبَاعِ“) بمعنی اشتد باب سمع بسمع سے آتا ہے اور جب علی صمد ہو تو بمعنی ”عَضِبَ“
اور ”من“ ہو تو بمعنی ”کرہا“ ہوتا ہے۔ یہاں پر اشتداد سے مراد یہ ہے کہ وحی بکثرت آئے لگی۔ لیکن وحی کی کثرت آمد اس کے استمرار
کو مستلزم نہیں اس لئے ”تَبَاعِ“ کا اضافہ کیا جو بمعنی ”تواتر“ ہے۔ اچھا حاصل معنی یہ ہونے کے سورہ یَا أَيُّهَا الْمَدَنِيُّ تَرَكُّمُكَ بَعْدِي
کی آمد کثیر ہو گئی اور اس کا سلسلہ ستر ہو گیا بعض شراح نے ”تَبَاعِ“ کو ”تَجَعَّى“ کے لئے تاکید معنوی قرار دیا جو صحیح نہیں اسلئے
کہ یہ تاکید معنوی اصطلاحی ہے کہ وہ الفاظ مخصوصہ ہیں تَبَاعِ انہیں سے نہیں نہ لغوی ہے کہ ہر طرف لفظ سے ہوتی ہے اور تَبَاعِ
اس کے مراد نہیں۔ مُطَابَقَتِ ابتداء وحی کی کیفیت ترجمۃ الباب بمعنی ابتداء وحی ابتداء قبل احتباس اور ابتدا
بعد احتباس دونوں کو شامل ہے اور اس حدیث میں ابتداء وحی بعد احتباس کی کیفیت مذکور ہے کیونکہ اس حدیث سے یہ
مفہوم ہوتا ہے کہ فترت وحی یعنی احتباس وحی کے بعد سب سے پہلے سورہ یَا أَيُّهَا الْمَدَنِيُّ تَرَكُّمُكَ آیات کی وحی اس کیفیت
کے ساتھ ہوئی کہ موسیٰ الیہ یعنی محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چار دروازے ہوئے تھے۔

(”يَا أَيُّهَا الْمَدَنِيُّ“) تذکرہ بمعنی دُتَّاس پرشیدن سے مشتق ہے يقال تذترای تلفف فی الدتاس
یا تذتر بمعنی اور حنا سے مشتق ہے لیکن اس تقدیر پر صلے میں باآتی ہے جیسے تذتر یا لثوب ای الخف بہ۔
شعاس اس کپڑے کو کہتے ہیں جو بدن سے متصل ہو جیسے نیاں، پاجامہ، تہبند وغیرہ۔ اور جو کپڑوں سے متصل نہیں ہوتا۔
اور گرمی حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس کو دتاس کہتے ہیں جیسے چادر رضائی، کبلی، وغیرہ۔ اور کبھی تذتر کو ذکر
گھوڑے پر سوار بھرنے کے معنی میں آتا ہے جیسے تذتر قوسہ آئی وَتَبَّ عَلَيْهِ فَرَكْبَهُ اس تقدیر پر متعدی بنفسہ ہے
اور متعدی تقدیر پر بواسطہ ”جا“ اور پہلی تقدیر پر لازم ہے کہ صمد نہیں آتا۔ بالجملہ اول معنی خاص اور ثانی عام ہیں بعض مفسرین
نے اول معنی بیان فرمائی اور بعض نے ثانی چنانچہ بحوالہ حاشیۃ سمین حاشیہ جمل میں فرمایا معنی تذتر لبس الدتاس
وَهُوَ الثَّوْبُ الَّذِي يُوَقُّ الشَّعَاسَ وَالشَّعَاسَ مَا يَلْبَسُ الْجَسَدَ۔ یہ اول معنی کی طرف ناظر ہے۔ تفسیر ابوالسعود
میں ہے وقيل المراء المتذتر لباس النبوة والمعاسف الكالهية۔ یہ ثانی معنی کی طرف۔ اول معنی کے پیش نظر
”يَا أَيُّهَا الْمَدَنِيُّ“ کا ترجمہ ہو گا۔ ”اے بالا پوش“ اور بر تقدیر ثانی ”اے ہماری معرفت اور نبوت کی پوشاک زینت فرماؤ“
بہر کیف اس نزائے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں (۱) یہ کہ ہمارے لئے اس تعلیم کے مولیٰ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی ہر اوجہ موجب ہے یہاں تک کہ

استعمال لباس کی ہیئت کذا فی بھی اس پر چسپندیہ نے کلاس کے ساتھ نذر فرمادی گئی (۳) یہ کہ ہم غلاموں کو واسطے تعلیم کے حکم رسولی تھا
اپنے محبوب کی کمال غفلت ظاہر کرنے کے پیش نظر ان کے نام پاک کیساتھ نذر نہیں فرماتا بلکہ ان کے اوصاف اور عطا فرمودہ الفاظ کے ساتھ
نذر فرمایا کرتا ہے جیسے یا آتھما اللہی، یا آتھما الرسول، طہ، یکسین قرآن کریم شہد ہے کہ نذر کا یہ نذر آپ کے ساتھ مخصوص
ہے دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کے اسماء کیساتھ نذر فرمائی گئی جیسے یا آدم، یا ابن آدم، یا موسیٰ یا داؤد
یا عیسیٰ شعریٰ یا آدم ست یا در انبیاء خطاب بہ یا آتھما اللہی خطاب محمد است۔ لہذا تم بھی جب کبھی حاجت الی
کے لئے یا مشہد کشتائی کے واسطے نذر کرو تو یا محمد اور یا ابا القاسم کہہ کر نذر کرنا کہ تمہارے لئے یہ جائز نہیں بلکہ ادب
تکریم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ آواز نرم کر کے متواضعانہ اور منکسرانہ لہجے میں یوں عرض کرنا یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، یا
حبیب اللہ، یا قاسم مہر حق اللہ، یا منینہ عرش اللہ، یا واقع البلاء یا شافع الخطایا وغیرہ
الفاظ کے ساتھ جو ہماری بارگاہ سے عطا ہوئے ہیں اور کسی ایسے لفظ سے نذر نہ کرنا جو منہم تعظیم نہ ہو کہ یاد اب بارگاہ نبوت کے خلاف ہے
اسی واسطے صحابہ کرام کا دیکھنا یہ عالم تھا کہ ماں باپ کو قربان کرنے کے بعد یوں نذر کیا کرتے تھے۔ یا نبی آنت و اخی یا
رسول اللہ میرے ماں باپ پر قربان ہیں اے اللہ کے رسول تفسیر بجلالین میں زیر آیت لا تجعلوا دماء
الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا فرمایا بان تقولوا یا محمد بل قولوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ
فی لین و تواضع و خفض صوت اور اسکے حاشیہ صاوی میں اسی آیت کے تحت فرمایا ای ندانہ بمعنی کا
تناد و باسسمہ فتقولوا یا محمد ولا بکیتہ فتقولوا یا ابا القاسم بل ناد و دعا طہوۃ بالتعظیم
و التکریم و التوقیر بان تقولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا امام المرسلین یا رسول رب العالمین
یا خاتم النبیین وغیریہا و استفید من الاکیۃ انہ لا یجوز نداء اللہی بغير ما یفید
التعظیم لا فی حیاتہ ولا بعد وفاتہ ترجمہ علامہ صادی فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو ان کا نام لیکر نذر نہ کرنا اس طور سے کہ کہو یا محمد اور نہ ان کی کنیت کیساتھ نذر کرنا اس طرح حکم کو یا ابا القاسم
بلکہ تعظیم و توقیر کے ساتھ یوں نذر کیا کرو یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول یا نبی اللہ اے اللہ کے نبی یا امام المرسلین اے
رسولوں کے شیوا یا رسول رب العالمین اے رب العالمین کے رسول یا خاتم النبیین اے آخری نبی وغیرہ اور اس آیت سے
یہ فائدہ حاصل ہوا کہ نبی کو ایسے الفاظ سے نذر کرنا جائز نہیں جن سے تعظیم مفہوم نہ ہوتی ہو نہ دنیوی حیات میں نہ وصال کے بعد تفسیر
روح البیان شریف میں یہ آیت مذکورہ فرمایا۔ قال ابو الیث فی تفسیرہ و فی الاکیۃ بیان توقیر معلم الخیر
لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان معلم الخیر فامر اللہ بتوقیرہ و تعظیمہ و فیہ معرفۃ
حق الاستاد و فیہ معرفۃ اهل الفضل ترجمہ۔ امام ابو الیث قدس سرہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ
اس آیت میں تعلیم خیر دینے والے کی تعظیم کا بیان ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر کی تعلیم دیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے
بروقت نذر آپ کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا لہذا تعلیم خیر دینے والے کو ایسے الفاظ سے نذر کیا جائے جو تعظیم پر دلالت کرتے ہوں اور اسمیں ستاد کی
حق شناسی اور اہل فضل کی پہچان ہے قال فی حقائق البقی احترام الرسول من احترام اللہ و معرفۃ من
معرفۃ اللہ و کلا دین فی متابعتہ من کلا دین مع اللہ ترجمہ کتاب مستطاب حقائق بقی میں فرمایا کہ
رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احترام از قبیل احترام الہی ہے اور ان کی معرفت از قبیل معرفت الہی اور ان کی متابعت میں

و استاذ و معلم الخیر کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ادب اختیار کرنا از قبیل ادب الہی ہے و فی التاویلات النجمیۃ لبشر الی تعظیم المشائخ فان الشیخ فی قومہ کالبنی
فی اُمتہ ای عظموا حرمة الشیوخ فی الخطاب واحفظوا فی خد متھم الالاب وعلقو عاتھم علی
مراعات العیبة والتوقیراھ ترجمہ۔ اور کتاب خطاب التاویلات النجمیۃ میں ہے کہ اس میں میران طریقت کی
تعظیم کرنے کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ میرانہ مریدین میں ایسے ہی ہونے چاہئے جیسے نبی اپنی امت میں مگر نبی کی طرح میران طریقت میں اپنے
اپنے مریدین کی کثرت کے بغیر ہوتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ نبی کی طرح خطاب میں میران طریقت کی بھی تعظیم کرو کہ جن الفاظ سے خطاب
کیا جائے وہ محبت و تعظیم میں ٹھہرے ہوتے ہوں۔ ان کی خدمت میں اب ملحوظ رکھو اور ان کی فرماں برداری خوف اور توقیر ہی کے ساتھ کیا کرو
کہ ان کی جنابت میں دلی بے ادبی خالی از خطر نہیں۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ میران طریقت اور بندگان خاص کے حق میں حرام نصیب طرح
طرح سے بے ادبی کرتے رہتے ہیں چونکہ مولیٰ تعالیٰ نے انہیں محفل کا پرہیز بنایا ہے اس لئے بے ادبی کی جانب ملامتات نہیں فرماتے۔
مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اہل انسان کو بے ادبی ہے۔ سلوک کے اعلیٰ مقامات سے گزر کر آئندہ کے لئے باب کشود ایسا بند
کر دیتی ہے کہ رشتے زمین پر کوئی کھولنے والا دستیاب نہیں ہوتا اور آدمی مردود ہو کر رہ جاتا ہے۔ لطائف اشرفی جلد اول
صفحہ ۱۳۹ میں ہے کہ محبوب یزدانی محذوم ستید اشرف جہا انگیر سمنانی قدس سترۃ الربانی جن کا وفہ
پاک کچھ چھ مقدس فیض آباد میں ہے۔ آپ کے ایک مرید پیر علی نامی تھے جنکو سلوک میں بڑا اشتغال تھا اگرچہ مقام نور کا خواہ
تک نہ پہنچے تھے مگر بھی عالی مقامات اور بندگان میں پر عبور ہو چکا تھا ایک مرتبہ ان سے کوئی بے ادبی صادر ہوئی جسکو کسی شخص نے مخدوم
کے گوش گزار کر دیا۔ فرمایا کہ اس خاوندہ کریم سے پیر علی مردود ہے اسکو یہاں سے باہر کر دو۔ پیر علی کو جب اس ندامت کی اطلاع ہوئی۔
تو بعض خدام کے ذریعہ حصول معافی کیواسطے بے انتہا کوشش ہوئے لیکن کامیاب ہو سکے بالآخر وہاں سے سفر کر کے مخدوم صیر
ستید علی قدس سرہ کی خدمت میں ہواں پہنچے اور اپنے حالات عرض کئے صیر قدس سرہ نے فرمایا کہ جب دروازہ کو فرزند
ستید اشرف جہا انگیر نے بند کر دیا ہے میں سلوک نہیں کھول سکتا اس کے بعد در بدر میرے مگر کہیں پر کامیابی نصیب ہوئی۔ نوٹ باخفا
رسیدہ کدواں دراصل ملے کر کے اور تکالیف شاد برداشت کر کے شیخ نجم الدین اصفہانی قدس سرہ کی خدمت میں
مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور مدت دراز تک امور خدمت انجام دیتے رہے۔ شیخ نے ان کی کشودار کے لئے سعی بلیغ مبذول کرنے میں کوئی دقیقہ
فروگذار نہ کیا مگر آخر میں یہی فرمایا کہ اے نامراد جس دروازے کو برادریم ستید اشرف جہا انگیر نے مسدود کر دیا ہے اس سے نہیں کھل سکتا
بلکہ کل رشتے زمین پر کوئی ایسا نہیں جہاں کے مقابل اگر کھڑا ہو سکے۔ ایسا وقت کسی امر و زور سے زمین نیست +
کہ پہلو پر زندہ باوی تو قہرہ نیار دسر برآوردن بہمت + کس ز زیر کند آں جہا نیگیر۔ بلکہ بزرگان طریقت کی خدمت میں
بے ادبی کرنے کے باعث کبھی ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے۔ حقیقۃً اس سلسلہ شریعت میں ہے کہ شہر دمشق کے اندر مشہور
علامۃ ابوسعید عبد اللہ بن حبیب اللہ تمیمی شافعی نے بیان کیا کہ چھاتی کے عالم میں تفسیل علم کے لئے سفر کیا
میں بغداد پہنچا ابن الشفا میرے شریک رہے تھے صالحین کی زیارت ہمارا معمول تھا۔ اس زمانے میں بغداد کے اندر ایک صاحب
کی شہرت تھی ان کو غوث کہا جاتا تھا۔ ان کی بیہات شہر تھی کہ جب چاہتے لوگوں کے سامنے آجاتے اور جب چاہتے لگا ہوں سے
پوشیدہ ہو جاتے چنانچہ ایک مرتبہ ان کی زیارت کیواسطے میں و ابن الشفا اور شیخ عبدالمقارن رجیلانی (آپ کا بھی عالم شباب تھا)
روانہ تھے۔ راستے میں ابن الشفا نے کہا کہ میں اسے ایسا سوال کروں گا جس کا جواب نہ دے سکے اور میں نے یہ کہا کہ میں ایک سوال کروں
دیکھوں گا کہ جواب میں کیا فرماتے ہیں اور شیخ عبدالمقارن رجیلانی نے کہا معاذ اللہ کہ میں اس سے کوئی سوال کروں بلکہ سامنے ہو کر

۱۴۲-۱۴۱-۱۴۰-۱۳۹-۱۳۸-۱۳۷-۱۳۶-۱۳۵-۱۳۴-۱۳۳-۱۳۲-۱۳۱-۱۳۰-۱۲۹-۱۲۸-۱۲۷-۱۲۶-۱۲۵-۱۲۴-۱۲۳-۱۲۲-۱۲۱-۱۲۰-۱۱۹-۱۱۸-۱۱۷-۱۱۶-۱۱۵-۱۱۴-۱۱۳-۱۱۲-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۱۰۳-۱۰۲-۱۰۱-۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷-۹۶-۹۵-۹۴-۹۳-۹۲-۹۱-۹۰-۸۹-۸۸-۸۷-۸۶-۸۵-۸۴-۸۳-۸۲-۸۱-۸۰-۷۹-۷۸-۷۷-۷۶-۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱-۷۰-۶۹-۶۸-۶۷-۶۶-۶۵-۶۴-۶۳-۶۲-۶۱-۶۰-۵۹-۵۸-۵۷-۵۶-۵۵-۵۴-۵۳-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۴۸-۴۷-۴۶-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹-۳۸-۳۷-۳۶-۳۵-۳۴-۳۳-۳۲-۳۱-۳۰-۲۹-۲۸-۲۷-۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱

اُن کے دیدار کی برکات کا متوقع رہوں گا۔ یہاں تک کہ ہم نہیں انکی جائے قیام پہنچنے کو وہ ہمیں نظر پڑے۔ کچھ ہی دھنکے بعد ہم نے دیکھا کہ ہائے سامنے بیٹھے ہیں ابن السقا کی طرف غضبناک ہو کر دیکھا اور فرمایا کہ اے ابن السقا تیری خرابی ہو مجھ سے ایسا سوال کرنا چاہتا ہے جس کی اس پر جواب دے سکوں تیرا سوال یہ تھا اور اس کا جواب یہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ کفر کی آگ تیرے اندر دھماکے ہی سے پھج رہی ہے طرف نگاہ کر کے فرمایا کہ عبد اللہ تم ایک مسئلہ دریافت کر کے یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ میں کیا جواب دیتا ہوں۔ تمہارا مسئلہ یہ تھا اداس کا جواب یہ ہے۔ دنیا تر پر لوٹ پھرنے کی یہاں تک کہ قانون کی کو تک ڈھونڈنے کے یہ نتیجہ ہے اس امر کا کہ تمہارے الفاظ میں حسن ادب نہ تھا پھر شیخ عبد القادر حیلانی کی طرف نظر فرمائی اور اپنے قریب کیے کہ ان کا احترام کیا اور فرمایا اے عبد القادر اس تمہارے بوجہ حسن ادب اللہ و رسول کی خوشنودی حاصل کی میں دیکھتا ہوں کہ بعد ازیں ممبر پر عظیم الشان جماعت کے سامنے تم کہہ رہے ہو قدی مین مدین کا جلیقہ تر قبۃ کل قرۃ اللہ ترجمہ میرا قسم اللہ کے ہر دلی کی گردن پر ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اولیائے وقت نے تعظیماً گردنیں جھکا دیں۔ اس کے بعد فرمودہ غوث ہماری نظروں سے غائب ہو گئے پھر ہم نے کبھی ان کو نہیں دیکھا۔ علامہ صد کو فرماتے ہیں کہ تمہارے متعلق حضرت غوث کا قول حرت جوت سج ہو کر رہا شیخ عبد القادر حیلانی کی امارت قریب الی ظاہر میں دوام دئی اس نے ان کی طرف رجوع کیا اور ایک مرتبہ فرمایا قدی مین ہین علی اس قبۃ کل قرۃ اللہ اور اولیائے وقت نے اپنے فضل پر کمال کیا اعتراف کیا۔ اور میں یہاں پر رد مشق پہنچا سلطان لود الدین شہید نے جبراً جھکوا اوقات کا موتی بنا دیا جس سے میں نیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ابن السقا علوم شریعت کی تفصیل میں مشغول رہا یہاں تک کہ اپنے ہم عصر صاحب ذوق ہو گیا۔ منظرہ میں ایسا کھال چل گیا کہ تمام علوم میں اپنے مقابل کو زیر کر لیا۔ قدرت نے فنان خدیج کے ساتھ ساتھ شکل حسین بھی عطا فرمائی تھی۔ بدوینہ خلیفہ وقت نے اپنے مقرران خاص میں اہل کتب کے بحیثیت شاہی قاصد یک مرتبہ بادشاہ روم کے پاس بھیجا بادشاہ روم نے اوصاف مذکورہ کیساتھ متعجب ہونے کی وجہ سے بہت ہنسپند کیا اور پادروں کو جمع کر کے مناظر فرمایا ابن السقا نے تمام اہل دیں کو شکست فاش دی جبکہ سبب بخود ہو گئے کسی سے جواب نہ پڑا اس نے اسے بادشاہ کے پاس ابن السقا کی عظمت بتائی۔ اتفاقاً ایک روز شاہزادی کو دیکھ بفرمائے قول شاعر سے دیکھا جو حسن یا طبیعت چل گئی۔ آنکھوں کا حقا قصور پھر چل پھر چل گئی۔ قلب بیتاب ہو گیا بادشاہ سے دوستی کی کمر سے عقد میں یہ یا چلے۔ ہاں مشکل نے کہا بایں شرط کہ ضروری ہوگا دیکھنے کے شرط منظور کی اور ضروری ہو گیا اب ابن السقا کو غوث کا قول یاد آیا اور سمجھا کہ ان کی جناب میں بے ادبی کرنے کے یہاں ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اہ مفصلاً نفعی بالذات میں ذلک فیما سرب محمد اجعلنا مع المتکان بین فی حضرة آویا یاک کلہم اجمعین۔

علامہ غوث کا بیان

شیخ غوث کی فریاد کا بیان

(وردیات فکیر) فقہائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے اس آیت کو بحیر تحریر کی کہ فرضیت کے ثبوت میں شی فرمایا چونکہ طریقہ استدلال تک بعض شامین کی رسائی نہ ہو سکی اسلئے وہ الفاظ میں علمائے اخاف پر اعتراض کر گئے اور ایک بے نتیجہ اشتقاقی بحث کے خاتمہ کی بھی غلطی کی۔ نظریات ہم طریقہ استدلال کی تفصیل بیان کرتے ہیں جس سے بعونہ تعالیٰ تمام شکوک و ابہام کا فور ہو جائیں گے۔ لغت عرب میں لفظ بحیر بمعنی تعظیم اور کبھی اللہ اکبر کہنے کے معنی میں آتا ہے۔ بر تقدیر معنی اہل تحریر استدلال یوں کی جائے گی کہ آیت مذکورہ میں فکیر صیغہ امر تکبیر بمعنی تعظیم سے ماخوذ ہے لیکن مامور بطلقاً تعظیم نہیں بلکہ وہ تعظیم جو تکبیر تحریر کے ضمن میں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے تکبیر تحریر مراد ہونے پر اہل تفسیر متفق ہیں اور اس مراد پر اجماع بھی معتقد ہو چکا ہے مرا فی الافلاح اور اسکے حاشیہ طحطاوی صفحہ ۱۱۸ میں ہے ان شوط بالکتاب؟ قال اللہ تعالیٰ وراک فکیر اجمع المفسرون علی ان المراد به تکبیرۃ الافتتاح وعلیہ انعقد الاجماع

تکبیر تحریم صرف اللہ اکبر کو نہیں کہتے بلکہ اس سے مراد وہ ذکر الہی ہے جس کے بعد بلا فصل نماز شروع ہو جاتی ہے تو اللہ اکبر اس کا ایک فرد ہوا۔ بدائع جلد اول صفحہ ۱۳۰ میں ہے۔ **وَالَّذِي كُنَّا نَعْتَقِبُهُ الصَّلَاةُ بِلاَ فِصْلٍ هُوَ تَكْبِيرَةٌ** اگر افتتاح۔ پس کیت سے بطریق مسطور تکبیر تحریم یعنی ذکر مذکور کی فرضیت ثابت ہوئی نہ لفظ اللہ اکبر کی۔ البتہ تکبیر تحریم کا اس فرد مخصوص کے ساتھ ادکارنا واجب ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے قائل ہیں۔ اور یہ وجوہ ثبوت سے مستفاد ہوتا ہے لہذا تکبیر تحریم میں اگر اللہ اکبر نہ کہا بلکہ اللہ اکبر یا اللہ اکبیر یا اللہ الرکعتاں وغیرہ لفظ کبھی جو تعظیم خداوندی پر دلالت کرتے ہیں تو فرضیت ادا ہو گئی کہ ماوریکبیر یعنی تعظیم حق جو ان الفاظ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ ہاں وجوہ ثبوتی الزمہ نہ ہو کہ وہ مخصوص لفظ سے متعلق تھا چنانچہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مسلک کی دلیل بیان کرتے ہوئے یہاں یہ میں فرمایا لہما ان التکبیر هو التعظیم لفظاً وهو حاصل پھر امام ابن الہمام قدس سرہ نے اس دلیل و حنفی مسلک کی وضاحت فتح القدیر میں اس طرح بیان فرمائی قوله ان التکبیر ای المذکور فی قوله تعالیٰ وترتک فکبر وقوله علیہ الصلوة والسلام وخریمھا التکبیر معناه التعظیم وهو ایضاً المذکور فیھا مردی ما لک اول الحدیث وهو الملام بالتکبیر الا افتتاح فكان المطلوب للفظ النص التعظیم وهو اہم من خصوص اللہ اکبر وغیرہ ولا اجمال فیہ والثابت بالتحبر للفظ المخصوص فیجب العمل بہ حتی یکرہ لمن یحسنہ ترکہ کما قلنا فی القراءة مع الفاتحة وفي الركوع والتسبیح مع التعذیل کذا فی الکافی وهذا یفید وجوبہ ظاہراً وهو مقتضى المواظبة التي لم تقتض بتروک فیمنعنی ان یعول علی هذا اور بر تقدیر معنی دوم تقریر استدلال اس طرح کی جائیگی کہ فکیر صیغہ امر تکبیر معنی اللہ اکبر گفتن سے مشتق ہے تو اللہ اکبر کہنا ماوریکبیر ہوا اور امر وجوب کیلئے آتا ہے لہذا اللہ اکبر کہنا واجب قرار پایا۔ چونکہ امر فکیر کہنا کجا جزو ہو نیکی باعث قطعی ہے اور قطع کیے ماوریکبیر کو اصطلاح میں فرض کہتے ہیں۔ نظر برائے اللہ اکبر کہنا فرض ہوا اور اللہ اکبر کہنے کی فرضیت اجماعاً بجز تحریم کبیر پر نہیں تو ثابت ہوا کہ یہ حکم تحریم کی واسطے ہے۔ ورنہ نص مطلق ہو جائیگی۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ بروقت تحریم خاص لفظ اللہ اکبر کہنا فرض ہے لیکن اجماع منقطع ہو چکا ہے کلام "فکیر" کے۔ مودب سے مراد تکبیر تحریم ہے تو اللہ اکبر کہنے کی طلب مراد تکبیر تحریمہ بجالانا ہوا جو اللہ اکبر کہنے سے عام ہے پس تقریر ہذا سے بھی تکبیر تحریمہ کی فرضیت ثابت ہوئی۔ سوال یہاں پر تکبیر کو بمعنی اللہ اکبر گفتن قرار دینا درست نہیں اسلئے کہ بایں معنی تکبیر کا اشتقاق جملہ اللہ اکبر سے ہو گا جس کو علمائے صرف قصی سے تعبیر کرتے ہیں درجہ مصاد میں قصی ہوتا ہے وہ متعدی نہیں ہوتے ہیں بلکہ لازم ہوتے ہیں اور یہاں پر فکیر کا مفعول بہ مس ذاتہ ذکر ہے بدین جسا کو تکبیر بمعنی اللہ اکبر گفتن سے مشتق قرار دینا درست نہیں جواب بیشک جن مصاد میں قصی ہوتا ہے وہ لازم ہی ہوتے ہیں لیکن جہاں میں مفعول متعدی کے معنی کی تفصیل کر لی جائے تو متعدی ہو جاتے ہیں جیسے تلبیۃ جملہ تلبیۃ گفتن سے مشتق اور لازم ہو مگر معنی اجابۃ کی تفصیل کرنی سے متعدی ہو جاتا ہے چنانچہ اس چیز کے پیش نظر حریری نے اپنے خطبہ میں بایں معنی تلبیۃ کو اس قول میں متعدی استعمال کیا ہے فلبیت وعدۃ تلبیۃ المطیع۔ پس یہاں پر بھی کہا جائیگا کہ تکبیر معنی تعظیم کو مستثنیٰ ہے اسی واسطے مفعول یہ مقتضی ہو گیا۔ سوال بر وقت نزول آیت مذکورہ نماز فرض ہی نہ تھی۔ پھر تکبیر تحریمہ کے حکم فرضیت کی کیا حاجت رہی۔ جواب ممکن ہے کہ اس وقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز نفل ادا فرماتے ہوں تو اس میں تکبیر تحریمہ کا

مثل سبجل وجعلوها من واد واحد وهو عندى خطا للفرق الجلى بينهما كقوله ينفذ معنى
 بنفسه بخلاف حوقل وسبجل فانه لا معنى له في نفسه فوجب ان يجعل قصرا من الجملة بخلاف
 كبر فانه موضوع ومفيد لمعنى بنفسه ولا ضرورة فيه الى اخذ من الجملة والوجه فيه عند
 انه ما اخذ من جزء الجملة اى من عبر في قولها الله اعبر وليس ما اخذ من الجملة كقوله
 ومرعق وملب (بالأردوية) بخلاف حوقل فانه ما اخذ من مجموع جملة لا حول ولا قوة الا
 بالله ولا بد وان التضمم الفرق بينهما فالاولى ان يفرق في التسمية ايضا ويسمى مثل سبجل نحو ان يكون
 منحوتا من الجملة ويسمى مثل عبر وسبجل قصرا لكونه ما اخذ من جزءها فان سبجل ما اخذ من سبحان
 في قوله سبحان الله فأنحطأ انما هو من سبجل لاخذ من مجموع الجملة قصرا مع انه ينبغي ان يسمى
 بالفتح وهذا ايا لقصرت ثم اعلم انه لا بد في التفصيل من ذكر المفعول بخلاف النعت فان المفعول
 يدخل في نفس مفهومه فبحسب يحتاج اليه بخلاف سبجل فانه صار لازما واستغنى بمفعول في
 معناه عن ذكر مفعول آخر وان قد علمت ان القصص ما يكون ما اخذ من جزء الجملة لا من
 مجموع الجملة لم يبق دليل في قوله كبر على خصوص الصيغة وصار معناه مطلق التعظيم
 اقول فيه نظرا من وجوه اتما ولا فلان قوله ان النحاة جعلوا (كتب) قصرا كقول القائل
 هم نوحس كفتاست تعدى وزينما اياها الشاقي ادراكا سافدا ولها - ان النحاة لا يمتحنون من القصص
 فانه عبارة عن اشتقاق اللفظ من المركب لا اختصارا للحكاية وهو من مباحث علماء
 التصريف كما لا يخفى على من اتقى السمع وهو شهيد وامّا ثانيا فلان قوله بخلاف وحل
 وسبجل فانه لا معنى له في نفسه ما اذا اراد به ان اراد ان كلا منهما لفظ مهمل غير موضوع
 في لغة العرب لمعنى سوى القول بلا حول ولا قوة الا بالله وسبحان الله كما يستغاد من التقابل
 حيث قال في مقابلتهما بخلاف كبر فانه موضوع ومفيد لمعنى بنفسه فهو خطأ ناش عن
 قصور النظر في اللغة فان ارباب اللغة ذكروا الهاتين المادتين معاني نحو قول كبر يا تى بمعنى
 قال لا حول ولا قوة الا بالله كذلك يا تى بمعنى مشى فاعيا وبمعنى ض وصار ميسرا بمعنى
 اعتمد بيدي على خصره اذا مشى ويقال للشيخ المسن حوقل وللقارورة الطويلة العنق حوقلة
 وللسمك الاخر الطويل حاقول ولم يأت في نظرنا من المادة الاخرى فعل بل جاءت اسماء
 جامدة فيقال سبجل كقبط للضخم من الضب والبعر ويقال جارية سبجلة اى طويلة
 جسمه معذ في القاموس وغيره فعلى هذا صار فرق الجلى خيالا بل هباء منثورا اما ثالثا
 فلان قوله ولا ضرورة فيه الى اخذ من الجملة لم يبنى على قلة الفهم فان استعمال العرب
 لفظ التعدير بمعنى القول بالله اعبر بتمامه هو الذي وعاهم الى اعتبار اخذ من الجملة
 لا من جزءها وهذا الداعي هو الاصل في باب الاعتبار ولا بأس عليك ان تسميه بالضرورة
 بعد ما وضعه الامروان كذا تسميه بالمناسبة ولو اعتبر اخذ من جزء الجملة على من عمك

فحينئذ لو كان معناه هو القول بالله أنه خبر لفاتت هذه المناسبة وان لم يلزم فيه مجزؤلا
عقل ولا شئ من هذا الاعتبار اصطلاح منك ولا مشاحة في الاصطلاح فلك ان تصطلم على
تسمية النهار بالليل والليل بالنهار فمن يمنعك وان كان معناه هو القول بالله فقط او
القول با غير فقط او غير ذلك وهذا امنك وضع جديد لمعنى جديد فلم يبق الكلام معك
لان الكلام ههنا لم يكن في لغتك بل في لغة العرب ان القرآن الكريم نزل بلغتهم حيث قال
تعالى بلستان عربي مبين لا يلسان كشميري ولا يوبندي مهين واما سار ابعافلان
قوله كعترت ومرتعب ومثلت ان اراد به التأييد لاخذ كعتر من جزء الجملة عما هو
الوجه عند بلغة اخرى فهو في حيز البطلان لان التأييد انما ليها اذا كانت هذه الالفاظ
ماخوذة من اجزاء الجمل وليست كذلك فان فجرت ماخوذة من جري ومرغن من رغن
وملبب من لباب وهذا ماخذ ليست اجزاء الجمل كما لا يخفى على عيان ان لم يرد هذا تأييد لاخذ
من جزء الجملة بل الالفاظ تأييد عدم الاخذ من الجملة كما ان غدة الالفاظ ليس كل واحد منها مأخوذ من الجملة فهو
ليس قائم الما اذ كان جزءا لان الاخذ من جزء الجملة وعدم الاخذ من الجملة بينهما عموم
وخصوص مطلقا فالاول خاص والثاني عام واذ كان كل ما تحقق الاخذ من جزء الجملة
تحقق عدم الاخذ من الجملة وليس كل ما تحقق عدم الاخذ من الجملة تحقق الاخذ من جزء
الجملة لان عدم الاخذ من الجملة عما يتحقق حين الاخذ من جزء الجملة كذلك يتحقق
عند عدم الاخذ من جزء الجملة والسوفيه ان السالبة لا تستلزم الموجبة وان كان
الاول خاصا والثاني عاما والمؤيد للعامة لا يجب ان يكون مؤيدا للخاص فلم يكن ذلك
القول مؤيدا لما اذ كان جزءا وصار في حيزه خشوا بل تسويد التفراس واضاعة قوت
فيما لا يعني واما خامسا فلان قوله فالخطا اسماء هو ممن هي الاخذ من مجموع الجملة
قصرا في ما سبق وهو قوله فالاولى ان يفترق في التسمية وما الحق وهو قوله مع انه
يلغي وذلك لان تسمية القبيلتين قصرا اذا كانت خطاء على نزعها كان التفرق في
التسمية صوابا لا اولى واذا كان التفرق اولى لم تكن التسمية خطاء والحق ان الخطا كل الخطا
من هذا الا من اذن من سمو القبيلتين قصرا عما به صانك عليه بالبيان الشافي فيما مضى ولا
محل ولا قوة الا بالله واما سادسا فلان قوله ثم اعلم انه لا بد في التفعيل من خبر
المفعول بخلاف النعت ليس على ديدن التعبير لان التقابل على نزعها بين النعت والنعت
الابين التفعيل والنعت كما تفوه به ههنا فحق العبارة ان يقول في القصور بدل قوله في
التفعيل واما سادسا فلان ما في هذا القول من الضابط مروي ودة على صاحبها ان
النقل والاستعمال كلاهما لا يكون باعنا واليهما المرجع في هذا الباب عند اول النهي قال
في القاموس كثير تكبير او عثار اياك عسر مشدد قال الله اخبروا الشئ جعله كبيرا

وسیع کمنع شفقاً و تسبیحاً قال سبحان الله و قال تعالیٰ فی سورۃ النور فسبح و فی حاشیۃ الصاوی
 علی الجلالین ای قل سبحان الله و فی کتاب الفتلۃ من البخاری تسبحون فی دبر کل صلوٰۃ عشر أو
 تحمدون عشر و تسعرون عشر اھذا و اما اجتراء علی اختراع ہذا الضابطۃ الظاہرۃ الباطنۃ
 لانہ اشکل علیہ فہو المفعول بہ فی الآیۃ المذکورۃ فی العنوان و لم یکن کرمنا اسلفنا من
 امر المضین و بلاحتیٰ یجد الخلاص من الاشکال سبیلًا و ہذا جزاء ساء کادب و من لم
 یتأدب فی حضرة الاسلاف فقد ضل ضلالاً بعيداً۔ و اما ثانیاً فلان قولہ واذ قد علمت
 قصور فوق القصور و زیارۃ نعمۃ فی الطنبور ای یظهر منہ ظہور الاخفاء فیہ اصلاً ات
 التعبیر حین القصیر المزعوم یصیر معنایہ المتعظیم و التعظیم کان معنی لغویاً للتعبیر بدون
 القصور کما عرفنا سابقاً فلم یکن القصور مفید المعنی سواء فصلاً یا طائلاً کما لا یخفی علی العاقل
 فان کان معنی التکبیر حین القصیر المزعوم ایضاً ہذا القول بألہ کبر فلا شک فی بقاء الدلیل
 علی خصوص الصیغۃ غیر مقید بوقت و دون وقت لکن بشرط الاغماض عن قضیۃ الاجتماع
 و الصارت آایۃ الکرمیۃ بآیمان المسک الخقیق کما لیتہ سابقاً بالوجہ الانیق و اللہ ولی
 التوفیق و ہو بالہدایۃ حقیق و قد بقی الخبا یا فی نروایا المقام و الوقت آخر من توهین
 ہذا الکلام۔

(روثیابک فطر) ثیاب ثوب کی جمع ہے اور طہر تہیر سے مشتق ہے ان دونوں لغتوں میں
 چار احتمال ہیں۔ (۱) کہ ثوب اور تہیر کے حقیقی معنی مراد ہیں (۲) یہ کہ ثوب کے حقیقی معنی اور تہیر کے مجازی معنی۔
 (۳) یہ کہ ثوب کے مجازی معنی اور تہیر کے حقیقی معنی (۴) یہ کہ دونوں کے مجازی معنی مراد ہوں۔ اول احتمال پر آیت کا
 حاصل یہ نکلا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نجاست سے کپڑے پاک کھنے کا حکم دیا گیا۔ اندرون نماز یا بیرون نماز بر تقدیر
 اول تقریروں کی جائیگی کہ حکم اگرچہ تمام اوقات کو شامل ہے آیت میں مخصوص وقت کا ذکر نہیں۔ لیکن آیت و سرتک فکبریں
 نماز کا ذکر ہے کہ اس سے اجتناب تحریر مراد لی گئی ہے اور یہ آیت اسکے بعد بلا فصل واقع ہے پس بقرینہ سباق اس آیت سے یہ
 مراد ہوئی کہ بحالت نماز کپڑے پاک رکھے جائیں۔ اس تقدیر پر آیت میں مروجہ کے لئے ہوگا۔ اگر تصریح فرماتے ہیں کہ سرتک فکبر حال
 فرض ہے۔ اندرون نماز ہو یا بیرون نماز بخلاف تہیر ثوب کہ وہ حالت نماز فرض ہے۔ بیرون نماز فرض نہیں سمجھا جاتا۔ اور تقدیر دوم
 مراد یہ ہے کہ مشرکین اپنے کپڑوں کو نجاستوں سے پاک نہیں کھتے آپ ان کی عادت اختیار نہ فرمائیں اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک
 رکھیں۔ جسکے بیرون نماز کے واسطے ہے کیونکہ بروقت نزول آیت کریمہ نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ نظر میں اس پر اسجاب کے لئے ہوگا۔
 احتمال دوم پر تہیر یعنی تقصیر یا بمعنی ازالہ نجاست معنوی ہوگی۔ بر تقدیر اول مزدیہ ہے کہ اپنے کپڑوں میں تقصیر اختیار
 فرمائیں۔ اہل عرب کی طرح اتنے ددا نہ ہوں کہ زمین سے لگیں کیونکہ یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔ اور بر تقدیر دوم مراد یہ ہے کہ اپنے کپڑوں کو حرام
 ہونے سے پاک رکھے مثلاً مغصوب ہوں بلکہ ان کو حلال طریقہ پر حاصل کیا گیا ہو تہیر کا بمعنی تقصیر مجاز ہونا ظاہر ہے۔ اور
 تہیر بمعنی ازالہ نجاست معنوی میں دو قول ہیں ایک یہ کہ نجاست حسی اور معنوی دونوں کے ازالہ میں تہیر حقیقت ہے۔
 دوسرا یہ کہ تہیر نجاست حسی کے ازالہ میں حقیقت اور نجاست معنوی کے ازالہ میں مجاز ہے۔ احتمال دوم کی دوسری صورت

اسی قول پر ہے۔ احتمال سو ہم پر نظر ثاب یعنی جسد و گوشت میں ہیں گے کہ شرکین بروقت استغناء ظافت حاصل نہیں کرتے آپ ان کی حالت سے اجتناب کریں اور وقت استغناء پر ہی کو کما حقہ پاک کرتے ہیں اہل عرب لفظ ثياب کو بمعنی "جسد" استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ عرب کے مشہور شاعر عمرو بن لوی نے بھی یہی معنی استعمال کیا ہے۔ شعر فشکت بالرحم الا صم ثيابہ۔ لیس الکرمین علی القنا محرم۔ یعنی طخت جسد بالرحم الا صم حتی یبلغ الی العظم۔ احتمال چھاسم پر لفظ "ثياب" اگر بمعنی نفس ہوگا تو معنی یہ ہوں گے کہ اپنے نفس کو مذہم اخلاق جیسے خود بینی، تکبر، ریا، عہد شکنی، وغیرہ سے پاک رکھیں۔ اہل عرب ایسے شخص کو طاهر الثياب کہا کرتے ہیں جو بہت صفات سے محض ہو۔ یعنی اسی معادہ سے ماخوذ ہیں۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے وثیابک فطہر کے معنی دریافت کئے فرمایا "اَلَا تَلْبَسُهَا عَلٰی مَعْصِيَةٍ وَلَا عَلٰی غَدْرٍ بِرَافِعٍ" یعنی اس قبیل سے ہے جو احسان حسن بصورت اور اماہر قریبی قدس سے ملنے والی الفاظ تفسیر فرمائی "وَخُلِقْتَ فَحَسَنٌ" یعنی اپنے اخلاق کو اچھا کر کے حضرت امام عیسیٰ عجلوہ فرمایا "وَمَا بَدَأَ ابْنُ مَرْيَمَ إِذْ هَمَّ اللَّهُ تَعَالٰی لَمْ يَفْرَأْ"۔ وَعَمَلًا فَاصْلَحْ یعنی اپنے عمل کو درست رکھے۔ اہل عرب کو ثياب سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ حبیبیہ العمل انسا کو ان معادہ میں حبیبیہ الثياب کہا جاتا ہے حدیث میں ہے یحسوا لمرء فی ثوبیہ یعنی عمل الصالح والطالح اور محمد بن عرفہ نخوی قدس سے روایت فرمایا "وَمَا بَدَأَ فَطَهُو" یعنی اپنی بیویوں کو بزرگ عطا وادب پاک رکھے گا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا "وَدُنْيَاكَ فَطَهُو" یعنی اپنے دین کو پاک رکھے گا۔ اہل عرب یں کو بھی ثياب سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے "أَيُّ النَّاسِ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ النَّدَى وَمِنْهَا مَا دُونَ ذَلِكَ"۔ وَايُّ النَّاسِ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ النَّدَى وَمِنْهَا مَا دُونَ ذَلِكَ"۔ یعنی عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں لوگوں کو کپڑے پہنے دیکھا بعض کے کپڑے چھائی تک پہنچے بعض کے اس سے نیچے اور عمر بن خطاب کو دیکھا کہ اتنا داز تہنہ پہنے ہوئے ہیں جو زمین سے لگے ہوئے ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور اس خواب کی تعبیر کیا ہوئی؟ فرمایا دین علامتہ حضرت سعید بن جبیر قدس سے روایت فرمایا "وَقُلُوبُكَ وَفِيَّتِكَ فَطَهُو" یعنی اپنے قلب و اپنی نیت کو پاک رکھے گا۔ امام قاضی عبداللہ بیضاوی نے فرمایا "او فطہوہ ذلالت النبوة" یعنی یا مراء یہ ہے کہ پوشاک نبوت کو ایسی چیزوں سے پاک رکھے گا جو اس کے لئے زینا نہیں جیسے کینہ تنگ لی، قلت صبر اس آیت میں قوت علیہ کے استعمال کی طرف اشارہ ہے اور ابن ابی عمیر میں قوت نظر کے استعمال کی طرف اشارہ تھا نفحات الانس شریف میں ہے کہ شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سے روایت فرماتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ فرمایا اپنے کپڑے میل کر خیل سے پاک کھو تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہر سانس میں محفوظ ہو گئے۔ عرض کیا میرے کپڑے کیا ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں پانچ خلقیں پہنائی ہیں۔ (۱) خلعت محبت (۲) خلعت معرفت (۳) خلعت توحید (۴) خلعت ایمان (۵) خلعت اسلام (۶) اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا ہے اس پر ہر چیز آسان ہو جاتی ہے اور جس کو معرفت الہی حاصل ہوتی ہے اس کی نظر میں ہر چیز چھوٹی ہو جاتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو خدا مانتا ہے تو پھر کسی کی شکایت سے شرم نہیں کرتا اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ ہر چیز سے بے خوف ہوتا ہے اور جو اسلام کیساتھ مصطفیٰ ہو گیا ہے اس سے مصیبت حاصل نہیں ہوتی اگر ہوتی ہے تو عذر خواہی کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور اس کی عذر خواہی کو شرف قبولیت بخشا جاتا ہے شیخ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے میں نے آیت "وَدُنْيَاكَ فَطَهُو" کا نام ابیات سے در تو پوشیدہ لطف و لایذ غلط از صفات روحانی بہ دارش از لوث شرم و شہوت دور مابا کیزگی شوی مشہور

ان تمام معانی میں لفظ "ثیاب" مجاز ہے اور اسی طرح لفظ تطہیر پر قول ثانی اور مجاز کے ملا توں میں سے یہاں پر علامہ لزوم و غیر متفق ہے۔
 چاروں احتمالات کے مذکورہ بالا اکثر و بیشتر معانی ذکر کر کے عارف باللہ الشیخ احمد صاوی قدس سرہ اپنے حاشیہ جلالین ۲۲۲ میں فرماتے ہیں واکایة صالحة لجميع تلك المعانی یعنی آیت و ثیاب تطہیر میں یہ تمام معانی مراد ہو سکتے ہیں۔ لیکن
 احتمال اول کی پہلی صورت راجح ترین ہے اسلئے کہ لفظ ثیاب اور لفظ تطہیر اور امر تینوں میں صورت میں اپنے حقیقی معنی پر ملتے ہیں
 اور اسکے ماسوا میں بدون ضرورت حقیقت سے عدول لازم آتا ہے۔ اسی اسلئے فقہائے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ معنی اختیار فرمائے اور
 بحالت نماز طہارت ثوب کی فرضیت کا اثبات اس آیت سے فرمایا۔ چنانچہ علامۃ الشیخ ابراہیم حلی قدس سرہ غنیۃ شیعہ
 منیۃ مشائخ میں فرماتے ہیں و فرضیۃ طہارۃ الثوب بقولہ تعالیٰ وثیابک فطہر علی ان المراد بحقیقۃ التطہیر
 ویراد ایضا حال ارادۃ الصلوۃ لیسعون الامر علی حقیقۃ البیضاء وما قبلہ المراد فقصہ ففیہ عدول عن
 الحقیقۃ من غیر ضرورت اور علامہ طحطاوی قدس سرہ نے اپنے حاشیہ در مختار ص ۱۹ میں اس صورت کو
 اظہر اور اس پر قریباً (قولہ وثیابک فطہر) فان الاظہر ان المراد ثیابک الملبوسۃ فی الصلوۃ و
 تطہیرھا من النجاسة وهو قول الفقهاء و اس پر صحیح النفا سبیراھ

والشرح فاجہ ترجمہ کی سہل و سہل اور کسوفوں آئے ہیں لیکن قرآن پاک کی روایت حفص جو ہمارے یہاں
 ہندوستان میں بالعموم رائج ہے اس میں بخبر اس آیت کے ہر جگہ "سرا" کو کسوف پڑھا گیا ہے اور اس لفظ کے چند معنی بیان کئے گئے
 ہیں۔ (۱) اصنام (۲) عبادت اصنام (۳) معصیت (۴) شرک (۵) پلیدی (۶) عذاب (۷) شیطان "فاجہ" بھی ہے
 مشتق ہے جو کبھی بمعنی "قطع" آتا ہے جیسے ہجرہ بمعنی قطع (صد و صلہ) اس کا مصدر "جھران" بھی آتا ہے اور کبھی بمعنی
 ہنڈیکن یعنی ترانا جیسے ہجر فی نومہ اور منضہ یعنی سوتے میں ترایا یا باری میں ترایا اس کا مصدر "جھری" بھی آتا ہے اور
 کبھی بمعنی ہجرا سے باز نہ جھرا اس کو کہتے ہیں جس کا ایک کنارہ اوٹ کے گئے پرادر دوسرے کنارے میں جیسے ہجر البعیر
 یعنی شدہ بالہجرا اس کا مصدر "جھور" بھی آتا ہے اور کبھی بمعنی ترک آتا ہے جیسے ہجرہ بمعنی ترکہ اس کا مصدر
 بھی "جھران" آتا ہے یہاں پر ہجرا اسی معنی میں ہے اور ترجمہ کے تمام معنی مراد ہو سکتے ہیں لیکن اول معنی کو اس لئے ارجحیت
 حاصل ہے کہ نفسیر جلالین میں انہیں کو ذکر فرمایا جس حسب شہادت امام سیوطی علیہ الرحمۃ راجح ترین اقوال مذکور ہیں
 سوال اول معنی کا الرفع ہونا درکنار کتب لغت میں ان کا ذکر نہ کیا نہیں چنانچہ قاموس میں انکو ذکر نہیں کیا دیگر معانی ذکر کئے ہیں
 عبارت یہ ہے الرجن بالكسوف و ضم القدس و عبادة الاصنام و العذاب والشرک اھ اسی واسطے "رجن" کی تفسیر
 میں جلالین کے قول "فسوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلا وفاق" پر علامۃ الشیخ سلیمان حمل قدس سرہ
 نے اپنے حاشیہ فتوحات الہیۃ میں استدراک کرتے ہوئے فرمایا علی حذف مضاف ای بعبادۃ الاوثان
 یعنی "رجن" کی تفسیر اوثان کے ساتھ تقدیر مضاف ہوئی ہے اسلئے کہ لغت میں عبادۃ اوثان کو ایک معانی میں شمار کیا گیا ہے خود اوثان
 ایک معنی نہیں پھر استدراک کے بعد استشہاد میں وہی مذکورہ بالا عبارت قاموس نقل فرمائی نیز تقدیر مضاف ہر ایک قرینہ یہ ہے کہ اگر
 تقدیر نہ مانی جائے تو مفرد "رجن" کی تفسیر بعبادۃ جمع "اوثان" ہوگی جو درست نہیں۔ چونکہ رجن کے معنی لغت میں اصنام نہیں بلکہ اوثان
 اسی واسطے بخاری کتاب التفسیر میں حدیث زیر بحث کے آخر میں جب ابو سلمہ راوی نے "رجن" کی تفسیر اوثان کے ساتھ کی تو فتح الباری
 شرح بخاری میں علامۃ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ الترابی نے اس پر فرمایا وھو تفسیر معنی ای اھربا الراجن

ای العذاب وہی الا وثان ام۔ یعنی "سرجن" کی تفسیر "اوثان" کے ساتھ تفسیری نہیں بلکہ وہ توفظ مراد سے ہوتی ہے بلکہ تفسیر باعتبار معنی ہے کیونکہ "سرجن" کے معنی لغت میں عذاب ہیں اور آیت میں عجاس بالحدف ہے کہ "سرجن" سے بیشتر اسباب مضاف مقتضیہ اور معنی یہ ہیں کہ اسباب عذاب دور رہے گا۔ اوثان بھی چونکہ سبب عذاب بنے ہیں اسلئے اوثان کیساتھ تفسیر کر دی گئی علامہ مہمدا وح کی طرح قاضی بیضاوی اور علامۃ ابوالسعود اور علامۃ ابوالبرکات نسفی اور تمام سرائی وغیرہ مفسرین نے بھی اس آیت میں "سرجن" کی تفسیر عذاب کے ساتھ فرمائی ہے بلکہ بعض نے تو اسی پر اقتصار کیا ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اوجہیت اس تفسیر کو حاصل ہے۔ اسی واسطے خود امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ابوسلمہ کی تفسیر کے بعد آیت زیر بحث کو ترجمۃ الباقیاء دیکر اس کے ساتھ تفسیر مذکورہ کو بھی ترجمۃ الباب میں بایں الفاظ ذکر فرمایا۔ باب قوله والرحمن فاھجر یقال الرحمن والرحمن العذاب ام جواب میں کہ لکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لغت میں لفظ "سرجن" یا اس معنی نہ ہو لغوی کے مؤلفین میں سے کسی نے لفظ کے جملہ معانی ذکر نہ کیا دعویٰ نہیں کیا نہ کوئی ذی عقل یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ بیشتر سہولتیاں سے پاک نہیں پھر فوق کل ذی علم علیہ کی دسے کون نہج سکتا ہے پھر قطع نظر اس سے جب یہ لفظ تصریح فرماتے ہیں تو بمقتضیٰ لغت مقدم علی النافی ہجر تسلیم کوئی چارہ کا نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری اور عمدۃ القاری شریح بخاری میں ہے ویروی عن مجاہد والحسن بالضم اسم للضم وبالكسوا سماً للعذاب ام یعنی مجاہد و حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ای ہے جز العین سے ہیں کہ "سرجن" بالضم کے معنی صنم اور "سرجن" بالكسو کے معنی مذاب ہیں۔ اسی طرح تابعین میں سے ابو العالیۃ اور ربیع بن انس بھی اس معنی کا نقل ہیں عمدۃ القاری میں وعن ابی العالیۃ والربیع الوزن بالضم والصنم بالكسویۃ والنجاسة وللحصىۃ وعن الضحاک الشریع وعن ابن کيسان الشیطان ام یعنی ابو العالیۃ اور ربیع سے منقول ہو کہ سرجن بالضم کے معنی صنم یا امبالکسویۃ معنی پلیدی اور مصیبت الصنم کے معنی شرک منقول ہوئے اور ابن کيسان سے شیطان۔ امام حلی حفظہ اللہ بن کثیر مشقی قدس سرہ نے فرمایا ان میں سے حکمۃ اور قنادۃ اور مذہبی اور عبد الرحمن ابن زید بھی "سرجن" کے معنی صنم آیت میں اوثان بتائے ہیں۔ حتیٰ کہ ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی تفسیر بطریق علی ابن ابی طلحہ منقول ہوئی بلکہ خود عسیر علیہ السلام نے "سرجن" کی تفسیر میں اول معنی بلفظ "اوثان" ذکر فرمائے اسی واسطے اول معنی کو اوجہیت حاصل ہوئی چونکہ لفظ "سرجن" اسم جنس ہے جسکی دلالت قابل اکثر سبب ہوتی ہے اسلئے لفظ جمع "اوثان" کے ساتھ تفسیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ سوال "سرجن" کے مذکورہ بالا معانی میں سے کسی معنی کی اوجہیت اس پر متفرع ہے کہ یہاں پر اس کا مراد ہونا صحیح ہو حالانکہ کسی معنی کا مراد ہونا درست نہیں اسلئے کہ "سرجن" کے جو معنی بھی مراد لئے جائیں آیت میں اس کے ترک کر دینے کا حکم ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم آپس میں کیساتھ متعصفتے جب ہی تو ترک کا حکم دیا گیا۔ مثلاً اگر "سرجن" کے معنی عباد اصنام مراد لئے جائیں تو آیت کا ترجمہ یہ ہو گا کہ "تو کی عبادت ترک کر دیجیے" اس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم ترک آپ عبادت اصنام کر کے۔ اسی واسطے ترک کا حکم دیا گیا۔ اسی طرح "سرجن" کے معنی اگر معصیت مراد ہیں تو آیت کا ترجمہ یہ ہو گا کہ "معصیت ترک کر دیجیے" اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم آپ معصیت کے ساتھ متعصفتے حالانکہ آپ سے صغیرہ گناہ بھی صادر نہیں ہوا چاہے جانیگاہ عبادت اصنام کیونکہ انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام قبل نبوتنا بعد نبوتنا تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں ان سے کسی گناہ کا حدود و گنہیں کماتر ساقباً۔ اسی طرح باقی معانی پر بھی مجوز و لازم آتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مذکورہ معانی میں سے کوئی بھی مراد نہیں ہو سکتا۔ ابھیاب بیشک تمام معانی مراد ہو سکتے ہیں اور کوئی مجوز و لازم نہیں آتا۔ اسلئے کہ "فاھجر" میں مراد امت کیواسطے ہے ابائی کے

واستأن التظہر جعل حصولهما وجبا لا ولویة فلا بد ان يتفرع على الوجه الثاني دون الاول والحال انه
كما يتفرع على الوجه الثاني كذلك على الاول فيحذف الفرق بينهما بالا ولویة صحیحاً فلم یصح
تهدید الاول بكلمة الا ان يقال المشعرة بالنصف والتعبير عن الثاني بالا ولي **واما ثانياً**
فلان قوله والا ولي ان يجعل اشارة الى طهارة المكان نداء من بعيد كيف لا مناسبة بين هذان
الربطين بمعنى الا وثان وبين طهارة المكان حتى يصير جعل حد هما اشارة الى الآخر نعم لو كان الرجز
بمعنى القدر كان له وجه واذا ليس فليس اذ لم يثبت طهارة المكان بما قال فنقول ان فرضية
طهارة المكان في الصلوة بل وطهارة البدن ايضا ثابتة بقوله تعالى وثيابك فطهر قال في الغيبة ^{۱۴۵}
واذا وجب تطهير الثوب وجب تطهير البدن وللكان بالا ولویة لانها الزم للصلوة منه اذ لا
تنفك عنهما وقد تنفك عن الثوب اذ لم يوجد على ذلك انعقد اجماع الامة من غير مخالف اه
واما ثالثاً فلان قوله كما ان جملة الا ولي اشارة الى طهارة الثياب مبنى على عدم التمييز
بين الاشارة والصراحة كيف لا وقوله تعالى وثيابك فطهر صحیح في ايجاب تطهير الثياب لا
اشارة عند اولى الباب الاحسن في ارتباط هذه الآية الحركية بما قبلها ما قلنا فامل
ولا تعجل

بُخَارِي

تَابَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ وَأَبُو صَالِحٍ وَتَابَعَهُ هَلَالُ بْنُ سَرَّادٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ
متابع کی بخاری بن بکر کی عبد الرحمن بن یوسف اور ابو صالح نے اور متابعت کی هلال بن ساراد سے الزهري سے
وَقَالَ يُوسُفُ وَمَعْمَرُ بْنُ إِدْرِيسَ
اور کہا یونس اور معمر نے (بھائے فواد) بوادری +

شَالِي

اصول حدیث کی اصطلاح میں اعتباراً متابعت شاہد تینوں مقلوں کا مفہوم جدا گانہ ہے جب کسی حدیث کی روایت
میں اس کے راوی کے متفقہ ہونے کا گمان ہو تو اس حدیث کے موافق دوسرے راوی کے روایت کرنے کو متابعت کہتے ہیں جس
پہلی حدیث کو تقویت پہنچتی ہے پہلے راوی کی حدیث کو اصل اور دوسرے کی حدیث کو متابع کہنا جاتا ہے بشرطیکہ دونوں
ایک صحابی سے مروی ہوں ورنہ اس کو شاہد کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ اگر دوسری حدیث پہلی کے ساتھ لفظاً موافقت رکھتی
ہے تو اس کو متابع کہیں گے اور اگر صرف معنی موافقت رکھتی ہے تو اس کو شاہد کہتے ہیں خواہ دونوں ایک صحابی سے نقل
ہوں یا دوسرے بہر کیف متابع اور شاہد دریافت کرنے کے لئے جو امع و مسانید اور اجزا میں طرق حدیث سے اعتبار کیا
کہلاتا ہے اگر حدیث کے لئے متابع اور شاہد دستیاب ہو گیا تو فیہا دونوں حدیث کو فرد کہتے ہیں متابعت کو بوط
چار چیزیں ضروری ہیں (۱) متابع بالغ یعنی پہلا راوی (۲) متابع بالکسر یعنی دوسرا راوی (۳) متابع عنہ یعنی وہ شیخ

جس سے دونوں راویوں نے روایت کی (۴) متابع علیہ یعنی پہلی حدیث ایک حدیث کو مع سند ذکر کر کے بعد میں کرامت کا ذکر فرمایا کرتے ہیں جس سے متابع علیہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ حدیث سابق ہے اور متابع بالکسر صراحۃً مذکور ہوتا ہے جیسے یہاں پر عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح اور ہلال بن سنان اور اگر متابع عنہ بھی مذکور ہے تو متابع بالفتح کا پتہ بتا سانی چل جائیگا کہ سند سابق میں دیکھ لیا جائے جو راوی متابع عنہ سے روایت کر رہا ہے وہی متابع ہے جیسے یہاں دونوں متابعین عن ابن الزہری فرمایا جو متابع عنہ ہے سند سابق دیکھنے سے معلوم ہوا کہ نہ دوسری سے روایت کرنے والے عقیل ہیں نہ پہلی متابع ہوئے۔ اور اگر متابع عنہ مذکور نہیں جیسے پہلی متابعیت میں تو اس وقت متابع کا پتہ دشوار ہوتا ہے وہی لوگ جانتے ہیں جن کو روایۃ کے طبقات اور ان کے مراتب پر کامل ناگاہی حاصل ہوتی ہے ایسے ہی حضرت نے بتایا کہ پہلی متابعین عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح نے لیث سے روایت کر کے میں یحییٰ بن بُکیر کی متابعیت کی ہے تو یحییٰ بن بُکیر متابع ہوئے اور لیث متابع عنہ۔ ان دونوں متابعیت سے پشتر دو حدیثیں مذکور ہیں (۱) حدیث (۱) ابوہریرہ بن عبد اللہ بن فضال رضی اللہ عنہما (۲) حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کی روایت میں دونوں متابع یحییٰ بن بُکیر اور حضرت عقیل شریک ہیں، ابوصالح امام بخاری علیہ الرحمۃ نے پہلی حدیث کی سند میں انکو ذکر کر کے بعد دوسری حدیث کی سند میں انکو ذکر نہیں کیا تھا اور اوہما طفہ ذکر کر کے غیر شریک روایۃ بیان فرماتے تھے تاکہ معلوم ہو کہ باقی ماندہ روایۃ دونوں حدیثوں میں مشترک ہیں اس لئے بیان میں غالباً مقصود یہ بھی ہے کہ اسکے بعد متابعیت ذکر کر کے ناظرین یہ سمجھیں کہ متابعیت دونوں حدیثوں میں وارد ہے ایک کیساتھ مخصوص نہیں اسکے بعد دوسری حدیث کی پوری سند مستقل طور پر ذکر کر کے متابعیت بیان کرتے تو صرف دوسری حدیث میں متابعیت کا اور دو مفہوم ہوتا۔ کیونکہ دوسریوں ہی پر آتا ہے کہ جس حدیث کے بعد بلا فصل متابعیت ذکر کی جاتی ہے اسی حدیث میں متابعیت کے درود کا بیان کرنا مقصود ہو اگر تاہم اب محمد بن تعالیٰ ثابت ہو گیا کہ یہ دونوں متابعیت دونوں حدیثوں میں وارد ہیں چنانچہ عبد اللہ بن یوسف کی متابعیت بابت حدیث اول خود امام بخاری علیہ الرحمۃ نے کتاب التفسیر میں سورۃ قرآن کے بیان میں اور کتاب الانبیاء زیر فقہ موسیٰ علیہ السلام میں بطور اختصار ذکر کی ہے اور انکی متابعیت بابت حدیث دوم کو سورۃ یس ایچھا المذکر کے بیان میں ذکر فرمایا ہے۔ باقی رہی ابوصالح اور ہلال بن سنان کی متابعیت تو اسکے متعلق علامۃ ابن حجر وغیرہ شیخ ابن حجر نے تحریر فرمایا ہے کہ اول کو یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے اور دوسری کو ہلی علیہ الرحمۃ نے تراجمیات میں ذکر کیا ہے اگر یعقوب بن سفیان کی تاریخ اور تراجمیات میں ان دونوں حضرات کی متابعیت معلوم حدیثوں میں نہ ہو تو ہمارے خیال صحیح ہے کہ یہ دونوں متابعیت دونوں حدیثوں میں وارد ہیں اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کے ائمہ زبانیان دینے میں یہ نکتہ بھی مقصود تھا اس قدر پر دونوں متابعیت کا متابع علیہ دونوں حدیثوں کی۔ ورنہ مذکور بالا سند کے ماتحت دونوں متابعیت کا درود دوسری حدیث کیساتھ مخصوص نہ ہوگا۔ اور دونوں متابعیت کا متابع علیہ صرف دوسری حدیث ہوگی بہر حال دونوں متابعیت ایک مرتبہ کی نہیں بلکہ اول قاصد ہے اور متابعیت تادم اسکو کہتے ہیں اول سند سے ہو اور دوسری ناقصہ ہے اور متابعیت ناقصہ اسکو کہتے ہیں درمیان سند سے ہو۔ اس بیان سے متابعیت کی چار قسمیں حاصل ہوں گی دو تامۃ و ناقصہ ہونے کے اعتبار سے اور دو متابع عنہ کے ذکر ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح کی متابعیت تامہ ہے کیونکہ اول سند سے ہے لیکن اس میں متابع عنہ مذکور نہیں اور ہلال بن سنان کی متابعیت ناقصہ ہے مگر اس میں متابع عنہ مذکور ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ان چاروں قسموں کو یہاں پر گشت ترتیب جمع فرمایا کہ متابعیت نامہ کر بوجہ تامت شرافت حاصل تھی ایسے

ذکر میں مسکو مقدم کیا اور متابعت ناقصہ کو بوجہ نقصان موخر پھر متابعت ناقصہ میں منافع عنہ ذکر کیا جس سے اسکو شرافت حاصل ہوئی کہ وجود کو عدم پر شرافت حاصل ہوتی ہے اور اس شرافت سے جبر نقصان ہو گیا اور متابعت تامہ میں منافع عنہ ذکر نہیں فرمایا جس سے حاصل شدہ شرافت کے باوجود نقصان بھی آگیا۔ یہ انداز بیان اسلئے اختیار کیا تاکہ دونوں میں تعادل پیدا ہو جائے۔ فللہ ۵۳۵

حیث اجازتی البیان

وَقَالَ يُونُسُ الخ یعنی یونس اور معمر نے حدیث اول کو نہ ہی سے روایت کرنے میں عقیل کی موافقت کی ہے مگر یہ موافقت معنی ہے لفظاً نہیں۔ اسلئے کہ عقیل نے نہ ہی سے حدیث اول میں یوحنا فواد ۵۳۵ روایت کیا اور ان دونوں نے ایکے بجائے توجہ بوان ۵۳۵ تو موافقت لفظاً باقی نہ رہی معنی باقی ہے کہ دونوں لفظ اصل معنی کی ادائیگی میں برابر ہیں کیونکہ اصل معنی "فزع" ہیں جبر کا افہام دونوں سے یکساں ہوتا ہے۔ چونکہ متابعت کی تعریف میں دو قول ہیں جنہوں میں ادب بیان کر آئے۔ اول یہ لفظی موافقت شرط نہیں۔ دوسرے میں شرط ہے۔ اسلئے یونس اور معمر کی یہ روایت ہر قول اول از قبیل "متابعت" ہوئی نہ ہر قول دوم ایسویطہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے تعبیر بدل دی اور "تابع یونس" کے بجائے "قال یونس" فرمایا جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ متابعت کی تعریف میں امام بخاری علیہ الرحمۃ کا مختار قول دوم ہے۔ اس تقدیر پر امام بخاری علیہ الرحمۃ کا ارشاد "قال یونس الخ" از قبیل تعلیق ہوا کہ متا فی تھذیب التھذیب یہاں پر بخاری کے نسخے مختلف ہیں بعض نسخوں میں عبارت یوں ہے۔ "قال یونس ومحمد تواتر" یعنی یونس اور معمر نے دوسری حدیث کو نہ ہی سے روایت کرنے میں عقیل کی موافقت کی مگر نتائج کے بجائے "تواتر" روایت کیا۔ اس نسخے کی بنا پر بھی یونس اور معمر کی روایت کو صرف معنی موافقت حاصل ہے کہ "تتابع" اور "تواتر" لفظ مختلف ہونے کے باوجود دونوں ہم معنی ہیں۔ پس روایت بھی ہر قول دوم تعلیق ہوئی اور ہر قول اول از قبیل متابعت لیکن پہلی دونوں متابعت کی طرح اسکا درود دونوں حدیثوں میں نہیں بلکہ پہلے کے اختیار کردہ نسخہ کی بنا پر یونس اور معمر کی متابعت صرف پہلی حدیث میں ہوگی اور اس پر لفظ "تواتر" کا ذکر فرینہ ہے کہ یہ دوسری حدیث میں نہیں ولاں نسخہ کی بنا پر متابعت دوسری حدیث میں ہوگی اور فرینہ لفظ "تواتر" ہے جو پہلی حدیث میں نہیں اگر یہ دونوں لفظ مختلف ہوتے تو پہلی دونوں متابعت کی طرح اسکو بھی دونوں حدیثوں سے متعلق قرار دیا جاتا کیونکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کا انداز بیان اسی تعبیر کا مقتضی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

کری

بخ

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى حدیث بیان کی ہم سے موسیٰ بن اسمعیل نے انہوں نے کہا خدی ہکو ابو عوانہ نے انہوں نے کہا حدیث بیان کی ہے موسیٰ بن ابی عائشہ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بن ابی عائشہ نے انہوں نے کہا حدیث بیان کی ہے سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى "لَا تَحْرُكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ" قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بابت تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کیساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَارِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً وَكَانَ مِمَّا يَحْرُكُ شَفَتَيْهِ
 تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کریم کے نازل ہونے پر شہت محسوس فرماتے تھے اور لہذا اوقات اپنے بولوں اور زبان کو حرکت دیتے کہ بول نہ جائیں۔
 فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَإِنَّا أُخْرَجُ كُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 سعید بن جبیر نے کہا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تمہارے مجھنے کے لئے میں نے اپنے بولوں کو حرکت دیتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ كُهُمَا وَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أُخْرَجُ كُهُمَا كَمَا سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ
 علیہ وسلم اپنے بولوں کو حرکت دیتے تھے اور وہی ابن ابی عائشہ وغیرہ سے سعید بن جبیر نے کہا کہ میں اپنے بولوں کو حرکت دیتا ہوں جیسے
 اللَّهُ عَنْهُمَا يَخْرُجُ كُهُمَا فَخَرَكُ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى "لَا تَحْرُكْ بِهِ لِسَانَكَ
 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو میں نے حرکت دینے دیکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بولوں کو حرکت دی چونکہ حضور حرکت دیتے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ
 لِيُعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ" قَالَ جَمْعُهُ لَكَ صَدْرُكَ وَتَقْرَأُ أَه" فَإِنَّا
 نازل فرمایا کہ تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کیساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ بیشک اس کا معنی ظاہر کرنا اور پڑھنا ہلکے ذمہ ہے۔ اسکی تفسیر میں ابن عباس نے فرمایا
 قَرَأْنَا أَه" فَاتَّبَعْ قُرْآنَهُ" قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ" ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ" ثُمَّ إِنَّ
 کہ اللہ تعالیٰ اسکو آپ کے سینہ میں محفوظ کر دیا اور آپ کو پڑھ لینے کو جب ہم سے پڑھ جائیں سوقت اس ٹپے کوئی کی ابتداء کر دے۔ ابتداء کی تفسیر میں ابن عباس نے فرمایا
 عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَ أَه" فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا أَتَا
 کہ اسکو تین حصوں میں پڑھ دینا بیان ہمارا ذمہ ہے۔ بیان کی تفسیر میں ابن عباس نے فرمایا کہ پڑھنا ہلکے ذمہ ہے اور اس کے بعد جب
 جَبْرِئِيلُ اسْتَمَعَ فَإِنَّا نَطْلُقُ جَبْرِيلُ قَرَأَ أَلِیُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَ أَه
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل عاقر ہوتے تو آپ بولوں کو حرکت دینے کے بجائے سنتے رہتے تھے جس جبریل علیہ السلام کی مدد سے اسکو یہاں لکھ دیا ہے۔

بشیر

(ابوعوانة) کنیت ہے اور نام وصاح بن عبد اللہ شہکری اور بعض نے وصاح بالجیم ذکر کیا ہے۔
 مقام جرجان کی جنگ میں گرفتار ہو کر لے آئے اور زمانہ از تک یزید بن عطاء واسطی کے غلام ہے وہ ان سے تجارت کرتے
 تھے انہوں نے آزاد کر دیا۔ آزاد ہونے کا واقعہ تین طرح مروی ہے (۱) ابن عدی نے بیان کیا کہ یزید بن عطاء نے ان کو تجارت
 میں ڈال دیا تھا ایک دن سائے آکر کہا کہ تمکو دو درہم دیدیجئے تاکہ میری کچھ نفع پہنچاؤں انہوں نے دیدئے اس سائل نے شہر بصرہ کے
 رؤساء میں گشت لگا کر ہر ایک سے یہ کہہ کر یزید بن عطاء کے پاس علی الصبح پہنچوا انہوں نے ابو عوانة کو آزاد کر دیا ہے وہ لوگ
 ان کے پاس جمع ہو گئے یزید بن عطاء ہر ایک کی زبان سے واقعہ آزادی سنا اس درجہ متاثر ہوئے کہ انکار کو مکروہ سمجھا پھر سچ
 آزاد کر دیا (۲) ابن حبان نے بیان کیا کہ یزید بن عطاء حج کو گئے ان کیساتھ ابو عوانة بھی تھے یزید بن عطاء کے پاس
 ایک سائل نے آکر سوال کیا مگر انہوں نے کچھ دیا نہیں۔ سائل نے کہا میں چلا گیا تھا ابو عوانة اس کے پاس پہنچے اور ایک نے بنا دئے لئے
 صبح کو جب لوگوں نے صبح لفظ سے واپسی کا ارادہ کیا تو وہی سائل راستے میں کھڑا ہو گیا اور ہر گز نہ والی جماعت سے کہتا کہ لوگو یزید
 بن عطاء کا شکریہ ادا کرلو انہوں نے آج ابو عوانہ کو آزاد کر کے قرب الہی حاصل کیا ہے۔ لوگ جوق جوق انکے پاس کرہ یہ تشکر پیش

کھولنے لگے اندوہ آزا کر نے سے انکار کرتے تھے یہاں تک کہ جب لوگوں کا اردو حال زیادہ بگڑنے لگا تو مجبور ہو کر کہنے لگے کہ اس قدر لوگوں کی بات کو کوئی متروک کر سکتا ہے۔ اے ابو عوانہ جاؤ تم آزاد ہو! (۳) اسلم بن سہیل نے تاریخ واسطہ میں بیان کیا کہ ابو عوانہ کا ایک دوست تقدہ کو تھا جس کے ساتھ یہ شخص ملوک کیا کرتے تھے اس نے ان کے حسن سلوک کی مکافات کا ارادہ کر کے ہر مجلس میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ یزید بن عطا کے لئے دھماکرہ انہوں نے ابو عوانہ کو آزاد کر دیا ہے بالآخر سننے سننے اس پر بدلتا اثر ہونے لگا آزاد کرنا پڑا پھر کہیں ان کا واقعہ سبق آموز نہ کر اس لئے میں غلاموں کے اندر تفصیل علم دین کا شوق کیسا کامل تھا کہ فریوی مشکلات کے باوجود اسکو حاصل کیا اور غلام آزاد بن گئے۔ اور اس زمانہ کی حالت یہ ہے کہ بڑے بڑے نامی خاندان والے فقرات اسباب عیشت کی فراوانی کے باوجود دولت علم سے محروم ہیں۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

موسیٰ بن ابی عائشہؒ کہتے ہیں کہ شب بیداری روز نماز تہجد کے باعث چہرہ پر اس قدر رونق پڑتی کہ بقول جریر بن عبد الحمید انہیں دیکھ کر خدایا دانا تھا تہجد کی پابندی کا یہ عالم کہ لوگوں میں بنام "مُتَجِدِّ" مشہور ہو گئے تھے عمر بن قیس کہتے ہیں کہ شب میں جب کبھی میں نے سر اٹھایا تو ان کو نماز میں کھڑا دیکھا۔ قطعہ ۵

شب تیار کیے دوستانِ فدائے + مئی بادی چر روزِ خشنده + ایں سعادت بزورِ بازو نیست + تا نہ بخشد خدائے بخشنده

فی الحقیقت شب بیداری بھی عجیب نعمتِ عظمیٰ ہے جس کی لذت سے وہی نفوسِ قدسیہ واقف ہوتے ہیں جنکو یہ نعمت عطا کی جاتی ہے۔ کہ یہ ذوق ایں سے نہ شناسی بخواتین چو آئین قرانی قدس سے کسی کا ایک شب میں فرماتے: "ہذا لیلۃ الرجوع" یہ شب رکوع کی ہے اور پوری شب رکوع میں گزار دیتے۔ دوسری شب میں فرماتے: "ہذا لیلۃ السجود" یہ شب سجدہ کی ہے اور پوری شب سجدہ میں ختم فرماتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ روز راتیں ایک حالت میں گزار دیں۔ فرمایا روز راتیں کہیں کاش ازل سے اب تک کہے ات ہوتی ہمیں ایک عہد کے کہنا ہمارے لہجہ اور گریہاںے پیشا کر کے کا موقع نصیب ہوتا۔ یحییٰ بن یسوم شب کر کہ ہم مست خواب نوش باشند + من و خیال تو دنالہ ہائے درد آلود۔ منسوس شریف منیر ارشاد الہی ہے: قَدْ كُنَّا نَدْعُوهُ بِأَنَّهُ لَيْلٌ نَامَ عِيقِي وَ مَنْ قَاهَ عِيقِي نَامَ عِيقِي وَ صَالْنَا لَنَا يَحْمُوتَا ہے وہ شخص جو میری محبت کا دعویٰ کرے اور جب رات آئے تو مجھ سے غافل ہو کر سو جائے اور جو بھی مجھ سے غافل ہو کر سو جائے وہ سو سو مل

سے محروم رہا اس سے معلوم ہوا کہ شب بیداری سے وصال یا وصال ہو تا ہے اس واسطے عاشقانِ مولیٰ شب میں سوتے نہیں۔ مشنوی چشم ہائے عاشقانِ ناخواب نیست + یک زماں آن چشم ہائے آب نیست + خوابِ بادی دیرہ عاشق چہ کار + چشم او چلی شمع یا بدشکبار اور بعض مذکورگان خاص ایسے بھی ہوتے ہیں کہ رات بھر سوئے مگر پھر بھی غفلت پیدا نہیں ہوتی بلکہ قلبِ مولیٰ کی طرف متوجہ رہ کر تجلیات سے بہرہ اندوز ہوتا رہتا ہے خواجہ ذوالنون مصری قدس سرہ نے خواجہ ابو یزید بسطامی قدس سرہ السامی کی نسبت میں قاصد بھیج کر کہلوا کر خوب استراحت کہتے: قافلہ تو چل دیا۔ آپ کے قاصد سے فوایا میرے بھائی سے کہدینا کہ مردود ہے ہر رات بھر سوئے پھر کمزور پرقاٹھ سے پیشتر پہنچ جائے خواجہ نے یہ جواب مشکور دیا کہ انہیں یہ مبارک ہو اس کلام تک ہمارے احوال کی پہنچ نہیں۔ یہ خواجہ ابو یزید بسطامی قدس سرہ السامی وہی ہیں جن کا نام طیفیور بن عیسیٰ اچس کو بھی یاد ہے وہ جنت میں جا بیگا۔ (طحطاوی)

(سعیل بن جبیل) کہتے ہیں ابو محمد ہے مفری بقیہ، محدث، مفسر، تابعی ہیں آپ کا لقب: جہبذ العلما۔

تھانہ سال میں دو مرتبہ مکہ معظمہ حاضر ہوتے ایک مرتبہ کے لئے اہل ایک مرتبہ عمرہ کے واسطے شب بیداری کا التزام رکھتے اور دوسرے شب میں

شب بیداری

شب بیداری

شب بیداری

شب بیداری

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب ہونیکا شرف انکو حاصل تھا بولوا تو ان خلفاء کے ہاں سے میں کیا کہتے ہو ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سے اب تک مجھے آپ نے فرمایا ان کو اپنے اعمال کی جزائے لی۔ میں میں کچھ جزا پا کر مسرور ہوں گے اور کچھ ہلاک اور میں ان کا ذمہ دار نہیں بولوا تو عبد الملک بن مردان کے متعلق کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا اگر نبی کا ارتقا تو اللہ تعالیٰ کی یہاں اسکی نیکی کا ثواب ہے اور اگر بد کرتا تو اللہ تعالیٰ کے قابو سے نکل نہ سکے گا بولوا تو میرے حق میں کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا تم خدا پرست ہو زیادہ جانتے ہو بولوا میرے متعلق اپنا علم ظاہر کر دو آپ نے فرمایا تو اس وقت میری بات بری لگنی خوش کن نہ ہوگی بولوا اخیر تم ظاہر کر دو آپ نے فرمایا اچھا تم سے حدود الہی میں ظلم و ستم ظاہر ہوا۔ ادا کیا ماشاء کو قتل کر کے معاصی پر تم نے جرأت کا اظہار کیا۔ بولوا بخدا ملٹے ملٹے کر کے تمہارے اعضاء کو علیحدہ کر ڈالوں گا آپ نے فرمایا تو اس سے میری دنیا بگاڑ دو گے لیکن میں تمہاری آخرت بگاڑ دوں گا اور انتقام سامنے آنی والا ہے بولوا تمہارے لئے عذاب الہی ہے آپ نے فرمایا عذاب الہی اس کیلئے ہوتا ہے جسکو جنت سے دور کر کے دوزخ میں داخل کیا جائے۔ بولوا ان کو لے جاؤ اور گردن مار دو آپ نے فرمایا میں تم کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میرا ایمان ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پیغمبر ہے۔ اور اس بات کو یاد رکھنا یہاں تک کہ قیامت میں ملاقات ہو پھر جب آپ کو قتل کیلئے چلے تو اپنے جسم فرمایا حجاج نے دریافت کیا کہ تہمت کیوں کیا آپ نے فرمایا اس بات پر کہ تم اللہ کے حضور جرات کر رہے ہو۔ حجاج بولا کہ انہیں ذبح کرنے کے لئے لٹال دو چنانچہ قبلہ رو کر کے جب لٹایا گیا تو اپنے پڑھا۔ اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهَیَّ لِلَّذِیْ فِطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَسْتَرْحِمْنِیْ حَاجَّجَ بُولَا ان کی پشت قبلہ کی طرف کر دو جب قبلہ کی طرف پشت کی گئی تو اپنے پڑھا اَیُّسَمَآ تُوَلُّوْا فِیْہِمْ وَجْہٌ اللّٰہُ یَسْتَرْحِمُ حَاجَّجَ بُولَا۔ اور نہ ماننے کر کے لٹاؤ۔ جب دندھا کر کے لٹایا گیا تو آپ نے پڑھا۔ مِنْہَا خَلَقْنَا کُمْ وَفِیْہَا نَعِیْذُکُمْ وَمِنْہَا نُخْرِجُکُمْ کَلَسَ اُخْرٰی اور اسی حالت میں ذبح کر دیا گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ شہر بک کے بدن سے جدا ہونے کے بعد اپنے تین مرتبہ باوازی بند کلمہ توحید پڑھا لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہُ توحید سیری مرتبہ پورا سننے میں نہیں آیا جب شہادت کی خبر رسید المشدّد حضرت حسن بھری قدس سرہ کو پہنچی تو اپنے بارگاہ الہی میں عرض کیا اے جابوین کے ہلاک فرمائے والے حجاج کو ہلاک فرمائے تو تین دن ہی گزرے تھے کہ پیٹ میں کیرٹے پڑ گئے یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا۔ خواب میں کسی نے دیکھ کر دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کس طرح پیش آیا۔ بولوا ہر قتل کدے میں مجھے ایک مرتبہ قتل کیا۔ اور سعید بن جبیر کے بدلے میں شہر تر قتل کیا۔ ایام مرض میں جب موتا تو سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ کیرٹے پڑ کر بھنجوڑتے اور فرماتے ہیں اے دشمن خدا تو نے مجھے کیوں قتل کیا تھا۔ خوف زدہ بیدار ہو کر کہتا ہوں میں نے سعید بن جبیر کو کیوں قتل کرایا۔

(ابن عباس) رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کا اسم گرامی عبد اللہ اور کنیت ابو العباس ہے۔ ہجرت تین سال پیشتر شعب گھاٹی میں پیدا ہوئے جبکہ بنی ہاشم ہاں پر محصور تھے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ نے ان کو اپنے سے دعا فرمائی تھی "اَللّٰہُمَّ فَقِّہْہٗ فِی الدِّیْنِ" اے اللہ ان کو دین کی سمجھ عطا فرما۔ اور ایک مرتبہ سینے سے چپٹا کر فرمایا۔ "اَللّٰہُمَّ عَلِّمْہٗ اَحْکَمَہٗ" اے اللہ انہیں علم حکمت سکھا دے۔ محدثین کرام جب عبداً حلالہ اسرۃ کہتے ہیں تو مراد چار صحابہ ہیں (۱) عبد اللہ بن عباس (۲) عبد اللہ بن عمر (۳) عبد اللہ بن زبیر (۴) عبد اللہ بن عمر بن العاص اور فضیل کے نزدیک عبداً ولد میں عبد اللہ ابن مسعود بھی داخل ہیں۔ کھاف فواح الرحمت شرح مسلم الثبوت۔ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ صحابہ کرام نے احادیث بکثرت روایت کی ہیں۔ انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

تو شہادت کے بعد آپ کی اس شہادت کے حالات میں

عبد اللہ بن عباس

تعداد میں سب سے زیادہ ہیں (۱۲) ابو ہریرہ (۱۳) عبد اللہ بن عباس (۱۴) عبد اللہ بن عمرو (۱۵) محمد بن حنفیہ صدیقہ (۱۶) جابر بن عبد اللہ (۱۷) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ نے ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث روایت کی ہیں ان میں سے پچانوے متفق علیہ اور ایک سو بیس نام بخاری کے افراد میں اور انچاس نام مسلم کے افراد میں ہیں (عمدة القاری) عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد خلافت میں بمقام طائف ستر سالہ ہجری میں ہجرت کر کے وفات پائی اور مولائے مشکل کشا کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خازن خانہ پڑھائی۔ نماز کی واسطے جب جنازہ رکھا گیا تو لوگوں نے بچھا کر ایک سفید پرہیز اگر کفن میں داخل ہو گیا مگر تلاش کرنے پر دستیاب ہو سکا دفن کرنے کے بعد ایک آواز آنے میں آئی، بولنے والا نظر نہ پڑا وہ کہتا تھا یا ایہذا النفس المطمئنة ارجعنی الی ربک سل ضیئة حر ضیئة فا دخلنی فی عبادی فا دخلنی جنتی، ترجمہ اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی و راجعہ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ آخری عمر میں مینا کی جاتی رہی تو دوشعر پڑھا کرتے تھے۔ ۱۔ ان یاخذ اللہ من عتقی ثورہما ۲۔ ففی لسنہ فی وقلوبہ منہا ثورہ ۳۔ قلبی نری وکی وکی عتقی فی دخیل ۴۔ وفی فی صہارم کایم کالشیف ۵۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کی روشنی سلب فرمائی تو کوئی مضائقہ نہیں سلسلے کی میری زبان اور قلب میں اسکے بدلے روشنی پیدا ہو گئی ہے میرا قلب پاکیزہ ہے اور دل میں کوئی فساد نہیں اور منہ میں ہی زبان قاطع رکھتا ہوں جو تلوار کی طرح نیر خداوت میں بروقت مقابلہ غالب آتی ہے۔ آپ نے فرمایا اے گنہگار صرف ایک مرتبہ گناہ کر کے اسکے برے انجام سے بچو نہ اس گناہ سے زیادہ بُرا ہے۔ گناہ کرتے وقت کڑواٹا کا تبین سے شرم نہ کرنا گناہ سے زیادہ بُرا ہے۔ اپنا انجام معلوم نہ ہونے کے باوجود مہنگا گناہ سے زیادہ بُرا ہے۔ گناہ کو کہ خوش ہونا گناہ سے زیادہ بُرا ہے۔ کسی گناہ کے فوت ہونے پر سرخ کرنا گناہ کرنا سے زیادہ بُرا ہے گناہ کرتے وقت اللہ کے دیکھنے سے نہ گھبرانا اور ہوا کا پردہ کھول دینے سے خوف نہ کرنا گناہ کرنا سے زیادہ بُرا ہے۔ آپ نے فرمایا حکمت کی بات جس سے بھی سنوئے تو کو نہ کہ کبھی آدمی کے نئے سے حکمت کی بات نکل جاتی ہے حالانکہ وہ حکیم نہیں ہوتا جیسے انارکلی کا شکار آپ نے فرمایا ایک ہفتہ یا ایک ماہ یا اس سے زیادہ کسی مسلمان گھر کا خیر اٹھانا کیے بعد دیگوئے حج کرنے سے بہت اچھا ہے فی سبیل اللہ اشرفی خرج کر میںے دینی بھائی کی خدمت میں پیسوں کا طباق بطور پیش کرنا بہت اچھا ہے آپ نے فرمایا جب میرے بھائی سے مجھ کو کوئی مکروہ بات پہنچی تو میں نے اس کو تین محامل میں سے ایک پر محمول کیا۔ اگر وہ مجھ سے بلند مرتبہ تھا تو مجھے اسکی قدر ہوتی کہ کہ بڑوں سے ایسی باتیں بنیت اصلاح وغیرہ ہی صادر ہوا کرتی ہیں اور اگر وہ میرے ہم پلہ تھا تو مجھ کو اس پر فضیلت حاصل ہو گئی (کر میں) اسکی مکروہ بات کا جواب نہیں دے یا کہ نہ قرآن کریم کا ارشاد ہے وَاَنْ تَقُوْا خَلْقَ کُفْرًا (اور اگر مجھ سے کم درجہ تھا تو میں نے اسکی مکروہ بات کی پروا ہی نہیں کی۔ اپنے حق میں میرا طریقہ کار ایسی ہے جو شخص اس طریقہ کار سے گریز کرے تو اللہ کی زمین وسیع ہے کسی شخص نے آپ کو کالی دی جواب فرمایا تم نے تو مجھے کالی دی۔ لیکن میرے اندر تین عسادتیں ہیں (۱) یہ کہ مجھ کو کتاب اللہ کی جب کسی آیت کے متعلق مطروحات حاصل ہوتے ہیں تو میری طبیعت خاشعہ ہوتی ہے کہ تمام لوگوں کو یہ مطروحات حاصل ہو جائیں (۲) یہ کہ جب میں سننا سنا ہوں کہ فلاں مسلمان حاکم نے اضافت کیا تو مجھ کو خوشی ہوتی ہے حالانکہ اس سے میرا معاملہ کبھی نہ بڑے گا۔ (۳) یہ کہ جب سننا سنا ہوں کہ مسلمانوں کے فلاں شہر میں بارش ہوئی تو مجھ کو مسرت حاصل ہوتی ہے حالانکہ میرے پاس جنگل میں چرنے والا کوئی جانور نہیں جو اس سے فائدہ حاصل کر سکے۔ آپ کی آنکھوں میں پانی اُترنا جس سے مینا کی جاتی رہی معالجین چشم نے اگر عرض کیا کہ ہم آپ کی آنکھوں کی پانی تو نکال دینگے لیکن پانچ یوم تک آپ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ آپ نے فرمایا مجھ میں پانی نہیں نکلے گا۔ پانچ یوم کی نماز پڑھی بات ہے مجھے ایک کشت میں بھی نہ کر دیا اگلا نہیں۔ کیونکہ

منہا فی حدیث صحیح بخاری (۱۲) ابو ہریرہ (۱۳) عبد اللہ بن عباس (۱۴) عبد اللہ بن عمرو (۱۵) محمد بن حنفیہ صدیقہ (۱۶) جابر بن عبد اللہ (۱۷) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

منہا فی حدیث صحیح بخاری (۱۲) ابو ہریرہ (۱۳) عبد اللہ بن عباس (۱۴) عبد اللہ بن عمرو (۱۵) محمد بن حنفیہ صدیقہ (۱۶) جابر بن عبد اللہ (۱۷) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

منہا فی حدیث صحیح بخاری (۱۲) ابو ہریرہ (۱۳) عبد اللہ بن عباس (۱۴) عبد اللہ بن عمرو (۱۵) محمد بن حنفیہ صدیقہ (۱۶) جابر بن عبد اللہ (۱۷) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مجھے حدیث پہنچی ہے کہ جس نے ایک نماز قضا ترک کر دی تو یہ وقت ملاقات اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا (صفة الصفوة وغیرہ)
(وَكَانَ مِمَّا حَرَّمَ النَّحْلَ) اس کلام کے معنی میں شاربین بخاری مختلف ہیں اور وجہ اختلاف ایک اشکال کا دو درجے جبکہ
 دیکھ کر نیسے معنی کلام مختلف ہو گئے **أَشْكَالُ** کی تقریر یہ ہے کہ تقریر جملہ سابقہ ذہن کا تبادر اس طرف ہوتا ہے کہ **كَانَ** میں ضمیر اسم کا
 مرجع اسم رسالت ہے اور جب اسم رسالت مرجع قرار پایگا تو وہ **مِمَّا** میں اش خبر کا مل درست نہیں ہو سکتا کیونکہ **مِمَّا** میں **مَا** مصدر یا
 من ابتداء ہے۔ تو اصل عبارت یہ ہوا۔ **وَكَانَ مِنْ تَحْرِيكِ الشَّفْتَيْنِ**۔ **مِنْ** ابتداء کا مدخل کبھی فعل مبتدا کے واسطے مبتدا ہوتا ہے۔
 جیسے **سَوَّيْتُ مِنَ الْبَصُورَةِ إِلَى الْكَوْفَةِ** اور کبھی ایسے فعل کا مبتدا ہوتا ہے جو خود تو مبتدا نہیں مگر مبتدا کے واسطے اصل ہو جیسے **خَرَجْتُ مِنَ
 الدَّارِ** کہ خرنے خود مبتدا نہیں اسلئے کہ اس سے ایک قدم نکالنے پر متحقق ہوا تاکہ لیکن اس پر متفرع ہوتے ہیں جیسے **فَهَابَ**
 وغیرہ اس من کو ابتداء غیر اتصالیہ کہتے ہیں۔ چونکہ فقرہ زیر بحث میں **مِنْ** ذلول قسم کا فعل نہیں اسلئے یہاں پر من بایں معنی نہ ہوا۔ اور کبھی **مِنْ**
 ابتداء کے مدخل ایسی چیز ہوتی ہے جس سے کسی کا منفصل ہونا معتبر ہو جیسے قرآن کریم میں **أَنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ** اور **كَافٍ** میں علامہ
 ابن عابجب **بِالْزَّحْمَةِ** کا قبل **فَمِنْهُ** الفاعل اس من کو ابتداء اتصالیہ کہتے ہیں۔ فقرہ زیر بحث میں یہ من بھی نہیں ہو سکتا۔ نہ معنی یہ ہو
 کہ آپ لبوں کی تحریک سے ناشی ہوئے منفصل تھے جن کا درست نہ ہونا انظر من الشد من درابین من الناس ہے۔ علامہ کو مٹانی قدس سرہ نے فرمایا
 نے شجہ بخاری میں اس اشکال کا یہ جواب دیا کہ **كَانَ** کی ضمیر اسم کا مرجع اسم رسالت نہیں بلکہ ماقبل میں فعل **يَعْلَجُ** کا مصدر **عَلَّاج**
 ہے اب معنی یہ ہوں گے کہ آپ کا علاج یعنی وجدان شدت لبوں کی تحریک سے ناشی تھا یا موصول ہوا۔ معنی **مَنْ** ہے تو معنی یہ ہونے لگا کہ آپ
 ان آدوں میں سے تھے جو لبوں کو حرکت دیتے ہیں۔ پہلی صورت میں من ابتداء اتصالیہ ہے یا تعلیلیہ اور دوسری صورت میں تعضیابیہ
 ان دونوں صورتوں میں خبر کا حمل درست ہے اور معنوی حیثیت سے بھی کوئی غبار نہیں۔ پہلی صورت پر علامہ ابن حجر عسقلانی نے اعتراض
 کیا کہ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وجدان شدت لبوں کی تحریک سے حاصل ہوا حالانکہ جملہ سابقہ بالذات کرتا ہے کہ لبوں کی تحریک سے پیشتر
 نزول وحی سے شدت محسوس فرماتے تھے تو یہ جواب درست نہ ہوا۔ اس اعتراض کا جواب علامہ معنی نے دیا کہ وجدان شدت اگرچہ پیشتر
 حاصل تھا مگر اس کا ظہور لبوں کی تحریک ہی سے ہوا کیونکہ وہ امر باطنی ہے۔ بلکہ وہی اس پر بذریعہ تحریک واقف ہوا۔ اسلئے اس نے کہا کہ
 وجدان شدت بونہ نزول قرآنی لبوں کی تحریک سے ناشی تھا اس سے ظاہر ہوا کہ **كَانَ** کی ضمیر اسم کا مرجع مطلقاً **عَلَّاج** یعنی وجدان شدت
 نہیں حتیٰ کہ انشراح واقع ہو کہ وہ تو تحریک سے پہلے حاصل ہے بلکہ **عَلَّاج** یعنی وجدان شدت بونہ نزول قرآنی کا مرجع ہے۔ دوسری
 صورت پر کسی نے اعتراض نہیں کیا مگر اقامت الحروف کے نزدیک محذو ش ہے کہ بدون ضرورت بجا از اختیار کرنا جائز نہیں اور جب پہلی صورت
 سے اشکال منقطع ہو گیا تو اس کی کیا ضرورت رہی پھر علامہ معنی نے فقرہ زیر بحث کی دو تاویلیں افادہ فرمائی (۱) یہ کہ **كَانَ** کی ضمیر اسم کا مرجع
عَلَّاج یعنی وجدان شدت ہے اور **مِنْ** برائے تعلیل۔ اور راوی کا مقصد یہ ہے کہ وجدان شدت کے دو سبب تھے اول نزول قرآنی
 جس کو پہلے جملہ میں بیان کیا ہے اور دوم لبوں کی تحریک جس کو اس جملہ میں بیان کیا (۲) یہ کہ **كَانَ** مبعی وجہ
 یا جائے جو بعضی ظہور آتا ہے اور **كَانَ** کی ضمیر اسم کا مرجع وہی **عَلَّاج** ہے اب معنی یہ ہوں گے کہ وجدان شدت بونہ نزول
 قرآنی لبوں کی تحریک سے ظاہر ہوا۔ اس تاویل اور علامہ کرماتی کی پہلی صورت کا حاصل ایک ہو گیا۔ محضنی **مِنْ** سے کہ ان جوابات میں
 کھینچنا محسوس ہوتی ہے مفہوم عبارت ان سے اگرچہ سمجھ ہو گیا لیکن اس کی جانب ہن کا تبادر نہیں ہوتا جس سے کلام کی سلامت مجروح
 ہو کر معنوی تعقید پیدا ہو گیا کا غلط ہوتا ہے اسلئے صحیح جواب یہ ہے جو بعض دوسرے اکابر نے افادہ فرمایا کہ **كَانَ** کی ضمیر اسم کا مرجع اسم
 رسالت ہی ہے جیسا کہ کلام سے متبادر ہوتا ہے۔ اور **مِمَّا** بمعنی **مِنْ** سے۔ اہل عرب نظم و نثر دونوں میں بایں معنی استعمال کرتے ہیں

تقریر

من

شدت

بشریح صحیح البخاری

چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے: **وَإِذَا لَمَسْنَا أَضْرَبُ الْكَبْشِ ضَرْبَةً** + **عَلَى وَجْهِهِ يُلْقَى الْإِنْسَانُ مِنَ الْغَيْمِ** یعنی بیشک ہم میڈے کے ٹھہر پر بسا اوقات ایسی ضرب لگاتے ہیں جس سے وہ زبان منہ سے باہر نکال دیتا ہے خود حدیث میں بھی **بِمَا** بمعنی "بڑبڑاتا" آیا ہے جیسے حضرت براء بن عازب کی حدیث ہے **كُنَّا إِذَا أَصَلَيْنَا خَلَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا نَحِبُّ أَنْ نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ** یعنی ہم جب جسٹہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا قصد کرتے تو بکثرت یہ چاہا کرتے تھے کہ پکی دائیں جانب ہوں در حدیث سمیرا بن جندب میں ہے **كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَلَى الْقَبْضُ مِمَّا يَقُولُ لَا أَصْحَابَهُ مَعَهُ** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ چکے تو بسا اوقات اپنے اصحاب کو فرماتے تھے کہ تم میرے کس نے خواب کچھا ہے۔ اور ہمارے علمائے بھی اپنے کلام میں **مِمَّا** بمعنی "سراپما" استعمال کیا ہے چنانچہ امام لغات علامہ سیبویہ علیہ الرحمہ اپنی تصنیف **الْكِتَاب** میں فرماتے ہیں **لَمَّا لَوْ أَنَّهُمْ مِمَّا يَحْدُثُونَ** یہاں **مِمَّا** بمعنی "سراپما" ہے۔ **الغرض** اس جواب کی تفسیر ہمارے اس سلسلے اور معنی میں جزالت پیدا ہو جائے گی اور معنی کلام یہ ہوں گے کہ حضور پر تو بکثرت لب ہائے مبارک کو حرکت دیا کرتے تھے یعنی جب ریل اہلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جب حق کو پڑھ کر پیش کرتے تو آپ ان کی ساتھ پڑھنے جاتے تاکہ یاد ہو جائے اور بھول نہ جائیں اس واسطے ارشاد ربانی **يَوْمَ لَا تُغْنِي عَنْكُمْ كُنُوزُكُمْ أَشْيَاءُ وَلَا تُغْنِي عَنْكُمْ أَمْوَالُكُمْ شَيْئًا** تاکہ تم اپنا دھرم کی جلدی میں قرآن کیساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو بیشک اسکا محفوز کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکے ہیں اسوقت اس پڑھنے ہوئے کی ابتداء کو پھر بیشک اسکی باریک دیکھنا ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔ دیکھئے اس معنی پر ارشاد ربانی کیا صاف صاف اور خوب چسپاں ہو رہا ہے **سؤال** نہیں نہیں بلکہ ارشاد ربانی کسی جواب پر چسپاں نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث میں حضور کا بول کو حرکت دینا مذکور ہے اور ارشاد ربانی میں زبان کی حرکت سے منع کیا گیا تو ارشاد ربانی کہاں منطبق ہوا۔ ہاں ارشاد ربانی میں اگر بول کو حرکت دینے سے منع کیا گیا ہوتا تو انطباق بالکل صحیح تھا جواب کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو چیزوں میں سے ایک کے ذکر پر اکتفا کر کے دوسری کو مقدم کر دیا کرتے ہیں اہل معانی کے یہاں اسکو "احتفاء" کہا جاتا ہے جیسے آیت **وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَمْثِلِ تَقِيْلُكُمْ** "میں" انھی "پر اکتفا کر کے" والہدیہ کو اس کے بعد مقدم کر دیا اسی واسطے کہتے ہیں کہ یہ آیت از قبیل "اکتفاء" ہے اسی قبیل سے فقرہ زیر بحث بھی ہے کہ "شفیئہ" پر اکتفا کر کے اسکو بعد ولسان "مقدم کر دیا۔ چنانچہ کتاب التفسیر کی روایت بطریق جریڈ میں مذکور ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں **فَعَاَنَ مِمَّا يَحْرُكُ لِسَانَهُ وَشَفِيئَهُ** اور قرآن کریم میں لسان پر اکتفاء اسلئے فرمایا کہ لفظ میں اصل وہی ہے۔ اب بفضل تعالیٰ پورا پورا تطابق ظاہر ہو گیا۔ فقال ابن عباس "سے **فَانَزَلَ اللَّهُ تَعَالَىٰ تِلْكَ جُمْلَةً مَّقْرُضَةً** مگر **فَاَمَّا** کے ساتھ جیسے اس شعر میں **وَالْعِلْمُ دَفْعُ الْمَرْءِ بِنَفْعِهِ** + **اَنْ سُوْفَ يَاتِي كُلَّ مَا قَدْ سَأَلَ** کہ **اَعْلَمُ** اور **اَنْ** سوف کے درمیان فعل **المرء** بنفعہ جملہ مقررہ فاعل ہے۔ یہاں پر اس جملہ مقررہ سے مقصود یہ ہے کہ مخالف کے سامنے بول کی حرکت کا نقشہ علی طور پر کھینچ دیا جائے تاکہ مزید وضاحت حاصل ہو کیونکہ ربانی طور پر کہنے سے کہہ کے دکھا دینے میں زیادہ انکشاف ہوا کرتا ہے۔ اسکو "تعلیل یا الفعل" اور اسکو "تعلیل یا القول" کہتے ہیں۔ یہاں پر صرف دو راویوں نے لیوں کی حرکت مشاہدہ کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سعید بن جبیر کو اور انہوں نے موسیٰ بن عائشہ وغیرہ کو جس سے تحریک لب کا تسلسل قائم ہو گیا۔ اسی واسطے حدیث ہذا کو مسلسل بتی **وَالشَّفَةِ** کے ساتھ موسیٰ بن عائشہ کیساتھ جیسے اس حدیث کو جس کے راویوں نے بروقت روایت مصافحہ کیا تھا۔ مسلسل بالمصافحہ کہتے ہیں۔ مگر حدیث زیر بحث کے جملہ رواہ میں ہرگز اس تحریک کا تسلسل باقی نہیں رہا اسلئے "غیر متصل" ہے۔ حدیث مسلسل

صعدوا کو حاصل ہوئے ہیں (۱) ضبط لاوی (۲) اتصال ملع جس سے مجلس کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ **سوال** سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو یہ فرمایا کہ میں ابول کو حرکت دیتا ہوں جیسے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حرکت دیتے دیکھا تھا مگر میں جبکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ میں ابول کو حرکت دیتا ہوں جیسے صورت پر ابول کو حرکت دیتے۔ قیاما بلکہ یوں فرمایا کہ میں ابول کو حرکت دیتا ہوں جیسے حضور پر نور حرکت دیتے تھے۔ **جواب** ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگر یوں فرماتے تو یہ مفہوم ہوتا کہ بروقت نزول وحی حضور کو حرکت دیتے دیکھا تھا اور یہ درست نہیں کیونکہ سورہ قیامتہ جس کی بیایات ہیں بالاتفاق مکی ہے اور امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس واقعہ کو بد ۶۷ الوحی میں کر لیا ہے جس سے ظاہر ہوا کہ یہ واقعہ نزول وحی کے ابتدائی زمانہ کا ہے جبکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر ابھی نہ ہوئے تھے اسلئے کہ ان کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل ہوئی ہے۔ پھر حضور کی تحریک کا علم انہیں کیونکر ہوا۔ اس میں احتمال ہیں (۱) کہ کسی ایسے صحابی نے خبر دی جنہوں نے بروقت نزول وحی حضور کو حرکت دیتے دیکھا تھا یا اس واقعہ کے بعد خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی اور بروقت اخبار اس حرکت کو مشاہدہ کر دیا تھا یہی احتمال راجح ہے۔ کیونکہ ابو داؤد طیالسی علیہ الرحمۃ نے اپنے مسند میں اسکی تصریح بیان فرمائی ہے

رفأ نزل الله تعالى لا تحرك به لیساً نك لتعجل به (۱) اس کے مانند سورہ ظہر میں ہے **وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ**۔ ترجمہ اور قرآن میں جاری نہ کرو جبکہ اسکی وحی نہیں پوری نہ ہوئے۔ اور بر قول راجح ان دونوں آیتوں کی شان نزول بھی ایک ہے جو حدیث زیر بحث میں مذکور ہوئی **سوال** اگر دونوں کا مفہوم اور شان نزول خود تسلیم کر لیا جائے تو زبردست قہامت لازم آئیگی۔ وہ یہ کہ ان میں سے جب پہلے ایک آیت کا نزول ہوا اور جب اس میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ پڑھنے سے مانعت کی گئی تو اب دو احتمال ہیں (۱) کہ اپنے اس حکم کی تعمیل کی ادا ان کے ساتھ پڑھنا ترک کر دیا (۲) یہ کہ تعمیل نہیں کی اور باوجود مانعت حسب معمول پڑھتے رہے۔ بر تقدیر اول احتمال جب کہ اپنے اس پر عمل کیا اور ان کے ساتھ پڑھنے سے ٹک گئے تو دوسری آیت کا شان نزول یہ نہ رہا اور نہ دونوں کا مفہوم ایک ہوا کہ جب آپ نے ان کیساتھ پڑھنا ترک فرمادیا تو پھر ساتھ پڑھنے کی مانعت کا کیا عمل ہے اور بر تقدیر احتمال دوم لازم آئیگا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل رسول نہ کریں جو بدیہی البطلان ہے۔ کیونکہ حکم خداوندی کی تعمیل نہ کرنا معصیت ہے اور رسول سے معصیت کا صدور ممکن نہیں کہ رسول معصوم ہوا کہ اس میں جواب **اقل** ان آیتوں میں **لا تعجل** اور **لا تحرك** دونوں صیغہ ہی ہیں اور نہ ہی اگر یہ حقیقتاً تحریم کیواسطے ہوا کرتی ہے جیسے امر جو کہ لے لیکن محاذ اور دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ **قُلْ هَاكُمُ** کے واسطے جیسے **اَلَا تَنْتَوَخُّ قُلُوبُنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْنَاكُمْ**۔ بیان عاقبت کے واسطے جیسے **لَا تَحْسَبَنَّ اِلَهَ غَافِلًا** یا **سُكُنْ** جیسے **لَا تَحْزَنْ** **وَالْيَوْمَ**۔ **تَحْزَنْ** کے لئے جیسے **لَا تَحْزَنْ** **وَالْيَوْمَ**۔ **تَحْزَنْ** کے لئے جیسے **اَصْبِرُوا** **اَوْ لَا تَصْبِرُوا**۔ **تَهْدِي** کے واسطے جیسے **لَا تَأْخُذْ بِالْحِجَةِ** **فَاِنَّهَا كَذَلِكُ** **ع**۔ ارشاد کے واسطے جیسے **لَا تَسْأَلُوا عَنْ اَشْيَاءِ اِنْ نَبَدْنَا لَكُمْ** **ع**۔ اس سے مخاطب کی رہنمائی مقصود ہوتی ہے کہ وہ دنیوی مشقت اپنے آپ کو نہ کھائے۔ مخاطب کو اختیار ہے کہ وہ بچے یا نہ بچے اگر نہ بچا تو مشقت کی جانب اصلاح کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا جیسے اصل ارشاد میں دنیوی مشقت کے حصول کی رہنمائی مقصود ہوتی ہے۔ اگر نہ بچا تو مشقت حاصل کرے تو کسی قسم کا مواخذہ نہیں۔ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بروقت نزول وحی حضرت جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے جس سے تکلیف محسوس ہوتی تھی مولیٰ تعالیٰ نے ابتداء سورہ ظہر شریف کی آیت **وَلَا تَعْجَلْ** نازل کر کے اس سے پہلی فرمائی۔ لیکن یہ پہلی چونکہ ارشاد ہی تھی اور ہمراہ پڑھنے میں اگرچہ مشقت سے دوچار ہونا پڑتا تھا مگر ہمراہ پڑھنے میں

حلاوت وحی بھی محسوس ہوتی تھی۔ نظر برآں آپ اپنے معمول پر قائم تھے اور ساتھ پڑھنا ترک نہیں فرمایا یہاں تک کہ مولیٰ تعالیٰ کو جب محبوب کا اس طرح مشقت برداشت کرنا گوارا نہ ہوا تو سورہ قیامت کی آیت کا نسخہ لے کر نازل کر کے پھر نبی فرمائی۔ یہ نبی چونکہ تحریم کی واسطے تھی اسلئے آپ نے ساتھ پڑھنا ترک فرمادیا۔ حدیث زیر بحث کے آخر میں ہے کہ اس نبی کے بعد حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب وحی لے کر حاضر ہوتے تو آپ خاموشی کے ساتھ بیٹھتے رہتے تھے **حَاصِل** جواب یہ ہوا کہ سورہ ظہر شریف کی آیت نزول میں مقدم اور اس میں ہمارا ذکر کیا واسطے ہے بخلاف آیت سورہ قیامت کہ اس میں نبی تحریم کے لئے اور اس کی نزول پر تفسیر ہے۔ اس تفسیر پر سوال ہیں کہ کردہ دونوں قیامتوں میں سے کوئی بھی لازم نہیں آتی لیکن کسی کتاب سے اس بات کی تائید دستیاب نہ ہو سکی کہ سورہ ظہر شریف کی آیت نزول میں مقدم اور اس میں ہمارا ذکر کیا واسطے ہے **فہذا الجواب** ان کا ان صَوَابًا فَمِنْ الرَّحْمَنِ وَانْكَانَ خَطَايَا وَمِنْ الشَّيْطَانِ اور کتاب التَّاسِيحِ وَالْمُنَسُوخِ میں علامہ ابو عبد اللہ محمد بن حزم فرماتے ہیں کہ سورہ اعلیٰ کی آیت "سَنُفَصِّلُكَ فَلَا تَنْتَسِي" ان دونوں تینوں کیلئے ناسخ ہے **جواب دوم** محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وحی لیکر حاضر ہوتے اور نہایتی طور پر پیش کر دیتے پہلے نبوی ہیم کے ساتھ مسیحی کہ جس کا قلب میں لغزش شروع کرنے تو آپ اسی وقت مجلّت کیساتھ پڑھنے کا ارادہ فرماتے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ ظہر شریف کی آیت "وَلَا تَعْجَلْ بِتِلْكَ" کا قلب میں القاء تمام ہو نیے پیشتر پڑھنے کی جلدی نہ کیجئے۔ یہاں تک کہ جبریل القاء تمام کرنے کے بعد باقی طور پر پیش کریں۔ چنانچہ اس کے بعد بروقت القاء آفا موش ہے۔ پھر جب حضرت جبریل ذہانی طور پر پیش کرتے تو ان کے ساتھ پڑھنے جاتے جس سے مشقت کا سامنا ہوتا تھا اسلئے مولیٰ تعالیٰ کو گوارا نہ ہوا اور اس سے سورہ قیامت کی آیت "وَلَا تَحْزَنْ" میں نبی فرمائی۔ اس جواب میں اگرچہ دونوں ہی اپنے حقیقی معنی فتح ہم پر رہتی ہیں لیکن شان نزول کا اتحاد باقی نہیں رہتا یہ جواب رن بالشریخ احمد صاوی قدس سرہ کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے جو انہوں نے سورہ ظہر شریف کی آیت مذکورہ کے ماتحت فرمایا ہے۔ **وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔**

زَان عَلَيْنَا جَمْعُهُ وَقُرْآنُهُ بعد از حدیث جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "جمعه" کی تفسیر میں فرمایا: **جَمْعُهُ لَكَ** صدراک اکثر روایات میں صیغہ ماضی ہے اور صدراک اس کا فاعل لیکن یہ اسناد مجاز ہے جیسے انبت الربیع البقل میں کہ ظون کی طرف اسناد ہو ہی ہے فرق اتنا ہے کہ اس طرف زمان کی طرف اور اس میں ظون مکان کی طرف اسکی اصل یہ ہے: **انبت اللہ فی الربیع البقل** اور اس کی یہ جمعه اللہ لك فی صدراک اور ضمیر منصوب کا مرجع قرآن ہے۔ اور بعض روایات میں **جَمْعُهُ لَكَ صَدْرًا** بصیغہ مصدر آیا ہے اللہ صدراک اس کا فاعل۔ اور بعض میں **جَمْعُهُ لَكَ** فی صدراک بصیغہ مصدر ہے۔ اور صدراک سے پیشتر فی کی نوادت۔ یہ واسطہ اول کی تائید کرتی ہے۔ اور بعض میں **جَمْعُهُ لَكَ** صدراک ضمیر مضاف الیہ کا مرجع اسم جلالہ اور ضمیر مرجع قرآن اور مصدر منصوب ہے۔ اور بعض میں **جَمْعُهُ لَكَ** فی صدراک بزرگوارت فی "کال سب دایتوں کا ایک ہے۔ اور لك میں لام برائے تعلیل ہے یا برائے تبیین کما فی فتح الباسری **سوال** مذکورہ بالا روایات میں سے بعض میں لفظ لك ہے اور بعض میں نہیں جن میں سے انہیں سے بعض میں اگرچہ لفظ جمع کی اسناد صدرہ کی جانب ہو رہی ہے مگر حقیقت اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے حکماً منظر برآں اگر لام کو برائے تعلیل میں گئے تو فعل الہی کا معلق بالذم ہو لازم آئے گا جو بالبرجواب لام تعلیل کا معلق کبھی فعل کیلئے متربط نہ ہو جائے جیسے خلق لکومافی لاہن حیثیہ لام برائے تعلیل اور لکومافی لاہن انتفاع مقدر ہے یعنی خلق لا انتفاع جو ذریعہ انتفاع نہیں بلکہ تزیین ہے اسی طرح لك میں لام کا معلق انتفاع مقدر ہے اور وہ طے مرتبہ فی فعل اللہ تعالیٰ کیلئے کرتی ہے ہر فعل الہی کا معلق انتفاع ہونا لازم آیا اور کوئی لفظ نہ ہو تا ہے جو فرض کی کہتے ہیں ضرورتاً لایا یہ عمل کا معلق الہی کی طرف سے ہوتا ہے محال ہو فاعل کی تفسیر

تشریح القاری

جلالین کے قول **قَالَ لَمْ يَلْعَلْ** الغائية پر حاشیہ صاوی میں فرمایا ای وہی المترتبة علی آخر الفعل ولیست علقة باعتبار
 الاستحالة الاعراض علی الله تعالی فی الافعال والاحکام۔ **اقول** رافم انکوف اس بات کے سمجھنے سے قاصر رہا کہ
 یہاں پر لام برائے تبیین بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ لام تبیین کی تین قسم ہیں۔ (۱) وہ کہ مفعول کو فاعل سے ممتاز کرے اور یہ ہمیشہ ظرف لغو
 ہو کرتا ہے اور یہ ایسے فعل تعجب و اسام تفصیل کے بعد واقع ہوتا ہے جو حجب یا بغض پر دلالت کریں جیسے مَا أَحْبَبْتُ لَزِيدٍ مجھے زید
 کیسا محبوب ہے؟ مَا الْبَغْضَى لَزِيدٍ مجھے زید کیسا مبغض ہے۔ اور تَرْيَدُ أَحَبُّ لِي زید مجھے محبوب تر ہے اور تَرْيَدُ بِلِ الْبَغْضِ
 لی زید مجھے مبغض تر ہے۔ اس لام کا مدخل مفعول ہوتا ہے اور اگر بجائے لام لی ذکر کریں تو مفہوم برعکس ہو جائیگا کیونکہ لی بھی تبیین
 کے واسطے آتا ہے مگر اس کا مدخل فاعل ہو کرتا ہے (۲) وہ کہ مدخل کی فاعلیت کو بیان کرے جو مفعولیت کیساتھ ملتیں جو جیسے تَرْيَدُ لَزِيدٍ
 میں (۳) وہ کہ مدخل کی مفعولیت کو بیان کرے جو فاعلیت کیساتھ ملتیں جیسے سَقَى الْزَيْدُ مِیْنِ دُونِ لَمْ تَطْرُقَ سَقَرٌ مَرَّةً مَعْدُودَةً
 "الذاتی" کی خبر ہو کرتے ہیں (معنی اللیب) اور لَمْ کالام ان تینوں قسموں میں سے کوئی بھی نہیں۔ پھر تبیین کی واسطے کیسے ہو سکتا ہے
 (وقرآنہ) کی تفسیر میں و تقرآنہ فرما کر اس بات کی جانب شاہ کیا کہ لفظ قرآن آیت میں کتاب الہی کا حکم نہیں بلکہ مصدر یعنی قرأت
 ہے جبکہ اضافت مفعول کا طرف ہو رہی ہے۔ یہ آیت کا تحریف نبی کی تفسیل ہے جبکہ معنی لفظ "ان" سے استفادہ ہوتے ہیں ما بلام کے
 حاصل معنی یہ ہوں گے کہ یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کو جبریل کے ساتھ ساتھ نہ پڑھتے جائیے اسلئے کہ اسلئے آپ کے سینہ پاک میں محفوظ کر کے رہا
 مبارک ہو جاری کرنا ہلکے ذمے ہے آپ شفقت کیوں برداشت کرتے ہیں

(فَاقْرَأْ نَاهُ فَاتَّبِعْ قَرَانَهُ) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے "فاتبع" کی تفسیر میں **فَاسْتَمِعْ**
وَأَنْصِتْ فرمایا یہ لفظ ابتداء کے معنی موضوع کی تفسیر نہیں بلکہ تفسیر بالمراۃ ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ جب ہم ہوا اسطہ جبریل قرآنی وحی کو
 پڑھیں تو اس وقت اپنی موشی کیساتھ کان لگا کر سنیں **سَمِعَ** سوال تفسیر میں **اسْتَمَعَ** باب فاعل سے کیوں اختیار فرمایا "اسمع"
 مجرد سے کیوں استعمال نہیں کیا **جواب** کبھی نظر کی زیادتی مثنوی کی زیادتی بدلات کیا کرتی ہے۔ اور یہاں مقصود یہ تھا کہ آپ جبریل کی
 قرأت کو تو بکیر کیا سنیں ایسا واسطے تفسیر میں استماع اختیار کیا کہ اس کے معنی ہیں بالقصد شننا بخلاف سماع جو مجرد سے ہے کہ اس کے
 معنی ہیں شننا خواہ بالقصد ہو یا بالقصد نہ ہو ایسا واسطے سماع پر آیت سجدہ شننے سے مجرد واجب ہو جاتا ہے خواہ شننے کا قصد کر
 یا نہ کرے۔ اور باب افعال سے انصت اور افعال سے انصت اور مجرد سے نصت اگرچہ ہم معنی ہیں مگر اول کو اکثر استعمال
 ہونے کی وجہ سے اختیار فرمایا۔ **سَمِعَ** انصت کے معنی ہیں استماع اور سکوت دونوں فعل ہیں تفسیر کبیر جلد چہارم میں ہے
الانصت السكوت والاسمع اس کے معنی ہیں استماع پھر اسی پر انصت کیوں نہیں کیا **جواب** فاستمع کے بعد انصت ذکر کرنے میں
 تفصیل جب التعمیم ہوئی جس سے استماع کا ذکر کرنا ہو گیا جو اسکا ہمیت پر دلالت کرتا ہے۔ **سَمِعَ** قرآنی وحی فرشتے کے توسط سے
 کیوں بھی گئی **جواب** بایں حکمت کہ اخذ قرآن بالواسطہ امت کے حق میں سنت ہو جائے اور افراد امت اسی سنت کے ماتحت امین اور
 دیانت دار اصحاب علم سے قرآن کی تفصیل کیا کریں کیونکہ قرآن یا کسی علم کو امشافہ حاصل کرنے میں جو انکشافات حاصل ہوتے ہیں وہ کتاب
 پر انکشاف کیسے میسر نہیں سکتے ایسا واسطے کتاب پر انکشاف کرنے والا فلاح یا نبی نہیں ہوتا **سَمِعَ** سوال حدیث زیر بحث اور ترجمہ الباب میں
 مطابقت کیونکہ ہوگی **جواب** اس طور پر کہ آیت مذکورہ میں قرآن کریم کی کیفیت تلقین و تلقن بیان کی گئی جس پر حدیث زیر بحث مشتمل
 ہے پس اس حدیث میں قرآن کریم کی صفت کیفیت تلقین و تلقن مذکور ہوئی اور حدیث سابق میں موصوفہ قرآن کریم مذکور ہے تو حدیث
 زیر بحث بایں طور حدیث سابق کیساتھ مناسب ہوئی کہ وہ موصوفہ پر مشتمل ہے اور یہ صفت پھر ایسا واسطے حدیث زیر بحث کو مؤخر ذکر کیا

تشریح القاری

تشریح القاری

ان کی قرأت کے تابع ہوسا تھ ساتھ نہ ہو۔ اس تفسیر کے پیش نظر آیت زیر بحث سے علماء کرام نے ایک اصولی مسئلہ پر استدلال فرما با وہ
یک وقت خطاب سے تاخیر بیان جائز ہے یا نہیں۔ علمائے اہل سنت کی اکثریت جواز کی طرف گئی اور آیت زیر بحث کو دلیل قرار دیا جس
لفظ "ثم" واقع ہے جو اپنے مابعد کی تراخی پر دلالت کیا کرتا ہے۔ نظر ہر اس آیت زیر بحث سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہو گئی کہ وقت خطا
سے تاخیر بیان جائز ہے۔ البتہ وقت حاجت سے تاخیر بیان سبک نزدیک درست نہیں۔ اصول فقہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے
سموال علمائے اصول تفسیر فرماتے ہیں کہ لفظ "علی" وجوب کے لئے آتا ہے۔ اور وہ ان آیات میں دو جگہ مذکور ہے (۱) اَنْ
علینا جمعه وقرآنہ اور (۲) ثم ان علینا یأیئہ میں تو کیا نبوی سینہ میں قرآن کو محفوظ کر کے زبان پر جاری کرنا اور قرآن
کی یاد رکھنے کو حضور پر نور پر ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب تھا جو واجب واجب واجب اور وہ دونوں معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ
پر کوئی چیز واجب نہیں (۱) اس فعل کو کہتے ہیں جب کہ مالک متقی عقودت ہو۔ بایں معنی کوئی چیز اسلئے واجب نہیں ہو سکتی کہ اس پر کوئی حاکم نہیں
جو عقاب کر سکے وہ خود سب پر حاکم ہے (۲) اس فعل کو کہتے ہیں جس کا صدور لازم ہو۔ بایں معنی اسلئے واجب نہیں کہ وہ فاعل ممتاز ہے
فاعل بالاجابہ نہیں۔ ہاں علی یہاں ہد مجہوبی ضرورت کے لئے ہے اور یہ ضرورت بر بنائے وعدہ ہے اور اس کے وعدہ میں تخلف
نہیں ہوتا اس لئے وہ ایسا ضرور فرمائے گا

سربط آیات حدیث زیر بحث میں مذکورہ آیات کو اپنے ماقبل سے بظاہر مناسبت نہیں کیونکہ ماقبل میں احوال قیام سے
کا ذکر ہے اور ان میں قرآن کریم کی کیفیت تلقین و تلقین بیان کی گئی ہے۔ ایسا واسطے روافض نے کہا کہ یہ قرآن تغیر و تبدل سے محفوظ
نہیں اگر موجودہ ترتیب مجانب اللہ ہوتی تو ان آیات اور ان کے ماقبل میں مناسبت کا فقدان نہ ہوتا لیکن روافض کا یہ قول ان کے
دیگر اقوال کی طرح ظاہر البطلان ہے۔ آؤ اس لئے کہ خود قرآن کریم کے معارض ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **وَإِنَّا نَحْنُ
نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ**۔ ترجمہ بیشک ہم نے انا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں کہ تغیر و تبدل
اور زیادتی و کمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ تمام جن و انس اور ساری خلق کے مقدر میں نہیں ہے کہ اس میں یک حرف کی کمی بیشی کہے
یا تغیر و تبدل کر سکے چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اسلئے یہ خصوصیت صرف قرآن کریم ہی کی ہے۔ دوسری کسی
کتاب کو یہ بات میسر نہیں۔ ثانیاً اسلئے کہ آیات کی باہمی مناسبت کا انگشتان تاریک قلوب پر نہیں ہوتا اس کے لئے قلب کا پاکیزگی
درکار ہے۔ جمال شہا پر قرآن نقاب آن گاہ بخشاید کہ دارالملک ایمان را باید خالی از غوغا علمائے اہل سنت جن کو
مولیٰ تعالیٰ نے طہارت قلب سے سرفراز فرمایا۔ انہوں نے مناسبت کی متعدد وجوہ بیان فرمائی ہیں جن میں سے بعض کو تفسیر گہو میں
بیان فرمایا ہے۔ ہم یہاں پر بقصد اختصار لکھتے ہیں کہ آیات الہی سے اعراض و آیات الہی کی جانب مہمادت
دونوں میں تقابل ہے اور تغافل و وجوہ مناسبت میں معدود۔ سابقہ آیات اعراض کو متفحص ہیں کیونکہ ان میں ایسا نشان کا ذکر ہے
جو آیات الہی میں سے قیامت اور شرو نشرو انکار قرآن سے اعراض کرنے والا ہے اور ان آیات میں کامل نشان جان ایمان اپنے
محبوب کا ذکر فرمایا ہے جو آیات الہی میں سے قرآن کی جانب بروقت نزول مبادرت فرماتے تھے۔ سربط باعی

اللہ کی سیرت با قدم شان ہیں یہ + ان سے انہیں نشان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بنانا ہے انہیں + ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

(وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ)

ہے کیونکہ اس مہینے میں بندہ پر ہوتی تھا کی نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں (۲) ملاقات جبریل کہ صالحین کی ملاقات مزید نعمت کا باعث بنتی ہے۔
 خصوصاً جبکہ وہ ملاقات کرنے والے قاصد رب الغلیم ہوں۔ کیونکہ اس ملاقات میں آپ کے مقامات کی ترقی اور علوم میں اضافہ ہوتا تھا۔
 جس کے شکریہ میں جو زیادہ فرماتے تھے۔ (۳) جدا سستہ قرآن کہ مزید حقائق و معارف پر اطلاع کے لئے سبب اور جو وغیرہ معارف و فوائد
 کے ساتھ متصف ہونے کے واسطے باعث اور ترقی بالائے ترقی کے واسطے موجب۔ اسی لئے جدا سستہ قرآن شکر بالائے شکر
 کی مقتضی ہے کہ "لن شکرتک لانی دین فکرم" نظر براں نبوی جو شب رمضان میں بے پایاں ہو جاتا تھا عرض داشت
 فقیر راقم الحودت ۵ بلا زمان سلطان کہ رسائداں دعاراجہ کہ لشکر یاد شاہی زلفہ مراں گدرا۔ اس بیان سے
 ہر شبہ جلوں کا حسن ترتیب آشکار ہو کر یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ ہر جملہ ما بعد میں نسبت ماقبل تخصیص پائی جاتی ہے اور وہ بھی علی
 سبیل الترقی۔ کیونکہ اولاً اسین عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تمام انسانوں کے جو پر مطلقاً نبوی جو کی افزونی بیان
 کی اور ثانیاً ترقی کرتے ہوئے آپ کے جو پر خود آپ کے رمضان جو کی فراوانی اور ثالثاً آپ کے رمضان جو پر خود آپ کے رمضان شنبہ
 جو کی زیادت بیان فرمائی ہے ہم نیز حدیث "حرا" ذکر کر چکے ہیں کہ قرآنی وحی کے نزول کی ابتداء اور رمضان المبارک
 یوم دوشنبہ میں ہوئی تھی۔ جملہ زیر بحث میں اس ابتدائی نزول کی کیفیت کی جانب اشارہ ہے جسکے پیش نظر حدیث زیر بحث اور
 ترجمۃ الباب میں مطابقت نمایاں ہوتی ہے۔ کیونکہ اس جملہ میں یہ صراحت مذکور ہے کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان
 کی ہر شب میں حاضر ہو کر ایک مرتبہ قرآن پاک کا دورہ کیا کرتے تھے تو قرآنی دورہ کے لئے بارہ مہینوں میں رمضان کا انتخاب اسی مناسبت
 سے ہوا کہ زمین پر قرآنی نزول کی ابتداء اس مہینے میں ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں خود قرآن کریم سے بھی یہ بات ثابت ہے چنانچہ ارشاد ہوا۔
 "شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن" جب ثابت ہوا کہ وحی قرآنی کے نزول کی ابتداء ماہ رمضان میں ہوئی تھی تو
 اس سے ابتدائی نزول کی کیفیت بھی ظاہر ہو گئی جو ترجمۃ الباب ہے۔ یہ کہ قرآنی وحی کے نزول کی ابتداء اس حال میں ہوئی
 کہ وقت نزول وحی ماہ رمضان تھا۔ جیسے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر قرآن کا یکبارگی نزول بھی اس مہینے میں ہوا ہے اور وہ
 اس طریقے پر کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام لوح محفوظ سے پورا قرآن اخذ کر کے آسمان دنیا پر پہنچے اور وہاں پر فرشتوں کو اطا
 کر یا فرشتوں نے موجودہ ترتیب کے موافق اپنے صحیفوں میں لکھ کر "بیت الحرقہ" میں رکھ دیا جو آسمان دنیا پر ایک مقام ہے۔ پھر
 جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں سے وقتاً فوقتاً حسب اقتدار حکمت جتنا جتنا منظور الہی ہوا خدمت نبوی میں پیش کرتے رہے
 یہاں تک کہ یہ نزول تیس سال کی مدت میں پورا ہوا۔ اس چلے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کے بعض حصہ پر قرآن کا اطلاق ہوتا ہے
 کیونکہ تین سال نزول وحی موقوف رہا کہ جب شروع ہوا تو ہر رمضان میں سابق نازل شدہ سورت و آیات کا دورہ کیا جاتا تھا۔ جو
 یقیناً بعض قرآن میں اس جملے میں "ان پر قرآن کا اطلاق کیا گیا پس معلوم ہوا کہ بعض قرآن پر قرآن کا اطلاق درست ہے۔
 اصرار بھی معلوم ہوا کہ ہر وقت ملاقات اہل صلاح جو دعوات میں افزائش پسندیدہ چیز ہے اور صالحین کی زیادت اور اسکی تکرار
 لائق ہے جبکہ تکرار نزول کے نزدیک کمزور نہ ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان میں تلاوت قرآن کی کثرت مستحب ہے اور یہ تمام اذکار سے
 افضل ہے کیونکہ اگر کوئی اور ذکر اس سے افضل یا مساوی ہوتا تو جبریل امین اور حضور پُر نور اسکو ضرور اختیار فرماتے۔ سوال
 رمضان میں قرآنی قدر اس لئے نہ تھا کہ وہ افضل اذکار ہے بلکہ اس سے مقصود یہ تھا کہ حفظ مستحکم ہو جائے جواب حفظ مستحکم تھا
 اور زیادہ استحکام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر سال رمضان شریف کی ہر شب میں دوڑ کیا جائے پھر سال وفات سے پہلے رمضان میں درود
 دوڑ کیوں کیا گیا۔ علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ ایک فعل سے چند مقصود ہو سکتے ہیں چنانچہ یہاں پر استحکام حفظ کے ساتھ یہ مقصود بھی

کہ آیت کی واسطے در سنت ہو جائے۔ اور یہ بتانا بھی ہے کہ قرأت قرآن افضل اذکار ہے (قسط لانی وغیرہ)

فَلِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبْرَأَ سَبِيَّتَ بْنَ جَبْرِ بِشَرِّهِ جَلَدًا بِدَاخِلٍ جَوَافِقُهَا كَيْفَ سَبَبُ بِرَّ
جِسْمِهِ فَأَخْرَجُ مِنْهَا فَأَذْكَرَ حَيْمُ. اور کبھی سبب پر جیسے قَتَلْتَنِي إِيَّاهُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ مِنْ سَرَى
"فَا" اور یہاں پر یہی مراد ہے۔ اسکو "فائے" تفسیر ہے۔ "بھی کہتے ہیں۔ اور اسی قبیل سے وہ "فائے" ہے جو جواب بشرط پر داخل ہوا کرتی ہے۔
نظر براں یہاں پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ "فائے" فصیحہ ہے جسکی شرط "اِذَا كَانَ الْاَمْرُ كَذَلِكَ مَقْدَرًا" بہر کیف مال الیک
ہے۔ وہ یہ کہ یاد رحمت سے نبوی جو ذکر انزال الشک کا سبب تیریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا شہنائے رمضان المبارک میں حاکم ہو کر
قرآن کریم کا ذکر کرنا تھا اور کلام پر لے کر ناکند کلام جو اب ہم مقدس ہے۔ اور اسم رسالت مبتدا اور احوال ہے۔ سوال اس
جگہ میں "الْحَمْدُ لِلَّهِ" مفرد واقع ہے یاں وجہ اس سے "رَحْمَةً" مراد لینا مناسب نہیں کیونکہ محاورات عرب میں رحمت کے
واسطے بصیغہ جمع "رَحْمَةً" مستعمل ہوتا ہے۔ جیسے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا هُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ
يَدَيْهِ رَحْمَتِهِ اور بصیغہ مفرد عذاب کے لئے۔ جیسے قرآن کریم میں فرمایا "وَمَا عَادَ فَأَهْلِكُوهُ" اس طرح صوصہ اسی تفرقہ
کی بنا پر عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اَحْصِ عَمَلَهَا رِيَا حًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيًا جَوَلِبَ مَام
اہل عرب کے محاورہ میں یہ تفرقہ نہیں صرف قرآن کریم کا محاورہ ہے اور وہ بھی کلیہ نہیں بلکہ اعلیٰ ہے چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا۔ ق
جس میں بھم بریک طیبہ۔ یہاں سے یہی مراد ہے کہ "فَا" اور مراد ہوائے رحمت ہے۔ اور مرسلۃ بصیغہ اسم
مفعول حال یا استقبال کے لئے نہیں بلکہ بقرینہ مقام استمرار کیواسطے ہے تو معنی یہ ہونے کہ جو ہوا رحمت کیواسطے بالودام جلتی ہے
ہو اور اس کا ارسال کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہ ہو شہنائے رمضان المبارک میں بروقت ملاقات جبریل امین سرعت اور عزم منفعت
میں نبوی جو اس سے بھی فزوں ہو جساتا تھا۔

مخبر

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ الرَّهْزِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ
أَنَّ أَبَا سَفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرْقُلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ
كَرَّ الْبُغْيَانُ مِنْ حَرْبٍ لَمْ يَكُنْ خَيْرِي كَمَا قَالُوا بِمَكْرِ الْبُغْيَانِ كَوْنِ أَنْ كَرَّ الْبُغْيَانُ فِي شَرِّهِمْ
وَكَاثُوا تَجَارِبًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَادَّ
بَلَا يَجِبُ كَيْفَ شَامِ بْنِ بَعْدَ عَمَلٍ مَعَهُ اسْزُلْ مِنْ حَيْثُ سَوَّلَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبُغْيَانِ وَكَثَرَتْ قُرَيْشٍ
فِيهَا أَبَا سَفْيَانَ وَكَثَرَتْ قُرَيْشٍ فَأَتَوْهُ وَهُمْ بِأَنْبِيَاءٍ فَدَعَاهُمْ فِي مَجْلِسِهِ وَحَقَّقَهُ
س. اس سال تک کچھ انمولے جنگ پر صلح فرمائی تھی پس پھر لوگ قتل کے پاس پہنچے وہ انکا لیکھ معنی جاوے بیت المقدس پر تھا۔ تو اپنے

قَدْ مِئِهِ ثُمَّ دَعَا بَكْتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي بَعَثَ بِهِ مَعَ وَحْيَةِ الْكَافِي
 پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت نامہ منگایا جو حضور پر نور نے دستِ دھبہ کی شہر بھری کے امیر
 اِلَى عَظِيمُ بَصْرَى قَدْ دَفَعَهُ عَظِيمُ بَصْرَى إِلَى هِرَقْلَ فَقَالَ أَهْ فَإِذَا فِيهِ لِبَسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 کو بھیجا تھا اور امیر نے اُس کو ہرقل کے پاس پہنچا دیا تھا پھر اُس کو پڑھا تو اُس میں لکھا تھا کہ اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان
 مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمُ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَا بَعْدُ
 رحمت والا یہ دعوت نامہ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول محمد کی جانب سے روم کے منظم ہرقل کو بھیجا جاتا ہے اُس پر سلام جو ہدایت کی اتباع کرے بعد
 فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمَ تَسْلِمُ يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرًا مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ
 اس میں ہے کہ اِسلام کے کلمہ شہادت کی دعوت دیتا ہوں مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے اللہ تمہیں دونا اجر عطا فرمائے گا۔ اور اگر تم نے کلمہ شہادت
 فَإِنْ تَوَلَّيْتَ إِيَّاهُ الْيَرِيسِينَ وَيَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ
 قبول کرنے سے سدا گردانی کی تو رعایا کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔ اور اسے کتا بولایے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ وہ کلمات ہیں
 أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ
 مگر مذکور اور اُس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم
 فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَشْهُدُ بِآثَانِ مُسْلِمُونَ قَالَ أَبُو سَفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ
 گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں ابو سفیان نے کہا۔ پس جب ہرقل سوال جواب کر چکا اور نبوی دعوت نامہ کے پڑھنے سے سفاہا ہوا تو اُس
 الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّغَبُ فَأَسْرَفَ تَفَعَّتِ الْأَصْوَاتُ وَأَخْرَجْنَا فَقُلْتُ لَا صُحْبَائِي حِينَ
 اس شور و شغب پر ہر کہ آوازیں بلند ہو گئیں اور ہم کو باہر کر دیا گیا جب ہم باہر کر دئے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں
 أَخْرَجْنَا لَقَدْ أَمَرَ أَمْرًا بَيْنَ ابْنِ كِبْشَةَ إِنَّهُ يَخَانُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا بَرَلْتُ مُوقِنًا أَنَّهُ
 سے کہا۔ بخدا ابو کبشہ کے فرزند (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی شانِ عظیم ہو گئی کیونکہ ان سے بادشاہ روم بھی ڈرتا ہے۔ پس مجھے
 سَيَظْهَرُ حَتَّى أَدْخَلَ اللَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ صَاحِبَ إِبِلِيَاءَ وَهَرَقْلَ
 یقین رہا کہ آپ عنقریب غالب ہو جائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں سلام داخل فرمایا۔ سادی حدیث نہ رہی نے خبر دی کہ
 أُسْقِفًا عَلَى نَصَارَى الشَّامِ يُحْدِثُ أَنَّ هِرَقْلَ حِينَ قَدِمَ إِبِلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيثَ
 بیت المقدس کا امیر ہرقل کا ہم نشین شام کے نصاریوں کا مخدوم ابنِ ناطور میان کرنا تھا کہ ہرقل جب بیت المقدس پہنچا۔ تو یکدم صبح کو کسل مند
 النَّفْسُ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقِيهِ قَدْ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئًا ثَلَاثًا قَالَ ابْنُ النَّاطُورِ كَانَ هِرَقْلُ
 ہو گیا۔ اس پر بعض اراکینِ دولت نے عرضداشت پیش کی کہ ہمیں سرکار کا مزاج خلاف معمول محسوس ہوتا ہے۔ ابنِ ناطور نے کہا کہ (ہرقل عالم اور
 حَزَاءٌ يَنْظُرُ فِي الْجُجُومِ فَقَالَ لَهُمْ حِينَ سَأَلُوهُ إِنِّي تَرَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِينَ نَظَرْتُ فِي الْجُجُومِ
 کا ہن ہونے کے ساتھ ساتھ نجوم میں بھی نظر رکھتا تھا تو بعض اراکین کے سوال کرنے پر اس نے کہا کہ میں نے شبِ گذشتہ نجوم میں نظر کرتے وقت دیکھا
 مَلِكٌ اِمْتَحَانٌ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يَحْتَسِنُ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَالُوا الْكَيْسُ يَحْتَسِنُ إِلَّا الْيَهُودُ فَلَا
 کہ جس بادشاہ کے یہاں غصہ ہوتا ہے وہ غالب ہو گیا۔ تو موجودہ اہل زمانہ میں کس کے یہاں غصہ کا دستور ہے۔ اراکین ہوسے کہ غصے تو صرف
 یہودیوں میں ہوتی ہیں۔ سوائے ان کی

يَهْمَتُكَ شَانَهُمْ وَاسْتَبَدَّ إِلَى مَدَائِنٍ مُلْكِكَ فَلْيَقْتُلُوا مَنْ فِيهِمْ مِنَ الْيَهُودِ فَبَيْنَمَا هُمْ
 طرقت سے سرکار طرقت نہ ہوں اور اپنی سلطنت کے شہروں میں فرمان لکھ بھیجئے کہ ان میں جو یہودی ہیں وہ قتل کر دے جائیں تو لو کہیں مشورہ پیش
 عَلَى أَمْرِهِمَا أَنِي هِرَقْلٌ بَرَجِلٌ أَرْسَلَ بِهِ مِلْكُ غَسَّانَ يُخَيِّرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 کر رہے تھے کہ اے میں ہرقل کے پاس ایک مرد لایا گیا جسکو بادشاہ غسان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پہنچانے کو بھیجا تھا پھر اس سے خبر معلوم کر
 فَلَمَّا اسْتَحْبَبُوا قُلُوبَهُمْ قَالَ إِذْ هَبُوا فَأَنْظُرُوا أَتُحِبُّنَ هَؤُلَاءِ فَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ فَحَدَّثُوهُ أَنَّهُ لَحْنَتَيْنِ وَسَأَلَهُ
 ہرقل نے کہا کہ ہاؤلہ دیکھو کہ یہ فتنہ شدہ ہے یا نہیں تو وہوں نے دیکھ کر بیان کیا کہ وہ فتنوں ہے اور ہرقل نے اس مرد سے عرب کے متعلق
 عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَجْتَنِبُونَ فَقَالَ هِرَقْلٌ هَذَا أَمْلَاكَ هَذِهِ الْأُمَمَةُ قَدْ ظَهَرَ تَمَكُّبُ هِرَقْلٍ إِلَى
 سوال کیا تو اس نے کہا کہ عرب میں فتنوں کا رواج ہے۔ اس پر ہرقل بولا جسکو میں نے نجوم میں نظر کرتے وقت دیکھا تھا کہ غالباً ایک ماہ اس امت
 صَاحِبٌ لَهُ دَوْمِيَّةٌ وَكَانَ نَظِيرٌ لِي فِي الْعِلْمِ وَصَارَ هِرَقْلٌ إِلَى جِمَصَ فَلَمْ يَرَهُمْ جِمَصَ حَتَّى آتَاهُ
 (عرب کا بادشاہ ہے پھر ہرقل نے اپنے ایک دوست کو خط لکھا جو مقام رومیتہ میں تھا اور طرقت میں ہرقل کے ہم پلہ اور ہرقل اپنے بادشاہت جمعی
 كِتَابِي مِنْ صَاحِبِهِ يُؤَافِقُ رَأْيِي هِرَقْلٌ عَلَى خُرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ لَنَبِيٍّ فَإِذَا
 کو روانہ ہو گیا۔ اور میں نے یہاں تک کہ اس دوست کا جواب آیا جو ہرقل کی بات کے اس بات میں موافق تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو گا۔ اور
 هِرَقْلٌ لِعُظَمَاءِ الرُّومِ فِي دَسْخَرَةٍ لَهُ بِجِمَصَ ثُمَّ أَمْرِيَا بَوَائِبَهَا فَعَلِقَتْ ثُمَّ أَطَاعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ
 یقیناً آپ نبی ہیں۔ اب ہرقل نے سلاطین روم کو اپنے صحیحی قعر میں مجتمع ہو کر اجازت دی جو دربار سلطنت جمعی میں ہرقل کے دروازے پر
 الرُّومِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرَّشْدِ وَأَنْ يَثْبُتَ مُلْكُكُمْ قَبْلَ بَعْوِ هَذَا النَّبِيِّ فَمَا
 کرنے کا حکم دیا تو وہ بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد یہاں سے ہرقل کو لاکر لے کر وہاں تک کہ اس کا مہیا پانے اور اپنے ملک کے قائم رہنے کی فتنہ برپا کرے
 حَنِيصَةً حُمُرُ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوهَا قَدْ غَلِقَتْ فَلَمَّا سَأَلُوهُ هِرَقْلٌ نَفْسَهُمْ
 تو ان ہی سے سمیت کر لیا۔ اس پر وہی نگلی گدھوں کی طرح جھک کر دروازوں کی طرف بھاگے تو ان کو بند پایا پس ہرقل نے جب ان کی طرف توجہ کی تو ان کے
 وَأَلَيْسَ مِنْ الْأَيْمَانِ قَالَ رَدُّهُمْ عَلَى وَقَالَ إِنِّي قُلْتُ مَقَالَتِي إِنِّيَا اخْتِطَرْتُهَا
 ایمان لانے سے بالوس ہو گیا تو وہ لڑائی کو برے پاس واپس لا کر پھر اس سے کہا کہ میں نے ابھی جو بات کہی اس سے تھارے میں کچھ کی کا امتحان کر رہا تھا۔
 شَدَّ تَكْمُ عَلَى دِينِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُ فَمَجَّدَ اللَّهُ وَرَضُوا عَنْهُ فَكَانَ ذَلِكَ آخِرَ شَأْنِ هِرَقْلٍ
 سو میں نے دیکھ لیا کہ ہرقل کو کوسرہ کیا اللہ اس سے راضی ہو گئے تو ایمان کے بارے میں ہرقل کا حال آخر تک یہ رہا۔
 قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ رَوَاهُ صَدَقَ بَنُ كَيْسَانَ وَيُوسُفُ وَمَعْمَرُ بْنُ الزُّهْرِيِّ
 کہا ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہ روایت کیا حدیث مذکور کو صالح اور یونس اور سمرقہ زہری سے

وَمَا يَخْتَارُ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ

بشالہ

(أَبَا سُفْيَانَ) بن حرب بن أمية بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصي - رضي الله تعالى عنه
 ان کا نام صحیح اور کنیت ابو حنظلہ بھی ہے۔ واقعہ قبل سے دس سال پیشتر پیدا ہوئے اس واسطے آپ کی عمر نوی عمر سے سالیانہ ہوئی

اور خلافت سے رکھتا تھا۔ چنانچہ سیف الدین خلیج منصوری بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو ملک منصور قلاون نے ایک سفارت لے کر بادشاہ عرب کے پاس بھیجا اور اس نے مجھ کو سلسلہ سفارش بادشاہ فرنگ کے یہاں بھیج دیا اس نے سفارش منظور کر کے مجھ سے اپنے پاس شہر لے لکھا میں صاف منہ بولا تو اس نے کہا کہ اچھا میں تمہارے سامنے ایک عالی قدر نقد پیش کرتا ہوں یہ لکھ کر ایک صندوق نکالا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ پھر اس میں سے سونے کا قلمدان نکالا اور قلمدان سے ایک دعوت نامہ جس کے اکثر و بیشتر حروف محو ہو چکے تھے اور اسپر لٹیم کا پتلا لگا ہوا تھا پھر کہنے لگا کہ یہ تمہارے نبی کا دعوت نامہ ہے جو میرے دادا قیسی کے پاس آیا تھا اور اب تک ہمارے خاندان میں ایک سے دوسرے کے پاس منتقل ہونا چلا آ رہا ہے۔ اور ہمارے باپ دادا وصیت کر گئے ہیں کہ جب تک اس دعوت نامہ کو محفوظ رکھو گے ملک تمہارا خاندان میں باقی رہے گا اس لئے ہم غایت درجہ حفاظت کرتے اور تعظیم سے رکھتے ہیں۔ اور دوسرے نصرائیوں کو اسپر مطلع نہیں کرتے تاکہ ملک ہمارے خاندان میں باقی رہے (مجمع البحار وغیرہ)

(فی س رکب) ظرف مستقر ہو کر ابوسفیان سے حال ہے۔ علامۃ اخفش کے نزدیک "س رکب" س رکب کی جمع ہے جیسے "صحب" صاحب کی اور "تج" تاجر کی اور "طیر" طائر کی اور "امام النحاۃ" سیبویہ کے نزدیک اسم جمع ہے، جیسے "قوم" اور "ذو" ابوجیان نے فرمایا یہی مسلک راجح ہے کیونکہ اگر جمع ہوتا تو اس کی تصنیف "س رکب" نہ ہوتی بلکہ "صحب" تصنیف کو مفرد سراجب کی طرف پھیرا جاتا یعنی مفرد کو مصدر کر کے مذکر عاقل کی واسطے واو اور نون کیساتھ جمع بناتے ہیں یونٹ اور مذکر غیر عاقل کے لئے "الف" اور "تا" کے ساتھ جیسے شعراء کی تصنیف "شعر" و "نحو" و "جوار" کی تصنیف "جوہر" و "یات" اور در اہم کی تصنیف "س رکب" نظر ہوتا ہے "س رکب" کی تصنیف بر تقدیر جمعیت "س و یککون" ہوتی حالانکہ عرب کے نزدیک س کی تصنیف "س رکب" ہے پھر کیف اس کا اطلاق دس یا دس سے زائد شتر سواروں پر ہوتا ہے جو سفر میں ہیں۔ اور امام لغت ابن سیدہ نے فرمایا کہ اسپ سواروں پر بھی اطلاق ہوتا ہے اور "س رکب" بفتح الراء والکاف کو "س رکب" کے دلیل سے اقل پادہ "س رکب" ہو گا کثرت پر ہونے میں اور س رکب کی جمع "س رکب" اور "س رکب" اور جمع الجمع "س رکب" آتی ہے اور س رکب کا ب معنی اہل اسم جمع ہے اس کا واحد سراجب ہے جیسے قوم اسم جمع کا واحد سراجب ہے اور جمع "س رکب" اور س رکب کا ب اتی ہے حدیث زیر بحث کے بعض طرق میں یہ ہے کہ بیشتر سوار تھے انہیں میں ابوسفیان ہیں چونکہ قطع میں یہ بڑے تھے اس لئے ارسال کی نسبت انکی جانب کی گئی۔ ورنہ قاصد یہ کہ سبھی کا بلانا منظور تھا۔ اور اگر "فی" بمعنی "مع" ہو تو ارسال کی نسبت سبکی جانب الذا ہوگی۔ (جمع الهوامع وغیرہ)

(قریش) قریش ضرب اور منصوبہ کہی یعنی جمع آئے جیسے قریش الشیء یعنی جمعۃ من ہنا ومن ہنا وضمۃ بکضۃ الی بعض اور کہی یعنی قطع جیسے قریش الشیء یعنی قطعۃ اور کہی یعنی وجدان جیسے قریش من الطعام یعنی اصحاب منہ قلیلۃ قریش و اقترش و لقرش یعنی اکتسب اور قریش بینہم یعنی اغری بینہم اور قریش یعنی قتش اور اقترش و اقترش بہ معنی آخبر بعیہ اور لقرش المال یعنی جمعۃ اور لقرش عن السبکات یعنی تخرۃ اور لقرش القوم یعنی جمعوہ۔ اور قریش ایک دیالی جانور جو جسکو کلب البحر بھی کہتے ہیں اس کے فالتوں کی تیری کا یہ عالم کہ پانی کا اندھا نوروں کو تلواری کی طرح کاٹ ڈالتا ہے سب پر غالب ہوتا ہے کسی سے مغلوب نہیں ہوتا۔ دوسرے جانور دل کو کھا جاتا ہے اسکو کوئی نہیں کھا سکتا۔ اسکی تصنیف "قریش" آتی ہے جو عرب کا ایک مشہور قبیلہ کا نام بھی ہے۔ اسکی نسبت "قریش" اور "قریشی" دونوں آتی ہے مگر اول ظاہر قیاس ہے۔ کنانہ بن خنظل بن مکنہ

میں سے مغلوب نہیں ہوتا۔

فقرش کی قبیلہ کہتے ہیں۔ قرش بنی قریظہ کے قبیلہ سے ہیں۔

تہ طہات ص ۱۲

بن الیاس بن مضر کے ایک بیوی ممرہ بنت صخر سے چربیٹے "نضر" مالک "ملکلان" مؤنث "عزوان" "عمر" عامر تھے یہ قول چہرہ ان میں سے مرن "نضر" کی اولاد کو قریش کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ مالک کے بیٹے "فہر" کی اولاد کو قریش کہتے ہیں۔ اس تقدیر پر قریش کا اطلاق اولاد فہر تک محدود ہے گا۔ فہر اور ان سے مافوق کو کنانی کہیں گے۔ قریش اور بعض نے کہا کہ "الیاس" کی اولاد کو قریش کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ "مضر" کی اولاد کو قریش کہتے ہیں بہر کیف قریش کی وجہ تسمیہ میں چند قول ذکر کئے گئے ہیں (۱) یہ کہ حضرت امیو معاذ بنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ قبیلہ قریش کو "قریش" کے ساتھ کیوں موسوم کیا گیا۔ فرمایا ایک بحری جانور سے مشابہت کی بنا پر جو دریائی جانور کو کہا جاتا ہے اسکو کوئی نہیں کھا سکتا۔ غالب ہوتا ہے مفلوج نہیں ہوتا اسکو "قرش" کہتے ہیں تو جس طرح وہ تمام دریائی جانوروں میں اعظم ہے اسی طرح یہ قبیلہ تمام ہی قبائل کے اندر عزت میں فخر میں نسب میں اعظم ہے۔ اس مشابہت کی بنا پر قریش کی تسمیہ قریش کے ساتھ موسوم ہوا جو بڑے تعظیم ہے۔ کبھی شاعر نے بھی یہی وجہ اپنے اس شعر میں بیان کی ہے۔ "و قریش ہی التي تسكن البحر" یہاں سمیت قریش قریشا لیکن لکھتی نے بجائے قریش اسکی تسمیہ ذکر کی ہے تاکہ وہ نیکو تسمیہ ہو جائے۔ (۲) خلیفہ عبد الملک نے اپنے باپ سے وجہ تسمیہ دریافت کی تو کہا کہ قبیلہ میں اگر مجمع ہو گیا تھا اور "قریش" "نضر" سے ماخوذ ہے جو یعنی باجاء آتا ہے۔ اس مناسبت سے قریش کیساتھ موسوم کیا گیا (۳) قریش "نضر" سے ماخوذ ہے جو یعنی تفتیش آتا ہے جیسے شاعر کے اس شعر میں۔ "آتھا التارطو المقرش عتاء عندہم فھل لنا ابقاء۔" نظریں مہر و بن خرو زلے کہا چونکہ قبیلہ ضروریات حجاج کی خود تفتیش کر کے انکو پورا کیا کرتا تھا۔ اس لئے "قریش" کے ساتھ موسوم ہوا (۴) قریش کو قریش سے اخذ کیا گیا ہے جو یعنی کسب آتا ہے چونکہ قبیلہ تجارت پیشہ تھا اور تجارت میں اس کو فزیت حاصل تھی۔ اس لئے قریش کیساتھ موسوم ہوا۔ قریش متبارک کرزت و قلت تملکات بلقہات منقسم ہے جن کے اسما مخصوص ہیں اور انکی ترتیب ہے بہت بڑے طبقہ کو "شعب" کہا جاتا ہے جیسے مضر۔ اس سے ابدر کو "قبیلہ" کہتے ہیں جیسے کنانہ اور اس سے ابدر کو "عماسہ" جیسے قریش اور اس سے ابدر کو "بطن" کہتے ہیں جیسے عدی اس سے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور اس سے ابدر کو "نخند" کہتے ہیں جیسے تیمم اس سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور جیسے مخزوم اس سے خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور جیسے "ہاشم" اس سے سید کائنات فخر موجودات محبوب خدا جناب احمد مجتبیٰ علیہ السلام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور اسکے ابدر کو "فصلہ" کہتے ہیں جیسے عباس اس کے ابدر کو "عشیرہ" کہتے ہیں کسی درجے ان طبقات کو ترتیب از مندرجہ ذیل اشار میں بیان کیا ہے۔ "اقصد الشعب فهو اکثری و عدنی الجواء ثم القبیلہ و ثم یتلوھا العاسرۃ ثم الـ بطن و الفخذ بعدھا و الفضیلہ و ثم من بعدھا العشیرۃ و لیکن و فی جنبہا ذکرنا قلیلہ۔" (فتح القدیر ص ۱۶۰)

(فی الملتحۃ الخ) اس سے صلح حدیبیہ کی مدت مراد ہے جو ۶ میں واقع ہوئی تھی اور یہ مدت بقول مشہور اس سال تھی لیکن بقار عہد شکی کریم نے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مشہد میں غزوہ کے کمر فرمایا۔ (فاتوہ) میں "فا" ضیہ ہے جس سے پہلے کبھی شرط محذوف ہوتی ہے اور کبھی معطوف اور یہ دونوں اس کے ابدر کی واسطے سبب ہوتے ہیں چنانچہ اس سے پیشتر "فطلب انبیائہم" معطوف محذوف ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ "فجاء الرسول فطلب انبیائہم فاتوہ" یا یہ شرط محذوف ہے۔ "فلما طلب الرسول انبیائہم جیسے آیت۔ فقلنا اضرب بعصا الحجر فالتجرت" میں فالتجرت سے پیشتر "فضوب" محذوف ہے یا "فان ضربت سوال ہر قل کے قاتل نے ان لوگوں کو ملک شام میں کس مقام پر پایا تھا جواب مقام "غزہ" پر پایا

۱۲۰ قریش کی قبیلہ کہتے ہیں۔ قریش بنی قریظہ کے قبیلہ سے ہیں۔

۱۲۱ تہ طہات ص ۱۲

یہ لوگ بغض تجارت جایا کرتے تھے۔ "با یلیاء" یا بمعنی "فی" ہے اور "ایلیاء" ہر وزن "عبرانی زبان میں بیت المقدس کو کہتے ہیں اس میں چند لغات اور بھی ہیں۔ "ایلیاء" مقصور اور "الیاء" و "ایلیا" ہر دو ہر وزن اعطاء اور "ایلیا" مقصور اور بشیر یا کے دوام اور مستمر بالاسم "ایلیاء" بھی آتا ہے۔ اس وقت ہر قیل بیت المقدس میں مقام حمص سے شکر الہی بجالانے کے لئے پیدل حاضر ہوا تھا مگر اس شان سے کہ راستے میں فرش کر کے اُس پر بچول بچائے گئے تھے جن پر تل کر پورا سفر طے کیا۔ بیت المقدس کی حاضری اس نعمت عظیمہ کے شکر یہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ نے روم کو فارس پر فتح عطا فرمائی جس کی تفصیل یہ ہے کہ روم اور فارس کے درمیان جنگ تھی مشرکین کو چاہتے تھے کہ فارس کو غلبہ حاصل ہو کیونکہ اُسی ہونے کے ساتھ ساتھ مشرکین دونوں کا اشتراک تھا اور مسلمان چاہتے تھے کہ روم غالب جائے اسلئے کہ وہ اہل کتاب تھے چنانچہ کسی بادشاہ فارس نے بسرکوی "شہد مکان" اپنا لشکر بجا اور قیصی بادشاہ روم نے زیر قیادت "خنس" اپنا لشکر روانہ کیا۔ دونوں لشکر مقام "افس عات" اور "نصی" میں پہونچ کر مصروف جنگ ہو گئے۔ اور بالآخر فارس کو روم پر غلبہ حاصل ہوا اور کچھ شہر قبضہ میں آ گئے۔ یہ خبر مگر پہونچی تو مسلمانوں کو سرخ ہوا۔ اور مشرکین خوش ہو گئے۔ اور مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم اہل کتاب ہو اور رومی بھی اہل کتاب ہیں اور ہم اُسی اور فارس بھی اُسی ہیں۔ ہمارے بھائی فارس تمہارے بھائی رومیوں پر غالب ہو گئے تو اگر تمہارے ہم سے جنگ کی تو ہم بھی تم پر غالب آ جائیں گے اس پر سورہ روم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں مشرکین کی کیفیت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہونچی۔ وہ کفار کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ تم اپنے بھائیوں کے غالب آجانے خوش ہو گئے۔ لیکن تمہیں خوش نہ ہونا چاہیے کہ یہ خوشی ناپائیدار ہے بخدا اب روم فارس پر غالب ہوں گے غریب بتانے والے آقا جناب احمد مہتبی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر ارشاد فرمائی ہے۔ ابی ابن خلف جمعی کھڑے ہو کر پورا لاکھ تم جھوٹے ہو۔ آپ نے فرمایا اے دشمن خدا تو بڑا جھوٹا ہے۔ بولا اچھا سداؤنوں کی مشطہ بدلو اگر تین سال کے اندر پھر فارس روم پر غالب آئے تو تم دس دن و دنیا اور اگر روم فارس پر غالب آ گئے تو میں دوں گا آپ نے یہ شرط منظور فرمائی۔ اور نبوی خدمت میں حاضر ہو کر یہی شرط شرم کا ذکر کیا۔ میدان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے حکم خیر کبھی ہی نہیں دیا تین سال میں روم غالب جائے گے میں نے تو لفظ "بضع" بیان کیا تھا۔ جس کا اطلاق تین اور دس کے درمیان ہوتا ہے۔ لہذا مدت میں اضافہ کرو۔ اور شرط میں بھی چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی بن خلف کے پاس پہونچے وہ دیکھ کر بولا شاید آپ نامور ہو گئے فرمایا نہیں آؤ شرط اور مدت میں اضافہ کر لیں۔ مدت نو سال اور شرط میں سو سوا دن۔ بولا منظور ہے پھر ابی بن خلف نے بایں خیال کہ آپ کسے چلے نہ جائیں۔ ضامن طلب کیا تو آپ کے صاحبزائے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضمانت کر لی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور جب ابی بن خلف نے جنگ اُحد میں جانے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت عبداللہ نے بھی اُس کے پاس پہونچ کر ضمانت طلب کی۔ چنانچہ اُس نے ایک شخص کو اپنا ضامن بنادیا۔ پھر جنگ اُحد میں جا کر شرکت کی اور نبوی ضرب سے زخمی ہو کر گروہ میں آکر مر گیا۔ وقت شرط سے ساتویں سال روم اور فارس میں پھر جنگ چھڑی۔ اور اس مرتبہ روم فارس پر غالب آ گئے۔ (ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیتے اور ابی بن خلف ہار گیا اپنے اسکے ورثہ سے تنواؤنٹ وصول فرما کر بکری نبویؐ کو صدقہ کر دیا غلبہ مرحوم کے زمانہ کی تعیین میں اصحاب سیر کا بیان مختلف ہے کسی یوم حد یدیدہ کا ذکر کیا اور کسی یوم بدد بعض علماء نے فرمایا اگر روم اور فارس کے درمیان پہلی جنگ ہجرت سے ایک سال پیشتر واقع ہوئی تھی تو دوسری جنگ میں روم کے غالب آنا کا زمانہ یوم حد یدیدہ ہوا اگر پہلی جنگ ہجرت کے ایک سال پیشتر واقع ہوئی تھی تو غلبہ روم کا زمانہ یوم بدد یا ہر کیف ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ پہلے ہجرت کے مدینہ منورہ پہونچ چکے تھے اور ان تہتے ہی شرط کے تنواؤنٹ وصول فرمائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یدیدہ عقلاً سداؤن فرجی کا مال لینا جائز نہ ہو اگرچہ لینے والا مسلم حرام کا اسلام میں ہوا اگر کافر فرجی بغیر ذن سلطان اسلام دار کا اسلام میں ہو تو بھی مسلم بذریعہ غور و فاسدہ جیسے باوجود اُس کا مال لے سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا مال

معصوم نہیں بلکہ اس کی جان اور مال دونوں مباح ہیں اور سب کی حرمت کے لئے یہ شرط ہے کہ بدین معصوم ہوں مگر المختار میں ہے۔
 قال فی الشریعۃ و من شرائط الریاء عصمة البدلین و كونها مضمونین بالانلاقات فصمة احدھا
 وعدم تقومہ لا یجنع اھل الشیباں سے یہ سلسلہ بھی واضح ہو گیا کہ اگرچہ ہندوستان کے اندر ان بنکوں میں روپیہ جمع کر کے منافع لینا
 درست ہے۔ جن میں کسی مسلم کا شیر (حصہ) نہیں وہ خالص غیر مسلم کے ہیں۔ اور اگر ایک مسلم بھی ان میں حصہ دار ہے تو منافع سود ہیں ان کا لینا
 حرام ہے۔ یہی حکم ظاک خانوں کا ہے کہ اگر حکومت غیر مسلم ہے تو منافع لینا درست ہے ورنہ حرام دانستہ تعالیٰ اعلم
 ہاں تو رد کو غلبہ حاصل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ فارس کا امیر لشکر شہر ماکان پہلی مرتبہ جب روم پر غالب آیا تو رومیوں کو مال اور ان شہروں
 کی تخریب کرنے کے لئے خلیج تک پہنچا۔ ایک نے اس کا بھائی فرحان بھیجا ہوا شراب پی رہا تھا۔ انشا میں اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا
 بیشک میں نے خواب دیکھا ہے۔ کہ میں کسی کی تخت پر بیٹھا ہوا ہوں۔ یہ بات کسی طرح کسی کی پہونچ گئی۔ اس نے فوراً شہر ماکان
 کو خط لکھا کہ جب یہ خط پہنچا ہے پاس پہونچے اسی وقت اپنے بھائی فرحان کا سفر قلم کر کے میرے پاس بھیج دو۔ شہر ماکان نے جواباً تحریر
 کیا کہ اے بادشاہ فرحان جیسا آدمی آپ کے یہاں نہیں۔ دشمن پر حملہ کر کے زیر کرنے کا ڈھب اس کو خاص طور پر آتا ہے۔ تو ایسا ارادہ نہ کیجئے
 کسی نے پھر لکھا کہ اہل فارس اس کے خائف ہیں لہذا جلد تر اس کا سفر بھیجا جائے۔ شہر ماکان نے پھر جواب دیا کہ ایسا مناسب نہیں
 اپر کسی غضبناک ہو گیا۔ اور شہر ماکان سے اس سلسلے میں مراسلت بند کر دی۔ اور اہل فارس کے پاس پناہ فرما کر دیکر قاصد بھیجا
 کہ میں نے شہر ماکان کو مغرول کر کے اس کی جگہ فرحان کو مقرر کر دیا۔ اور قاصد کے ہاتھ ایک چھوٹا سا خط بھی بنام فرحان بھیجا جس میں اس کو
 حکم دیا تھا کہ شہر ماکان کو قتل کر دے اور قاصد سے کہدیا تھا کہ جب فرحان دالی ہو جائے اور شہر ماکان اس کی اطاعت قبول کر لے تو اس
 وقت یہ خط فرحان کو دینا چنانچہ قاصد نے پہونچ کر فرمان شاہی پیش کیا۔ شہر ماکان اس کو پڑھ کر بولا اس سرچشم منظور اور تخت سے اتر کر ابیر
 اپنے بھائی فرحان کو بٹھا دیا۔ تخت نشینی کے مراسم پورے ہوئے کے بعد قاصد نے وہ خط فرحان کو پیش کیا۔ اس نے پڑھ کر شہر ماکان کو
 طلب کیا تاکہ حکم شاہی کی تعمیل میں اس کو قتل کیا جائے۔ شہر ماکان بولا اتنا توقف کرو کہ وصیت لکھ دوں۔ فرحان نے کہا۔ اچھا۔
 پھر شہر ماکان نے اپنا صندوقچہ منگا کر اس سے کسی کے تین خط بابت قتل فرحان نکالے اور اس کو دیکر بولا کہ میں نے تینوں مرتبہ
 بادشاہ کو جواب دیکر تمہارے قتل کو طوا اور تم ایک ہی خدا کی بنا پر میرے قتل کا ارادہ کرتے ہو۔ یہ ماجرا دیکھ کر فرحان نے تخت حکومت اپنے
 بھائی شہر ماکان کی واسطے خالی کر دیا پھر شہر ماکان نے قیصر روم کو لکھا کہ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے جس کی اطلاع نہ بذریعہ قاصد
 کی جاسکتی ہے نہ بذریعہ مکتوب تو آپ پچاس رومی فوجیوں کیساتھ مجھ سے ملاقات کریں اور میں پچاس فارسیوں کیساتھ ملوں گا چنانچہ دوسرے
 قیصر روم پانچ لاکھ رومیوں کیساتھ چل پڑا اور دوسرے شہر ماکان۔ مگر قیصر روم نے اپنے آگے جا سوس بھیج دئے کہ کہیں شہر ماکان ہو کا
 نہ دے یہاں تک کہ جا سوسوں نے واپس آکر اطلاع دی کہ شہر ماکان کیساتھ پچاس فارسی ہیں۔ پھر دونوں کی ایک مقام پر ملاقات ہوئی۔
 اور ایک شہری خیمہ نصب کیا گیا اور دونوں اپنے ساتھ ایک چھری لیکر اس میں داخل ہوئے۔ اور حجام کو بلایا گیا تو شہر ماکان نے کہا
 کہ آپ کے شہروں کی تخریب میں نے اور میرے بھائی نے اپنی تہ بہ تہ شجاعت سے کی ہے۔ اور کسی نے ہم پر حسد کرنے لگا چنانچہ میرے بھائی کے
 قتل کا اس نے ارادہ کیا جس کو میں نے پورا نہیں دیا پھر مجھے قتل کرنے کا حکم میرے بھائی کو دیا جس کی تعمیل سے اس نے انکار کر دیا اور اب ہم
 دونوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے آپ کیساتھ ہرگز اس سے جنگ کرنے کی غیور روم بولا ٹھیک ہے اور ایک نے دوسرے سے اشاروں اشاروں میں کہا کہ
 ملازروی میں وہ سکتا ہے تیرے سے کہ علم میں آ کر فاش ہو جاتا ہے۔ لہذا دونوں نے اپنی اپنی چھری سے اس ترجمان کو قتل کر ڈالا پھر دونوں
 نے مل کر فارس پر چڑھائی کی۔ یہاں تک کہ رومیوں کو فارسیوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ جس کی خبر جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوی خدمت میں

درنگ اندوختن کے میں دوسرے جمع کر کے اپنے کا حکم

ناتوا۔ کہ وہاں دشمن نے یہی روپیہ جمع کر کے منافع لینا

باختلاف روایات اہم حدیث میں کی یا یوم بدس مگر ہر قل کا اس وقت سلسلہ شکر بیت المقدس میں حاضر ہونا اور
ابی ابن خلف کا شرط کے بعد ہی بایں خیال ضمانت طلب کرنا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں گے باہر نہ چلے جائیں۔
پہلی روایت کی تائید کرنا ہے۔ کیونکہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر قل کی یہ ملاقات یقیناً صلح کے بعد ہوئی ہے جو سترہ میں واقع ہوئی تھی
نظریہ دو بیوں کے غلبہ کا زمانہ اگر یوم بدس قرار دیا جائے جو سترہ میں واقع ہوا ہے تو لازم آئے گا کہ چار سال کے بعد ہر قل شکر یہ ادا کرنے
بیت المقدس حاضر ہوا تھا۔ جو بعد از قیاس ہے بخلاف پہلی روایت کے کہ سترہ مستبعد لازم نہیں آتا نیز اس تقدیر پر دوم اور فارس کی
پہلی جنگ میں فارسیوں کے غلبہ کا زمانہ ہجرت سے پانچ سال قبل ہوتا ہے اس وقت ابی ابن خلف کا ضمانت طلب کرنا بھی بعد از قیاس
اور پہلی روایت کی بنا پر غلبہ فارس کا زمانہ ہجرت سے ایک سال قبل ہے تو یہ بات قرین قیاس ہو سکتی ہے کہ اس وقت ابی ابن خلف کو
ہجرت کے کچھ آثار محسوس ہوئے ہوں جن کی بنا پر ضمانت طلب کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (تفسیر خازن وغیرہ)

رفد عاھم فی مجلسہ الخ "دعا" کی ضمیر فاعل کا مرجع ہر قل ہے اور "ہم" ضمیر منصوب کا مرجع ابوسفیان اور ان کے
ساتھی ہیں جادھر و ظرف مستقر ہو کر ضمیر فاعل سے حال ہے۔ سوال "دعا" اور دعویٰ سے مشتق ہے۔ اور اس کا اصل
فی ہنیرک تا بلکالی آتا ہے جیسے قرآن پاک ہے۔ واللہ یدعوالی داس السلام پھر یہاں پر فی کیوں آیا جواب فی صلہ
نہیں دینے طرف لغو ہوتا اور ہم نے ابھی بیان کر دیا کہ ظرف مستقر ہو کر حال ہے "دعا" کبھی معنی "استعان" آتا ہے اور کبھی معنی
"ترغب الیہ" اور کبھی معنی "طلب" یہ اسی قبیل سے ہے۔ اس کا کوئی صلہ نہیں آتا متعدی بیک مفعول ہے اور استدعا "عہ"
مزید کے بھی یہی معنی ہیں اور دعا "الی اکامیر" معنی "ساق الیہ" آتا ہے اور دعا "عہ" بمعنی "استحضرة" اور دعا
فلانا "اور دعا بفلان" دونوں معنی ستمناہ "بہ" اور دعا المیت "معنی "ندبہ" آتا ہے اور دعا "معنی "دعائے خیر اور
"دعائے علیہ" بمعنی بددعا آتا ہے۔ اور دعوت و وعدہ دعا "معنی سے دعا" بمعنی "طلب لیا عمل عندہ" آتا ہے۔
وعظما السوم اعظم کی جمع ہے اور سوم "بقول صحیح عبید بن اسحق بن ابراہیم علیہما السلام کی اطلاع
کو کہتے ہیں جس میں عرب کے بعض قبائل جیسے تنوخ اور شیلخ اور غسان وغیرہ بھی داخل ہو گئے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی
کہ مسلمانوں نے جب ان قبائل کو شام سے جلا وطن کیا تو انہوں نے روم کے شہروں میں پہنچ کر سکونت اختیار کی اور وہیں وطن
بنایا اسی واسطے ان کے نسب بھی اختلاط سے محفوظ نہ رہ سکے یہاں تک کہ ان کا شمار بھی روم میں ہو گیا۔

(ثم دعاھم) اپنے ماقبل "دعاھم" پر معطوف ہے۔ سوال پھر تو یہ تکرار ہوا ہے گی جس سے کوئی فائدہ نہیں
جواب جی نہیں۔ تکرار ہونگی کیونکہ مراد یہ ہے کہ ہر قل نے ان کو اگلا شاہی مہمان خانے سے طلب کیا جہاں پر ان کو ٹھہرایا گیا تھا۔
جب وہ حاضر ہو گئے تو اطلاع کی گئی ہر قل نے قدسے توقف کے بعد اجلاس میں طلب کیا تو اول طلب مہمان خانے سے تھی اور دوبارہ
کے بعد خانے سے اور توقف پر لفظ "ثم" دلالت کرتا ہے۔ اور بادشاہوں کا طریقہ یہی ہے کہ جب کسی کو طلب کرتے ہیں تو اس کے حاضر ہونے
پر دوبارہ طلبی کے بعد اس کو پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں پر ہوا۔

(ترجمہ مانہ) اسکو چار طرح پڑھنا درست ہے۔ (۱) تا اور حیم کا زبر (۲) طوں کا پیش (۳) اول کا زبر اور دوم کا پیش
(۴) اول کا پیش اور دوم کا زبر معنی فصیح و تیز زبان و خوش تقریر اور معنی تاوان بھی آتا ہے اور اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو دو زبانیں جانتا ہو اور
ایک، لبان کی تفسیر دوسری زبان میں کہے یہ لفظ عربی ہے یا معرب۔ بریں تقدیر اسکو ترجمان "معنی "تیز زبان" بنایا گیا ہے۔ طلب
کے بعد اس سے مصدر بنا کر افعال اسامی مشتق کئے گئے چنانچہ سابقہ جحد کے باب فضلة سے مصدر ترجمہ آتا ہے اور ترجمان

کی جمع تراجمہ وترجمہ آتی ہے ترجمہ الکلام بمعنی "فترکہ بستان آخر" اور ترجمہ الکلام بمعنی "مبہم" التیس "اور ترجمہ الرجل بمعنی "ذکر سیرتہ" اور ترجمہ عنہ بمعنی "اوضح امرک" اور ترجمہ کسی شخص کی سیرت اور اس کے اطلاق و تسبیح ذکر کسی کہتے ہیں جیسے ترجمہ المؤلف بایں معنی اسکی جمع تراجمہ آتی ہے۔ اور ترجمہ الحساب بمعنی "فاتحۃ الحساب" آتا ہے اور ترجمہ الباب اس عبارت کو کہتے ہیں جو لفظ باب کے بعد مذکور ہوتی ہے۔

رایکم اقرب نسباً لهذا الرجل الخ سوال اقرب اسم تفصیل "قرب" سے مشتق ہے جو باب سمع اور باب کرم دونوں سے استعمال کیا جاتا ہے مگر متافرق ہے کہ سمع سے متدی بغض اور کرم سے کبھی بواسطہ "من" اور کبھی بواسطہ "الی" آتا ہے جیسے قرآن پاک میں فرمایا "وَمَنْ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ جِبْرِيلَ الْوَرِيدِ" یہاں پر صلہ کے لئے سے معلوم ہوا کہ "اقرب" باب کرم سے ہی سمع سے نہیں درجہ صلیبوں آتا لیکن اس پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ صلیب "من" یا "الی" آتا ہے "با" نہیں آتی چنانچہ کتاب التفسیر سورہ آل عمران کی روایت میں بجائے "هَذَا الرَّجُلُ" "مِنْ هَذَا الرَّجُلِ" اور کتاب الجہاد میں "الِي هَذَا الرَّجُلِ" مروی ہوا ہے نیز اقرب اسم تفصیل ہے جسکا استعمال معرفت باللام ہو کر یا اضافت کے ساتھ یا "من" کے ساتھ ہوا کرتا ہے یہاں کیوں طریقوں میں سے کسی طریقہ پر نہیں جواب ا وصل بمعنی متصل تر اور اقرب بمعنی اقرب تر اسم تفصیل ہیں۔ اور ان کے صلیب "با" آتی ہے چونکہ اقرب میں ان دونوں میں سے کسی ایک کے معنی کی تفصیل کر لی گئی ہے اسلئے صلیب "با" آتی گئی اور اقرب اسم تفصیل کا استعمال یہاں پر بواسطہ "من" ہے جو عبارت میں حذف کر دیا گیا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ ایکم اقرب نسباً لهذا الرجل من غیرہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حالات دریافت کرنے کے لئے ہر قل نے قریب تر رشتہ دار کا سوال اسلئے کیا تھا کہ وہ ظاہری اور باطنی احوال سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ ورنہ رشتہ دار کو اتنی واقفیت نہیں ہوتی چنانچہ ابوسفیان نے جواباً کہا "انا اقربہم نسباً میں بحیثیت نسب ان سب میں ان سے قریب تر ہوں اور کتاب الجہاد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ہر قل نے اس جواب پر یہ سوال کیا کہ تمہاری قرابت کیا ہے تو ابوسفیان نے جواب میں کہا "ھو ابن عسی" کہ وہ میرے چچا زاد بھائی ہیں۔ ابوسفیان کا یہ کہنا جائز تھا کیونکہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حقیقتاً ان کے چچا زاد بھائی نہیں بلکہ ان کے دادا اُمیہ کے چچا ہاشم کی اولاد میں ہیں۔ اور دونوں کا اجتماع جد راجع میں ہوتا ہے جو عبد مناف ہیں۔ (محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد شمس بن عبد مناف) ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ابوسفیان کا یہ قول حقیقت پر اس وقت محمول ہوتا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حرب کے بھائی کی اولاد سے ہوتے چونکہ ان قریشی سواروں میں بنجر ابوسفیان کوئی عبد مناف کی اولاد سے نہ تھا اس لئے ابوسفیان بحیثیت نسب اقرب ہوئے۔ سوال "هَذَا الرَّجُلُ" سے مراد محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جیسے کہ صفت "الذی یزعم انہ نبی" اس پر دلالت کرتی ہے اور یہ بات بھی مخفی نہیں کہ "هَذَا" اسم اشارہ قریب کیواسطے موضوع ہے۔ نظروں میں اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ گفتگو بیت المقدس میں ہو رہی تھی اور حضور پر نور اس وقت مدینہ منورہ میں روافی افروز تھے جو بیت المقدس سے سینکڑوں میل دُور ہے پھر آپ کیواسطے قریب کا اسم اشارہ استعمال کرنا کس طرح درست ہوگا۔ اقول یہاں پر آپ کے حق میں ہر قل کا اسم اشارہ قریب استعمال کرنا تعظیم کے لئے تھا کیونکہ کبھی تعظیم مثلاً البعید غائب کیواسطے اسم اشارہ قریب اس نکتے کے ماتحت لاتے ہیں کہ مشارا الیہ ابی عظمت کے باعث دل میں اس طرح سما گیا ہے کہ خیال سے غائب نہیں ہوتا تو زیادہ حاضر ہے۔ ابوسفیان کو ہر قل نے اپنے نزدیک بٹھانے کا حکم اسلئے دیا تھا کہ بخوبی سوال کر کے اپنی تشنگی کو بجاسکے کیونکہ مجھے فاصلے پر رہنے کی صورت میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سائل اپنے کل سوالات کو نہیں پاتا بعض سوالات

بعد ہی جیسے ماذہ جاتی ہے اور ہاتھیں کو پس پشت بٹھانے کا حکم اس مصلحت سے دیا گیا کہ ابوسفیان کی غلط بیانی پر سامنے رکھنا یہ تکریب کر سکیں گے کیونکہ عجب انھیں چار ہوتی ہیں مروت آہی جاتی ہے۔

”فان کذبہ“ یعنی ”الحديث منقول ثانی حرف تہ ہے کیونکہ ہا لب ضروب بضرب سے متعدی ہو مفعول آتے ہیں جیسے صدق یا نصر بنصر سے اور بابت فعل سے متعدی ہو مفعول جیسے صدق۔ یہ دونوں از قبیل لغات غریبہ ہیں اسلئے کہ حروف کی زیادت سے معانی میں بآد ہو کرتی ہے اور یہاں حکم پر کس ہے اور کذب بمعنی الخبر عن الشئ بخلاف ما هو مع العلم به۔ بغیر مفعول آتے ہیں اسی طرح ”کذبہ“ بمعنی توہمہ کلام بخلاف ما هو“ اور کذبت العین بمعنی خاندھا حشمتا“ اور کذب بمعنی ”وجب“ جیسے فاروقی ارشاد ”کذب علیکم الحج وکذب علیکم العروج وکذب علیکم الحجاء فثلثه اسفار کذب علیکم“ ایک شخص نے عصاب قدم میں رنج پیدا ہو جائیکہ شکایت کی تو اسکا علاج ارشاد فرمایا کہ کذب علیک العسل“ یعنی ہر چیز پر شک کا طرح تیز رفتاری واجب ہے۔ ان دونوں ارشاد میں جو سے ترغیب اور تحذیر مراد ہے۔ اور کذب عنہ بمعنی ”خبر عن حاله بخلاف الواقع“ جیسے سی ہریت میں چہرہ کھاتے کے بعد ابوسفیان کا قول رہا ”لکذبت عنہ“ اور کذب علیہ بمعنی ”نسب الیہ ما لم یقلہ“ جیسے ”من کذب علی متعمدا“ میں اور کذب بمعنی ”اخطاء“ جیسے حضرت عمرؓ نے جب یہ سلب بیان کیا کہ نانیہ ہوش کی نمازیں قبیح تھیں کیسا تو تریباً را فاکرے تو فاروقی عظیم نے فرمایا ”کذبت ویکذبہ“ یصلیہن معاً“ اور متعدی ہو مفعول بھی جیسے ”کذب عنہ“ بمعنی ”ارتکب مالا حقیقۃ لہ“ اور کذب السید بمعنی ”لم یجد فیہ“ اور کذب القوم السوء بمعنی ”لقد رد علیہ“ اور کذبہ بمعنی ”انکروا“ اسی قبل ہے۔ سورۃ الحج من ”ما کذب الفوائد ما لری“ **وقال ابوسفیان فواللہ لو لا الحیاء من ان یا ثرو علی کذبنا الخ** اور یا ثر باب جمع سے بمعنی فعل معارب شیع ”آتا ہے“ جیسے ”ایثر یفعل کذا“ اور ”ایثر للامر“ بمعنی ”تفرغ“ اور ”ایثر علیہ“ بمعنی ”عزہ“ اور ضروب و نصوص ”آثر“ بمعنی ”اکرمہ“ اور ”ایثر عنہ“ بمعنی ”فعلہ عنہ“ قول مذکور میں ”یا ثرو“ اسی قبل سے ہوا اور علی تعین ”علی“ بمعنی ”عن“ ہوا اور ”ایثر“ بمعنی ”ناقل“ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول میں ”فما حلفت بماذا کذبنا“ اور ”ایثر“ فاعل یہ پیش آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”بابی“ کہہ کر قسم کھائی ”حضور پر تو صلے اللہ تعالیٰ علیہ آرد وسلم نے سنکر اس کلمہ کے ساتھ قسم کھانے سے منع فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا ”ہیں کہ اس مانعت کے بعد میں نے اس قدر احتیاط برتی کہ دائرہ طور پر بارادہ قسم بھی اس کلمہ کا خود تلفظ نہ کیا اور نہ کسی کی اس قسم کا نقل ہوا۔ ابوسفیان کے اس قول سے دو باتیں ظاہر ہوئیں۔ (۱) یہ کہ انہیں اپنے ساتھیوں پر تینا وثوق تھا کہ اگر اس موقع پر جھوٹ بولے تو وہ تکریب نہ کریں گے۔ کیونکہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت میں دونوں شریک ہیں۔ اسی وثوق کی بنا پر ان ”یکذبوا“ نہیں کہا بلکہ ”ان یا ثرو“ کہا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جھوٹ بولنے کی صورت میں ساتھیوں کی تکریب کا تو اندیشہ نہیں۔ البتہ یہ خطرہ مرد ہے کہ گھر واپس ہو کر لوگوں کے سامنے بیان کریں گے کہ انہوں نے فلاں جگہ جھوٹ بولا تھا جس سے مجھے شرم و ملکہ ہوگی۔ کیونکہ جھوٹ بولنا اگر دشمن کے متعلق ہو نہایت قبیح چیز ہے اس لئے میں نے غلط بیانی اختیار نہیں کی۔ (۲) یہ کہ اس سے قبح کذب کے عقلی ہونے کی تائید ہوتی ہے کیونکہ زمانہ فرقت میں کوئی شریعت نہ تھی حتیٰ کہ یہ لوگ اس کے پابند ہوتے اس کے باوجود ان کے نزدیک کذب اس قدر قبیح تھا کہ دشمن کے متعلق بھی بولنا گوارا نہ کرتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ کذب کی قباحیت ان کے نزدیک حکم عقل تھی جس سے ان کو توبہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام کا مسلک بھی ہے کہ کذب کا قبیح عقلی ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک تمام افعال قبیح کا قبیح اور تمام افعال حسنہ کا حسن بھی شرعی نہیں عقلی ہے۔ اس پر دلائل تو بہت سے ہیں مگر مقام کی اجنبیت کے سبب بنظر افادہ صرف دو دلیلوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ **حلیل اول** اگر افعال کا حسن و قبح شرعی ہو تو ترجمہ بلا موجد

لازم آئے گی کیونکہ بعثت سے پہلے نماز اور زنا دونوں فعل متساوی تھے نہ کوئی قبیح پر بعد بعثت نماز کو واجب اور زنا کو حرام قرار دیا گیا ہی نہ تنجیم بلا موجب ہوئی۔ لیکن ترجیح بلا مرجح باطل کہ حکمت امر کے متافی ہے۔ اور آرمینینا حکیمہ نتیجہ نکلا کہ افعال کا حسن و قبح شرعی نہیں تو کمال محالہ عقلی ہوا اس لئے کہ شرعی افعال عقلی دونوں متنافی ہیں۔ اور دو متنافی چیزوں میں سے ایک کا ارتفاع دوسرے کے تحقق کو مستلزم ہوتا ہے جب شرعی ہونا باطل ہوا تو عقلی ہونا ثابت ہو گیا۔ لیکن وہ اگر افعال کا حسن و قبح شرعی ہو تو رسولوں کی بعثت بندوں کے حق میں بلا اور رحمت ہوگی۔ اس لئے کہ بعثت سے پہلے زمین اور آرام میں تھے کہ کسی فعل پر کوئی مواظف نہیں جو چاہا کرے اور بعثت کے بعد بعض افعال پر جیسے کبائٹر محدود وقت تک عذاب کے سختی اور بعض پر جیسے کفر و شرک دائمی عذاب کے سختی لیکن رسولوں کی بعثت بلا اور رحمت نہیں۔ بلکہ عین رحمت ہے اور وہ بھی ایسی کہ مولیٰ تعالیٰ نے اس پر احسان بتایا قرآن کریم اس پر شاہد عمل ہے۔ ایشاد فرمایا: **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ** پس نتیجہ نکلا کہ افعال کا حسن و قبح شرعی نہیں تو عقلی ہوا۔ **وَهُوَ الْمَطْلُوبُ كَذَا فِي قَوْلِهِمُ التَّحْمِيلُ** شرح مسئلہ الثبوت **(ثُمَّ كَانَ أَوَّلَ مَا سَأَلَ لَنِي عَنْهُ اَلْخَم)** اس حدیث کے راویوں نے فقہاء اقل منسوب روایت کیا ہے اور یہ اس لئے کہ کان کی خبر ہے۔ اب اس کے اسم میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہ کہ **كَانَ** میں ضمیر شان مستتر ہو۔ اس کا اسم ہو اور **أَنْ قَالَ** "مَا سَأَلَ لَنِي عَنْهُ" سے بدل یہ احتمال ضعیف ہے کیونکہ اس تقدیر پر ضمیر شان کی تفسیر مفرد اول کے ساتھ ہوگی۔ جو کو فیہین کے نزدیک اگرچہ جائز ہے مگر بر مذہب بصیٰ بدین درست نہیں۔ اور نہ صحیح یہی ہے کہ اس کی تفسیر جملہ کے ساتھ کی جائے جیسا کہ بصیٰ بدین کا مذہب ہے۔ امّا ہر سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مستطاب معجم الہوامع شرح جمع الجوامع جلد اول ص ۶۱ میں ضمیر شان کا دیگر ضمار کے ساتھ فرق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **وَالْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الضَّمَا تَرَانَةِ لَا يَعْطِفُ عَلَيْهِ وَلَا يُوَكَّدُ وَلَا يَبْدَلُ مِنْهُ وَلَا يَتَقَدَّرُ خَبَرُهُ عَلَيْهِ وَلَا يَنْفَسُ بِمَعْرِفَةٍ** (۲) یہ کہ **أَنْ قَالَ** "بِتَادِيلٍ" قولہ "ہو کہ **كَانَ** کا اسم مؤخر ہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ **أَوَّلَ** اسم **كَانَ** ہو کہ مرفوع ہو اور **أَنْ قَالَ** خبر **كَانَ** ہونے کے وجہ سے عمل نصب میں۔ مگر یہ بھی ضعیف اور احتمال دوم مختار ہے کیونکہ **أَنْ قَالَ** "معرفہ ہے بلکہ اعراف المعارف کیونکہ **أَنْ** اور **أَنْ**" جب مصدر معرفت کی تادیل میں ہوں تو ان کے لئے حق تعریف میں حکم ضمار ہوتا ہے جو اعراف المعارف میں معنی اللیب جلد دوم ص ۷۸ میں ہے۔ **وَأَعْلَمُوا أَنَّهُمْ حُكْمُوا وَأَنْ وَأَنَّ الْمَقْدَرَاتِينَ بِمَصْدَرٍ مَعْرُوفٍ بِحُكْمِ الضَّمَا تَرَانَةِ** لانه لا يوصف كما أَنَّ الضمير عند لك فلهذا قرأت السبعة ما كَانَ مُحْتَجِّمًا لَانِ قَالُوا فَمَا كَانَ جواب قومہ لَانِ قَالُوا والرفع ضعیف كضعف آخ خبرا بالضمير عما دونه في التعريف "اور اول" نکرہ ہے جبکہ اس کے مضاف الیه "مَا" کو "مَا" موصوفہ قرار دیا جائے اور **كَانَ** کے بعد جب معرفہ اور نکرہ آئیں تو معرفہ کو اسم اور نکرہ کو خبر قرار دیا جاتا ہے۔ اسم و خبر کی شناخت کے زیر بیان معنی اللیب جلد دوم ص ۷۸ میں ہے۔ **الْحَالَةُ الثَّالِثَةُ أَنْ يَكُونَا مُخْتَلِفَيْنِ فَتَجْعَلُ الْمَعْرِفَةُ الْأَسْمَاءَ وَالنَّكَرَةُ الْخَبَرَ** نحو **كَانَ تَرِيدٌ قَائِمًا وَلَا يَكْسُ إِلَّا فِي الضَّرْوَةِ** اور اگر "مَا" کو موصولہ قرار دیا جائے تو اول" اگرچہ معرفہ ہو جائے گا۔ مگر **كَانَ** کی تعریف سے اس کی تعریف کم مرتبہ کی ہے گی۔ کیونکہ تعریف میں بقول راجع مضاف کو دہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے جو مضاف الیه کا ہے۔ جس میں فندی جلد اول میں ہے۔ **فَعِنْدَ سَبْعِينَ تَعْرِيفٍ الْمَصْدَرُ مَسَاوِلُ تَعْرِيفٍ الْمَصْدَرُ**

اسم الحجة شجرة في الجنة

یہاں پر اولیٰ کا معنی الیہ موصول ہے تو اس کو تعریف موصول کا مرتبہ حاصل ہوا۔ اور ان قال کو تعریف ضمیر کا اور ضمیر موصول سے تعریف میں علی مرتبہ کہنی ہے۔ شرح جامع میں ہے۔ **وَالْمَنْقُولُ** مَعْنَى مَسْبُوبَةٍ وَعَلَيْهِ جَمْعُ وَالدُّخَانُ انْ اَعْرَفَهَا الْمَضْمُونَاتُ ثُمَّ اَلَا سَمَ الْاَشَارَةِ ثُمَّ اَعْرَفَ بِاللَّاهِ وَالْمَوْصُولَاتُ فَبَيْنَهُمَا مَسَاوَاةٌ پس۔
ان قال اول سے اعرف ہوا۔ اور مختار ہی ہے کہ اعرف کو اسم قرار دیا جائے۔ مفتی اللیب جلد ۱ و ۲ میں ہے۔
وَاِنْ كَانَ اَحَدُهُمَا اَعْرَفَ فَلَا مَحْتَارَ جَعَلَهُ اَلَا سَمَ بلکہ امام الحجة سیبویہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک ترتیب معارف یوں ہے کہ اعرف للمعارف اسم جلالت اللہ پھر ضمائر پھر اعلام پھر اسمائے اشارۃ پھر معرفت باللام اور اسمائے موصولہ اور ان دونوں میں مساوات ہے۔ چنانچہ الفوائد الشافیہ علی اعراب الکافیہ معروف بہ زبانی تراجمہ میں بحوالہ علامۃ فہستائی اہ علامۃ فاکھانی نقل فرمایا ہے کہ امام الحجة کو بحال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کس طرح پیش آیا۔ فرمایا بمغفرت فرمادی۔ دریافت کیا کس بات پر فرمایا اس بات پر کہ میں نے دنیا میں کہا تھا۔ اسم جلالت اللہ اعرف للمعارف ہے۔ **سُبْحَانَ اللَّهِ** کسی نے سچ کہا ہے۔ ع۔ رحمت حق بہائی جوید۔
(هَوَ فِينَا وَنَسَب) میں تو میں برائے تعظیم ہے پس معنی یہ ہوئے کہ وہ ہمارے اندر نسب عظیم دے ہیں۔ ہر آدمی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ محبوب خدا علی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آیت **لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ** کو بفتح خا تلاوت کر کے فرمایا کہ میں تم سے حسب نسب (رشتہ پدری) اور صہر (رشتہ مادری) میں نفیس تر ہوں حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک میرے آباؤ اجداد صفاح جاہلیت سے محفوظ رہے۔ جملہ زیر بحث اور روایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہوا کہ خا اور شیخا انساب میں تفاضل معتبر ہے۔ اسی واسطے متقدرا حکام فرق نسب پر مبنی ہیں۔ چنانچہ کتاب النکاح میں سادہ باب کفارات تفاضل انساب پر قائم ہے۔ مسید زلحدی اگر کسی منحل چٹان یا شیخ انصاری سے بے رضائے ولی نکاح کرے گی تو نکاح ہی نہ ہوگا جب تک بسبب فضل علم دین مکافات ہو کر کفارات نہ ہوگی ہو۔ یوہیں امامت صغریٰ کی تشریح میں شرف نسب بھی وجہ ترجیح بنتا ہے فتویٰ لابصار میں ہے **اَلَا حَقَّ بَاکَا مَامَاةُ اَلَا عَلِمَ اِلٰی قَوْلِهِ ثُمَّ اَلَا شَرَفٌ لِّسَابَا** اور امامت کبریٰ میں تو شرع مطہر نے اس درجہ لحاظ نسب فرمایا کہ اسے صرف قریش کے ساتھ مخصوص فرمادیا۔ غیر قریش اگرچہ عالم اجل ہوا امام وظیفہ نہیں ہو سکتا۔ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات باتوں سے فضیلت دی جو ان سے پہلے کسی کو ملیں نہ ان کے بعد کسی کو عطا ہوں۔ **اَوَّلُ** یہ کہ میں قریش سے ہوں (یہ تمام فضائل سے مانع و مطلق ہے) **وہم** یہ کہ خلافت انہیں میں ہے گی۔ **سوم** یہ کہ کعبہ معظمہ کی درہانی انہیں کے لئے ہے۔ **چہا** آدم یہ کہ خدمت سقایہ انہیں کا حق ہے۔ **پنجم** یہ کہ انہیں صحابہ کرام پر نفرت بخشی۔ **ششم** یہ کہ انہوں نے دس سال اللہ کی عبادت تنہا کی کہ ان کے سارے زمین پر اور کسی خاندان کے لوگ اس وقت عبادت نہ کرتے تھے (یہی تھے یا ان کے عبیدہ دسوالی) **ہفتم** یہ کہ ان کے بارے میں ایک صورت قرآن عظیم کی آتاری۔ جس میں صرف انہیں کا ذکر فرمایا اور وہ سورت کا یلاف قریش ہے۔ فقہی کتب کے مطالعہ سے مذکورہ بالا احکام کے علاوہ اور بھی احکام ظاہر ہوتے ہیں جن میں شریف النسب اقوام کو امتیازی شان حاصل ہے۔
اخلاق فاضلہ میں بھی شرافت نسب کو کافی دخل ہے۔ مشاہیرہ اور تجربہ گواہ ہیں کہ شریف تو میں بحیثیت مجموعی دیگر اقوام جیاجمیت، متذیب، مردوت، سخاوت، سخاوت، میاجمیت، قنوت، حوصلہ، ہمت، صفائے فرحیت وغیرہ کثرت اخلاق حمیدہ و موہبہ اور کسوہ میں نام نہ ہوتی ہیں۔ اور سب کا آدم و حوا علیہما السلام ایک ماں باپ سے ہونا جس طرح

تفاوت افراد کا نافی نہیں رہا ہر اصناف اقوام کے تفاوت کا منافی نہیں۔ قریش کی جرأت۔ شجاعت۔ ساحت۔ قوت۔ قوت شہادت اسلام و جاہلیت دونوں میں شہرہ آفاق رہی ہے۔ اور ان میں بالخصوص بنی ہاشم کی۔ یوں جاہلیت میں بنی ہاشم باہلہ خست و دناوت کے ساتھ معروف تھے۔ یہاں تک کہ ایک مشاعرے بنی ہاشم کی ذارت طبع کا اپنے شعر میں یوں اظہار کیا۔

لشعر۔ اذ اقبل للکلب یا باہلی عوی الکلب من شومہ ہذا النسب۔ یعنی اگر کتے کو اس قبیلہ کی طرف نسبت کر کے آواز دی جائے اور یوں کہیں کہ اے بنی ہاشم کے کتے تو وہ بھی اس نسب کی نحوست کے باعث غرائے لگے۔ اسی تفاوت بہت کا سبب ہے کہ دنیا و دین کی سلطنتیں یعنی سلطنت ملک اور سلطنت علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں رہی و ساری قوموں کا اُس میں حصہ معدوم یا کم معدوم ہے۔ اخلاق فاضلہ میں چونکہ شرافت نسب اثر نام رکھتی ہے اس لئے حدیث میں ہدایت فرمائی گئی کہ اپنے نطفہ کے لئے اچھی جگہ تلاش کر۔ کفو میں بیاہو اور کفو سے بیاہ کر لاؤ کیونکہ حدیث میں اپنے ہی گنبے کے مشابہ جنتی ہیں۔ نفع آخرت کے لئے بھی شرافت نسب باعث جنتی ہے۔

محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جنت میں گیا تو ملا حظ فرمایا کہ جعفر ابن ابی طالب کا درجہ مزید ابن ثابت کے درجے سے اوپر ہے میں نے کہا کہ مجھ گمان نہ تھا کہ مزید جعفر سے کم ہے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا کہ مزید جعفر سے کم تو نہیں۔ مگر میرے جعفر کا درجہ اس لئے زیادہ کیا ہے کہ اُن کو حضور سے قربت ہے۔ سوال اگر آدمی بے عمل ہے تو شریف نسب بھی آخرت میں نفع نہیں دے سکتا۔ خود محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جس کو صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ روایت کیا ہے۔ "مَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُنْزِعْ بِهِ نَسَبُهُ" یعنی جو بے عمل ہو جائے وہ گنہگار ہو گیا اُس کو نسب اگے نہ بڑھائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دار مدار عمل پر ہے نسب کوئی چیز نہیں اسی واسطے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔ "إِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَرُّوْا بِهِ" بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ اور اگر عمل کے بغیر نسب آخرت میں نفع بخش ہو تا تو تمام کافروں کی مغفرت ہر ناچاہئے سب کے سب کسی نہ کسی بنی کی اولاد میں ضرور ہیں جو اب۔ نجات کا دار ایمان پر ہے۔ بغیر ایمان شرافت نسب معتبر ہے نہ شرف حسب جلا و صاف و کمالات اصلا مفید نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ بعد حصول ایمان ہر طرح دیگر فضائل آخرت میں نفع بخش ہوں گے۔

یہ ہیں نسب بھی قرآن کریم میں سورہ طور کی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ "الَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ" ترجمہ۔ اور جو ایمان لائے اور اُن کی اولاد ایمان میں اُن کی پیروی کی۔ ہم نے اُن کی اولاد اُن سے ملا دی اور اُن کے عمل میں اُنہیں کچھ کمی نہ دی یعنی اُنہیں اعمال کا پورا ثواب دیا۔ اسناد والا کے درجے اپنے فضل و کرم سے بلند کئے۔ سبیل عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ مومن کی ذریت کو اُس کے درجے میں اُس کے پاس اُٹھائے گا۔ اگرچہ وہ عمل میں اُس سے کم ہو۔ تاکہ اُن سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر آیت مذکورہ بالا بطور استناد تلاوت فرمائی۔ آیت وحد لیت دونوں سے واضح ہوا کہ آخرت میں نسب نافع ہو گا اور مسلمہ شریف کی حدیث مذکور سے مراد یہ ہے کہ آدمی عمل میں اتنا نیچے رہ گیا کہ ایمان بھی اُس کے پاس نہیں تو ایسے شخص کو اُس کا نسب فائدہ نہ پہنچائے گا۔ در نہ یہ حدیث سورہ طور کی مسطورہ آیت کے معارض ہو جائے گی۔ سوال۔ ایک حدیث میں ہے۔ "أَلَا كَلَّا فَضْلُ بَعْرَ بَعْرٍ عَلَيَّ عَجَبِي وَكَأَلَا حَمْرٌ عَلَيَّ أَسْوَدٌ" یعنی خبر داد کسی عربی کو عجمی پر اصلا فضیلت نہیں نہ شرف کو سیاہ پر اور دوسری حدیث میں ہے۔ "أَنْظُرْ فَإِنَّكَ

لَسْتُ بِخَيْرٍ مِنْ أَحْمَدَ وَلَا أَشَقَّ إِلَّا أَنْ تَفْضَلَهُ بِنَفْسِي الْعِنِي وَكَيْفَ تَكُنْ لَكَ سِرٌّ بِرَدِّ نَفْسِي سِوَاهُ كَيْفَ وَقَدْ بَرَّرْتَنِي حَالٍ
نَهْنِ مَكْرُجِي كَيْفَ أَسْ مِنْ بَذْرِ رَيْعَتِي بِرُحْمَةِ جَدِّهِ أَنْ دَوْلُونَ حُدُوثٍ مِنْ صَافِ صَافٍ ظَاهِرٍ يُوْرِي بِهِيَ كَيْفَ نَسَبٍ وَجْهِ فُضِيلَتٍ نَهْنِ بَلْكَ وَجْهِ
فُضِيلَتٍ تَقْوَى هِيَ لَيْسَ يَأْنِ أَحَادِيثَ كَيْفَ مَعَارِضٍ يُوْغِيْنَ جَنْ مِنْ ثَابِتٍ هِيَ كَرْبِ عَمٍّ مِنْ فَضْلِ مِيْنِ سَاوَرِ نَسَبٍ هِيَ وَجْهِ فُضِيلَتٍ هُوَا
هِيَ تَرْدِغٍ تَعَاوُضٍ كَيْفَ طَرَحٍ كَيْفَ جَوَابٍ أَنْ دَوْلُونَ حُدُوثٍ مِنْ فَضْلِ كَيْفَ لَيْفِي رَاثِيٍّ أَوْ فَضْلِ كَيْفَ نَجَاتٍ كَيْفَ هِيَ تَوْ مَطْلَبٍ هِيَ هُوَا
كَرْبِ كَوْعَسٍ بِرِيَا مَنِ فُضِيلَتٍ نَهْنِ كَرْبِ هُوَا مَدَارِ نَجَاتٍ هِيَ يَأْتِيْهِ كَوْسِيَاهُ بِرِيَا مَنِ فُضِيلَتٍ نَهْنِ كَرْبِ هُوَا مَدَارِ نَجَاتٍ هِيَ كَيْفَ كُنْ
سَبَبِ نَجَاتٍ مَرُوفٍ تَقْوَى هِيَ نَسَبُ كَرْبِ يُوْغِيْ بَارِئُكَ كَا شَرِّحٍ هُوَا مَدَارِ نَجَاتٍ نَهْنِ .

رَقْعٌ قَالَ هَذَا الْقَوْلُ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ "منكم" ظرف مستقر ہو کر امر مبہم مقدم مقدار
کی صفت ہے تاکہ بیان بعد بہام ہو سکے اور واحد مذکور اس کا عطف بیان ہو اور "منکم" کے مخاطب اگرچہ البوسفیان اور ان کے ساتھی ہیں
مگر ادا عام ہے کہ تم حاضرین میں سے کسی نے یا تمہاری قوم "عرب" میں سے کسی نے یہ بات بھی کہی تھی ہر قول کا یہ مقصود یہ کہ تمہیں کثرت تم
حاضرین میں سے کسی نے ان سے بیشتر بات کسی وقت کہی ہے یعنی دعویٰ نبوت کیا ہے پس ثابت ہو کہ خطاب شفاعی بھی عام ہو کر کہتا ہے
اسی طرح "قَهْلٌ قَاتَلْتُمُوهُ" اور "مَاذَا يَا مَعْرُكُمُ" میں خطاب عام ہے مرن مخاطبین مراد نہیں ہیں۔ **سَمَوَالٌ** لفظ قَطُّ
تین قسم پر ہے۔ **أَوَّلٌ** بمعنی "حَسْبُ" جیسے قَطْرٌ یَدٍ دُرِّہم بمعنی حسب نرید دُرِّہم مگر فرق اتنا ہے کہ "حَسْبُ" معر
ہے اور یہ مبی کیونکہ دوحہ فی ہے بفتح القاف وسكون الطاء **وَمِ** اسم فعل بمعنی "يَكْفِي" اور بمعنی "انته" یہ بھی مفتوح القاف
اور بکن الطاء ہے۔ اسکا استعمال نون وقایہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے قَطْنِيْ بمعنی يَكْفِيْنِيْ اور اَوَّلٌ دَوْلُونَ طَرَحٍ اور لفظ "قَطُّ"
میں بھی "قَطُّ" بمعنی "انته" امر جاضر ہے اسکی "فَا" میں تین قول ہیں (۱) زائدہ (۲) جزائیہ (۳) عاطفہ **يَسُومُ**
ظرف زمان گذشتہ زمانہ کے استفرا کیواسے جیسے مَا فَعَلْتَهُ قَطُّ بمعنی مَا فَعَلْتَهُ فِيمَا انْقَطَعَ مِنْ عَمَلِي لِي الْآن - اس میں قات مفتوح اور طائش
مبني برضم ہے اور کبھی قاف بھی مضوم ہوتا ہے جیسے قَطُّ اور کبھی طاء تخفیف کیساتھ مضوم ہوتی ہے جیسے قَطُّ اور کبھی ساکن جیسے قَطُّ اور کبھی
طاء تشدید کیساتھ مسکون جیسے قَطُّ جلد زیر بحث میں دل اور دوم قسم کا استفادہ ظاہر ہے سوم اسلئے درست نہیں کہ وہ لفظی کیساتھ مضوم ہے۔
اور یہاں پر کلام منفی نہیں جواب بیشک اکثر بیشتر قسم کا استعمال لفظی میں ہوتا ہے لیکن کبھی ایجاب میں بھی وارد ہوا ہے جیسے فاطمہ
اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کما اسل رشاد میں جو ناز قصہ کے بارے میں واقع ہے کہ قصہ خون کے ساتھ مشروط نہیں بلکہ حالت امن میں بھی ایجاب
"صَلَّيْنَا أَكْثَرَ مَا كُنَّا قَطُّ وَأَمَّا مَنْكَ رَكْعَتَيْنِ"۔

رَقْعٌ شَرَفَ النَّاسِ الْخَمْسَ اشرف انسان کے ہر دو گوش دینی کو کہتے ہیں اور اشرف الناس ہر اشرف
جمع شریف جو شرافت بمعنی "ملو دینی یا دنیاوی" سے ماخوذ ہے اور ضعفاء "جمع ضعیف جو ضعف بمعنی کمزوری سے مشتق ہے تو اشرف
سے مراد وہ لوگ تھے جو دینی یا دنیاوی ہر تری رکھتے ہیں اور ضعفاء سے اس کے عکس **سَمَوَالٌ** یہ ارمح نہیں کیونکہ اس فقرے بیشتر صدیق اکبر
اور فاروق اعظم وغیرہ حضرات کو شرف ابتداء حاصل ہو چکا تھا جو دینی اور دنیاوی دونوں برتری کے لحاظ سے اشرف تھے حالانکہ البوسفیان نے
ضعفاء کے اتباع کا اثبات کر کے اشرف کے اتباع کی لفظی کی ہے **جَوَابُ** اکثریت کا اثبات اور اکثریت کی لفظی مراد یہی اتباع کرنے
والہیں ضعفاء کی اکثریت ہو اور گردانی کرنے والوں میں اشرف کی اکثریت۔ اس سے مفہوم ہوا کہ ضعفاء کی اکثریت کیساتھ اشرف
کی اقلیت سے بھی اتباع کی ہے **سَمَوَالٌ** اگر اکثریت اشرف کی لفظی مراد ہے تو روایت ابن اسحق اس کے معارض ہو جائیگی جس کے الفاظ یہ ہیں
"تَبِعَهُ مِمَّا الضَّعَفَاءُ وَالْمَسَاحِينُ وَالْأَحْدَاثُ فَاَمَّا ذَوُ الْاَسْنَادِ الشُّرُفُ فَمَا تَبِعَهُ مِنْهُمْ أَحَدٌ"۔

نہن قاتلہ مواتی

(رَبُّكَ يَزِيدُ قُوَّتَ) سے زیادت ثابت انقص و زیادت یہاں پر متنافی ہیں جن میں سے ایک کاثبوت دوسرے کے انتفاء کے لئے مستلزم ہے پس جب بوسعیان کے جواب مذکور سے زیادت ثابت ہوئی تو نقص منقہ ہو گیا۔ اور نقص بارتداد کو لازم تھا تو انتفاء لازم ہوا۔ اور چونکہ انتفاء لازم انتفاء مطلق کو مستلزم ہوتا ہے اس لئے ارتداد منقہ ہو گیا پس بوسعیان کے جواب (رَبُّكَ يَزِيدُ قُوَّتَ) سے یہ بات بھی منہم ہوئی کہ کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ پس سوال کرنے کی کیا حاجت رہی اور ہر قل نے نفی ارتداد کے بارے میں بوسعیان کے جواب مذکور پر انتفا کیوں نہیں کیا جواب سوال میں ذکر کردہ محقق مدہ کہ نقص ارتداد کو لازم ہے (سوال کے درود کو واسطے موتوں علیہ بلکہ اسکی جان ہے مگر یہ مفہور خود بے جان ہے کیونکہ بعض صورتوں میں ارتداد کے باوجود نقص ظاہر نہیں ہوتا ہے جیسا ابتداء کرنے والوں میں سے ہانج کے مرتد ہونے کے ساتھ ساتھ پندرہ جدید داخل ہو گئے تو اس صورت میں ارتداد کے باوجود نقص ظاہر نہیں ہوا بلکہ ابتداء کرنے والوں کی تعداد میں من کا اضافہ ہو گیا۔ تو ارتداد کے ساتھ نقص کے بجائے زیادت پائی گئی۔ پس معلوم ہوا کہ ارتداد کے لئے نقص لازم نہیں اسی واسطے ہر قل کو ارتداد کے بارے میں سوال کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

(قُلْ كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ بِالْكَذِبِ) یعنی علی الناس۔ انہام سے مشتق ہے جو اصل میں ادھام تھا مبتدئ بد معنول ہے مگر اول کی جانب بغض اور ثانی کی طرف بواسطہ "اِهْتَمَمْتُ بِكَذِّ الْمَعْنَى طَعْنٌ بِهِ" آتا ہے۔ اور سوال کے معنی ہوئے کہ کیا دعویٰ نبوت کر نیے پیشینہ جو طرے کی تہمت کھتے تھے یعنی تم لوگوں کو جھوٹ بولتے کیساتھ موصوف حمان کرتے تھے بمعوال ہر قل نے سوال میں نفس کذب تہمت کی جانب مدلل کیوں کیا یعنی سوال کیا کرتا ہے نہ ذکا پر کذب کی تہمت یا نہیں اور یہ سوال نہیں کیا کہ جھوٹ بولتے ہیں انہیں جو اس تہمت کو ہر قل کو پہلے سے آپ کی نبوت کا علم ہو چکا تھا۔ نظر ہوا اس نے چاہا کہ ان لوگوں کے تپے صدق پر چمکے۔ کہو نہ کیسی ہی بولا کرتے ہیں۔ ان سے کذب کا صدور ممکن نہیں۔ اس واسطے نفس کذب کے متعلق سوال نہیں کیا ہاں یہ ممکن ہے کہ لوگ اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر نبی کو کذب کے ساتھ تہمت کر کے اپنے تہمت کے پائیدار کر لیا۔ نیز اس مدلل میں قصہ مسافت بھی ہے کیونکہ سوال تہمت کے بعد سوال کذب کی حاجت باقی نہیں رہتی اسلئے کہ تہمت مسببہ اور کذب سبب اور انتفاء و سبب انتفاء سبب کے واسطے مستلزم ہوتا ہے تو تہمت کی نفی سے کذب کی بھی نفی ہو گئی۔ بخلاف کذب کی نفی سے تہمت کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ انتفاء و سبب انتفاء سبب پر دلالت نہیں کرتا۔ اسی نظریہ کے ماتحت تہمت کذب کے متعلق سوال کرنے کے بعد قدر کے بارے میں سوال کیا کہ وہ بھی تہمت کی طرح مسبب و کذب سبب ہے۔ اسکی نفی بھی کذب کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس عدول میں نہ سبب کہ شرمہ دو کا کہ "کی خوبی بھی پائی جاتی ہے۔ اسی واسطے ہر قل نے اس کو اختیار کیا۔ بعد ازاں حدیث زیر بحث کی ترجمۃ الباب کیساتھ کیا مناسبت ہو جو جواب نے اول بعض شارحین نے فرمایا کہ حدیث زیر بحث میں ذکر کردہ آیت جو آگے آئی ہے اس آیت کے مناسبت جو ترجمۃ الباب میں ذکر کی گئی تھی۔ اس تقدیر پر حدیث زیر بحث کو ترجمۃ الباب کے جرد دوم سے مناسبت ہوگی اور اگر وہ آیت ترجمۃ الباب میں مل نہیں تو بیان مناسبت میں کہا جائیگا کہ حدیث زیر بحث اپنی ایک اعتبار سے اس آیت کے مناسبت اور وہ آیت ترجمۃ الباب ہے لہذا حدیث زیر بحث ترجمۃ الباب سے مناسبت ہوئی کیونکہ مناسبت شے کا مناسبت بھی شے کا مناسبت ہوتا ہے مگر ہر کیف مدلول آیتوں میں مناسبت یہ ہو کہ اقامت دین پر مدلول مشمل ہیں۔ حدیث زیر بحث کی آیت میں ہو کہ تمنا اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور یا قامت دین ہو جسکی وحی حضرت نوح علیہ السلام نے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی کی تھی چنانچہ آیت شریعہ لکم من الدین ما وصی بہ نوحا اس مضمون پر مراحۃ دلالت کرتی ہے اور ترجمۃ الباب کی آیت اجمالا۔

جواب دوم اقول مجملہ زیر بحث میں موجی الیہ یعنی محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایسا وصف مذکور ہے جسکے ساتھ آپ وقت ابتداء کی وحی متصف تھے اور وہ تہمت کا کذب ہونا ہو پہلے بتلئے وحی کی کیفیت جو ترجمۃ الباب کی حدیث زیر بحث سے اس طرح مفہور ہوئی۔

کہ ابتدائے وحی اس حال میں ہوئی تھی کہ ”موسیٰ الیہ“ متہم بالکذب نہو نیکی کے ساتھ موصوف تھے۔ مخفی نہا لیسے کہ حدیث زیر بحث میں عدم اتہام بالکذب کے علاوہ آپ کے اور بھی اوصاف مذکور ہیں مگر مناسبت انہیں سے حاصل ہوگی جو بروقت ابتدائے نزول وحی ذات بابر کا تہیں موجود تھے۔ پھر ستر نہ یہ کہ ابتدائی حالات انہیں کو کہا جاتا ہے جو ستر نہوں۔

(وَحْنٌ مِنْهُ فِي مَدَّةِ الْخَمْرِ) اس حدیث سے صلح حدیبیہ کا زمانہ مراد ہے یا ابوسفیان کے اس سفر کا زمانہ اشارہ ہیں حدیث کے اسی تین قول ہیں۔ امام نووی علیہ الرحمۃ نے اول پر تفصیل فرمائی۔ علامۃ عینی علیہ الرحمۃ نے اول احتمال کو رد کر کے دواضح کیا۔ علامۃ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے تیسری کہہ ایک مراد ہو سکتا ہے۔ قول شاید قول اول کی وجہ یہ ہو کہ دوسری روایت میں احتمال دل کی تصریح آگئی ہے چنانچہ فتح الباری میں عروہ سے ابوالکاسود کی مرسل روایت الفاظ یہ ہیں قَالَ فَعَلَّ يَغْدِرُ اِذَا عَاهَدَ قَالَ لَا اَكَلَا اِنْ يَغْدِرُ فِي هَذِهِ هَذِهِ فَقَالَ وَمَا يَخَافُ مِنْ هَذِهِ فَقَالَ اِنْ قَوْمِي اَمَدُوا حِلْفًا لَكُمْ عَلَى حِلْفَانِهِ قَالَ اِنْ كُنْتُمْ بَدَلْتُمْ فَاَنْتُمْ اَعْدَاؤُكُمْ ۱۱۔ ترجمہ ہر قل نے کہا۔ تو کیا وہ معاہدہ کر کے ہند گئی کرتے ہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔ مگر یہ کہ اپنی اس مصالحت کے زمانے میں ہند گئی کر سٹھیں۔ اس پر ہر قل نے دریافت کیا کہ اس زمانہ مصالحت میں ہند گئی کا خوف کیوں ہے۔ تو ابوسفیان نے وجہ خوف بیان کرتے ہوئے کہا کہ میری قوم نے ان کے حلیفوں کے مقابل اپنے حلیفوں کی امداد کی ہے۔ ہر قل نے کہا کہ جب تم نے ہند گئی میں بدگئی تو تمہیں غدار کہیں گے اب ان کے غدار سے خائف ہونا چاہیے۔ لیکن اس مرسل روایت کے پیش نظر ایک محذور لازم آئے گا جسکی تقریر یہ ہے **تقریر محمد ورس** اس روایت مرسل کا اول اپنے آخر کیساتھ مناقض ہو گیا۔ مگر ابوسفیان کے قول ”اَلَا اِنْ يَغْدِرُ فِي هَذِهِ هَذِهِ“ سے بقائے غیر مفہوم ہوتا ہے اور ان کے قول ”فَاِنْ قَوْمِي اَمَدُوا حِلْفًا لَكُمْ“ سے عدم بقا۔ اور بقا عدم بقا دونوں مناقض ہیں پس یہ روایت متناقضین کی مثبت ہوئی۔ اور جو کلام متناقضین کے اثبات پر مشتمل ہو اس سے متکدر است نہیں کہتا۔ مشہور روای لکنتہ مسطور یہ نیز جبکہ اس روایت مرسل نے اپنے آخے اعتبار سے عدم بقائے غیر و طالت کی توبہ فقرہ زیر بحث معارض ہوگی کہ وہ بر تقدیر احتمال دل بقاء غیر و طالت کرتا ہے پھر اس روایت مرسل سے احتمال دل کی ترجیح پر استدلال کس طرح درست ہو سکے گا **جواب** فقہ ذیل بحث اول اس روایت مرسل میں محال نہیں کہ توفقرہ زیر بحث میں جارحہ مدد منہ اپنے متعلق سے بل کہ ”مدۃ“ کی صفت ہو اور تقدیر عبارتوں ہوگی۔ مروی عن فی مدۃ ثابتہ منہ چونکہ تقدیر محققہ التاخیر افادہ تھریا کرتی ہو نظر برائ منہ کی تقدیر کے فقرہ کا افادہ کیا۔ اب فقرہ زیر بحث کے معنی یہ ہوتے کہ ہم ایسی مدت میں ہیں جو انہیں کی جانب سے ثابت ہو اور انہیں کی جانب سے لی ہوئی ہے مصالحت کی مدت فریقین کی طرف سے ہو کر کرتی ہے اور ابوسفیان کی قوم اپنے حلیفوں کی آپ کے حلیفوں کے مقابل مدد کر کے چکر ہند گئی کر چکی اسلئے مصالحت تو باقی رہی نہیں۔ البتہ آپ ابی بلک اس کے متقاضی پر قائم ہیں۔ توفقرہ زیر بحث میں لفظ ”مدۃ“ سے مقتضائے مصالحت پر قیام کا زمانہ ہی مراد ہوا۔ اور اس معنی کے پیش نظر روایت مرسل میں ”ہد نہ“ یعنی مصالحت کو آپ کی جانب امانت کر کے ذکر کیا ہے۔ جو تفصیل پر دلالت کرتی ہے۔ ورنہ ”ہد نہ“ کہنا چاہئے تھا کہ مصالحت باب مفاعلت سے ہو نیکی باعث دونوں فریق سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اس تقدیر پر پروا مرسل میں ابوسفیان کا ”اَلَا اِنْ يَغْدِرُ“ کہنا درست نہیں۔ کیونکہ جب مصالحت ختم ہو چکی تو غدار کا احتمال بھی جاتا رہا۔ اسلئے ہر قل نے اس پر مواخذہ کرتے ہوئے کہا: ”اِنْ كُنْتُمْ بَدَلْتُمْ فَاَنْتُمْ اَعْدَاؤُكُمْ“ ہر قل کے اس قول میں ”اَعْدَاؤُكُمْ“ تفسیل کے معنی پر نہیں جیسے لفظ ”اَعْدَاؤُكُمْ“ میں مدۃ کلام کے معنی فاسد ہو جائینگے۔ اب بفضلہ تعالیٰ ثابت ہو کہ روایت مرسل کا اول آخر یا ہم متناقض بھی نہیں۔ اور فقرہ زیر بحث کے معارض بھی نہیں۔ لہذا روایت مرسل سے احتمال دل کی ترجیح پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ **سوال** مذکور بالا روایت مرسل کے پیش نظر جب مصالحت ختم ہو گئی پھر نہ مصالحت کہاں کی رہا چکی کہ وہ مراد لیا جاسکے۔ اور جب نہ مصالحت باقی نہ رہا تو اسکی

ترجیح پر استدلال کیا کیا اب تو ثابت ہوا کہ احتمال اول کا مرد ہونا باطل ہے جواب۔ اس تقدیر پر زمانہ مصالحت سے مراد وہ زمانہ نہیں جس میں مصالحت قائم ہو جی کہ اعتراض مذکور لازم آئے بلکہ وہ زمانہ مراد ہے جس کے بارے میں مصالحت ہوئی تھی۔ اور جس میں ایک فرقہ بکثرت کے مقتضی قائم ہے۔ اگرچہ مصالحت باقی نہ رہی۔ واللہ اعلم۔ یا قول اول کی وجہ یہ ہے کہ ابتدائے حدیث میں فقرہ زیر بحث سے پیشتر ابو یوسفیاں کے قول فی المدۃ التي انقضت مصالحت کا ذکر ہو چکا ہے اسلئے فقرہ زیر بحث میں لفظ مدۃ سے مدت مصالحت یعنی صلح حدیبیہ کا زمانہ مراد ہے۔ قول دوم کی وجہ یہ ہے کہ وہ زمانہ مراد ہے جب نکرہ کیساتھ کیا جائے تو ثنائی غیر اولی ہوتا ہے اور ابتدائے حدیث میں لفظ مدۃ معروف ہے جس کا اعادہ فقرہ زیر بحث میں نکرہ کیساتھ کیا گیا تو یہ مدت اول کے باعتبار مفہوم مغایر ہوئی۔ لہذا اس مدت سے زمانہ سفر مراد ہے۔ اور اس تقدیر پر فقرہ زیر بحث میں مدۃ جار مجرور مدۃ کی صفت نہیں۔ بلکہ لفظ نحن سے حال ہے۔ تقدیر عبارت لیں ہوگی۔ ونحن غائبین منہ فی مدۃ جو نکرہ غیبیہ کا صلاہ عن آتا ہے۔ اسلئے یہاں پڑ من بمعنی عن ہے جیسے آیت قد کن فی غفلة من هذا اور آیت فویل لک سیاسة قلوبھم من غیر اللہ میں من بمعنی عن ہے کما فی جمع العوامع و اوضح رہے کہ یہ اختلاف مراد لفظ میں ہے جبکہ ابوسفیان کے قول لہذا لا نکرہی ما هو فاعل فیہا کی مراد کا اختلاف یہی ہے۔ کہ تا سببانی مصداق میں اختلاف نہیں اسلئے کہ ایک حصہ زمانہ مصالحت اور زمانہ سفر کے مصداق میں اتحاد ہے جبکہ سبب میں بقیہ عام۔ ندیبہ سبب ثابت مشہور وہ سال کے لئے التو لے جنگ پر مصالحت ہوئی تھی۔ اور قمار قریش کی عہد شکنی کے باعث شہر میں چٹھائی کیے گئے مگر نہ کو فتح کیا گیا تو صلح افسح کا دہائی زمانہ ابوسفیان کے سفر کا زمانہ ہے جو مصالحت کے زمانے میں داخل تھا جو نکرہ دونوں باعتبار مصداق متحد ہیں اسلئے علامہ سطلانی قس نے فرمایا کہ فقرہ زیر بحث میں لفظ مدۃ سے ہر ایک مراد ہو سکتا ہے لیکن بطورے خیار لاہور اور واسطہ تھا۔ و اسے نزدیک قول دوم اظہر ہے اسلئے کہ قول اول کی طرح متحد تکلف نہیں لہذا ما عندی فی شرح هذا المقام واللہ اعلم و مراد عبادۃ الصلح۔

ولا ندري ما هو فاعل فيهما یہ جملہ لفظ مدۃ کی صفت ہے۔ جن حضرات نے فقرہ سابق میں "مدۃ" سے زمانہ مصالحت مراد لیا ان کے نزدیک اس جملے سے ابوسفیان کا نبوی عدم غدر کے متعلق تردد مستفاد ہوتا ہے کہ وہ یقینی نہیں اور یہی ایک فرع کی تفسیر ہے کیونکہ جس شخص کا عدم غدر مشکوک ہو اس کا مرتبہ ایسے شخص سے یقیناً بہت ہوتا ہے جس کا عدم غدر یقینی ہو علیہ القائل میں ہے۔ قال الصولکان فی قولہ لا ندري اشارة الى ان عدم غدر سے غیر صحیح و مبالغہ جو نکرہ عدم غدر کو مشکوک قرار دینا بھی ایک نوع تفسیر پر اس واسطے ابوسفیان نے کہا۔ و لکنی کلمۃ اذ خل فیہا شئنا غیر ہذا الکلمۃ یعنی اور مجھے کسی ایسی بات پر قدرت نہ ہوئی۔ جس میں کوئی چیز موجب تفسیر اس کے سوا داخل کر دیتا۔ علامۃ عینی قدس سے قولہ نے جو نکرہ سابق میں "مدۃ" سے زمانہ سفر مراد لیا اسلئے وہ فرماتے ہیں کہ "لا ندري" الخ سے تردد ضرور شرع ہوتا ہے مگر اسلئے نہیں کہ آپ کا عدم غدر مشکوک ابوسفیان کو تو آپ کے عدم غدر متعلق یقین ستر تھا بلکہ اسلئے کہ وہ سفر میں ہوا آپ کی خبروں کے وصول کا سلسلہ منقطع ہے۔ انسان کے حالات کبھی متغیر ہو جا کر تے ہیں و سفر میں رہنے والوں کو علم نہیں ہوتا کہ وہ انہیں حالات پر قائم ہے جبکہ ستر چھوڑا تھا یا ان میں تغیر و تبدل ہو گیا یا غلبہ جو کمال ہے کہ شدید ترین مخالفت کی زبان بھی کلمہ تفسیر کہنے سے عاجز ہو گئی اور نبوی وفائے عہد کے خلاف دم نہ مار سکی۔ اس واسطے انہوں نے کہا کہ مجھے خبر اس کے کسی موجب تفسیر بات کے کہیں پر قدرت نہ ہوئی۔ اس تقریر سے جو نکرہ نبوی کمال کا اظہار ہوتا ہے۔ کہ جانی دشمن کو بھی اس کے خلاف زبان کھولنے کی طاقت نہیں۔ اسلئے ہمارے نزدیک علامہ عینی قدس سرہ کا قول راجح ہے اور دوسرا قول مرجوح کیونکہ ابوسفیان کی اس گفتگو کے وقت مصالحت قائم نہ تھی۔ کما سبق۔ پھر عدم غدر کے بارے میں تردد و ظاہر کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ ہاں اگر مصالحت قائم ہوتی تو عدم غدر کے متعلق اظہار تردد بر محل ہو سکتا تھا سو اللہ اعلم۔

(غیر ہذا الکلمۃ) لفظ غیر پر رفع اور نصب دونوں جائز ہیں۔ دفع اسلئے کہ "کلمۃ" کی صفت ہے جو فاعل فعل ہے۔ اور نصب اسلئے کہ ہشتیغاً مفعول پر کی صفت ہے۔ سوال "کلمۃ" اور شیعاً دونوں نکو ہیں اور لفظ "غیر" معرف کی طرف مضاف ہوئی کہ باعث معرف ہو گیا تو موصوف اور صفت میں مطابقت نہ رہی جواب لفظ "غیر" لہام میں سفور تو نخل ہے کہ معرف کی طرف مضاف ہونے کے باوجود معرف نہیں البتہ ایک شرط سے معرف ہو جاتا ہے وہ یہ کہ مضاف الیک مفاہرت کیساتھ مشہور ہے۔ الحکۃ غیر السکون میں "الحکۃ" مضاف ہے اور سکون مضاف الیہ اور اول کی مفاہرت ثانی کیساتھ مشہور ہے تو اسوقت معرف ہو جاسکتا۔ اور یہاں پر چونکہ یہ شرط نہیں پائی جاتی اسلئے معرف نہ ہوا۔ اور نہ کی صفت مضاف ہو جاتا ہے۔ یہ جواب پر مذہب ابن سراج ہر دو جہوں کا ذکر کے نزدیک اس شرط کے باوجود معرف نہیں ہوتا چنانچہ ان کے نزدیک غیر المفعول علیہم کہ کو الٰذین اُعتِمَّت علیہم کی صفت قرار دینا یا یہ شرط درست ہے کہ الٰذین موصول کو بمنزلہ مکرر قرار دے لیں۔ ورنہ درست نہیں۔ حالانکہ یہاں پر مضاف "مُعْتَمِدٌ عَلَیْہِم" مضاف الیہ مفعول علیہم کی مفاہرت کیساتھ مشہور ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جہوں کے نزدیک اس شرط کے باوجود "غیر" مکرر رہتا ہے۔

سوال ہذا الکلمۃ سے مراد کاندسری مآخوذ فاعل فیہا ہے اور یہ کلمۃ نہیں بلکہ کلام ہے پھر اسکو کلمۃ سے تعبیر کیا کہ طرح درست ہوگا جواب یہاں پر کلمۃ سے لغوی معنی مراد ہیں جن کا اطلاق مفرد اور مرکب تام دونوں پر ہوتا ہے۔

(فَقُلْ قَاتِلُوہُمْ) سوال یہ فعل باب مفاعیل سے ہے جبکہ فاعل ظاہر معنی مفعول اور مفعول ظاہر معنی فاعل ہو کر رہا یعنی جو چیز لفظاً فاعل ہوتی ہے وہ معنی مفعول اور جو لفظاً مفعول وہ معنی فاعل ہو کر رہتی ہے۔ تو ہر فعل نے اس سوال میں دو مفعول اور ان کے فاعل کو لفظاً ضمیر فاعل سے اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لفظاً ضمیر مفعول سے ذکر کیا۔ اور اسلئے برعکس یوں کہیں نہیں کہا "فَقُلْ قَاتِلُوہُمْ" کہ اس صورت میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لفظاً فاعل اور ابو سفیان مع اپنے ساتھیوں کے لفظاً مفعول ہوتے۔ آخر اس تعبیر کو اس پر کیا مقرر جبکہ بنا پر کو اختیار کیا گیا۔ حالانکہ یہ انحصار ہے جواب ہر فعل نے سوال میں "قاتلُوہُمْ" کہ لکھتے ہیں قتال کو ابو سفیان اور ان کے رفقاء طرف منسوب کیا تاکہ معلوم ہو کہ نبی اپنی قوم سے قتال میں ابتدا نہیں فرماتے اور اگر سوال میں قاتلکم کہا جاتا تو لفظاً ابتداء قتال کی نسبت نبی کی طرف ہوتی تھا جسکے علم کے خلاف تھی۔ اسی نکتہ کے پیش نظر اہل تعبیر کو ثانی پر اختیار کیا۔ سوال ضمیر مفصل اسوقت لائی جاتی ہے جبکہ ضمیر مفصل لانا معتذر ہو۔ چنانچہ کافیہ میں ہے۔ "لا یسوغ المفضل الا لفظاً المتصل" ہذا کیفہ کان قتالکم ایاہم بانفصال ضمیر غائب کہنا درست نہیں اسلئے کہ کثیف کان قتالکم وہ بانفصال ضمیر غائب کہنا درست ہے پس ضمیر مفصل لانا معتذر نہ ہوا حتیٰ کہ مفصل لانے کی ضرورت ہو جواب کافیہ کی عبارت مذکورہ ضمیر واحد فرمایا منصوب کی بار میں ہے فقرہ مذکورہ فی سوال سے متعلق نہیں۔ فقرہ اس قاعدے سے متعلق ہے جو اجتماع ضمیر کے بار میں اس لفظ بیان کیا ہے۔ "فَاِذَا اجتمع ضمیران ولیس احدهما مرفوعاً فان کان احدهما اعراف وقد متہ فذلک الجبار فی الثانی" جبکہ وہ ضمیر جمع ہو جائے تو ضمیر کوئی مرفوع نہ ہو اور اعراف کو مقدم کر دیا گیا تو ثانی میں اختیار ہے کہ یا ضمیر مفصل لایا جائے یا متصل پس قتالکم ایاہم اللہ قتالکم وہ دونوں جائز ہیں بلکہ علامہ مخشری نے اول کے انصاف ہونے پر تنبیہ کی ہے۔ کما فی عملہ القاری۔

رَأْسُ رَبِّ بَيْنَا وَبَيْنَا سَبَّاحُ الْحَرْبِ جَدَّہِ اللہ سبَّاحُ اسلئے کہ خبر ہے سوال اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مبتداء خبر میں مطابقت نہ ہے۔ کیونکہ الحرب مفریہ اور سبَّاح مجمل محض لو کہ جمع ہے جواب اقل جو کہ حرب اسم جنس ہے جس کا اطلاق کثیر و قلیل پر ہو کر تائب اسلئے خبر جمع ہونا درست ہے جواب دوم سبَّاح مبتداء نہیں بلکہ بوزن قتال بمعنی حیلۃ مصد ہے جس کے معنی مفاخرہ آتے ہیں اقول جواب اول سے سوال دفع نہیں ہوا۔ "کہ اسم جنس جمع نہیں ہوتا حتیٰ کہ مبتداء خبر میں

مطابقت حاصل ہو جائے اور جواب دہ پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ اس تقدیر پر سجال "مصدر" اور مصدر کا محل موافق عرف اپنے مراد پر ہوتا ہے یا اپنے مصدر پر اور حرب مراد بزمہ حصہ۔ تو اس جواب پر مصدر کا موافق محل غیر مراد اور غیر مصدر پر لازم آجواہل ہے۔ اس لئے ابتداء میں کہا جائے کہ سجال "حقیقۃً خبر نہیں اداۃ تشبیہ کو محذوف کر دینے کے باعث کلام تشبیہ طبع پر مثل ہے اصل عبارت یوں تھی "الْحَرْبُ مِثْلُنَا وَ بَيْتُنَا كَالسَّجَالِ" توحیفۃً خبر جار مجرور کا متعلق مثلاً ثابتہ ہوا جس کے مفرد مجھے میں شک نہیں پس اب سوال وارد ہوگا کہ اسکا درود باعنا ظاہر تھا۔ ابوسفیان نے حصول مقصود کا وسیلہ بننے میں سجال کے ساتھ حرب کو تشبیہی اور مسلم کا فرج امین ہر دو جماعت کو ان کو آپ کشندہ کیساتھ مشابہ قرار دیا جن کے درمیان ایک ڈول مشترک ہے وہ ڈول باری باری سے کبھی ایک کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کے۔ ایسے ہی معرکہ جنگ کبھی ان کے ہاتھ نہ رہتا ہے اور کبھی ہمارے جیسے کہ ایک شاعر نے بھی کہا ہے شعر: **فَيَوْمٌ عَلَيْنَا وَ يَوْمٌ لَنَا**۔ **وَ يَوْمٌ مَا نَسَاءُ وَ يَوْمٌ مَا نَسْتَرُ** پس اس مقام پر باعتبار عجزنا لحدوث "سجال" سے "قوب" کا ارادہ کیا گیا جو نوبۃ بمعنی باری کی جمع ہے چنانچہ اس معنی کے پیش نظر ابوسفیان نے "سجال" خبر کی تفسیر باری لفظ ناک ہے۔ (فیال منال منال منہ) کبھی وہ اپنا مظلوم ہم سے پالیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے فعل **نَالِ مِنْ عَدُوِّهِ** مَطْلُوبَةٌ بمعنی "تبلغ منہ مَطْلُوبَةٌ" سے اخذ ہے پس تقدیر یہ دونوں فعل متعدی ہیں۔ "ینال" کا مفعول "مَطْلُوبَةٌ" اور "نَالِ" کا "مَطْلُوبِينَ" محذوف ہے۔ اور **نَالِ مِنْ فُلَانٍ** بمعنی "وقع فی" اور **نَالِ الرَّحِيلِ** بمعنی "دنا" لازم ہیں اور کبھی متعدی بدو مفعول ہوتا ہے جیسے **نَالَهُ مَطْلُوبَةٌ** بمعنی "صیدہ ینالہ" اور کبھی نال بمعنی "وصل" جیسے **نَالِي مِنْ فُلَانٍ مَعْرُوفٌ** بمعنی "وصل الی منہ معرف" اور **نَالِ مِنْ عَرَضٍ فُلَانٍ** بمعنی "تسبیہ" آتا ہے۔ الغرض ابوسفیان کا مقصود اس عبارت سے غزوہ بدر اور غزوہ احد کی طرف اشارہ ہے کہ اول میں کفار قتل کئے گئے اور دوم میں مسلمان شہید ہوئے تھے بمسوال جملہ ینال منال منال منہ کو "سجال" خبر کی تفسیر وارد بنا درست نہیں۔ کیونکہ تفسیر ہونے کی تقدیر پر ایسے ضمیر ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف راجع ہو اور یہ جملہ اس ضمیر رابطہ سے خالی ہے اسلئے جملہ مذکورہ کا تفسیر ہونا درست نہیں۔ جواب وہ ضمیر رابطہ عبارت میں مقدر ہے اصل عبارت یوں تھی "ینال منال منال منال منہ فیہا"۔

بشیر صحیح البخاری

رَمَاذِیَا مَرْكَمٍ الخی لفظ "مَاذَا" چند جہ پر متعلی ہوتا ہے (۱) "مَا" استفہامیہ ہے اور "ذَا" اسم اشارہ جیسے "مَاذَا التَّوَانِی (۲) "مَا" استفہامیہ اور "ذَا" اسم موصول جیسے لبید کے اس شعر میں۔ **اَلَا تَسْتَلَانِ الْمَرْءَ مَا فِیْ اَیْحَاوِلْ** **اَنْحَبْ فِیْقِضِیْ اَمْ ضِلَالٌ دَبَا طَلٌ (۳) مَاذَا** تمام مرلے استفہام ہو جیسے **مَاذَا اِجْتَمَعَ (۴) مَاذَا** تمام اسم جنس بمعنی "شیء" یا اسم موصول بمعنی "الذی" جیسے کئی شاعر کے اس شعر میں۔ **ذِیْ مَاذَا عَلِمْتِ سَا قِیْقِہٖ وَ لَکِیْ** **بِالْمُعِیْبِ نَبِیْنِیْ**۔ بر مسلک جمہور **مَاذَا** "بما کہ کو ذی" کا مفعول تسلیم کر کے سبب (۱) اور ابن خروف نے کہا کہ اسم موصول اور فارسی نے کہا کہ بمعنی "شیء" (۵) **مَاذَا** اور "ذَا" اسم اشارہ ہے جیسے شریعتہ یا ہللی کے اس شعر میں۔ **اَنْوَرَا شِعْ مَاذَا یَا فَرُوقُ وَ وَحِبُّ الْوَصْلِ مُنْتِکَ حَدِیْقُ**۔ "نور" بمعنی "نفاہ" ہے اور "شِعْ" مخفف "شِعْ" بمعنی "مَسْخَع" ہے اور حدیق بمعنی "مقطوع" (۶) **مَا** مرلے استفہام اور "ذَا" زائد ہے ایک جماعت نے اس استعمال کو **مَاذَا** صنعت میں جائز قرار دیا ہے۔ لیکن ابن ہشام نے معنی اللیب میں یا بخوبی و تحقیق وجوہ کو یہ لکھ رکھا ہے۔ **وَالْحَقِیْقُ اَنَّ اَلْاَسْمَاءَ لَا تَوَلِّیْ**

لھذا افرورہ رکش میں بلا تکلف صرف وہ دوم اور سوم اختیار کیا سکتی ہے۔ اور ان ہر دو جہ پر ضمیر عام کی تقدیر لازم ہوگی۔ کما کہ بعض نے اور ایک روایت میں **رَمَاذِیَا مَرْكَمٍ** ہے اس صورت میں تقدیر ضمیر کی احتیاج نہیں۔ اس سوال سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ قوم کو امر کرنا نبوی منصب ہے۔ اسی واسطے ہر قریظ نے نفس امر کے باوجود سوال نہیں کیا کہ وہ نکو امر کرنے ہیں یا نہیں۔ بلکہ **مَا** ضروری کو روایت کیا کہ وہ

کیا ہے۔ ابوسفیان نے سوال مذکور کے جواب میں چند باتیں ذکر کیں (۱) یَقُولُ اَعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهُ وَلَا تَشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا لفظ "امر" کے بار میں طار اصل مختلف ہیں کہ دو صیغہ مخصوص میں حقیقۃً اور فعل میں مجازاً۔ یا دونوں میں مشترک لفظی ہے یا مشترک معنوی قول دل محتاج ہے۔ ابوسفیان کا سوال مذکور کے جواب میں "اعبدوا" کہنا قول مختار کی بہترین دلیل ہے کیونکہ وہ اہل لسان میں جب انہوں نے سوال مذکور کے جواب میں صیغہ مخصوص اختیار کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا موضوع لہ صیغہ مخصوص ہے۔ اسی طرح ان سے روایت کر نیوالے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اہل لسان ہونے میں شک نہیں۔ بلکہ وہ اخص ہیں۔ انہوں نے بھی روایت کرتے وقت اس کو برقرار رکھا۔ پس ثابت ہوا کہ اہل لسان کے نزدیک لفظ "امر" کا موضوع لہ صیغہ مخصوص ہے۔ ایک روایت میں (لَا تَشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا) بدون "واو" آیا ہے اس روایت پر کہ "لَا تَشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا" لفظ "وَحْدَهُ" کی تاکید ہے۔ سوال روایت واو کی بنا پر لازم آئے گا کہ لفظ "امر" کے موضوع لہ صیغہ یعنی ہی داخل ہو کہ ابوسفیان نے سوال مذکور کے جواب میں دونوں صیغے ذکر کئے ہیں۔ جواب امر یا لشیئ مامور کی ضد مغفوت سے ہی کو متضمن ہوتا ہے جیسے نہی عن الشئی۔ امر یا لصد کو متضمن ہوتی ہے اسلئے "لَا تَشْرِكُوْا" کو ذکر کیا کیونکہ اشیائ علی اللہ وحدہ کی ضد مغفوت ہو کہ متضمن اور متضمن میں منایرت ہوتی ہے۔ اس واسطے "واو" عاطف اختیار کیا جو منایرت پر دلالت کرتا ہے۔

اشد ضروری تنبیہ۔ جس کا محفوظ رکھنا ہر مسلم کے لئے عموماً اور علم دین کی تکفیل کر نیوالے طلبہ کے لئے خصوصاً اشد ضروری ہے اسلامی تاریخ مطالعہ کرنے والے اصحاب پر مخفی نہیں کہ عبد اللہ ابن سبا یہودی مسیح پہلا وہ شخص ہے جس نے اسلام دشمنی کے پیش نظر مکر اسلامی لباس پہن کر ایک ایسا مشن قائم کیا تھا جو اسلامی عقاید پر تخریب اور مسلم جماعت میں اختلافات پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ شیخ راغنی تفضیلیہ وغیرہ فرماتے اسی مشن کی ترقیم بننے کا فساد کے نتائج ہیں عبداللہ ابن سبا یہودی کے اس واقعہ اور اس کے کرد و فریب کو ائمہ عبد الغزیز صاحب محنت دہلوی قدس سرہ القوی نے اپنی کتاب تحفۃ اثناعشریہ میں مفصل طور پر بیان فرمایا ہے۔ وہ سن اب تک قائم ہے اور مذکورہ بالا ناپاک مقصد کو واسطے طرح طرح کی کوششیں جاری ہیں۔ اور اس کے حصول کے لئے ہتھیار دولت صرف کجائی ہے۔ انہما کی فریب اور کامل عیاری یہ کہ اس کیلئے گرایہ پر ایسے لوگوں کا انتخاب مل گیا ہے جو اسلام کے مدعی ہیں۔ اسلام کے حقیقہ حق و حقیقت پر ہمت کو ختم کرنے کے پیش نظر ایران میں مرزا علی حسین بہادر کواد قادیان میں مرزا غلام احمد کواد کواد کواد کا دعویٰ بنا کر کھڑا کر دیا۔ اور کچھ گرایہ کے ایجنٹ لگانے جنہوں نے انکی آواز پر بلند آہنگی کے ساتھ تبلیغ ابکرائی کی تو ت کے گیت گانے شروع کر دیئے آج کل مذہب اہل سنت کے خلاف بخند و عیاری عقاید کی تبلیغ کے لئے مرزا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی اور مولوی الیاس صاحب کواد کواد کی ابتدا اور ان کے اسلام ہمت کی بنیاد ڈالی اور ان کے تبلیغی جماعت کی یہ دونوں جماعتیں بھری عقاید کی تبلیغ کرتی اور بات بات پر حکم شرک لگاتی ہیں۔ اسلئے شرک کے معنی کی وضاحت کر دینا ضروری ہوا ہے کہ اگرچہ مسلمان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ تاکہ ناقص اسما بن کے دھوکے میں نہ کہ مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں۔ شئی لکھنے سے معنی یہ ہے کہ وہ یہودی استحقاق عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا یعنی غیر خدا کو واجب الوجود یا حق عبادت عقدا کرنا واجب الوجود اس بات کو کہتے ہیں جبکہ وہ ضروری ہوا اور ہر مملکت میں ہو کہ کسی غیر خدا کو واجب الوجود یا حق عبادت اعتقاد نہیں کیا وہ ہرگز مشرک نہیں ہو سکتا عرفہ معقول لہا پر شرک کا حکم نہیں لگایا جاتا حالانکہ وہ بدول کو اپنے افعال کا خالق کہتے ہیں۔ کیوں۔ اسلئے کہ انہوں نے بنائے کے لئے درجہ جو دیا استحقاق عبادت کا اثبات نہیں کیا چنانچہ شرح عقائد سنہی مطبوعہ الزامی ۳۴ میں یہ بحث مسکلت افعال عبادت فرماتے ہیں: "الاشراک ہوا اثبات المشرک فی کلا الوہیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما للعبادۃ الا صنم ام یعنی اشراک کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ

اشد ضروری تنبیہ

دلیل کے معنی

نہایت اشد ضروری

شرک کے معنی

کے ساتھ الوہیت یعنی وجوب وجود میں کسی کو شریک کرنا جیسے جوس کرتے ہیں کہ وہ دو واجب الوجود مانتے ہیں ایک خالق خیرس کا نام اُنکے یہاں مزدان ہے اور ایک خالق شر جسکو اھر من کہتے ہیں۔ یا الوہیت بمعنی استحقاق عبادت میں شریک کرنا جیسے بُت پرست کہ بتوں کو مستحق عبادت مانتے ہیں۔

(۲) بات ابو سیفان نے مذکورہ بالا سوال کے جواب میں یہ ذکر کیا (وَأَنْتَ كَوْنُهَا يَقُولُ أَبْنَاءُ كُمْ) یعنی جن باتوں کے تہائے اہل قائل تھے۔ اُن سب کو چھوڑ دو یہ کلمہ تمام امور جاہلیت کو جامع ہے۔ ہمارے ذکر میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ اُن کے لئے ابتلا حق سے مانع مخالفت یا رخصی۔ کیونکہ بُت پرست اور نصاریٰ دونوں اپنے اپنے آہل کے مقلد تھے۔ تقلید آہل کے ترک کا حکم دیکر یہ بتایا گیا کہ ابتلاع حق کے مقابلے میں ہر ایک کو ترک کر کے لکھو وہ آہل ہی کیوں نہیں۔ بمسوال شریکین کے آہل جن امور جاہلیت کے قائل تھے انہیں سے چند تشبیہاں بیان کیجئے جواب باب العقائد میں (۱) جیسے بُت پرستی (۲) طہیرۃ (۳) بدشگونی (۴) اکی صورت یہ بھی کہ عرب کو جب کوئی کام کرنا ہو تا تو کسی مقام پر جا کر بندھ آٹھتے یا کسی ہرن کو اٹکی جگہ سے بھگاتے۔ اگر وہ پرندہ آدیں جانب اڑتا یا ہرن دائیں جانب بھاگتا تو اسکو مبارک اعتقاد کر کے اُس کام کو کر گزرتے اور اگر پرندہ بائیں جانب اڑتا یا ہرن بائیں جانب بھاگتا تو اسکو نامبارک اعتقاد کر کے اُس کام سے رُک جاتے۔ اُس پرندہ یا ہرن کے دائیں جانب جانے کو بُت پرست کہتے ہیں اور بائیں جانب جانے کو مستفوح "شرعاً قائل محمود ہے اور بدشگونی مذکور کہ قائل میں مولیٰ تعالیٰ کیساتھ خشن ہیں اور اُسکے فضل و رحمت کی تردید ہوتی ہے جس کے محمود ہونے میں ہلا شکی شبہ نہیں اگر نتیجہ امیر کے خلاف ظاہر ہو۔ اور "طہیرۃ" یعنی بدشگونی میں رحمت حق سے ناامیدی ہوتی ہے جو کہ جسکے مذموم ہونے میں کلام نہیں۔ اگر نتیجہ موافق نکلے (۳) عدوی یعنی مرض کا لگنا۔ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ زمین کے پاس نشست و برخاست یا اُسکے ساتھ کھانے پینے سے اُس کا مرض دوسرے کو لگ جاتا ہے (۴) ہامۃ۔ یہ لفظ تشدید اور تخفیف دونوں کیساتھ منقول ہے۔ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ مقتول کی ہڈی یا سر سے نکل کر ایک پرندہ اڑتا ہے اور جب تک اسکا قائل مارا نہ جائے جینا رہتا ہے کہ مجھے پانی دو مجھے پانی دو۔ اس پرندہ کو ہامۃ کہتے ہیں اور اسی کا دوسرا نام "صدی" ہے (۵) صفہ۔ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ پہلے میں ایک سانپ ہے۔ جو بھوک کے وقت کاٹتا ہے بھوک سے جبر الکلیف کا احساس ہوتا ہے وہ اُسی کے کاٹنے سے ہوتی ہے اُس سانپ کو "صفہ" کہتے ہیں (۶) انواع یعنی منازل قرین کو ہندی میں بختہ کہتے ہیں۔ اور اُنکی تعداد اٹھائیس ہے۔ اہل جاہلیت بعض منازل میں نزول فرما کر بارش کے لئے موثر جتنی اعتقاد کرتے تھے (۷) غول۔ از قبیل جن و شیاطین ایک جن ہے جسکو ہندی میں بھوت کہتے ہیں۔ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ یہ جنگلوں میں آدمیوں کو اپنی ذاتی قوت سے گمراہ کرتے اور ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ جبکہ الحجاج میں مو جاہلیت جیسے عرفات میں وقوف کرنے کے بجائے صوفی لغت میں باس خیال حقوق پابند تھے کہ ہر باشندگان بیت اللہ میں حرام سے ماہر نہ جائینگے اور مقام عرفات میں منہ حرام ہے۔ یا طواف برہنہ ہو کر کرنا جس پر اہل جاہلیت باس خیال ناہن کا رہندے تھے جن کی پٹروں میں بھنگا گئے ہیں انکو پہن کر طواف نہ کرینگے۔ اور باب المیثاق میں جیسے بھگت اللہ عورتوں کو کہ بکتر کر کے عموماً رکھنا کہ ترک صرف مردوں کا حق ہے جو نیزہ زن ہوتے تھے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں۔ اور باب النکاح میں جیسے اہل جاہلیت میں معمول تھا کہ جب ایسے شخص کی وفات ہوتی جسکے بہن یا نانا گان میں دیگر اقداب کیساتھ بیوی اور دوسری بیوی کا بیٹا باقی رہتے ہیں اگر بروقت وفات اُس بیٹے نے یا اقرار میں سے کسی اور نے اُس بیوی پر کپڑا ڈال دیا تو اُس پر کپڑا ڈالنے والے کے تین حق قائم ہو جاتے تھے۔

(۱) یہ کہ اپنی زوجیت میں داخل کرے اگر وہ رضامند نہ ہو عورتی جہر مقرر کرنے جو مورت نے کیا تھا (۲) یہ کہ چاہے کہ وہ دوسرے سے نکاح کرے اور مہر کا خود مالک بن بیٹھے۔ (۳) یہ کہ نہ خود نکاح کرے نہ دوسرے کے نکاح میں لے بلکہ دھوکے رکھے۔ اور سور معاشرت اختیار کرے تاکہ مورت کے لئے ہوئے ہر کو بصورت خلع واپس کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اور اگر بروقت وفات پھر اڈلنے سے پیشتر اپنے میکے چلی جاتی تو اسکو مال زوجہ سے محروم کر دیتے تھے۔ اور باب التحیم میں جیسے بخیرۃ۔ ساۃ۔ وصیلۃ۔ حاشی۔ جانور کہ اہل جاہلیت نے ان کیساتھ انتفاع کو حرام قرار دے رکھا تھا۔ جبکہ اونٹنی یا بچوں مرتبہ نہ بچتی تو اُنکے کانوں میں شکان دیکر چھوڑ دیتے۔ اسکو نہ کھایا جاتا نہ اسپر سواری لیا جاتی۔

اگر کسی شے پر گناہ پہنچ جاتی تو اسکو ہاں سے ہٹاتے تھے۔ اس دشمنی کا نام ان کے یہاں مجبورۃً تھا۔ رمضان تھا۔ ہر بیت سفر میں جانے والا کہتا اگر میں سفر سے واپس آیا تو میری دشمنی سناؤں گے۔ یا میں کہتا اگر مجھ کو شفا ہوگی تو میری دشمنی سناؤں گے۔ مجبورۃً کہتے ہیں۔ مجبورۃً کی طرح اس سے بھی شفاعت کو حرام سمجھتے تھے۔ اور بکری ساتویں مرتبہ عرفہ پہنچتی تو اسکو مروکھا جاتے اور اگر وہ جنتی تو اسکو بکریوں میں چھوڑ دیا جاتا اور اگر زیادہ دنوں جنتی اسکو فصیلہ کیسٹھ سوکھاتے تھے۔ اور جب نماز میں اس کو گیا بھڑکھٹا جاتے تو اسکو چھوڑ دیتے۔ یہ سب کجی کرتے نہ اس سے کام لیتے نہ اسکو چاہے پانی پرستہ رکھتے۔ ایسے دشمنی کا نام ان کے نزدیک تھا۔ مذکورہ بالا اعتقادات رسوم اور دیگر تمام امور پر ہر بیت کو "وانت کو امانا بقول اماء کھٹ شامل ہے۔

(۳) بات مذکورہ بالا سوال کے جواب میں ابو سفیان نے یہ بیان کی (وکیا مرونا بالصلوٰۃ والصدق والعفاف والصلۃ) ایک روایت میں بجائے لفظ "صدق" لفظ "صدقہ" آیا ہے اور امام بخاری کے نزدیک کتاب الجہاد کی روایت میں دونوں وارد ہوئے ہیں۔ صلاۃ سے مراد افعال مجبوره ہیں جنکی ابتداء تکبیر سے ہوتی ہے اور انتہا تسلیم پر "صدق" وہ قول جو واقع کے مطابق ہو اس کا مقابل کذب ہے۔ عفاف کے معنی حرام اور خلاف مروت باتوں سے اجتناب کرنا۔ "صلۃ" بمعنی عطف و رحمت جو تمام انواع پر کو شامل ہے۔

سوال مامورات ادبی ہیں۔ ان چار میں مختصر میں پھر مقام ذکر میں کی تخصیص کیوں کی گئی جواب اس تخصیص میں فضیلت کے انواع کا مسئلہ و مکرم اخلاق کے منجات کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ فضیلت در قسم میں مختصر ہے۔ اول قسم قوی و دوم فعلی و ثلث قبول اول ہے پھر فعلی تین قسم ہے (۱) بہت اشد تعالیٰ جیسے صلوٰۃ۔ (۲) بہت خود جیسے عفاف (۳) بہت غیر جیسے صلہ جو کہ ان تمام فضائل کی محنت تو عید و ترک شرک پر موقوف تھی اسلئے اول اسکو ذکر کیا اور ثانیاً ان فضائل کو۔ ابو سفیان کے جواب کا حال یہ ہوا کہ کلمات کا امر فرماتے ہیں اور نقائص سے بھی۔ سوال مذکورہ بالا سوال کے جواب میں ابو سفیان نے اولاً سینہ مختصر "اعبدوا" ذکر کیا۔ پھر "وکیا مرونا" یہاں پر بھی مذکورہ چاروں چیزوں کو بصیغہ مخصوص کیوں بیان نہیں کیا۔ اس تغیر میں کیا نکتہ ہے۔ جواب اس تغیر میں دونوں باتوں کی حکمی مغایرت کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ اول کا علماً مخالفت کا فر ہے اور دوم کا گناہ گار۔

(فقال ترجمانہ الخ) اب ہر قل نے ابو سفیان کے جوابات پر تبصرہ شروع کیا چنانچہ (ا) جواب پر کہا (و کذلک الرسل

تبعت فی نسب قومہا) تبصرہ رمضان ہے۔ ای فی اشرف نسب قومہا۔ یعنی بقول تمہارے جیسے یا بنی قوم میں عالی نسب ہیں۔ اسی طرح زمانہ گذشتہ میں رسول بنی قوم کے نسب اشرف میں مبعوث ہوئے ہیں تو ان کا عالی نسب ہونا علامت نبوت ہے۔ رسولوں کے عالی نسب ہونیکا علم ہر قل کو نسب ابقہ سے حاصل ہوا تھا۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ علو نسب کی بنا پر لوگ تبع سے فریب نہ ہوتا

ہیں (۲) جواب پر کہا (فقلت لو کان احد الخ) ای فی نفسی یہاں پر حدیث نفس پر قول کا اطلاق کیا۔ یعنی میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر کسی نے تم میں سے یہ بات (دعوی نبوت) ان سے پیشتر کی ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ یہ گزشتہ بات کے دپے ہونے والے مرد ہیں لیکن جب ایسا نہیں تو یہ علامت نبوت ہے (۳) جواب پر کہا (قلت فلو کان من آباء الخ) یعنی بقول تمہارے جہان کے باپیر کوئی بادشاہ نہیں گذرا تو میں نے دلیس سوچا کہ اگر اے باؤں کوئی بادشاہ گذرا ہو تو میں کہہ دیتا کہ دعوی نبوت کر کے اپنے باپ کا ملک فتنہ

حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن جب ایسا نہیں تو یہ علامت نبوت ہے۔ سوال ابو سفیان کے جوابات پر تبصرہ کرتے ہوئے ہر قل نے صرف ان دو مقام پر لفظ "قلت" کہا باقی پر نہیں اس میں کیا نکتہ ہے۔ جواب باقی مقامات نقل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں نظر فکر کو دخل

نہیں بخلاف ان دو مقام کے کہ یہ نظری و فکری ہیں۔ اسلئے قول نفسی اختیار کیا جو سوچ بچار کے معنی میں آتا ہے۔ سوال (فلو کان من آباء الخ) میں ملامت شرط ہے اور (قلت) میں مطلب ملامت (ابیہ) جزا ہے۔ لیکن اس جزا کا شرط مذکور پر ترتیب درست نہیں کیونکہ اگر داد یا پرداد بادشاہ گذرا ہے تو اسوقت یہ کہنا درست نہیں کہ اپنے باپ کا ملک طلب کرنا چاہتے ہیں۔ یہ جزا تو صرف ایک نکتہ

میں مترتب ہو سکتی ہے وہ یہ کہ باب بادشاہ ہوا ہو جواب اس روایت میں لفظ "اب" حقیقی معنی میں نہیں بلکہ مجازی معنی پر محمول ہے جو اب حقیقی اور تمام اجداد کو شامل ہیں۔ اور قبل نے معنی عام ہی کا اودہ کیا تھا۔ اس واسطے کہ کتاب التفسیر سورۃ آل عمران کی روایت میں لفظ "آباء" بصیغۃ جمع آیا ہے (۴) جواب پر کہا (فقد اعترف انہ لم یکن لیدرس الخ) اس "لام" کلام مجود اور کلام جحد کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے اس لئے کہ "جحد" یا "جحد" کے معنی نفی ہیں اور یہ "لام" نفی سابق کی تاکید کرتا ہے۔ علامۃ نحاس نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ اسکو "لام النفی" کے ساتھ موسوم کیا جائے کیونکہ "جحد" یا "جحد" کے معنی مطلقاً نفی نہیں بلکہ انتہائی نفی کو کہتے ہیں۔ اور یہ لام انتہائی نفی کی تاکید کے لئے کلام عرب میں آیا ہی نہیں پھر تمہیکس طرح درست ہوگا اس لام کو واسطے دو شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ اس سے پیشتر مآکان ناقصہ یا اسکے دیگر صیغے ہوں یا "لم یکن" ناقصہ یا اسکے دیگر صیغے۔ اور کبھی "لام جحد" سے پیشتر مکان محذوف ہوتا ہے جیسے اس شعر میں۔ فَمَا جَمَعَ لِيْغَلِبَ جَمْعٌ قَوْمِيْ ۚ مَقَاوِمَةً وَلَا فِرَانٌ لِّقَسْرٍ ۚ تَقْدِيرُ عِبَارَتِ يَهُدُیْہِمْ۔ فَمَا مَآكَانُ جَمَعَ لِيْغَلِبَ جَمْعٌ قَوْمِيْ ۚ یا جیسے ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول میں جو دو رکعت نفل بعد عصر کے بارے میں فرمایا تھا۔ "مَا أَتَاكَ لَدَّ عَهْمًا" تَقْدِيرُ عِبَارَتِ يَهُدُیْہِمْ۔ "مَا كُنْتُ لَدَّ عَهْمًا" اور بنائے تحقیق احاف یہ دو رکعت نفل بعد عصر علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہیں۔ وہم یہ کہ اسکے دخول اور فعل سابق کا فاعل ایک چیز ہو۔ یہ دونوں شرطیں یہاں متحقق ہیں۔ اس "یَدْرُسُ" ویزر یعنی ترک سے شتق اب باب سَمِعَ سے متعدی بیک مفعول متصل ہے۔ لیکن اس مائے سے مضارع اور استعمال میں ہیں ماضی اور اسم فاعل نہیں یعنی جب تم عمران کرتے ہو کہ دعویٰ نبوت سے پہلے وہ لوگوں پر جھوٹ بولے کیسا تھا تمہارے لئے تو مجھے یقین ہے۔ ایسا نہیں ہو سکا کہ لوگوں پر جھوٹ نہ بولیں اور دعویٰ نبوت کے خلاف جھوٹ بول دیں پس ان کا متمہم بالکذب ہونا علامت نبوت ہے۔

سوال اب تک ہر قول نے دریافت کردہ احمد کی ترتیب کو تبصرہ میں ملحوظ رکھا تھا کہ جو سوال میں مقدم تھا اسکو تبصرہ میں مقدم کیا۔ لیکن متبعین ان کی کئی شبہی اور ان کے انداد کے بارے میں سوال ابھرتا تھا کہ تبصرہ میں جہت کذب سے منع کر کے ترتیب کو نظر انداز کر دیا۔ اس میں کیا کہتے ہیں جواب کہ نبی علیہ السلام کی نفی کو متمہم بالشان قرار دینے اور اسکی اہمیت ظاہر کرنے کے باعث ترتیب نظر انداز کر دی گئی

(۵) جواب پر کہا (وَهُمْ أَتْبَاعُ الرَّسُولِ) یعنی رسول کی ابتداء کر نوالے غالباً جھوٹے لوگ ہی ہوا کرتے ہیں کیونکہ انہیں عاجزی اور فروتنی کا مادہ ہوتا ہے جو اتباع سے روکتا نہیں بخلاف بڑے لوگوں کے کہ وہ اپنے عجب کے باعث ابتلاء سے محروم رہتے ہیں۔ اور جب تم اس بات کے متفرق ہو کہ جھوٹے لوگ ملتہ غلامی میں داخل تھے ہیں۔ تو یہ علامت نبوت ہے (۶) جواب پر کہا (وَكُنْ لَكَ آمْرًا وَكَيْفَانٌ حَتَّى آتِيَهُمْ) یعنی ایمان کی شان بھی ایسی ہوتی ہے کہ جب تک حمایت کو نہ پہنچے یوماً فیوماً بڑھتی ہے اور اس کا تمام نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ وغیرہ ان احکام کیساتھ ہوتا ہے جو مکلف سے تعلق ہوتے ہیں چنانچہ جب بایں طور کمال تمام ہو گیا تو یہ آیات نازل ہوئی۔ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَامْتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ پس جبکہ بقول تمہارے ان کے متبعین روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔ تو یہ علامت نبوت ہے (۷) جواب پر کہا (وَكُنْ لَكَ الْإِيمَانُ حِينَ يَخَاطِبُ بَشَا شَةَ الْقُلُوبِ) ابن اسحق کی روایت بایں الفاظ ہے۔ "وَكُنْ لَكَ حَلَاوَةً أَوْ إِيْمَانٌ لَا تَدْخُلُ قَلْبًا فَتَخْرُجَ مِنْهُ" یعنی شان ایمان ہی ہے کہ جب کسی تازگی اور شہاس قلوب میں سرایت کر جائے۔ تو پھر کلکی نہیں۔ اس واسطے کہ دین میں داخل ہونیکے بعد دین کو مکروہ بھلا کر اس سے کوئی برگشتہ نہیں ہوتا۔ تو جب تمہیں عزت ان سے کہ لوگ ان کے دین کو قبول کر سکیں بعد متفرق ہو کر اس سے برگشتہ نہیں ہوتے۔ تو یہ علامت نبوت ہے۔

(۸) جواب پر کہا۔ "وَكُنْ لَكَ الرَّسُولُ لَا تَقْدِرُ" یعنی بقول تمہارے یہ ہمدشکی نہیں کرتے ایسے ہی زمانہ سابق میں رسول ہمدشکی نہیں کرتے تھے کیونکہ دنیا کے طلب کر نوالے ہمدشکی کیا کرتے ہیں اور رسول طالب دنیا نہیں تھے۔ انکا ملح نظر آخرت ہوتا ہے پس بقول تمہارے جب وہ

وہاں کہ ان کے بارے میں جو حدیثیں

﴿فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا لَمْ يَهْرَqlْ لَكَ﴾ ان جو برائے شک موضوع ہے اسلئے استعمال کیا کہ ابوسفیان کا بیان از قبیل خبر ہے جس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ فائدہ کہ "ان" اور "اذا" اگرچہ دونوں شرط کیواسلئے آتے ہیں مگر دونوں میں معنوی حیثیت سے یہ فرق ہے کہ اول فائدہ شک و دوم افادہ جزم کرتا ہے اور علی حیثیت سے یہ فرق ہے کہ اول جائز ہے اور دوم حاکم نہیں۔ ۱۰ فرق معنوی اور عملی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگلا مشابہہ والنظائر بخوبی علامہ سیوطی قدس سرہ القوی نے ایک جہت سے اس کا جواب بصورت اشعار ذکر کیا ہے۔ جیسے: **جِئْتُمْ عَلَى شَيْخِ النَّجَاحَةِ وَقُلْ لَهُ: هَذَا اسْتِوَالٌ مَنْ يُجِبُهُ يُعْظِمُ** **أَنَا إِنْ شَكَلْتُ وَجَدْتُ مَوْثِقًا جَازِمًا** + **وَإِذَا جَزَمْتُ فَإِنِّي لَمْ أَجْزِمُ** اسکا جواب ہے: **هَذَا اسْتِوَالٌ غَامِضٌ فِي كَلِمَتِي** **شَرْطٍ وَإِنْ أَمَرْتُ مَكَلَمَتِي** + **إِنْ نَطَقْتُ بِهَا فَإِنَّكَ جَائِزٌ** + **وَإِذَا إِنَّا تَابَى بِهَا لَمْ تَجْزِمُ** **وَإِذَا إِنَّا جَزَمْنَا لَمْ نُوقُوعِهِ** + **بِخِلَافِ إِنْ فَافْتَحْنَا أَمْرًا وَفَهَّمْنَا**

موضع قد ہی ہا تین (سے مجازتہ میں بیت المقدس مراد ہے کہ اس گفتگو کے وقت ہر قل وہیں پر تھا یا ہر قل کا پورا ملک بہر حال یا زادہ از قبیل اطلاق جزوارادہ کل ہے) **قَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهُ خَارِجٌ** یہ بات انہیں علامات کی بنا پر کہی جو کتب قدیمہ سے اس کے علم میں آئی تھیں۔ اور سورہ عمران کی ثابت بایں الفاظ ہے۔ **(فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا فَانْهَ بَنِي) اور کتاب المجادلہ** کی روایت بایں الفاظ (ہل ہا صفتہ نبی) اس سے یہ مراد نہیں کہ امور مذکورہ مطلقاً صفات نبی ہیں بلکہ لفظ "نبی" پر تینوں بڑے تعلیم پس معنی یہ ہوئے کہ امور مذکورہ ایک نبی معظم کی صفات ہیں جن کے ظہور کا میں منتظر ہوں۔ اور ہمارے یہاں ان کی اور ان کے یار وفادار کی تصویر ایک موجود ہے۔ چنانچہ امالی میں روایت اصباحانیہ میں بطریق ہشام بن عروہ عن ابنہ عن ابی سفیان ہے۔ **كَمَا فِي الْقُسْطَلَانِي** کہ "بصری" کے امیر نے ابوسفیان سے کہا کہ ان کی تصویر دکھ کر پوچھنا کہ لوگ ابوسفیان کہتے ہیں کہ پھر مجھے ایک گریے میں داخل کیا گیا۔ وہاں تو آپ کی تصویر دیکھی نہیں۔ اس کے بعد دوسرے گریے میں تو وہاں میں نے آپ کی تصویر اور ابو بکر کی تصویر دیکھی

رَفُلُوا عَلَی اَنی اَخْلَصَ اِلَیْہِ (از باب نصی نصی۔ خلوص یا خلاص سے مشتق ہے جس کے معنی باختلاف ملہ مختلف ہوتے ہیں۔ **اَخْلَصَ مِنَ الْهَلَاکِ** "بمعنی نجا" اور **اَخْلَصَ مِنَ الْقَوْمِ** "بمعنی" **اَعْتَزَلَهُمْ** آتا ہے اور **اَخْلَصَ** بمعنی "صابر خالصاً" بھی آتا ہے۔ اور جب "صلۃ" "الی" یا "با" ہو تو معنی وصول ہوتا ہے جیسے یہاں پر اور **تَجَمُّتُ اِلَیْہِ** بمعنی کہرت معظمہ اور **تَجَمُّتُ فَلَانًا** میں میں القوم "بمعنی اختیرتہ" و قصدت قصدہ "آتا ہے۔ اور **تَجَمُّتُ کَلَامًا** بمعنی تکلفتہ علی مشقہ "یہاں پر اسی معنی میں ہے۔ اس تجسم سے مراد ہجرت ہے جو اس نے اپنے میں فتح کے بعد پیغمبر پر فرض نبی اور مراد یہ ہے کہ اگر یقین ہوتا کہ سلامی کیساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا تو ہجرت کے بہرہ منافع حاصل کرتا مگر خون کے بہاؤ کا رگاہ نبوت کی حضور سے پہلے قتل کر دیا جاؤں جیسے کہ ضغاطر کو اسلام لانے کی بنا پر وہ میوں نے قتل کر دیا تھا جس کی تفصیل منقریب آتی ہے۔ **رَوَلُو كُنْتَ عِنْدَہَا لَعَسَلْتَ هُنَّ قَدْ مِیَہ**) اور (از باب دُعَاءُ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمُ النَّاسُ اِلَی الْاِسْلَامِ وَالنَّبُوۃ) کی روایت ہے (ولو كننت عندہا لغسلت قد مِیہ) اور روایت شد ان عن ابی سفیان میں ہے (لو علمت انه ھو لم شیت الیہ حتی اقبل راسہ و اغسل قد مِیہ) غسل متعدی بنفسہ جیسا کہ ان دونوں روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ نظریات روایت زیر بحث کی توجیہ بعض شراحین نے فرمایا کہ "غسلت" میں ازلت کے معنی کی تفہیم ہے۔ ایواسلئے عن صلہ واقع ہوا ہے **اَقُولُ** اس تقدیر پر "غسلت" کا مفعول یہ قدر ہوگا اور وہ لحاظ معنی "دنس" ہو سکتا ہے۔ اب معنی یہ ہیں گے کہ اگر مجھے خدمت قدس

یہ جو کہ اس کے ساتھ ہے

فائدہ: یہ کہ اس کے ساتھ ہے

مضمون نصیب ہوتی تو ان کے قدموں سے میل کھیل دھوکہ دے کر تافیر کا کتاب الحروف کے ذوق محبت کو میل کھیل کی لفظی نسبت بھی ان قدموں میں سے ایک کی طرف گوارا نہیں جو فرش کی رخت اور عرش کی زینت ہوں۔ اگرچہ نسبت کلام کا فرس میں کیوں نہ ہو جبکہ ہم اس تقدیر کو اختیار کرنے پر آمادہ ہوئے تو اسے مجبور نہیں پس احسن یہ ہے کہ یہاں پر عن کی زیادت کا قول کیا جائے جو ضرورت شری کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ خالی از ضرورت کلام میں بھی واقع ہوتی ہے جو کوئی سخت کلام سے تعبیر کرتے ہیں جمیع الجوامع اور اسکی شرح جمع العوامع میں ہے۔ و زیادتھا ضرورتہ خلا فلا بی عبید حیث اجانہا فی الاختیار واستدل بقولہ تعالیٰ "فَلْيَحْذَرُوا الَّذِيْنَ يَخْتَلِفُوْنَ عَنْ اَمْرِ اِيْمَانٍ" اور حاشیہ الصبان علی الاشمونی میں "وفی تفسیر الثعلبی اھم اختلافوا فی قولہ تعالیٰ "يَسْتَأْذِنُكَ عَنْ اَكْثَالٍ" فقیل عن عملھا وقیل عن صلۃ وعلیٰ ہذا قرأ ابن مسعود اھ" یا اختلاف اس پر مبنی ہے کہ آیت میں سوال استخار ہے یا سوال استطاعت۔ بر تقدیر اول "عن" ذاکر نہیں اور بر تقدیر ثانی ذاکر ہے۔ الغرض مقصود قتل بمانعہ فی النحر مہر سے اور غسل قدمین پر اقصاء کرنے میں اشارہ ہے کہ اگر اسلامی کیساتھ خدمت نبوی میں حاضری نصیب ہو گئی تو نہ کسی مقام کی ولایت طلب کی جائیگی نہ کوئی منصب بلکہ اہم طلب کئے جائیں گے جن سے برکت حاصل ہو بعموال نشان کلمات کی بنا پر قتل کا اسلام کا حکم کیا جاسکتا ہے جو اب ان کلمات میں کوئی کلمہ ایسا نہیں جو تصدیق اور اقرار رسالت پر دلالت کرتا ہو۔ البتہ ابن اسحق کی مرسل روایت میں ہر کلمہ قتل کے ہر کلمہ تھا: "وَجِئْتَ وَاللّٰہُ اِنِّیْ لَا عَلَمَ لِدَعْوٰی مَرْسَلٍ وَلٰکِنْ اِخَافُ الرَّحْمَہُ عَلٰی نَفْسِیْ وَلَوْ لَا ذٰلِکَ لَا تَبَعْتُهُ" مگر اس قول سے بھی یہ بات نکلتی ہے کہ نبوت و رسالت کا یقین تھا بخوف قتل اسکا اظہار نہ کر سکا۔ لیکن ایمان کے لئے جو یقین کافی نہیں تا دنیائیکہ اس کے ساتھ تسلیم نہ ہو چیرہ لفظ "علمہ" دلالت نہیں کرتا بلکہ مذکورہ بالا آیت شداد سے مفہوم ہوتا ہے کہ کلمہ نبوت کا قتل کو یقین ہی نہ تھا کیونکہ انہیں لفظ "لو" واقع ہے جسکی شرط و جزا اگر لفظاً مثبت ہوں تو معنی منفی ہوا کرتی ہیں اور اس ثبوت میں دونوں لفظاً مثبت ہیں۔ تو اب مبنی یہ ہے کہ کلمہ یقین نہیں کہ یہ مبنی جن کی علامت ہائے ظہور کلمہ علم ہے اسی واسطے میں ان کے پاس نہیں گیا۔ البتہ مسند امام احمد بن حنبلہ میں ہے کہ نبوت سے تحریر کیا گیا "انی مسلم" مگر میں مسلمان ہوں مگر اس پر حضور پر نور نے ارشاد فرمایا: "کذب بل هو علی نصرا نیتہ" اُس نے جھوٹ بولا وہ ابھی تک اپنی نصرا نیت پر قائم ہے اور ابو عبیدہ کی کتاب الاحوال میں بسند صحیح ہے کہ حضور پر نور نے فرمایا کہ نبی عدداً للہ لیس بمسلّم و دشمن خدا جھوٹا ہے ہرگز مسلمان نہیں۔ اور حدیث زیر بحث کے آخر میں جو کلمات ایسے آ رہے ہیں جن سے تصدیق نبوت مفہوم ہوتی ہے۔ ان کو خود اس نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ میں نے یہ کلمات تمہاری دینی بخشگی جانچنے کے لئے کہے تھے ان کا ظاہری مفہوم مراد تھا نیز اس واقعہ سے غزوہ تبوک کا واقعہ بخیر ہے جس پر قتل کے قول "انی مسلّم" کی تکذیب خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے۔ کھتا ہوں: اس واسطے تحقیق نے فرمایا کہ قتل دنیائے ملک کی خاطر ایمان سے محروم کیسا حدیث زیر بحث کے اختتام پر ہم ایک طویل حدیث ذکر کریں گے جو اسکی تائید کرتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (ثم دعا بکتا ب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ) یہ عبارت قال ابو سیفیان: معزوف کا معزوفہ مادہ معی عاء کا معقول نہ کتاب نہیں بلکہ معزوف ہے کیونکہ یہ دعاء بمعنی نادائی ہے اور اس کا معقول مدعو ہوتا ہے مدعوہ نہیں ہوتا۔ اور کتاب مدعوہ ہے مدعو نہیں۔ نظر براں علامہ کرمانی قدس سرہ السامی نے فرمایا تقدیر عبارت یہ ہے: "ثم دعا بکتا ب الناس لکتا ب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ترجمہ یہ کہ قتل نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعوت نامے کو سنا کے لئے لوگ بلائے۔ اس قول کی بنا پر "ب" بمعنی "لام" پر ایسے ہیبت ہے اور اسماع معصاف کتاب پہلے مقدم کر کے کہ تعلیل فعال کیساتھ ہوتی ہے ذات کیساتھ نہیں ہوتی اور ملائتا بن حجر مسقلانی قدس سرہ النورانی نے ہو کول الیہ کو معقول بہ معزوف قرار دیکر تقدیر عبارت اس طرح بیان فرمائی: "ثم دعا بکتا ب الناس لکتا ب الیہ" ترجمہ یہ کہ نبوی فوت نامے کیساتھ اُس شخص کو بلایا جسکو وہ دعوت نامہ قبول نہیں کیا تھا۔ اس صورت میں "ب" کے لئے

نبوی دعوت نامہ کی تشریح

وَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الخ اس سے ثابت ہوا کہ خطوط کا ابتدا تسبیح کے ساتھ مسنون ہے اگرچہ مکتوب الیہ کا فرہو۔ **مسوال** اصول فقہ میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ خدا و رسول جب اپنے کلام میں گذشتہ شرائع کو بدو انکار و نفل فرمائیں تو انکی بقا شریعت محمدیہ کے احکام ہونکی حیثیت سے ہوتی ہے اور ہم ان کے ساتھ مکلف ہوتے ہیں۔ نظر ہر اس الزم آتا ہے کہ خطوط کی ابتدا بھیجنے والے کے نام سے مسنون ہونکہ تسبیح کیساتھ کیونکہ خداوند قدوس نے قرآن کریم میں مسلمان علیہ السلام کے ایک خط کو نفل فرمایا ہے جو بلقیس کو بھیجا تھا اسکی ابتدا میں نہیں کا نام ہے تسبیح نہیں چنانچہ بلقیس نے اسکا اظہار کیا تھا جس کو قرآن کریم نے باس طویل نقل فرمایا ہے۔ قالت يَا أَيُّهَا الْمَلَأَى الْقُلُوبَ بَلْطَغَى الْإِنِّي أَنَا مِنَ السِّلَاحِ وَالْأَنَّا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الخ لا تَعْلُوا عَلَى الْتَوْنِي مسلمانین ترجمہ: وہ عورت بلقیس بولی لے سوار و بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا۔ بیشک وہ مسلمان کی طرف سے ہے۔ اور بیشک وہ اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحمت والا۔ یہ کچھ پر بلندی نہ چاہو اور گردن دکھتے ہوئے یہ حضور حاضر ہو۔ جلالین وغیرہ فقہائیں اس مکتوب کی عبارت حسب ترتیب نے بل ذکر ہے۔

سلیمان علیہ السلام کا دعوت نامہ بنام بلقیس ملکہ سبا

مِنْ عَبْدِ اللَّهِ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ إِلَى بَلْقِيسَ مَلِكَةِ سَبَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ السَّلَامُ عَلَى مَنْ تَبَعَ الْهُدَى إِنَّا بَعْدُ فَلَا تَعْلُوا عَلَى وَأَتَوْنِي مُسْلِمِينَ ترجمہ: بندہ خدا سلیمان بن داؤد کی طرف ملکہ سبا بلقیس کی جانب اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحمت والا۔ اس پر سلام جس نے اتباع ہدایت کی۔ بعد ازیں ہرگز کچھ پر بلندی نہ چاہو یعنی تعمیل ارشاد کرواؤ دیگر تذکرہ صیحا بعض بادشاہ کیا کرتے تھے اور مغزبان بردار دشمنان سے گردن دکھتے میرے حضور حاضر ہو۔ علامہ الشیخ سلیمان حمل قدس سرہ کے حاشیہ جلالین فتوحات الہیہ جلد سوم ص ۱۷۷ میں ہے (لحمید عبد باسّم اللہ لانہا کانت کافرة فارتدت فحانف من کفرها ان تستخف باسّم اللہ فجعل اسمہ وقایہ کاسم اللہ اھ) یعنی سلیمان علیہ السلام نے اس دعوت نامے کو اللہ کے نام پاک سے شروع نہیں کیا اسلئے کہ بلقیس سورت کافہ اور غوانہ تھیں تو ان کے کفر کی وجہ سے خوف دامنگیر ہوا کہ اول نظر بنام الہی پر پڑے کی تو اسکی بے حرمتی کر دیا لیس گی اس لئے اپنے نام کو شروع میں لاکر نام الہی کی حفاظت کی کہ بے حرمتی ہو تو میرے نام کی ہو۔ نام الہی کی نہ ہوئے پائے۔ اور تفسیر ارشاد فعل السلام و کشف میں دعوت نامہ کی جو عبارت روایت کی ہے اس میں تسبیح کا ذکر ہی نہیں۔ نہ درمیان میں نہ اہل میں۔ بلکہ ان دونوں تفسیر کی نقل کے مطابق عبارت خط بایں ترتیب تھی: ۱۔ روی ان نسخت الکتاب من عبد اللہ سلیمان بن داؤد الی بلقیس ملکہ سبا السلا علی من اتبع الهدی انا بعد فلا تعلقوا علی و اتونی مسلمین جب آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ دعوت نامہ کا آغاز تسبیح کے نام سے ہونا چاہئے تو نبوی دعوت نامہ بنام ہر قتل اور دیگر احادیث جو ابتدا بالتسمیہ پر دلالت کرتی ہیں وہ سب کی سب مروج ہو کر ناقابل عمل ٹھہری کیونکہ خبر احمد دہونے کے باعث ظنی ہیں اور آیت قطعی و اظنی قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی اور دربارہ عمل متروک ہو جاتی ہے جواب اول۔ آیت مذکورہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ دعوت نامے کا آغاز سلیمان علیہ السلام کے نام سے تھا اور اس کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے نہ تھی حتیٰ کہ نبوی دعوت نامے اور احادیث ابتدا بالتسمیہ کو متروک قرار دیا جائے چونکہ من سلیمان کو آیت مذکورہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم

پر مقدم ذکر کیا گیا ہے اس لئے بادی نظر میں مستہزاء پیدا ہوتا ہے کہ دعوت نامہ میں بھی اسی طرح مقدم مذکور تھا حالانکہ یہ تقدیم بلفیس کی حکایت میں ہے جس سے ٹھکی عنہ میں مقدم ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ امام رازی قدس سرہ بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ تقدیم حکایت میں ہے۔ ٹھکی عنہ میں نہیں تقدیم کر چلے ششم مکتب میں ہے۔ البعث الثانی یقال لما قدم سلیمان اسمہ علی قولہ یسبحہ اللہ الرحمن الرحیم (جواب) حاشا ہ من ذلک بل ابتدا ھو یسبحہ اللہ الرحمن الرحیم والتماد ذکرت بلفیس ان هذا الكتاب من سليمان ثم حكى ما في الكتاب والله تعالى حكى ذلك فالتقديم واقع في الحكاية ترجمہ دوسری بحث اس مقام پر یہ کی جاتی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے دعوت نامے میں اپنے نام کو یسبحہ اللہ الرحمن الرحیم پر کر کے مقدم کیا اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا نام اس سے پاک ہے بلکہ انہوں نے دعوت نامے کی ابتدا یسبحہ اللہ الرحمن الرحیم سے فرمائی تھی البتہ بلفیس پہلے اس بات کو ذکر کیا کہ یہ دعوت نامہ سلیمان کی جانب سے ہے پھر دعوت نامے کے اندرونی مضمون کو جس سے ان کے نام کو قول بلفیس میں تقدیم حاصل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسی کی حکایت فرمادی تو یہ تقدیم حکایت بلفیس میں واقع ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے قول بلفیس کی حکایت فرمائی ہے شریعت سابقہ کی نہیں حتیٰ کہ اس کا اعتراض درست ہو۔ اقول جواب کے الفاظ "ثم حكى ما في الكتاب" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عبارت "من عبد الله سليمان بن داود ابی بلفیس ملکہ سبنا" دعوت نامے کے اندر نہ تھی۔ تو لا محالہ دعوت نامے کے لفظ پر ہوگی جہاں پر یہ تحریر کیا جاتا ہے۔ بلکہ ایسا ہی تھا چنانچہ علامۃ قسطلانی قدس سرہ السامی نے اسی مسئلہ زیر بحث پر ارشاد الساری میں فرمایا۔ "فان قلت قد قدم سليمان اسمه على البسملة اجيب انما ابتدا بالبسملة وكتب اسمه عنوانا بعد ختمه لان بلفیس عرفته كونه من سليمان بقراءة عنوانه المعهود في ذلك قالت انه من سليمان انه يسبحه الله الرحمن الرحيم فالتقديم واقع في حكاية الحال۔ ترجمہ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ سلیمان علیہ السلام نے اپنے نام کو یسبحہ اللہ پر مقدم کر دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے دعوت نامے کی ابتدا یسبحہ اللہ ہی سے کی تھی اور دعوت نامے پر یہ تحریر کر کے پتہ کے مقام پر اپنا نام ہاں طور لکھا تھا۔ "من عبد الله سليمان بن داود ابی بلفیس ملکہ سبنا" اس لئے کہ بلفیس کو دعوت نامے کا مخاطب سلیمان ہونا معتاد تہ کی عبارت پر پھر کہ معلوم ہو گیا تھا اس واسطے اس نے ترتیب علم ملحوظ رکھتے ہوئے کہا۔ "ان من سليمان وان يسبحه الله الرحمن الرحيم" کہ ابتدا یہ پتہ کے مقام پر نظر رکھا تو معلوم ہوا کہ یہ دعوت نامہ مخاطب سلیمان علیہ السلام ہے پھر کھل کر دیکھا تو پہلی نظر یسبحہ اللہ شریف پر پڑی جس سے معلوم ہوا کہ اس کی ابتدا بسم اللہ شریف سے کی گئی ہے۔ تو سلیمان علیہ السلام کے نام کی تقدیم واقع کی حکایت میں ترتیب علم پر مبنی ہے۔ دعوت نامے میں نہیں۔

تقدیم فی الحکایۃ کی ایک وجہ اور بھی ہے جیسا کہ عبارت دعوت نامے کی ترتیب حسب قبل ہو چکے کارشاد العقل السلیم وغیرہ تفامیر کی روایت اسی پر مبنی ہے۔ کما سیتاتی "یسبحہ اللہ الرحمن الرحیم من عبد الله سليمان بن داود ابی بلفیس ملکہ سبنا السلام علی من اتبع الهدی اما بعد فلا تغلوا علی وَاَنْتَی" مسلمانین اس ترتیب میں تمہیں مقدم اور سلیمان علیہ السلام کا نام مزید ہے مگر بلفیس نے بروقت حکایت ان کا نام مقدم اور تمہیں کو مؤخر ذکر کیا کیوں۔ اس لئے کہ قول بلفیس "انہ من سليمان وانہ یسبحہ الرحمن الرحیم" مقام تعلیل میں واقع ہے کہ اس نے دعوت نامے کے کویم باعزت ہوئی علی السبیل للترقی و دولت بیان کیں جو ترقی میں الا حتیٰ الی الا علی کہا جاتا ہے مگر یہی کتاب الحروف کو الفاظ معرود کا استعمال اس مقام پر یہی کہ اسم گرامی کی عظمت کے پیش نظر گوارا نہیں بغیر۔ (۱) یہ کہ دعوت نامہ عزت والا اس لئے ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی جانب سے آیا ہے جو بادشاہ وقت ہیں (۲) یہ کہ اس دعوت نامے کا آغاز نہایت ہرمان رحمت والے اللہ کے نام سے کیا گیا ہے جو تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے پس ثابت ہوا کہ تقدیم فی الحکایۃ

صورت مذکورہ میں تعلیل علی سبیل الترتیب پر مبنی ہے۔ اس توجیہ کی بنا پر آیت مذکورہ کی دو اعراب یہ ہوگی کہ "قالت" فعل نسبی ضمیر بھی "مستتر راجع بسوء" امراتہ "یعنی بلقیس" یا "یا ایھا الملاء" جملہ اور انی الفی الی کتاب کریمہ "جواب نہا" "انہ من سلیمان" "وانہ یسئل اللہ الرحمن الرحیم" ہر دو جملے معللہ "ان لا تعلوا علی" و "ان لا تعلوا علی" موضع رفع مبتدأ کیونکہ کتاب سے بدل بعض ہے بشرطیکہ "ان" ناصب ہو اور اگر حرف تفسیر ہے تو البعد کے لئے محل اعراب نہیں گذرانی وجوہ الاعراب والقرآت لابی البقا العکبری قدس سقوۃ - مخفی نہیں ہے کہ اس تقدیر پر سیلابی دعوت نامے کو نبوی دعوت نامے کیسا تھ ترتیب سیدہ و اسم میں توفیق حاصل ہو جاتا ہے جس سے مذکور ترتیب کی تائید کر سکتے ہیں۔ نیز تقدیم فی الحکایت کی ان دونوں وجوہات پر "انہ من سلیمان" و "انہ یسئل اللہ الرحمن الرحیم" میں ضمیر منصوب اول کا مرجع "کتاب" بمعنی کل مکتوب ہے اور ضمیر منصوب ثانی کا مرجع بعض مکتوب ہے یعنی ماسوا تسمیہ و نہ دعوت نامے میں دو تسمیہ کا ہونا لازم آئیگا۔ فتاویل فانہ یشیخ الی تبحر بید الذہن جواب و وہم بلکہ آیت مذکورہ ظاہر و متبادر معنی کے اعتبار سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دعوت نامے کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کی گئی تھی اسکی تفصیل یہ ہے کہ مفسرین کرام نے "انہ من سلیمان" و "انہ یسئل اللہ الرحمن الرحیم" میں دو احتمال بیان فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ ہر دو جملے معللہ ہوں کمّا ذکرنا آنفا یہ احتمال ظاہر ہے۔ و وہم یہ کہ ہر ایک کو جملہ ستانہ حوالہ مقدّر کا جواب قرار دیا جائے جسکے تمام ضمیر میں مذکور ہے ہمارے خیال ناقص میں احتمال خالی از محذور نہیں۔ اسی واسطے فیظا ہر ہے۔ لزوم محذور کی وجہ یہ کہ جب بلقیس نے کہا۔ "یا ایھا الملاء انی الفی الی کتاب کریمہ" لے سوا و دیر ہے پاس یک حرکت والاخط "دعوت نامہ" ڈالا گیا ہے یہاں پر کتاب "بمعنی مکتوب" ہے تو باعتبار طبع یہ سوال پیدا ہوا کہ وہ خط "دعوت نامہ" کس کلمہ ہے اس سوال کے جواب میں کہا گیا۔ "انہ من سلیمان" کہ وہ خط "دعوت نامہ" منجانب سلیمان ہے اس جواب میں بھی ضمیر منصوب کا مرجع "کتاب" بمعنی مکتوب ہے پھر سوال پیدا ہوا کہ اس خط "دعوت نامے" کا مضمون کیا ہے یا نہیں کیا لکھا ہے تو اسکا جواب صرف "انہ یسئل اللہ الرحمن الرحیم" ہے یا "انہ یسئل اللہ الرحمن الرحیم" "ان لا تعلوا علی" و "ان لا تعلوا علی" ان دونوں تقادیر پر ضمیر منصوب کا مرجع کتاب بمعنی مکتوب فیہ ہے اور بقریۃ سوال مضمون "یا" مکتوب مضاف مقدّر ہے۔ بر تقدیر اول خبر "ان" یسئل اللہ الرحمن الرحیم ہے اور بر تقدیر ثانی یسئل اللہ الرحمن الرحیم "ان لا تعلوا علی" و "ان لا تعلوا علی" مسیلمین بر تقدیر اول جواب ہوا کہ اسکا مضمون یسئل اللہ الرحمن الرحیم ہے یا "اسمیں یسئل اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی ہے اس صورت میں محذور لازم آتا ہے کہ جواب ال کے مطابق نہیں کیونکہ جو قسم سوال سے سائل کا منشا ایسی چیز کا دریافت کرنا ہو کہ اسے جو خط "دعوت نامے" میں مقصود بالذات ہو۔ ظاہر ہے کہ تسمیہ دعوت نامے میں مقصود بالذات نہیں ہے تو تحصیل برکت کے لئے ہوتی ہے۔ اور بر تقدیر ثانی جواب ہوا کہ اسکا مضمون یسئل اللہ الرحمن الرحیم "ان لا تعلوا علی" و "ان لا تعلوا علی" مسیلمین ہے یا اس میں لکھا ہوا ہے اس صورت میں مقصود بالذات مذکور ہونے کی وجہ سے جواب مطابق سوال ہو گیا اگرچہ مقصود بالعرض تسمیہ بھی مذکور ہے مگر محذور لازم آتا ہے کہ حکایت خلاف واقع ہو جائے گی کہ خط "دعوت نامے" میں "ان لا تعلوا" لکھا ہوا تھا بلکہ "لا تعلوا" بغیر "ان" تھا جیسا کہ دعوت نامے کی روایت کردہ عبارت سے ظاہر ہے۔ نظر پر اس احتمال دوم خلاف ظاہر ہے۔ اور احتمال اول پر چونکہ اس قسم کے محذور بعد وراثت لازم نہیں آتے اسلئے وہ ظاہر قرار پایا۔ لیکن احتمال دل پر "ان" کی خبر یسئل اللہ الرحمن الرحیم یا مع آئینہ عبارت کے نہیں بلکہ باء کا متعلق ہے جسکی تقدیر میں دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ لفظ "مقصود" ہو۔ و وہم یہ کہ لفظ "قابت" یا کوئی اور لفظ از قبیل فعال عامہ بر تقدیر احتمال اول آیت کا مفہوم دعوت نامے کی صرف اس ترتیب پر صادق آتا ہے جو تقدیم فی الحکایت کی وجہ دم میں میں ذکر کی گئی اور بر تقدیر احتمال دوم اس پر بھی صادق آتا ہے اور اس ترتیب پر بھی جسکو جلالین وغیرہ میں نقل کیا ہے۔ ہمارے خیال ناقص میں

مقام کی خصوصیت کے پیش نظر متبادر ہو چکے باعث احتمال اول ظاہر ہوا۔ اس واسطے مدسک التذیل اور ارشاد العقل السليم وغیرہ تفاسیر میں لفظ "مصدس" کی تقدیر اختیار فرمائی ہے چونکہ نفوس ظاہری پر محمول ہو کر کرتی ہیں۔ نظر براس آیت مذکور سے بیانات ثابت ہو چکے ہیں۔ سلیمان بن داؤد بن ابی بلقیس ملکہ سببا تسمیہ پر مقدم مذکور تھا بلکہ اس نعت نامہ کی تقدیر شجرہ اللہ الرحمن الرحیم ہے کی گئی تھی اس سائل کا بیان کردہ مخالفت دور ہوا۔ نبوی دعوت نامے و احادیث ابتدا بالتسمیہ اور آیت مذکورہ کے مابین توافق حاصل ہو گیا۔ سوال لیکن اس تقدیر پر آیت مذکورہ اور اس روایت میں مخالفت ہو گئی جو ارشاد العقل السليم وغیرہ تفاسیر میں سلیمان بن داؤد بن ابی بلقیس ملکہ سببا تسمیہ پر مقدم مذکور ہے کیونکہ آیت اپنے ظاہر و متبادر معنی کے اعتبار سے دلالت کرتی ہے کہ اس کی تقدیر تسمیہ کے ساتھ کی گئی تھی اور روایت مذکورہ دلالت کرتی ہے کہ دعوت نامہ کا آغاز جملہ من عبد اللہ سلیمان بن داؤد بن ابی بلقیس ملکہ سببا سے ہوا تھا۔ اور تسمیہ میں مذکور ہی تھی جو اب۔ اس مخالفت کو ہل دو کر کیا جاسکتا ہے کہ روایت میں مقدر بالذات پر انحصار ہے۔ تسمیہ چونکہ مقصود بالذات نہیں۔ نظر براس راوی نے بروقت روایت ابتدا سے اسکو حذف کر کے باقی عبارت نقل کر دی۔ سوال جواب اس روایت میں اور اس میں مخالفت ہو جائیگی جسکو جلالین وغیرہ تفاسیر میں ذکر کیا ہے کہ یہ روایت کی رو سے تسمیہ دعوت نامے کے شروع میں ہو کر اس کی رو سے درمیان میں جواب روایت ارشاد العقل السليم کو روایت جلالین وغیرہ ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ نبوی دعوت نامہ۔ احادیث ابتدا بالتسمیہ اور آیت مذکورہ اپنے ظاہر و متبادر معنی کے اعتبار سے اس کی تائید کرتی ہیں۔ سوال اب علامہ طلالی قدس سرہ کا جواب مسطور ہے کہ وہ ترجیح یافتہ روایت کے خلاف ہے کیونکہ وہ دلالت کرتا ہے کہ عبارت من عبد اللہ سلیمان بن داؤد بن ابی بلقیس ملکہ سببا کو مقام تہ پر ہرگز نہ لکھا تھا دعوت نامے کے اندر یہ عبارت تھی اور ترجیح یافتہ روایت کی رو سے دعوت نامے کے اندر تھی جواب علامہ طلالی قدس سرہ کے جواب میں "کتب اسمہ عنوانا بعد ختمہ" کا مطلق ابتداء بالبسملة پر نہیں جی کہ انما کے جس ہونیکے باعث عبارت مذکورہ کے دعوت نامے کے اندر ہونے کی نفی ہو جائے بلکہ انما ابتداء بالبسملة پر معطوف ہے۔ اب ہو سکتا ہے کہ عبارت مذکورہ دعوت نامے کے اندر بعد تسمیہ بھی تھی اور مقام تہ پر بھی۔ نظر براس علامہ کے جواب اور ترجیح یافتہ روایت میں مخالفت نہ رہے گی۔ ہذا وَلَعَلَّ اللَّهُ يُجِدُّ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا۔

رمن محمد عبد اللہ اور رسولہ (ع) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تسمیہ بعد دعوت نامہ کی ابتدا اپنے نام پاک فرمائی اور اس کے ساتھ منصب رسالت کا اظہار بھی فرمایا لہذا ثابت ہوا کہ تسمیہ کے بعد بھیجنے والے کا اپنے نام سے خط کی ابتدا کرنا اور اپنے منصب کا اظہار مسنون ہے۔ اس واسطے فقیر کا ترجمہ و مستحکم اپنے نام کیساتھ "صدرا لمدین" تحریر کیا کرتا ہے اور اس میں ذکر نعمت بھی حاصل ہے۔ قبیل شکر ہر عظیم الروم یعنی معظم افاضل معارف قدس یعنی "معظم اہل الروم" سوال "ملائک الروم" دیا "مید الروم" کیوں تحریر نہیں فرمایا جواب اس کے کہ حکم اسلام وہ دنوں مناسبت سے معزول تھا کہ بغیر عطائے نبوی کسی کو یہ صفت حاصل نہیں ہوتی جب قاری نے دعوت نامے کی عبارت من محمد عبد اللہ اور رسولہ پڑھی تو ہر قل کا بھائی شکر فضیلت ہو گیا اور دعوت نامہ قاری کے ہاتھ سے چھین لیا۔ ہر قل بولا تم نے یہ کیا کیا مائے کہا کہ میں اس واسطے چھین لیا کہ انہوں نے اپنے نام سے ابتدا کی ہے اور "سرکار کو بجائے" ملائک الروم" صاحب روم (عظیم روم) تحریر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ متکبر انسان ہیں اپنے آپ کو بڑا اور سرکار کو حقیر تصور کرتے ہیں۔ ہر قل نے کہا تم ضعیف الرایۃ انسان ہو کیا تمہاری یہ نشا ہے کہ دعوت نامے کے مضمون پر مطلع ہونے سے بیشتر اسکو چھین لیا جائے اگر وہ اللہ کے رسول ہیں تو بہ نسبت میرے نام سے ابتدا کر چکے اپنے نام سے ابتدا کرنا حق انکو زیادہ ہو چکا ہے۔ اور یہ بات انہوں نے سچ فرمائی کہ میں صاحب روم ہوں مالک روم نہیں میرا اور روم کا مالک اللہ ہے (سلا لہ علی من ابغی الہدی) سوال کا فرق ابتدا و سلام

کرنا جائز نہیں ہے حدیث میں ہے لَا تَبْدُؤُا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى بِالْإِسْلَامِ ترجمہ یہود و نصاریٰ کو ابتداً اسلام نہ کرو۔ اور ہر قس
 اُسوقت کافر نصرانی تھا پھر اسکو ابتداً اسلام کیوں کیا گیا۔ جواب اولا یہ اسلام سلام تحیت نہیں جو از قبیل جلد دعا میر ہوتا ہے بلکہ ایسا
 ہی ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا تھا: "وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی" جو از قبیل جلد خبر ہے۔ ثانیاً یہ سلام تحیت
 ہے مگر ان لوگوں پر جو ہدایت کے متبع ہیں۔ ہر قس چونکہ متبع ہدایت نہ تھا۔ لہذا وہ اس کے لئے نہ ہوا نہ اور کوئی کافر اس میں خلل حتیٰ کہ کافر کو ابتداً
 سلام کرنا لازم آئے۔ (۱) اَمَّا بَعْدُ یہ کلمہ سب سے پیشتر کس نے استعمال کیا اس میں چند قول ہیں (۱) یہ کہ اود علیہ السلام نے (۲) یہ کہ یحییٰ
 بن قحطان نے (۳) یہ کہ کعب بن لوی نے (۴) یہ کہ قس بن ساعد نے (۵) یہ کہ سحبان نے جو فصاحت میں ضرب المثل ہے۔ اور
 محدث دارقطنی نے غرائب مالک میں بیان کیا کہ اسکے سب سے پہلے قائل یعقوب علیہ السلام ہیں۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ اگر قحطان
 حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہدایت سے تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام علی الاطلاق اول قائل مجھے کیونکہ وہ اس صورت میں قحطان
 پر مقدم ہیں۔ اور اگر قحطان حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر تھے تو اول قائل یحییٰ بن ساعد ہے کہ اس تقدیر پر وہ حضرت یعقوب علیہ السلام
 سے مقدم ہوں گے۔ (۶) اَمَّا حَرْفُ شَرْطٍ ہے مگر اسکو دیگر کلمات شرط سے اس طور امتیاز حاصل ہے کہ اس میں مکمل حکم ضمیمہ ہوتا ہے کہ جب آلا محلا
 واقع ہے اسواسطے معنی تاکیدا اسکو لازم ہیں۔ ایسا نہیں کہ وقوع جزا بر تقدیر وقوع شرط ہو جیسا کہ دیگر کلمات شرط میں ہوتا ہے۔ اس کا
 استعمال دو طریقوں پر ہوتا ہے۔ اول برائے تفصیل جیسے (دعویٰ ہے) (۱) یہ کہ محل سابق کی توضیح جیسے فَنَهْمُ شَقِيٍّ وَسَعِيدٍ فَاَمَّا
 الَّذِيْنَ شَقَوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا
 مَا شَاءَ رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا
 اَلَمْ تَسْأَلْ رَبَّكَ عَطَاً غَيْرَ الَّذِيْ هُوَ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا
 وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقْوُوْنَ مَاذَا اَسْرَا اِنَّ اللَّهَ يَهْدِيْكُمْ اَمْثَلًا اَسْ طَرِيقًا اَسْتَعْمَلُ غَالِبًا دَوْمٌ بَرَاءٌ اَسْتَبِيْنُ اَمْنًا
 مستانف کے شروع میں لانا اس صورت میں صرف شرط تاکید کے معنی ہوتے ہیں یہاں پر کسی قبل سے ہے۔ اسکی جزا پر "فَا" آیا کرتی ہے
 مگر کئی اور اہل تہ جیسے اسل رشاد نبوی میں "اَمَّا مَوْسٰی کَالِی اَنْظَرُ اِلَیْہِ اِذْ یَخْرُجُ فِی الْوَادِیْ" اور جیسے ام المؤمنین حضرت
 عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول میں "اَمَّا الَّذِيْنَ جَعَلُوْا بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالْجَنَّةِ طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا"
 رَبِّ غَايَةِ الْاِسْلَامِ "بَا" یعنی "الی" اور "غایۃ" مصدر بمعنی اسم مفعول سلام کی جانب باضافت بیانی مضاف ہے۔
 یعنی ادعوت الی المذموع الذی ہُوَ الْاِسْلَامُ اور کتاب مجھان کی زائیت میں بداعیۃ الْاِسْلَامِ ہے اس صحت میں ظاہریۃ
 موصوف مقدمہ کلمۃ ہی صفت ہے یعنی ادعوت الی الکلمۃ الذی اعیین الی الْاِسْلَامِ اور اسلام کی طرف دعوت دینے والا کلمہ یہ ہے
 لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (اسلمہ لتسلم) من ہدی کے وجہ محسنات نظیریۃ ان دونوں میں جناس اس اشتقاقی ہے
 جس کے معنی ہیں دونوں کلمہ مآخذ اشتقاق میں مشترک ہونا اور وہ سلامۃ ہے (تسلم) امر کا جواب دل ہے اور اسی بنا پر مجرم۔
 اس جواب میں سلام لےنے پر نبوی اور اخروی دونوں سلامتی کا وعدہ تھا کیونکہ یہ مطلق ہے نبوی یا اخروی کسی ایک سلامتی کیساتھ متعین نہیں
 و لفظ طلق یجوز علی الاطلاق۔ اگر ہر قس سلام قبول کر لیتا تو اس نئی وعدہ کے پیش نظر دونوں کو اسکے قیل پر قدرت نہ ہوتی۔ اور وہ
 سلامتی کیساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو جاتا۔ لیکن تقدیر الہی سعادہ بھی اسلئے جواب کو عموم پر متول کرنے کی جانب ذہنی انفعال ہو گیا
 (یونکہ اللہ اجرک مَرَاتِبًا) "اسلمہ" نہ کرنا جواب ثانی ہے۔ اور کتاب مجھان کی روایت میں "واسلمہ یونکہ اللہ اجرک
 مَرَاتِبًا" ہے اس روایت کی بنا پر وہ سکرہ اسلمہ کا جواب ہے۔ اور اول "اسلمہ" سلام میں داخل کیا سٹے ہے اور "اسلم" ثانی دما کیلئے

۱۳ قحطان کے بعد یحییٰ بن ساعد کی روایت سے ہے کہ اس میں مکمل حکم ضمیمہ ہوتا ہے کہ جب آلا محلا واقع ہے اسواسطے معنی تاکیدا اسکو لازم ہیں۔ ایسا نہیں کہ وقوع جزا بر تقدیر وقوع شرط ہو جیسا کہ دیگر کلمات شرط میں ہوتا ہے۔ اس کا استعمال دو طریقوں پر ہوتا ہے۔ اول برائے تفصیل جیسے (دعویٰ ہے) (۱) یہ کہ محل سابق کی توضیح جیسے فَنَهْمُ شَقِيٍّ وَسَعِيدٍ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقَوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا

۱۳ قحطان کے بعد یحییٰ بن ساعد کی روایت سے ہے کہ اس میں مکمل حکم ضمیمہ ہوتا ہے کہ جب آلا محلا واقع ہے اسواسطے معنی تاکیدا اسکو لازم ہیں۔ ایسا نہیں کہ وقوع جزا بر تقدیر وقوع شرط ہو جیسا کہ دیگر کلمات شرط میں ہوتا ہے۔ اس کا استعمال دو طریقوں پر ہوتا ہے۔ اول برائے تفصیل جیسے (دعویٰ ہے) (۱) یہ کہ محل سابق کی توضیح جیسے فَنَهْمُ شَقِيٍّ وَسَعِيدٍ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقَوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا فَاَمَّا الَّذِيْنَ سَعِدُوْا

جیسے اس آیت میں "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمِعُوا" سوال اس آیت میں امر کو دوام کے لئے کہنا درست نہیں کیونکہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھی تو معنی آیت یہ ہوئے۔ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمِعُوا اخْلَاصًا" تو آیت میں امر اخلاص کے لئے ہے نہ دوام کی واسطے۔ جواب آیت مذکورہ کے نزول میں تین قول ہیں (۱) مجاہد کا کہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ (۲) امر کا اخلاص کے لئے ہونا اسی قول پر مبنی ہے (۳) عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ مومنین اہل کتاب کے بارے میں اس کا نزول ہوا تھا (۴) ایک جماعت مفسرین نے یہ اختیار فرمایا ہے کہ اس آیت میں خطاب مومنین اہل اسلام ہوئے۔ مؤخر الذکر دونوں قول کے پیش نظر آیت میں امر دوام کے لئے ہوا۔ اور انہیں کے ماتحت آیت کو تمثیل میں پیش کیا گیا ہے۔ اجماع دونوں کے لئے وجہ یہ ہے کہ ایک اجر اپنے نبی پر پایا لائے گا۔ اور ایک محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے گا یا یہ ہے کہ ایک اجر اپنے اسلام لائے پر اور ایک اجر اپنے متبعین کے قبول اسلام کا سبب بننے پر۔

(۱) ائمہ الیرسلین (۲) یرسلین۔ بروزن کریم کی جمع ہے جو اصل میں یرسلین تھا اس واسطے ایک روایت میں (۳) یرسلین (۴) آیا ہے اور ایک روایت میں یرسلین اور ایک روایت میں یرسلین۔ باضافہ یائے نسبت وارد ہوا۔ اول یرسلین کی جمع ہے۔ اور ثانی یرسلین کی غرض اس لفظ میں چار وجوہ مردی ہیں۔ ابن فارس نے یرسلین کے عربی ہونے کا انکار کیا جو جھڑی ہے کہا کہ یرسلین زبان کا لفظ ہے بعض نے کہا کہ یرسلین اپنی اصل پر ہے۔ اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ اس میں فکس کا ہوا ہے کہ اصل میں یرسلین تھا جو یرسلین سے مشتق ہے۔ عین کلمہ کو فاک جگہ اور فاکو عین کی جگہ کر دیا۔ یہ ہر کیف یرسلین کے معنی کی تفسیر میں چند قول ہیں (۱) کاشتکاران (۲) اصواء (۳) اہل کس یعنی ٹیکس گیرندگان (۴) خذلتم و خذلتم یعنی خدمت گزاران و متعلقین (۵) متکبرین (۶) یہود و نصاریٰ متبعین عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سابق میں گزر رہے۔ اس لئے اور اس کے ساتھ یوں نے اپنے نبی کو شہید کیا تھا اسی تقدیر پر یائے نسبت لینے حقیقی معنی پر ہوگی۔ اور دیگر معانی پر بلے بالغ جیسے احمدی میں یہاں پر بر بنائے مسلک صحیح اول معنی مراد ہیں کیونکہ دیگر روایات میں ان کی تصریح آگئی ہے۔ چنانچہ ابن اسحق کی روایت بطریق نرسری میں ہے۔ "فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْكَافِرِينَ"۔ بوقافی نے اپنی روایت میں ان کا رین کی تفسیر "خِزَانَتَيْنِ" سے کی ہے۔ اور روایت مدائنی میں ہے۔ "فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْفُلْجَيْنِ"۔ اٹھارہ اور فلاح کاشتکار کو کہتے ہیں۔ لیکن ہجاء انظر اطلاق الجوز و فاراد کے کل رعایا مراد ہے۔ اور اس جز کی ذکر میں تخصیص بائیں جہ کی گئی کہ کاشتکاران اکثریت میں ہوتے ہیں۔ سوال نبوی ارشاد "فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْكَافِرِينَ" قرآنی آیت "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ" کے مخالف ہے کیونکہ آیت دلالت کرتی ہے کہ گناہ کی عقوبت گنہگار تک محدود ہے گی دوسرا اٹھیں ماخوذ نہ ہوگا۔ اور نبوی ارشاد دلالت کرتا ہے کہ رعایا کے اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں ہر قل پر مواخذہ ہے جواب ہر قل پر دو مواخذہ ہوں گے۔ ایک جو کہ اسلام قبول نہ کرنے پر دوسرا رعایا کے اسلام قبول نہ کرنے کا سبب بننے پر کہ بالعموم رعایا مذہب میں بادشاہ کے تابع ہوا کرتے ہیں۔ اسی واسطے مثل مشہور ہے "النَّاسُ عَلَىٰ دِينِ مُلُوكِهِمْ" چونکہ ہر قل کا اسلام قبول کرنے سے انحراف رعایا کے عدم قبول واسطے سبب بنا۔ اس لئے ہر قل پر مواخذہ برائے سمیت ہوا نبوی ارشاد سے ہی مراد ہے اور آیت اس کی نفی نہیں کرتی۔ اور اسلام قبول نہ کرنے پر مواخذہ رعایا سے ہوگا جس کا اثبات ہر قل پر نبوی ارشاد نہیں کرتا۔ اور آیت اسی کی نفی کرتی ہے۔ پس نبوی ارشاد اور آیت میں مخالف نہ ہوا اور نبوی ارشاد سے ثابت ہوگا کہ ہر قل پر دو مواخذہ ہوں گے۔ ایک خود اسلام قبول نہ کرنے پر دوسرا رعایا کے قبول نہ کرنے کا سبب بننے پر۔ سوال نبوی ارشاد میں ہر قل پر صرف دو مواخذہ کا ذکر ہے پہلے کا انہیں پھر نبوی ارشاد سے دونوں کا اثبات کس طرح درست ہو سکتا ہے جواب کلام میں "مع اثبات" ملاحظہ ہے جس پر مبنی دلالت کرتے ہیں۔ کہ جب برائے سمیت گنہگار ہوتا ہے تو خود قبول نہ کرنے پر

بدیعہ اولیٰ نگار ہوگا۔ اصل کلام یہ ہے: "وَإِنَّ عَلَيْكَ مَعَ أَتَمِّكَ إِتْمَاكَ لَهَا نِسْبِينَ"۔

ریا اہل الكتاب الخ راویان صحیح البخاری جیسے اصیلی و اما بونی رک ریایت میں "واو" نہیں۔ بریں تقدیر میں جملہ قاری آن عولک بدعیۃ الاسلام کا بیان ہے۔ عبدوس۔ قالہی اور نسفی کی ریایت میں "واو" ثابت ہے۔ اس تقدیر پر

"واو" مفتر پر اخل ہے جو "اد عولک" پر معطوف ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی: "اد عولک بدعیۃ الاسلام قول لك ولا تباعک یا اهل الكتاب الخ"۔ **سوال** اس تقدیر پر معطوف کا حذف اور حرف عطف کی بقا لازم آئے گا نہ نہیں جواب یہ اس وقت ناہائے

جیکہ معطوف جمع متعلقات کیساتھ محذوف ہوا اور اگر بعض متعلقات باقی ہیں جو محذوف کے معمول ہوں تو جائز ہے جیسے آیت وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْأَيْمَانَ میں کہ اخلصوا، معطوف "واو" سے بعد محذوف ہے اور "الایمان" کو کورس کا مفعول ہے محقق فرمے کہ تقدیر معطوف

کی طرف احتیاج اس وقت ہوگی جبکہ "یا اهل الكتاب" کو قرآنی آیت قرار دیا جائے جو اداسل ہجرت میں دعوت نامہ تحریر کرنے میں نازل ہوئی تھی جیسے کہ کلام ابن اسفحی اسکی جانب یا کرتا ہے۔ اور اگر یہ اختیار کیا جائے کہ آیت کا نزول وفد بخران کے قفسے میں ہوا ہے جو شہر میں واقع

ہوا تھا تو اس تقدیر پر یہ الفاظ کلام رسول ہیں۔ کیونکہ دعوت نامہ وفد بخران سے چند سال پیشتر لکھا گیا تھا پھر وحی نبوی الفاظ کے موافق نازل ہوئی۔ نظریں تقدیر معطوف کی طرف احتیاج نہ ہوگی اور اب یہ آیت "اد عولک بدعیۃ الاسلام" پر معطوف ہوگی

"امّا" کا جواب ثانی قرار پایگا لیکن یہ قول غرضات سے خالی نہیں۔ اول یہ کہ مقتدیہ علماء کرام نے جو قرآن وحدیث کے زیادہ مانگ تھے۔ دعوت نامے سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عدد و کفر کی جانب ایکہ آیات تحریر کر کے بھیجا جائے یہ استدلال اس وقت درست

ہو سکتا ہے جبکہ ان الفاظ کو قرآنی آیت قرار دیا جائے۔ دوم یہ کہ اگر الفاظ مذکورہ کلام رسول ہوتے تو "فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ" بصیغہ خطاب ہوتا حالانکہ دعوت نامے میں "فَإِنْ تَوَلَّوْا" بصیغہ غائب ہے۔ نیز "فَقُولُوا" نہ ہونا چاہیے تھا اس کے مخاطب ہرقل اور اسکی جاعت نہیں بن سکتی۔

بلکہ صریحاً "فَاشْهَدُوا" حالانکہ دعوت نامے میں "فَقُولُوا" موجود ہے تو معلوم ہو کہ یہ الفاظ قرآنی ہیں کلام رسول نہیں (مَا قَالَ) سے مراد وہ سوالات وجوابات ہیں جو ہرقل نے بیان کئے تھے (الصخب) آوازوں کے اختلاط کو کہتے ہیں جو بروقت

مناصہ ہوتا ہے (أَمْر) باب تسمیٰ سے بمعنی "عظمت" ہے (ابن ابی کبشہ) سے مراد عبید بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیہ السلام ہیں عرب کا دستور تھا کہ کسی کی تفضیل کرتے وقت اسکو نسب غیر معروف کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اسی نظریہ کی بنا پر ابو سفیان نے "ابو کبشہ" کی طرف

منسوب کیا جن کی طرف نسبت معروف نہ تھی۔ اور بقول ابو الفتح: "اناری وابن ماحولا" ابو کبشہ آپ کے رضاعی باپ تھے۔ اُن کا نام تھرت بن عبد العزیٰ تھا جو بقول ابن کعبی مشر بن سلام ہوئے کبشہ نامی اُن کے ایک لڑکی تھی جسکی دہر سے

اُن کی کنیت "ابو کبشہ" ہوئی۔ اور کلبی نے کتاب الدقائق میں بیان کیا کہ یہ ابو کبشہ حضور کے رضاعی والد حضرت حلیمہ سعدیہ کے شوہر ہرقل کا نام بھی ہی تھا۔ اور ابن ماکولہ نے ایک قول یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے والدین اُنکی کنیت بھی

"ابو کبشہ" تھی۔ اور ابو الحسن جرجانی نسبتاً بہ (علم انساب ماہر) نے بیان کیا کہ یہ ابو کبشہ حضور پر مصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نانا کے نانا ہیں اسلئے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد "وہب" آپ کے نانا ہیں اور وہب کی والدہ قیلما کے

والد ابو کبشہ تھے جو وہب کے نانا ہوئے۔ اور بعض نے فرمایا کہ "وہب" کی کنیت بی "ابو کبشہ" تھی۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ ابو کبشہ حضرت عبدالمطلب کے نانا کی کنیت ہے جن کا نام عمرو بن زید خنرجی تھا۔ ان کے علاوہ ابو کبشہ

کے باپے میں اور بھی اقوال ہیں، انہیں سے ہر ایک مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نسب غیر معروف کی جانب ہر ایک سے حاصل ہو جاتی ہے جو ابو سفیان کا مقصود ہے

(انہ یخافہ ملک بنی الاصف) ان کو سورہ ہے اولاً اسلئے کہ مقام تغلیل ہے جس کی واسطے مفتوحہ نہیں آتا۔
 ثانیاً اسلئے کہ دوسری روایت میں خبر پر لام آیا ہے یعنی "انہ یخافہ" جو مفتوحہ کی خبر نہیں آتا (بنی الاصف) سے مراد وہی ہیں اور ان کو
 بنی الاصف کہنے کی وجہ بقول ابن کثیر ان بنی اریہ یہ ہے کہ ان کے دادا اس و مر بن عبص نے بادشاہ حبشہ کی لڑکی سے نکاح کیا اس سے
 جو ایک پیرا ہوا وہ رنگ میں نکل برزردی تھا بدیں وجہ اس کو اصف کہنے لگے چونکہ سر وہی اسی کی اولاد میں ہیں۔ نظروں کو بنی الاصف کہا
 جاتا ہے اور کتاب البیان میں ابن ہشام نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان کی پردادی حضرت ساسان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (بچپن میں) ان کو
 ہوسلئے "اسے اکثر زیورات پہنا کر راستہ کر دیا تھا کہ دیکھنے میں زرد محسوس ہونے لگے" بایں وجہ ان کا لقب "اصف" پڑ گیا۔

(فما نزلت موقناً انہ سیطھرتی) ان خل اللہ علی الاسلام (ظہر ظہراً از باب مع بمعنی
 اشتکی ظہرہ) اور ظہراً ظہراً سے از باب نصیر بمعنی کان قوی الظہر اور ظہراً ظہراً از باب فتح بمعنی بروز اور ظہراً
 الشئ وب بمعنی نبذ الخ خلف ظہرہ) اور ظہراً البیت بمعنی علاہ اور ظہراً بقلان و علیہ بمعنی غلبہ یہاں اس قبل سے
 ہے اور صلہ عبارت میں مقدر امی سیطھربا عدلہ یا علی اعدائہ معنی اللیب وغیرہ میں ہو کہ لفظ "حتی" میں معنی میں آتا ہے

(۱) انتہائے غایت یعنی اکثر میں (۲) تعلیل یہ معنی قلیل میں (۳) استثناء یعنی اقل۔ اور "حتی" کا استعمال تین وجوہ پر ہوتا ہے اول
 جازہ تین قسم پر ہے (۱) غائبہ بمعنی "الی" مگر اسم اور "الی" میں بجز وہ فرق ہے فرق اول یہ کہ "حتی" اسم ظاہر کیساتھ مخصوص
 ہے بخلاف "الی" کہ وہ ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ فرق ثانی یہ کہ "حتی" فعل ماقبل کے غایت تک پہنچتی ہے انشاء پر دلالت
 کرتا ہے بخلاف "الی" اس واسطے کہ قیتمہ حتی مزید جائز نہیں کہ اس ترکیب میں مقصود منظم تدبیری انشاء نہیں آتا۔ فرق ثالث
 یہ کہ "حتی" کے مجرور کیلئے شرط ہے کہ شئی کا آخری جز ہو جیسے اکلت السمکۃ حتی ساسما یا آخری جز کے طاقی ہو جیسے سلام می
 حتی مطاع العجی بخلاف "الی" کہ اس کے لئے یہ شرط نہیں۔ فرق رابع یہ کہ "حتی" کا مابعد اس کے ماقبل میں عموماً داخل ہوا کرتا ہے
 بخلاف "الی" کہ اس میں عدم دخول غالب ہے۔ فرق خامس یہ کہ "حتی" اپنے مجرور کیساتھ خبر مبتدائی جگہ واقع نہیں ہوتا بخلاف

"الی" کہ وہ واقع ہوتا ہے جیسے والامر الیہ۔ فرق ساسی یہ کہ "حتی" قابل ابتدا نہیں بخلاف "الی" پس یہ ترکیب درست
 نہیں صورت من البصوۃ حتی انکوفہ (۲) تعلیلیہ بمعنی "کی" جیسے ولا یزالون یقاتلونکم حتی یروؤکم
 (۳) استثنائیہ بمعنی "الا" جیسے وما یعلمون من احد حتی یقولوا ای الا وقت قولہا یہ برائے استثناء متصل
 ہے اور جیسے مقع کندی کا شریک من الفضول سماحتہ حتی تجود وما لیک قلیل یہ برائے استثناء

منقطع ہے ثانی عاطفہ جو بمعنی "او" عاطف ہوتا ہے مگر دونوں میں چند فرق ہیں۔ فرق اول یہ کہ "حتی" عاطف کا معطوف
 مشروط بشرط ثالث ہے۔ بشرط اول یہ کہ اسم ظاہر ہو جیسے کہ حتی جار کے مجرور کیلئے بھی یہ شرط لگتی بشرط دوم یہ کہ "حتی" سے پیشہ واقع شدہ
 جمع کا بعض ہو جیسے قد تم الحاجر حتی المشاء یا "حتی" سے پیشہ واقع شدہ کل کا جز ہو جیسے اکلت السمکۃ حتی ساسما۔ یا
 مانند جیسے اعجببتی انجاسیہ حتی حدیثھا۔ بشرط سوم یہ کہ معطوف حتی ماقبل کے لئے ترقی کے اعتبار سے غایت ہو۔ جیسے
 مات الناس حتی الانبیاء یا تنزل کے اعتبار سے جیسے مات الناس حتی الخلائق۔ اس میں ترقی اور تنزل کا کوئی
 صورتیں جمع ہیں۔ فہرنا کما معنی الکماۃ فانکم تہابوننا حتی ینیننا الکھاغ۔ فرق دوم یہ کہ "حتی" کا معطوف
 جملہ نہیں ہوتا۔ فرق سوم یہ کہ جب "حتی" سے مجرور پر عطف ہوتا ہو اس کے معطوف پر حزن جارا کا اعادہ کیا جاتا ہے جیسے مروت بالقوم
 حتی برید۔ ثالث ابتدائیہ یہ بھی انتہائے غایت پر دلالت کرتا ہے مگر اس کو ابتدائیہ بدیں وجہ کہتے ہیں کہ اس کا مابعد

مستأنف باین معنی ہوتا ہے کہ اسکو قبل کیساتھ امرائی تعلق نہیں۔ اسکا مدخل جلد ہوتا ہے اسمیہ جیسے حیر نے کہا۔ فَمَا سَأَلَ لَيْتَ
الْقَتْلَى تَمُوجَ دِمَائِهَا بِدَجَلَةٍ حَتَّى مَاءٌ يَجْلُثَ أَشْكَالُهَا فَعَلِيهِمْ جَسَدُ مَضَارِعٍ هُوَ جَسَدُ حَسَانِ بْنِ ثَابِتٍ
مَرْضَى اللَّهِ تَعَالَى عَنْهُ كَقَوْلِ يُعْشُونَ حَتَّى مَاءِهَا وَلَا يَسْكُونُونَ عَيْنَ السَّوَادِ الْمُقْبِلِ۔ یا قرآنی ارشاد حسب
قراءت نافع۔ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ۔ یا اَسْكُنْ فُلًا مَضَى هُوَ جَسَدُ قَرْنِ ارشاد۔ اَلْهَكُمُ اللَّيْلُ حَتَّى زُلْزِلْتُمْ
لِلْمَقَامِ مَعَ الْعَوَامِ شَرَحَ جَمْعُ الْجَوَامِعِ مِثْلُ هَرَمٍ قَسَامٌ "حَتَّى" کی شناخت کیواسطے ایک سابط بعض شیوخ سے نقل کر کے
افادہ فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ اگر اسکا مدخل اسم مفر دیکھا مضارع منصوب ہوتا "حَتَّى" جار ہے اور اگر اسم مفعول یا منصوب
ہوتا "حَتَّى" عاطف ہے اور اگر جملہ ہوتا "حَتَّى" ابتدائیہ ہے نظر میں ہے فقرہ زیر بحث میں "حَتَّى" ابتدائیہ ہوا۔ سوال اس تقدیر پر لازم
آئے گا کہ اسکا بعد اس کے قبل کے لئے غایت ہو اور اب معنی ہو گئے کہ ابوسفیان کے یقین غلبہ کا استمرار تدریج اذخا لسلام پر مبنی ہوا تھا۔
حالانکہ یہ درست نہیں۔ اسلئے کہ اذخا لسلام تو اس کے مزید استحکام کے لئے سبب ہے۔ اس میں یہ صلاحیت نہیں کہ یقین غلبہ کے استمرار کی غایت بنے
جواب یہ "حَتَّى" فعل مذکور کی غایت نہیں۔ حتیٰ کہ اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ فعل "لَمَّا اَظْهَرَ" کی غایت ہے۔ کَمَا لَيْسَتْ قَادِرٌ
فَعَرَّ الْبَارِئُ حَتَّى عَطَفَ "واو" کے ساتھ مقدر اور فعل مذکور مآثرات موقناً پر معطوف ہے اہل اصل عبارت یوں ہوگی
"فَمَا سَأَلَ لَيْتَ مَوْقِنَانِ سَيُظْهِرُوكُمَا اَظْهَرَهُ حَتَّى اَدْخَلَ اللَّهُ عَلَى الْاَسْلَافِ" یعنی ابوسفیان کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہوا
کہ آپ غالب آئیں گے اور میں نے اس یقین کو ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں سلام فعل فرمادیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
(وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ الْهَجْرَ) داو بر لئے عطف اور كَانَ اپنے اسم و خبر سے مل کر "ابن ابی عبد اللہ بن
عتبہ بن مسعود" مقولہ اول پر معطوف ہو کر قَالَ مَقُولُ ثَانِي ہے اور قَالَ کا فاعل نہ رہی ہیں تو حدیث ابوسفیان اور قصہ
ابن ناطور دونوں کے راوی نہ رہی ہوئے مگر اتنا فرق ہے کہ حدیث ابوسفیان کو عبد اللہ سے روایت کیا ہے اور قصہ ابن ناطور کو
خود ابن ناطور سے کیونکہ نہ رہی کو ابن ناطور سے ملاقات حاصل تھی۔ چنانچہ ابو نعیم نے دلائل النبوة میں بیان کیا۔ ان الزہری
قَالَ لَقِيْتَهُ بِدِمَشْقٍ فِي نَهْرٍ مِنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ مَرْوَانَ ابْنًا بَتَّحَاكَ (وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ الْهَجْرَ) بصورت رسال ہو چکے
یا وجود تعلق نہیں جیسا کہ بعض حضرات نے کہا کہ ابن ناطور لبسند سابق ابوسفیان سے مروی نہیں جیسا کہ بعض مغاربہ
کو غلط فہمی واقع ہوئی۔ اس غلط فہمی کا سبب سیرت ابن اسحاق کی روایت ہے جس میں انہوں نے قصہ ابن ناطور کو مختلف الفاظ اور متحد المعنی
کہے کہ حدیث ابوسفیان پر ابن ناطور مقدم ذکر کیا ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ هِرَقْلَ اصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ الْهَجْرَ
حدیث اس روایت کے خلاف ہیں۔ انہوں نے جزم کیساتھ بیان فرمایا کہ قصہ ابن ناطور کو زہری نے خود ابن ناطور سے روایت کیا ہے
(ناطور) پر جو یہ منقول ہوا ہے اول بطلان ہوا ہے اس روایت میں۔ اسکی جمع "نواطیر" آتی ہے اور وہم بٹائے ہوئے
کہ روایت حموی میں اور سوم "ناطور" بطلان ہوا ہے زیادت الف در آخر جیسے کہ روایت لیث عَنْ يُونُسَ میں بہرہ روم
یعنی باغبان بر تقدیر وہ سوم اسم مجہی ہے اور بر تقدیر وہ اول و دوم بعض نے کہا کہ عربی ہے اور بعض نے کہا کہ عجمی
رَاصِحَ اَيْلِيَاءَ وَهَرَقْلَ (روایت ابو ذر میں منصوب ہے بر بنائے اختصاص یا بر بنائے حال یا اسلئے کہ کان کی
جملہ اس ہے اور غیر روایت ابو ذر میں مفعول آیا ہے اسلئے کہ "ابن الناطور" کی صفت ہو۔ یا اسلئے کہ مبتدا محذوف ہو "هو" کی خبر ہے
سوال یہاں پر لفظ "صاحب" کا استعمال "ایلیا" اور ہرقل کی طرف مضاعف کر کے درست نہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ
استعمال واحد میں لفظ سے مجازی اور حقیقی دونوں معنی مراد ہو جائیں۔ اسلئے کہ "صاحب" بہ نسبت "ایلیا" بمعنی "امیر و حاکم" ہے جو

اس کے معنی مجازی ہیں اور نسبت ہر قل "بمعنی" تابع اور درست ہے جو اسکے معنی حقیقی ہیں۔ اور استعمال واحد میں لفظ سے حقیقی اور مجازی دونوں معنی ملا لینا عند التحقیق باطل ہے کما انقراض فی مقامہ پس صورت مذکورہ میں لفظ صاحب کی اضافت درست نہیں۔

جواب اول۔ یہاں پر لفظ "صاحب" میں عموم مجاز ہے جسکی صحت محل کلام نہیں یعنی لفظ صاحب "ایسے معنی مجازی میں شامل ہے جو معنی حقیقی کو شامل ہیں اور وہ یکہ بمعنی "متعلق" ہے اب معنی یہ ہونے لڑا بن نا طور کہ "ایلیا" اور ہر قل "دونوں سے تعلق تھا مگر ایلیا" سے حاکنہ اور ہر قل سے مستانہ جواب دہ وہم لفظ "صاحب" میں عموم مجاز بھی نہیں بلکہ صاحب "ذکر معنی مجازی را میرا میں معنی اور لفظ ہر قل سے پیشتر بقول سابق ایک لفظ صاحب "خبر" جس سے حقیقی معنی درجہ اولیٰ عموم ہوا کہ لڑا بن کا لفظ اختیار تقدیر اولیٰ ہے

(۱) اسقفاً، یہاں پر لڑا بن بخاری کی روایات مختلف ہیں بعض میں صیغہ اسم مردی ہے۔ اور بعض میں صیغہ فعل ہے بقدر اول چار طرح روایت کیا گیا۔ (۱) اسقفاً۔ الف مضوم۔ سین ساکن۔ تان مضوم۔ فاشدہ منصوب کما ہو عند القاسمی یہ مشہور ہے (۲) اسقفاً مثل سابق مگر بغیر تشدید۔ فاشدہ کما ہو عند الجوا الیقینی۔ ان دونوں کی جمع "اساقفہ" اور اساقفت آتی ہے۔ (۳) سقفاً بضم سین کسرقان و تشدید فاشدہ منصوب کما ہو لجر جانی (۴) سقفاً بضم سین تان تشدید فاشدہ منصوب کما ہو لڑا بن و رعن المستملی۔ چاروں صورتوں میں معنی "پیشوائے دین عیسوی" خبر "حکام" ہونگی بنا پر منصوب۔ بقدر دوم (۱) اسقیفت ماضی مجہول از باب افعال۔ کما فی ہدایۃ المستملی (۲) سقیفت ماضی مجہول از باب تفعیل کما عند الکشمیہ (۳) سقیفت ماضی مجہول از باب نصوص ہر معنی "جعل اسقفاً۔ ان تینوں صورتوں میں بھی خبر "حکام" ہونگی بنا پر منصوب میں ہے (حین قدم ایلیا) ایلیا معنی بیت المقدس میں ہر قل کا قدم لڑا بن میں ہوا تھا جو حضور پور علی اللہ تعالیٰ علیہ السلام کے عمر و حدیبیہ کا زمانہ ہے چونکہ اہل رد کو فارسیوں پر فتح حاصل ہوئی تھی اگلے ہر قل بطور شکرانہ حاضر ہوا تھا جسکی تفصیل گذر گئی

(خبیث النفس) بمعنی مردی النفس یعنی متفکر اور معنی کسندہ بھی آتا ہے۔ حدیث میں فرمایا: لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبِثَتِ نَفْسِي "مسلمانوں کیلئے اس میں تعلیم ہے کہ اپنے حق میں اس لفظ استعمال نہ کریں۔ دوسرے لفظ کیساتھ اسکے معنی استعمال کر سکتے ہیں یہ کمرہ نہیں دیکھ کر وہ ہے (بطارقتہ) جمع بطریق بمعنی "دولت" یعنی "شیر کاہ" (قَدْ اسْتَكْرَمْنَا هَيْئَتَكَ بِحَقِيقَتِهَا) معنی حالت۔ اور یہ جملہ سوا ایسے بمعنی "آہیئتک متکرم" ہے

د قال ابن الناطور و گنگان ہر قل حز (۱) داد برائے علف معطوف علیہ مقدمہ قول اول از کل ہر قل حز اول مقدمہ ثانی ہے اصل عبارت میں ہے قَالَ ابْنُ النَّاطُورِ وَ گنگان هِرَقْلٌ عَالِمًا وَ كَانَ حَزَّاءٌ مَعطوف علیہ میں "کان" کا اسم مظهر یعنی ہر قل تھا اور معطوف میں "کان" کا اسم ضمیر تہی مرکب معنی ہی ہر قل جب معطوف علیہ حزن ہوا تو معطوف میں اسم "کان" کو کالیے ضمیر مظهر کر دیا قَالَ اپنے مقدمہ اول اور ثانی سے ملکر جملہ سوا لید مذکورہ اور جواب ہر قل فقال لهم الخ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ (حز) (۱) ہرقل حَزَّاءٌ بمعنی "حز" آہن و بھنے "تَحْصَنَ شے" مانو ہے۔ "کاہن" اسکو کہتے ہیں جو آئینہ حالات شیاطین کے افاسے بیان کرے یا بندہ علم نجوم اور حَزَّاءٌ اسکو بھی کہتے ہیں جو مضامین خطوط اللہ پر کے بل کھینچ کر گذشتہ آئینہ حالات بیان کرتا ہے۔ (بند ظریف النجوم) "کان" کی خبر ظانی ہے۔ بریں تقدیر محل نصب میں ہے۔ یا حَزَّاءٌ کی تفسیر۔ بریں تقدیر اس کیلئے محل اعراب نہیں کہ جملہ مضمرہ ان جملوں میں ہے جن کیلئے محل اعراب نہیں ہوتا بقدر اول اس کلام سے یہ استفادہ ہوگا کہ ہر قل بہرہ دہنی کا بن تھا۔ اور یہ تقدیر ثانی یہ مقام ہوگا کہ ہر قل کا "کاہن" بمعنی عالم نجوم تھا۔ اس لئے میں کھانت بہرہ دہنی را کوشہور تھی۔ اور عام طور پر لوگ اس پر عمل کرتے تھے۔ شیخاؤں میں پر اعداد

ووثوق منوع ہے۔

(فقال لهم الى قوله ملك اختان قد ظهر) یہ اراکین دولت کے سوال مذکور کا جواب ہے کہ مجھے غم میں نظر کرنے سے معلوم ہوا جس بادشاہ کے ملک میں فتون کا دستور ہے اسے غلبہ حاصل ہو گیا یعنی غلبہ حاصل ہو جائیگا کہ دیگر ممالک اس کے نیچے میں آجائیں گے **مُلُكُ الْخِثَانِ** "بعض مہم و اسکان لہام اور دواہت کشیدہ منی میں بفتح مہم و کسر لام ہے **سوال** جب غلبہ از آئندہ میں ہوگا تو اسکو ہر قریب سے بیدار منی قد ظهر کیوں تعبیر کیا **جواب** چونکہ اس غلبہ کا وقوع ہر قریب کے نزدیک متیقن تھا اسلئے غلبہ مستقبل کہیئے ماضی کی طرح کیا کہ آئندہ میں جس چیز کا وقوع متیقن تھا ہوا اہل دیار کو تذبذب و اضطراب منظرہ الواقع کے تحت ہیضہ ماضی تعبیر کر دیتے ہیں **سوال** تعزیر قبول حقیقہ ہوا تعزیر کا یہ زمانہ ماضی ہوا استعارہ **جواب** تعزیر قبول استعارہ ہونی کہ تظہر ہی کی جگہ تظہر لایا گیا اس تفصیل پر کہ تظہر مستقبل مشبہ ہے جسکو مستعار لایا گیا ہے اور تظہر ماضی مشبہ ہے جسکو مستعار نہ کہتے ہیں اور تحقیق فی زمانہ ماضی وجہ مشبہ ہو جسکو جامع کہتے ہیں اور تظہر لفظ مستعار ہے ظاہر ماضی مشبہ ہو گئے جو صیغہ "ظہر" موضوع ہے اسکو تظہر مستقبل "مشبہ" کے لئے "وجہ مشبہ" مذکور میں شترک کے باعث استعمال کیا گیا **سوال** یہ استعارہ اصل یہ ہوا یا تبعیہ **جواب** نہ اصل یہ نہ تبعیہ اصل یہ اسلئے نہیں کہ وہ اصل کے اجناس میں ہوا کرتا ہے اور "ظہر" ام جس نہیں بلکہ فعل ہے اور تبعیہ اسلئے نہیں کہ وہ اشتقات میں ہوتا ہے جبکہ دونوں شق کا "مشتق مند" متعدد ہوا دیہاں پر دونوں شق "ظہر" اور تظہر کا مشتق مند ہے یعنی "ظہور" نظر اس شبیہ بلا استعارہ کہا جاسکتا ہے کہما استفاد من حاشیة العلامة الکاذر فی علی البیضاوی۔ **العرض** ہر قریب کا یہ بیان نبوی غلبہ کے بار میں ہل نجوم کے اس حساب پر مبنی تھا کہ برج عقرب میں علویین کا قریب ہر مہینہ سال ہوتا ہے۔ نظر ہر مہینہ قریب ساٹھ سال میں ہوئے پہلے مہینہ سال کی ابتدا میں وکالت نبوی واقع ہوئی۔ اور دوسرے مہینہ سال کے قریب بافتتاح غار حرا میں قرآنی نزول کا آغاز ہوا اور تیسرے مہینہ سال تمام ہو چکے تھے صلیہ حد یبید کا واقعہ پیش آیا جو فتح مکہ تظہور اسلام کا پیش خیمہ تھا انہیں پیام میں ہر قریب نجوم میں نظر کر کے اراکین دولت کے سوال پر نبوی غلبہ کی خبر یا اس حساب بیان کی تھی کہ برج عقرب عناصر اربعہ میں سے "آب" کی جانب منسوب ہے سیوا کے اسکو مائی کہتے ہیں۔ اس برج میں علویین کا قریب مذکور اس بات کی دلیل تھا کہ قوم میں فتون کا دستور ہے اس کی جانب ملک منتقل ہوگا۔ **سوال** اس زمانے میں عرب کی طرح ہر دین میں بھی رسم ختم جاری تھی پھر قرآن مذکور کو عرب کے حق میں استعمال ملک کی دلیل قرار دینا یہ ہو گئے حق میں کس طرح درست ہوا **جواب** یہ ملک منقض ہو چکا تھا۔ تضادی کے تحت تھے قرآن مذکور اہل تعجیم کے نزدیک اس قوم کے حق میں دلیل نہیں جس کا ملک منقض ہو چکا ہو بلکہ اس قوم کے حق میں دیگر ممالک کے استعمال کی دلیل ہے جسکا ملک باقی ہوا اور اسکے یہاں غلبہ ہوتی ہوں نظر ہوا یہ ہر مرد و نہیں ہو سکتے عرب ہی مراد ہیں۔ **سوال** نبوی غلبہ کی خبر مذکور ہر قریب سے بیان کیا حساب نجوم پر مبنی تھی اور ایسی خبروں پر شیوعا و وثوق واعتماد ہوتا ہے کہما تھو مصرح فی کتب الفقہ اور امام بخاری طبع الرحمة کے اس مقام پر ذکر کرنا یہ پیغمبر ہوتا ہے کہ اللہ خیر فی قابل اعتماد و وثوق ہیں پھر اس خبر کا ذکر کرنا امام بخاری طبع الرحمة کے لئے کس طرح جائز ہوا **جواب** امام بخاری طبع الرحمة نے اس خبر کو یا اس قسم پر ذکر کرنا نہیں کیا کہ اس پر اعتماد جائز ہے۔ جبکہ اسکا محکم نجوم کی تقویت مفہوم ہوا و خلاف شرع کا ارتکاب لازم آئے۔ بلکہ امام بخاری طبع الرحمة کا مقصد یہ ہے کہ سید عالم علیہ السلام اللہ تعالیٰ علیہ السلام وسلم کے ہمیں ہر ایک فرقہ کی زبان پر پیشین گوئیاں جاری ہوئیں۔ اہل حق نے بھی پیشین گوئی کی۔ اہل باطل نے بھی پیشین گوئی کی انسانوں نے بھی کی جنوں نے بھی کی کچھ انہوں نے بھی خبریں دیں اور مجمعوں نے بھی خبریں دیں اور آپ کے ہمیں شرعی اور غیر شرعی ہر طریق سے خبریں وصول ہوئیں تو آپ کے معلق انکار کی اصلاح گماشت نہیں ہی کہ موافق اور مخالف ہر ایک معترف ہے اور معتبر اور غیر معتبر ہر ایک طریقہ تائید کرتا ہے یہ آپ کی حقانیت کا بہترین دلیل ہے جسکی جانب امام بخاری طبع الرحمة نے اس خبر کے ذکر سے اشارہ فرمایا۔

(من هذه الامة) ۱۱ من اهل هذا العصر۔ لغت میں "امۃ" بمعنی جماعت ہے تو اس فقرے میں کراہل عمر یہ امۃ

کا اطلاق مجازاً قبیل طلاق اسم جہل اکل ہوا۔ بخلاف قرۃ آئینہ "مَلَکَ هَذِهِ الْأَمَّةَ قَدْ ظَهَرَ" کہ اس میں لفظ "امۃ" اپنے حقیقی معنی پر ہے۔
کیونکہ اس سے امام عرف عرب ہیں۔ کل اہل عرب نہیں۔ رَقَالُوا لَيْسَ بِخَتَنٍ إِلَّا الْيَهُودُ الخ سوال اراکین دولت کے اس جواب سے حلیم ہوا
ہے کہ تم ختنہ صرف یہود میں جاری تھی۔ حالانکہ عرب پر بھی دستور تھا تو پھر اراکین دولت کا رسم ختنہ کہ یہود کے اندر ختنہ کرنا کس طرح درست ہوا جواب اراکین
دولت نے پھر اپنے علم کی بنا پر کیا ہے انہیں یہی علم تھا کہ ختنہ صرف یہود کو کرتے ہیں۔ مدائن ملک "جمع مدینہ" بمعنی شہر ہے ایک ماہ میں اختلاف ہے
بعض نے کہا کہ مَدَن پانچ ماہ کاں "بمعنی آقامہ یہ" سے ماخوذ ہے تو مدینہ بروزن مصر مدینہ ہوا۔ اور مدائن بروزن قبائل ووزن
میں الف صحیح کے بعد ہر ہے اور بعض نے کہا کہ مَدَن "بمعنی مَلَک" سے ماخوذ ہے تو مدینہ بروزن "مَفْعَلٌ" ہوا۔ اور مَدَائِن بروزن
مَعَالِش ووزن میں الف جمع کے بعد یا ہے۔ الحاصل بتقدیر قول صحیح ہے۔ اور بتقدیر ثانی اجون یا کی روینما احمد علی امیر رحمہ ای
فی ہذہ المشورۃ یعنی امر سے مراد مشورہ ہے (ایسی ہر قل ہر قل ہر قل کے پاس یکے دلا گیا جبکہ مَلَک غَسَّان امیر پھر نے
بیمباختہ روایت میں اس مرد کا نام مذکور نہیں درنا اس شخص کا جگہ کے ہمراہ بھیجا تھا اگر ہم بیشتر مَلَک غَسَّان کا عدی بن حاتمہ کو ہر قل کے
پاس بھیجنا بیان کر چکے ہیں تو ممکن ہے کہ اس شخص کو انہیں کے ہمراہ بھیجا ہو

یٰ خَبْرَ عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۳
صفت اولی تھا اس مرد کی خبر روایت ابن اسحق میں باہر الفاظ مذکور ہے۔ فَقَالَ خَبْرَ بَيْنَ أَظْهَرْنَا رَجُلًا زَعَمَانَهُ بَنِي فَقَدْ
اتَّبَعَهُ نَاسٌ وَخَالَفَهُ نَاسٌ فَكَانَتْ بَيْنَهُمْ مَلَا حِمٌّ فِي مَوَاضِعٍ فَتَرَكَتَهُمْ وَهَمَّ عَلَى ذَلِكَ۔ ترجمہ تو اس مرد نے خبر
لیتہ ہوئے کہا کہ ہمارے اندر ایک شخص کا ظہور ہوا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو کچھ لوگ انکے پیرو ہو گئے اور کچھ مخالفین کی نوبت ہاں جا رہے ہیں
چند مقامات پر ان کے درمیان معرکہ آوازیں ہوئی تھیں انہیں اسی حال میں پھوڑا آیا ہوا

هَذَا أَمْلَكَ هَذِهِ الْأَمَّةَ قَدْ ظَهَرَ الْبَغْمُ مِمَّ وَسُكُونُ لَامٍ۔ اور قالسی کی روایت میں بفتح میم اور کسر لام ہے اس روایت کی
بنا پر ہذا "مبتدا ہے جسکے مشار الیہ شہنشاہ کشور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اور مَلَکْ هَذِهِ الْأَمَّةَ" خبر اور قَدْ ظَهَرَ حَال
منظرف ہے اور بتقدیر روایت اولی "هَذَا" مبتدا جسکی خبر اَلَّذِي نَظَرَتْهُ فِي النُّجُومِ "یا" هَذَا فعل موزون جَاءَ کا فاعل ہوا اس تقدیر کو
مشار الیہ ہر قل کا قول گذشتہ مَلَکِ الْخَتَانِ قَدْ ظَهَرَ ہے اور مَلَکْ هَذِهِ الْأَمَّةَ "مبتدا" اور قَدْ ظَهَرَ خبر ہے۔ یہ جملہ سب جملے کے لئے
مخاشفہ کے مکرم ہیں ہر اس واسطے حرف عطف نہیں لایا گیا۔ اول ایک روایت میں "يَمْلِكُ" بصیغہ مضارع معروف آیا ہے اس تقدیر پر ہذا "مبتدا
"يَمْلِكُ" جملہ خبر میں ہوا ہذا "ہذا" مفعول بار قَدْ ظَهَرَ جملہ حال ہے اور ایک روایت میں "يَمْلِكُ" حرف جار گیرا تھا آیا ہوا اس تقدیر پر یہ
قَدْ ظَهَرَ کا ظرف مفعول ہو گا ہذا "کا مشار الیہ خبر ہے جو نجوم میں نظر کر کے بیان کی تھی۔ اس عبارت میں ہو گی۔ هَذَا الَّذِي تَرَاتِبُهُ فِي النُّجُومِ
قَدْ ظَهَرَ مَلَکْ هَذِهِ الْأَمَّةَ الَّتِي تَخْتَنُ كَذَلِكَ عَمْدَةُ الْقَارِي۔ (بروؤصیۃ) ملک کے ایک عظیم نشان شہر کا نام ہے جسکی شہرناہ کا درہ
جو میں مل قانیج شہر میں صغریٰ بنی ہجاری تھی اس پر متحدہ کتب نے ہوئے خلیفہ فزاری کی سکونت اسی شہر میں ہار تھی جسکو وہ باب گیسٹا
موسم کرتے تھے۔ اس شہر کے اندر ختنہ کو موزن جمع میں ہاں گرامی بنا ہوا تھا جسکی جہتیں ان کے بنائی گئی تھیں۔ اور فرس سنگ مر کا تھا۔ اس میں ستون
بکثرت تھے۔ اگرچہ کے متعدد پر ہونے کی ایک گڑھی بھی ہوئی تھی چہر باب "میٹھا کرتا تھا" اسکے نیچے چاندی کی چادر سے جڑا ہوا ایک دروازہ تھا جس سے
داخل ہو کر چار دروازے اور طے کر کے تہ خانے تک پہنچتے تھے۔ اس تہ خانے میں حضرت صلی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جدی کی بطرس کی قبر تھی اس شہر
میں ایک گرجا در بھی تھا جس میں "بولس" کی قبر بھی تھی

قَلَمَ يَرَمُ حِمَصَ (بفتح یا "و کسر لا" اجون یا اذباب ضرب يضرب لَأَمْرًا بِأَمَّا كَانِ بِرَأْيَا بِمَعْنَى "أَقَاهَرِيَّة"

اور تَاَمَحَمَلُ لُغَتِیْ بِمَعْنٰی "مَالٌ" اور لَا یَفْعَلُ عَدَاۃً بِمَعْنٰی "مَا زَالَ یَفْعَلُ عَدَاۃً" اس صورت میں فعل ناقص ہے۔ اے اَدَامَ
 الخَوَیْرُ بِمَعْنٰی "انضم فمئة للبری" اور لَا یَفْعَلُ لِمَا كَانَ بِمَعْنٰی "فَارَقَهُ" یہاں پر اسی قبیل ہے لیکن بایں معنی بدل حرف نقل
 حاصل نہیں ہوتا۔ (محض) بکسر حاء و سکون میم تائید معنوی اور طبع کی بنا پر غیر مصرف ٹھہرا جاتا ہے۔ ملک شام کا مشہور شہر ہے جس کے قریب
 لے والی سلطنت بنا کر تھا۔ فوراً عمالہ کے ایک نفر حمص بن المہدی بن حان کے نام کیساتھ موسوم ہوا جیسے شہر حلب بن
 المہدی کے نام کیساتھ موسوم کیا گیا۔ امام ثعلبی فرماتے ہیں کہ اس شہر میں موسوم کا یہ کرام دونوں اذہ ہوئے ہیں۔ اور اس واقعہ سے دس سال
 بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اسے میرا ملک کر لیا تھا۔ بیست و یک روز شام اسکی زمین باؤں سے پاک تیرے ایسا سطلے یہاں پر سانپ کچھ نہیں تے
 (حتیٰ اناہ کتاب من صاحبہ) اس سے ضغاطور مراد ہیں جن کا تذکرہ مغرب گندہ کہ وہ مشرف باسلام ہوئے تھے
 اسی بنا پر دیوں نے انہیں "مید کر" لیا تھا۔ (وانہ نبی) بفتح الف و نون مشدّد اپنے اسم وغیرے مل کر خرد و جہر پر مطعون ہوا اس سے مفہوم ہوا
 کہ ہر قل اور ضغاطور دونوں نے نبوت کا قرار کیا تھا۔ لکن ضغاطور اقرار قائم ہے کہ کما سبق اور ہر قل ملک کی طبع میں قائم نہ رہ سکا۔ کما سیاتی
 (فَاذِیْتَ) باب مع یسم سے ہے۔ اَذِیْتَ اِلَیْہِ وَلَہُ اَذِیْنَا بِمَعْنٰی "اسمع لہ" آتا ہے اور اَذِیْنَ ماضی اِذِیْنَا بِمَعْنٰی "طوبیہ" اِذِیْنَا
 لَفِی الشَّیْءِ اِذِیْنَا بِمَعْنٰی "اَجَانِبَہِ فِیْدَ" آتا ہے یہاں پر اسی قبیل سے ہے۔ (فی دسکری) تقریبہ معضات اسی فی دخول یحسن و مسکری
 فتح دال و سکون سین فتح معضات وہ تقریر کے اگر اذہ موت یعنی ہی معنی "ساکرہ" آتی ہے اور بقول بعض "ساکرہ" قمریہ فعل ہوا
 ہر قل نے اُسکے دروازے بند کر دیے تھے۔ اور میں تقریر میں عاملین شہر کو مجتمع ہو کر باجانت دی۔ بعد اجتماع موت کے وعدہ انہی بھی ہذا کرانے پھر تقریر کسی
 بلائی جسے سے برادر ہو کر دیوں کو خطاب کر کے چند کلمات کہے جو آئندہ آئے ہیں۔ یہ طریقہ اپنی حفاظت کے پیش نظر اختیار کیا تھا کہ دیوں کے مجمع
 میں ان کو خطاب کرنے سے خطرہ تھا۔ کہ قول نبوت کی طرف اگر دعوت ناگوار گزری تو ضغاطور کی طرح قتل کر دیاں گے۔

رَبَا مَعَشَرَ الرَّوْہِ جمع "معاشر" آتی ہے۔ اُس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی ایک چیز میں اشتراک رکھتی ہو چنانچہ "نبوت" میں
 اشتراک کے باعث انہی کو ایک معشر ہیں۔ اور فقہ میں اشتراک کے سبب فقہاء ایک معشر ہیں۔ ایسا سطلے استیناس میں اشتراک کی وجہ سے
 "انس" ایک معشر ہوئے۔ اور استناس میں اشتراک کے پیش نظر جن "ایک معشر ہوئے" (ہل لکرم فی الفلاح والرشد) لکرم
 خبر مقدم اور فی الفلاح فون مستقر ہے۔ رعبۃ مقدم کا جو بتدوخر ہے۔ فلاح معنی کا ملاء لہ نہات تاہو۔ (در رشد) ضم "را" اور
 سکون شین اور و نون پر فتح ہی آتا ہے یعنی استقامت اور اعتدال ہے۔ (وان یثبت) آن موصول حرفی اپنے صلے سے مل کر جوہ
 اصالت الفلاح پر مطعون ہوا جوہ قرب الرشید پر (فَتَبَا یَعُو) یہاں پر جمع رہا تیں ہیں (ا) بعینہ جمع ذکر حاضر بحث مضاع معنوی
 (۲) قَبَا یَعُو بعینہ جمع ذکر حاضر بحث امر حاضر معروف (۳) قَبَا یَعُو بعینہ جمع متکلم بحث مضارع معروف (۴) فَلَاحُ بِمَعْنٰی "مَعْلٰی" مفعول
 سے مانع ہیں (۵) فَلَاحُ بِمَعْنٰی "مَعْلٰی" مفعول از باب مفاعلة (۶) فَلَاحُ بِمَعْنٰی "مَعْلٰی" مفعول جمع ذکر حاضر بحث مضاع معنوی
 از باب تفاعل (۷) فَلَاحُ بِمَعْنٰی "مَعْلٰی" مفعول از باب مفاعلة یہ تینوں "فتح" معنی پیروی کرنے سے مانع ہیں۔
 بر تقدیر یہ روایت دوم "فا" جزایہ اول اس سے پیشتر ان خان لَعَمْرُہُ رَعْبَہُ فِی الْفَلَاحِ وَالرَّشْدِ وَتَبُوْتُ الْمَلِکِ
 شرط مقدم ہے اور باقی روایات پر "فا" برائے عطف ہر کے بعد ان مقدم ہوا کرتا ہے جسکے استقامت و غیر و اشیاء مستحق کے بعد واقع ہوا اسی
 واسطے حاضر کے معنیوں سے نون علامت دفع ماقط ہو۔ اور متکلم کے معنی منصوب ہیں اس "فا" کے ما بعد میں "قول" ہیں۔ اول قول جمہور
 نآہ کہ ما بعد بتاویل مفر ہو کر مقدم پر مطعون ہو کر کلام سابق سے ملہم ہوتا ہے اور وہ یہاں پر رعبۃ فی الفلاح الخ ہوگا۔ تقدیر
 عبارت یوں ہوگی۔ "هَلْ یَحْکُوْنَ لَعَمْرُہُ رَعْبَہُ فِی الْفَلَاحِ وَالرَّشْدِ وَتَبُوْتُ الْمَلِکِ قَبَا یَعُو فَلَاحُ" یہ تقدیر بیست و یک روز

ہوتی ہے۔ نظر برائے ابا کو مقدم ذکر کیا گیا۔

سوال یہ سجدہ کس قسم کا تھا جو ہر جن کو رو میں لے کیا سجدہ عبادت یا سجدہ تحیت جواب یہ سجدہ تحیت تھا جسکو رومی وغیرہ دیگر اقوام

اپنے بادشاہوں اور مذہبی پیشواؤں کے لئے کیا کرتے تھے۔ **سوال** سجدہ عبادت اور سجدہ تحیت میں کیا فرق ہے جواب اگر بہ نسبت عبادت کسا

جانے تو اسکو سجدہ عبادت کہتے ہیں اور اگر بہ نسبت آداب و عیبیہ وقت ملاقات سلام و مصافحہ تو اسکو سجدہ تحیت کہتے ہیں۔ **سوال** اور اگر ان دونوں

میں سے کوئی نہ ہو تو اسکا نام کیا ہے جواب اسکا نام سجدہ مطلق ہو۔ **سوال** سجدے کے ان تینوں قسم کا حکم کیا ہے جواب یہ سجدہ عبادت

غیر اللہ کے لئے کفر ہے اور سجدہ تحیت حرام اور خدا تعالیٰ وہ سجدہ بھی حرام ہے جس کوئی بہ نسبت ہو جسکو ہم نے سجدہ مطلق سے تعبیر کیا ہے مگر یہ اکثر

اسکے کفر ہونیکا طرف گئے ہیں بالخاصہ۔ **سوال** غیر اللہ کو سجدہ کر بہ نسبت غوث تو کفر ہے ورنہ حرام۔ **سوال** غیر اللہ کے لئے سجدہ تحیت کو حرام کہنا

درست نہیں قرآن کریم میں تصرحت مذکور ہے کہ حضرت اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام فرشتوں نے بحکم الہی سجدہ کیا تھا۔ اور نظامیہ کہ یہ سجدہ سجدہ

عبادت نہ تھا کہ وہ تو کفر ہے اور کفر بدترین حیوان کہ اس سے بڑھ کر حیوانی ہو نہیں سکتی اور اللہ تعالیٰ کسی کو حیوانی کا حکم نہیں فرماتا قرآن کریم سورہ

اعراف میں ہے ﴿قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاۃِ﴾ ترجمہ اے مجھو کہ آپ فرمائیں کہ اللہ کسی کو حیوانی کا حکم نہیں کہتا بلکہ وہ تو حیوانی سے

منع فرماتا ہے قرآن کریم سورہ نحل میں ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۃِ

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ترجمہ بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع

فرماتا ہے حیوانی اندر بری بات اور کسرشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔ بلکہ یہ سجدہ ملائکہ سجدہ تحیت تھا جس سے حضرت آدم

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم مفتدہ تھی پس اگر سجدہ تحیت حرام ہوتا تو ملائکہ ہرگز نہ کرتے کیونکہ حرام گناہ ہے اور فرشتوں نے گناہ کا صدور ممکن

نہیں بلکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم شاربہ کہ فرشتوں نے یہ کیا تھا تو ثابت ہو کہ سجدہ تحیت حرام نہیں بلکہ جائز ہے جواب

بیشک سجدہ ملائکہ سجدہ تحیت ہی تھا اور وہ نہ صرف جائز بلکہ فرض تھا کہ اس کے حق میں عیضا اور وار د ہوا جو افادہ و وجوب میں حقیقت ہے۔

لیکن حکم حکم تحریم بر سجدہ تحیت کے بارے میں بیان نہیں کیا بلکہ وہ صرف سجدہ بشر سے متعلق ہے کہ بشر کا سجدہ تحیت غیر اللہ کے لئے حرام ہے۔

اور بشر کے سجدہ تحیت کو ملائکہ کے سجدہ تحیت پر قیاس کرنا درست نہیں کہ ملائکہ اور بشر کے احکام جدا ہیں۔ **سوال** بشر کا سجدہ تحیت بھی

غیر اللہ کے لئے حرام نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن کریم میں بات کی تصریح موجود ہے کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے والد ماجد حضرت

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور والدہ ماجدہ اور ان کے بیٹیوں نے سجدہ کیا جو سجدہ تحیت ہی تو تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام بشر ہی تو

تھے پس بشر کا سجدہ تحیت حرام ہوتا تو یعقوب علیہ السلام ہرگز نہ کرتے کہ وہ نبی ہیں اور نبی سے گناہ صغیرہ کا ارتکاب بھی ممکن نہیں چہ جائیکہ حرام ملے

کہ نبی معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم ثابت ہے کہ انہوں نے سجدہ کیا تھا پس ثابت ہوا کہ بشر کا سجدہ تحیت بھی حرام نہیں جواب بشر کا

سجدہ تحیت غیر اللہ کے لئے شریعت یعقوبہ میں جائز تھا۔ لیکن ہماری شریعت محمدی میں حرام کر دیا گیا اور ہم نے اسی کو بیان کیا ہے۔ بعد ازاں

معبودہ میں اسکی تحسین وارد حدیث ملا جلا خط طویل القدر بخیر شہن کرام امام احمد و بزار و ابوالنعمان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کی کہ حضور نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انصار کے ایک باغ میں تشریف فرما ہوئے صدیق و فاروق اور کچھ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ہر کو آپ تھے۔ آہستہ آہستہ میں بکریاں تھیں۔ انہوں نے حضور کو سجدہ کیا۔ صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ ان بکریاں سے ہم زیادہ حق دار ہیں۔

اس بات کے کہ حضور کو سجدہ کریں فرمایا۔ "اِنَّهٗ لَا يَنْبَغُ لِيْ فِيْ مَتٰى اَنْ يَّسْجُدَ اَحَدٌ لَّا حَدَّ لَوْ كَانَ يَنْبَغُ لِيْ اَنْ يَّسْجُدَ لِحَدِّ اَحَدٍ

لَا مَرَّتَ لِمُرَّةٍ اَنْ يَّسْجُدَ لِزَوْجَتَايَ" ترجمہ بیشک میری امت میں چاہئے کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے اور ایسا سب ہوتا تو میں عورت

کو سجدہ کرے کہ یہ حکم فرماتا۔ ملا علی قاری نے شرح شفا امام قاضی عیاض میں لکھا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور علامہ خفاجی نے

فہم سجدہ کی کثرت اور ایک بار ۱۱ بار عبادت ۱۲ بار عبادت ۱۳ بار عبادت ۱۴ بار عبادت ۱۵ بار عبادت ۱۶ بار عبادت ۱۷ بار عبادت ۱۸ بار عبادت ۱۹ بار عبادت ۲۰ بار عبادت

۲۱ بار عبادت ۲۲ بار عبادت ۲۳ بار عبادت ۲۴ بار عبادت ۲۵ بار عبادت ۲۶ بار عبادت ۲۷ بار عبادت ۲۸ بار عبادت ۲۹ بار عبادت ۳۰ بار عبادت

۳۱ بار عبادت ۳۲ بار عبادت ۳۳ بار عبادت ۳۴ بار عبادت ۳۵ بار عبادت ۳۶ بار عبادت ۳۷ بار عبادت ۳۸ بار عبادت ۳۹ بار عبادت ۴۰ بار عبادت

۴۱ بار عبادت ۴۲ بار عبادت ۴۳ بار عبادت ۴۴ بار عبادت ۴۵ بار عبادت ۴۶ بار عبادت ۴۷ بار عبادت ۴۸ بار عبادت ۴۹ بار عبادت ۵۰ بار عبادت

نسیم الشیاض میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے

حدیث ابو نعیم خیلان ابن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رکاب نوز میں تھے ہم نے ایک - ایب - دیکھی۔ وہ یہ کہ ایک منزل میں اترے وہاں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی یا نبی اللہ میرا ایک باغ ہے جس سے میری اور میرے عیال کی گذراوقات ہوتی ہے۔ اسی میں میرے دوست تراکش تھے۔ دونوں مت مجھے ہیں۔ نہ اپنے پاس لے دیں نہ باغ میں قدم رکھنے دیں کسی کی ملاقت نہیں کر قریب جائے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ کرام اہل کرم اس باغ کو گئے فو صایا۔ باغ پھر وادہ کھول دے عرض کی یا نبی اللہ یہ بات خطرناک ہے۔ فرمایا کہ ہوں۔ وہ اسے کو جنبش ہوئی تھی کہ وہ شکر کرتے ہوئے اسی طرح چھپے۔ وہ وادہ کھلا اور انہوں نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ فوراً زمین میں گر پڑے۔ حضور نے ان کے سر پر کمرانک کے سپر کر دیا۔ اور فرمایا ان سے کام لے اور چارہ بکری لے۔ حاضرین نے عرض کی یا نبی اللہ چہاں حضور کو سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی بدولت ہم کو بہترین نعمتیں عطا فرمائیں مگر اسی سے دور کیا دنیوی اور اخروی بہالک سے نجات بخشی۔ تو کیا حضور ہم کو اجازت نہ دیں گے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اِنَّ الشُّجُوْدَ لَيْسَ بِيْ اَكْلٍ لِّطَعْنٍ الَّذِيْ لَا يَمُوتُ وَلَوْ اَنَّيْ اَمْرًا اَحَدًا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِالشُّجُوْدِ لَاصْرَتْ الْمَرْءُ اَنْ تَسْجُدَ اِلَيْهِمْ** ترجمہ بیشک سجدہ میرے لئے نہیں۔ وہ تو اسی زندہ کے لئے ہے جو کبھی نہ مرے گا۔ میں اس امت میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا۔

تنبیہ ہذا کا بیان اور شرح

حدیث امام احمد و دارمی و بیہقی حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں ایک سفر میں ہم کتابہ اللہ تعالیٰ نے حاجت سے کھڑے ہو کر ضرورت ہوئی۔ دو پہر کا وقت گئے فاصلے سے تھے مجھ سے فرمایا: **اے جابر! ان درختوں سے کہہ نہ کہ ایک دوسرے سے مل جائے** میں نے کہا تو وہ فوراً مل گئے۔ بعد فراغ اپنی اپنی جگہ چلے گئے پھر سارا ہوا۔ وہاں ایک عورت اپنا بچہ لئے ملی عرض کی یا رسول اللہ! اسے ہر روز تین دفعہ شیلان دوتا ہے۔ بچہ اس سے لیکر تین بار فرمایا۔ وہ بولے خدا کے دشمن ہیں اللہ کا رسول ہوں پھر بچہ اس کی ماں کو دیا یا جب ہم چلتے ہوئے اسی منزل میں پہنچے۔ وہی بی بی اپنا بچہ اور دو بٹے لئے حاضر ہوئی۔ عرض کی یا رسول اللہ! میرا بچہ یہ قبول فرمائیں قیم اس کی جس نے حضور کو کھینچا کہ اس وقت سے بچہ کو ظل بنوا حضور نے فرمایا: ایک ڈنبلے لو۔ ایک دھیر دھیر چلے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہائے بیچ میں تھے (خاموشی کا یہ عالم کہ گویا ہائے سروں پر پرندے سایہ کھینچے ہیں۔ ناگاہ ایک وٹ چوٹا ہوا آیا۔ جبے دونوں قطاروں کے بیچ میں ہوا سجدہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کا مالک حاضر ہو کچھ انصاری جوان حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ! یہ ہمارا ہے۔ فرمایا اس کا کیا قصہ ہے۔ عرض کی کہ میں برس سے پہنچے اسپر آب کشی نہیں کی۔ یہ فریہ جہنی داہ ہے۔ اب جا ہا کہ اسے حلال کر کے بانٹ لیں تو ہم سے چھوٹ گیا۔ فرمایا یہ ہائے ہاتھ فروخت کر دو عرض کی کہ یا رسول اللہ! حضور کی نذر ہے۔ فرمایا میرا ہے تو اس کے مرنے تک اس کے کیا تھا اچھا سلوک کر دو۔ یہ کچھ کچھ مسلمانوں نے عرض کی یا رسول اللہ! جو پاؤں سے زیادہ ہیں لائق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا **اَلَا يَنْبَغِيْ لِيْ اَنْ تَسْجُدَ لِيْ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ كَانِ الْاِنْسَاءُ لَا زَوَاجِهِنَّ** کسی کو کسی کا سجدہ مناسب نہیں۔ نہ نہ عورتیں شہروں کو کرتیں۔ امام سہیو طی طبرہ الرحمۃ نے منہا حل میں فرمایا۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حدیث حاکم مستدرک میں ابو نعیم و حاکم میں ابو امام ثقیف ابو الیث تمبہ الغافلین میں حضرت برون کا بن الحصبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ اعرابی نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! اللہ میں اسلام لایا ہوں مجھے کچھ ایسی چیز ملے گی جس سے میرا یقین بڑھے فرمایا کیا چاہتا ہے عرض کی کہ حضور اس درخت کو بلائیں تاکہ خدمت میں حاضر ہو جائے فرمایا جابلا۔ وہ اعرابی درخت کے پاس گئے اور کہا تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہاں دفن ہیں۔ وہ فوراً ایک طرف کہ اتنا تھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے پھر ادھر اتنا تھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے پھر پلا اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان زبان سے کہا یا رسول اللہ! علیک یا رسول اللہ! یہ سن کر اعرابی

تنبیہ ہذا کا بیان اور شرح

تنبیہ ہذا کا بیان اور شرح

بزرگواران کی خدمت میں سب سے پہلے عرض کیا

ہوئے۔ مجھے کافی ہے۔ مجھے کافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے درخت سے فرمایا۔ پلٹ جا۔ وہ فوراً واپس ہوا۔ اور انہیں ریشوں پر سنا
شاخوں کے بدستور جم گیا۔ اعرابی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ مجھے اجازت عطا ہو کہ سراسر اس ہمدردوں ہائے مبارک کو پوس دوں۔ حضور نے اجازت دی
پھر عرض کی اجازت عطا ہو کہ حضور کو سجدہ کروں۔ فرمایا (وَلَا تَسْجُدُوا أَحَدًا إِلَّا أَحَدًا) لَا تَسْجُدُوا أَحَدًا إِلَّا لِلَّهِ
لِزُجْجَهَا لِكُلِّكُمْ حَقُّهُ عَلَيْهِمْ) اور امام فقیر ابو اللیث کی روایت میں یہ الفاظ ہیں (وَلَا تَسْجُدُوا أَحَدًا إِلَّا أَحَدًا مِنْ الْخَلْقِ
وَلَوْ كُنْتُمْ أَوْ أَمْرًا أَحَدًا إِلَّا بِاللَّهِ لَا تَسْجُدُوا أَحَدًا إِلَّا لِلَّهِ) اُن تَسْجُدُوا لِرُفُوحِهَا تَعْظِيمًا لِحَقِّهِمْ ترجمہ مجھے سجدہ نہ کرنا مخلوق میں کوئی کسی کو سجدہ نہ
کرسے میں کسی کے لئے اس کا حکم کرنا تو عورت کو حکم فرمانا کہ حق شوہر کی تعظیم کے لئے اسے سجدہ کرے۔ حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث ۱۵۰۸۱ احمد و ابن ماجہ حضرت عبداللہ ابن ابی ادنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کجب معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا حضور نے فرمایا۔ معاذی۔ یکبار عرض کی میں ملک شام کو گیا وہاں نصاریٰ کو دیکھا کہ اپنے پادریوں
اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں تو میرا دل جا ہا کہ ہم حضور کو سجدہ کریں فرمایا۔ (فَلَا تَقْعَلُوا فَاثًا لَوْ كُنْتُمْ أَوْ أَمْرًا أَحَدًا إِلَّا لِلَّهِ) اُن تَسْجُدُوا لِرُفُوحِهَا تَعْظِيمًا لِحَقِّهِمْ ترجمہ
مَرْوَةُ الْمَرْأَةِ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا) ترجمہ سجدہ ہرگز نہ کرو۔ میں اگر اللہ کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اس کی سند
میں کوئی ضعیف راوی نہیں۔ ابن ابی حبان نے اسے صحیح میں روایت کیا اور منذری نے اس کے صلح ہونے کا اشارہ کیا

سوال ۱۰۰ اصول فقہ میں یہ ہے جو حکم ہے کہ قرآن و حدیث میں شریعت سابقہ کے کسی حکم اگر بیان فرمایا جائے تو وہ بمقتضائے ارشاد باری عز اسمہ
رَفِیْہَا اَهْذًا قَدْ نَزَلَ شَرِیْعَتُ مُحَمَّدٍ فَحُكْمُهَا قَرَارٌ دَائِمٌ اُس کے ساتھ مکلف ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ قرآن و حدیث میں اس پر انکار نہ فرمایا ہو
وہ نہ منسوخ و نہ پایہ انکار ہو۔ انکار چونکہ اس حکم کے لئے ناسخ ہوتا ہے اس لئے وہ حکم اگر قرآن میں بیان کیا گیا ہے تو انکار کا بھی قرآن میں ہونا ضروری ہے
حدیث غیر متواتر میں ہونا کافی نہیں۔ کیونکہ قرآن قطعی ہے اور حدیث غیر متواتر ظنی اور قطعی کا ناسخ قطعی ہوتا ہے ظنی نہیں ہو سکتا۔ نظریوں مذکورہ بالا احادیث
سے سجدہ تحیت کی حرمت ثابت ہو سکے گی کہ یہ سب کی سب خبر آحاد ہونیکے باعث ظنی ہیں۔ اور غیر اللہ کے لئے سجدہ تحیت کا جواز قرآن کریم
سے ثابت جو کہ قطعی ہے۔ سورۃ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرہ حضرات کے سجدہ تحیت کو بایں طواریں بیان فرمایا
ہے (وَرَفَعَ آتُونِي يَدَكَ عَلَيَّ الْغَتَّاشِ وَخَرَّوْكَ سَاجِدًا لِلَّهِ تَرْجِمَةً لِّأَبْنِ يَسُفَ لَئِنْ مَآلٍ بَابُكَ نَكْتًا يَرْجِمُهَا يَدُودٌ وَدُونُ مِنْ سَبْأٍ يُوسُفَ
اس کے لئے سجدہ میں گئے بشرطیکہ یعقوب میں اگر سجدہ تحیت غیر اللہ کے لئے ناجائز ہوتا تو یعقوب علیہ السلام ہرگز نہ کرتے کیونکہ انبیاء کے کرام سزا جائز
کام صادر نہیں ہوتا تو ثابت ہوا کہ ان کی شریعت میں جائز تھا۔ قرآن کریم نے جو ان پر انکار نہیں فرمایا۔ لہذا معلوم ہوا کہ ہماری شریعت میں اس کا جواز
برقرار رکھا گیا ہے۔ منسوخ نہیں ہوا جواب۔ آیت مذکورہ سے اتنا ثابت کہ شریعت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سجدہ تحیت کی ممانعت نہ تھی۔
کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام فعل ممنوع نہیں کرتے۔ صَحَابَةُ اَنْعَمَتْ جُودًا دُونُ طَرَحٍ ہوتا ہے یا تو ان کی شریعت میں سجدہ کا حکم ہو۔
یہ اباحت شرعیہ ہوگی کہ حکم شرعی ہے یا ان کی شریعت میں اس کا ذکر نہ آیا ہو تو جو فعل جب تک نہ منع نہ فرطے مباح ہے یا اباحت اصلہ
ہوگی کہ حکم شرعی نہیں بلکہ حکم ہے اور جب دونوں صورتیں محمل تو ہرگز ثابت نہیں کہ شریعت یعقوب میں اس کی نسبت کوئی حکم تھا حتیٰ کہ سجدہ تحیت کے
جواز کو شریعت سابقہ قرار دیکر اس کیلئے ناسخ قطعی تلاش کیا جائے۔ سوال علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ سابق شریعتوں میں غیر اللہ کے لئے سجدہ
تحیت جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا ظاہر ہے کہ حکم شرعی کے دفع کو نسخ کہتے ہیں اباحت حاصلہ کے دفع کو نسخ نہیں کیا جاتا۔ کہنا اھو صوح فی
الاصول۔ اور ثبوت میں فقہ یوسف علیہ السلام کو پیش فرماتے ہیں تو ثابت ہوا کہ شریعت یعقوب میں سجدہ تحیت کا جواز حکم شرعی تھا نہ کہ اباحت
اصلہ اور چونکہ اس جواز پر آیت مذکورہ نے دلالت کی جو قطعی ہے تو ضروری ہوا کہ اس کا ناسخ بھی قطعی ہو اور احادیث مذکورہ متواتر ہونیکے باعث ظنی ہیں
بیس وہ ناسخ نہیں کیس کی جواب۔ یہ بات صحیح ہے مگر ناسخ قطعی بھی غیر قطعی نہیں کیونکہ سجدہ تحیت سے ہماری مراد سجدہ معروف ہے جس کے

۱۱۰ - بزرگواران کی خدمت میں سب سے پہلے عرض کیا

معنی میں غیر اللہ کے لئے ماتھا ٹیکنا۔ بایں معنی سجدہ تحیت پر نہ آیت مذکورہ کی دلالت قطعی ہے اور نہ آیت (وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا
لَادَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ) کی حالانکہ اسکی فقہ یوسف و آدم علیہما الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ تحیت کے ثبوت میں پیش کیا جائے
دلالت قطعی کیوں نہیں۔ اسلئے کہ عاوا کر ام کا ہر روایات میں ہند طور پر اختلاف ہے۔ پھلا سجدہ کے معنی مراد میں کہ ماتھا ٹیکنا ہیں
یا عرف سر جھکانا۔ بر تقدیر معنی اول و دوسرا اختلاف یہ کہ آدم و یوسف علیہما السلام مسجود لہ تھے یا مسجود لیلہ۔ اہل تصنیف
اختلاف ترجیح میں ہے۔ بعض علماء نے سجدہ معنی (سر جھکانے) کو ترجیح دی اور بعض نے سجدہ بمعنی (ماتھا ٹیکنے) کو اور ہر دو حضرات مسجود لہ
ہوئے۔ اور بعض نے مسجود ہونے کو۔ ارا محقق نے اسی کو اختیار فرمایا۔ بہر حال خود اختلاف نا فی قطعیت ہے نہ کہ ترجیح بھی مختلف۔
نظر میں ہر دو آیات کی دلالت کو بالاسجدہ تحیت کے جواز پر قطعی نہ رہی۔ بلکہ یہ ہے پس احادیث مذکورہ ناسخ بر کسیر گ اور اگر آیات کی دلالت
جواز پر قطعی تسلیم کر لی جائے تو ہم کہتے ہیں کہ تحریم میں وارد شدہ احادیث متواتر ہیں چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس
سرہ القوی تفسیر سیرت نبوی میں سجدہ تحیت کے متعلق فرماتے ہیں (وہا مت ہائے سابقہ جاز ہو چنانچہ در فقہ یوسف و اخوان ایشان واقع
شدہ۔ و از شریعت مالین طریق ہم فہما بین مخلوقات حرام ست بدلیل احادیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ) اور حدیث متواتر سے قطعی کالسخ
رد ہے۔ سوال ان احادیث کو متواتر کہنا درست نہیں۔ کیونکہ حدیث متواتر کے وجود کا مسئلہ جب یہ بحث آیا تو بعض علماء نے بایں الفاظ
مطلقاً لہی فرمادی (امتنوا تر من الاخبار لا یوجد) ترجمہ خبر متواتر موجود نہیں! اور طویل القدر محدث ابن مہرلاح کو کافی تفحص کے بعد
ایک حدیث متواتر دستیاب ہو سکی چنانچہ فرماتے ہیں کہ حرف حدیث من کتاب علی متعیناً اقلیتہ من مقلدہ من الثانی کو متواتر
کہا جا سکتا ہے حضرت بحر العلوم لکھنوی قدس سرہ القوی نے اپنی طبع جستجو کے بعد فوائض الرحموت شرح مسئلہ الثبوت میں فرمودہ جو
کا اضافہ کیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ حدیث (وَقَوْلُ لِلْعُقَابِ مِنَ النَّاسِ) اور حدیث (کَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَ) بھی متواتر
ہیں تحریم سجدہ تحیت کی احادیث ان سبع النظائر باب علم سے مخفی نہ تھیں۔ اگر وہ متواتر ہیں تو اس مقام پر ضرور شمار کرتے یا انکے سوا اور طریقہ ہوتے
لیکن کسی نے شمار نہیں کیا یا تو معلوم ہو کہ یہ متواتر نہیں جو اب ان حضرات علی گندہ مطلقاً متواتر نہیں بلکہ روایات متواتر ہیں جس کو
لفظاً متواتر بھی کہتے ہیں مادہ تفسیر سیرت نبوی کی عبارت مذکورہ میں احادیث متواتر سے مراد روایات متواتر نہیں جتنی کہ اعتراض مذکور واد ہو۔ بلکہ
مراد یہ ہے کہ احادیث تحریم قبولاً متواتر ہیں کہ تمام ائمہ نے انہیں مانا ہی اور روایات متواتر حدیث کی طرح قبولاً متواتر حدیث سے بھی قطعی کالسخ
ہے جیسے حدیث (کلاھمیۃ لوارثت) کہ اس سے وصیت الدین و قرین کو منسوخ قرار دیا گیا جو منصوص قرآن ہی چنانچہ امام اجل بخاری
علیہ رحمۃ الباری کشف الاسرار میں فرماتے ہیں (ہذا الحدیث فی قوۃ المتواتر ان المتواتر نوعان متواترۃ من حیث
الروایۃ و متواترۃ من حیث ظہور العمل بہ من غیر تکریر فان ظہورہ یغنی التاسع وایتہ وھو کھلذہ المتنا
فان العمل ظہور بہ مع القول من ائمة الفتوی بکلا تنانزع فیجوز النسخ بہ)

نیز سجدہ تحیت مذکورہ کی جر معہ اجماع قطعی ہے۔ فتاویٰ عن یزید میں آیا کہ (اجماع قطعی است بر تحریم سجدہ) اجماع اگر خراج
نہیں ہوتا لیکن دلیل نسخ یقیناً کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (کلا یجتمع امتی علی الضلالۃ)
کشف الاسرار میں ہے (الاجماع لا ینقذ البتہ بخلاف الکتاب السنۃ فلا یتصور ان یكون ناسخا لھما ولو
وجد کلا جماع بخلافھما کان خلاق بناء علی نفس تاخر ثبت عندھم اندہ ناسخ للکتاب السنۃ) مسلم الثبوت اور اسکی
شرح فوائض المحرمات میں ہے (الاجماع دلائل علی النسخ کعمل الصحابی خلاف النص المفسی پس معلوم ہوا کہ
سجدہ تحیت کا ہمار کسی نص قطعی سے منسوخ ہو چکا ہے۔

فہم
سجدہ تحیت
سجدہ تحیت
کی دلالت
قطعی نہیں

فہم
سجدہ تحیت
کی دلالت
قطعی نہیں

فہم
سجدہ تحیت
سجدہ تحیت
کی دلالت
قطعی نہیں

مفہوم ہوتا ہے۔ اور لفظ (شان) بمعنی صفت ہوتا معنی یہ ہونے کا بیان پر ملک اختیار کیا ہر قل کی آخری صفت تھی جس پر دنیا سے گیا اور پہلی صفت یہ تھی کہ او را نبوت کیساتھ نصف ہو گیا تھا کما سبق۔ ہر قل ملک کی طبع میں کان سے محروم رہا۔ اس پر حدیث ذیل بھی دلالت کرتی ہے۔
 اور یہی وہ حدیث طویل ہے جس کے بیان کا ہم نے صفحہ ۲۰۳ پر وعدہ کیا تھا۔

ابن عباسؓ کہ بطریق قاضی معافی بن زکریا حضرت عبادۃ بن صامت سے اور یہی وہ ابو نعیم بطریق حضرت امام ربیعؓ۔
 حضرت ہشام بن عاص سے راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے کہ جب۔ یقیناً کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس بادشاہ روم ہر قل کے پاس بھیجا وہ ہم کے
 فرشتوں کے نزدیک پہونچے وہاں سوار کیا گیا اور کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ جانتا ہے کہ یہ ہی اسکا نشانہ تین ایسے چٹانوں
 جیسے ہر ایک کے جن کو ان میں کچھ اور اسے کہلا بھیجا۔ انہیں یہ حق نہیں کہ ہمارے شہروں میں اپنے دین کا اعلان کرو۔ پھر ہم بلایا۔ ہم گئے۔ وہ شرح کرتے پہنے
 شرح مسند پر بیٹھا تھا۔ اس پاس ہر چیز شرح تھی۔ اور اکین دربار اس کے ساتھ تھے پہنے سلام کیا۔ اور ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ وہ ہنس کر بولا۔ تم آپس
 میں جیسا ایک دوسرے کو سلام کرتے ہو مجھے کیوں نہیں کیا۔ پہنے کہا ہم تجھے اس سلام کے قابل نہیں سمجھتے۔ اور جس جگہ پر تورا ضی ہوتا ہے وہ
 ہمیں رونا نہیں کہ کسی کے لئے بجالائیں۔ پھر اسے پوچھا کہ بڑا کلمہ ہمارے یہاں کیا ہو۔ پہنے کہا لا الہ الا اللہ۔ خدا گواہ ہے کہ یہی بادشاہ کے
 بدن پر لرزہ رہا۔ پھر نکلیں کھول کر خود سے ہیں۔ عباد کہا یہی وہ کلمہ ہے جو تھے میرے فرشتوں کے نیچے آتے وقت کہا تھا۔ پہنے کہا ہاں۔ بولا جب اپنے
 گھروں میں اسے کہتے ہو تو کیا تمہاری جہتیں بھی اسی طرح کانپنے لگتی ہیں۔ پہنے کہا بخدا کی قسم یہ تو پہنے ہیں دیکھا اور اس میں خدا کی کوئی حکمت ہے۔ کہنے
 لگا جی بات خوب ہوتی ہے۔ سو خدا کی قسم مجھے آرزو تھی کاش میرا آدھا ملک نکل جاتا اور تم یہ کلمہ جس چیز کے پاس کہتے کہ لرزے لگتی۔ پہنے کہا یہ کیوں
 بولا۔ یوں ہوتا تو کام آسان تھا۔ اور اس وقت لائق تھا کہ زلزلہ شان نبوت سے نہ ہو بلکہ کوئی انسانی شہدہ ہو (یعنی اللہ تعالیٰ ایسے معجزات قدرت
 ظاہر نہیں فرماتا بلکہ عالم اسباب میں شان نبوت کو بھی غالباً مجرائے عادت کیطابق رکھتا ہے۔ اس واسطے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جہادوں
 میں بھی (جنگ دوسرے داروں) کا مضمون رہتا ہے)

پھر ہر قل نے ہمیں باعزادہ کرام ایک مکان میں آمارا۔ دونوں وقت عزت کی ہانیاں بھیجا ایک رات ہمیں پھر بلا بھیجا۔ ہم گئے اس وقت ایک بلا بکل
 تھا بیٹھا تھا۔ ایک بڑا صندوق زنگار رنگا کھولا اس میں چھوٹے چوڑے خانے تھے۔ ہر خانہ پر دو دانہ لگا ہوا۔ اسے ایک دانہ کھول کر دیکھا کہ اسے کیا ہوتا تھا
 اسے کھولا۔ تو اس میں ایک شرح تصویر تھی۔ جو قرآن چشم بزرگ سر میں کہ ایسے خوب صورت بدن میں ایسی گون گون کی نہ دیکھی تھی۔ سر کے انہماک کثیرہ پیش دو گیسو
 نہایت شرف و جمال میں ہر قل بولا انہیں پچا تے ہو۔ پہنے کہا نہیں۔ کہا آدم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر تصویر دیکھ کر دوسرا خانہ کھولا۔ اس میں ایک ساہ
 ریشم کا کپڑا نکلا۔ اس میں خوب گیسو رنگ کی تصویر تھی۔ جو بشتیاں دوسرے سر مانند دوسرے قبطیان قرآن چشم۔ کشادہ سینہ بزرگ سر انہیں شرح دائرہ میں خوب صورت
 پوچھا انہیں جانتے ہو پہنے کہا نہ کہ یہاں سے اس میں اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے سے کھلا دغا کھولا۔ اس میں سر پر بڑا کپڑا نکلا۔ اس میں نہایت گیسو رنگ کی
 کی ایک تصویر تھی۔ جو خوب چہرہ خوش چشم دراز بینی کشادہ پیشانی خالصے منے ہوئے سر پر نشان بری ویش مبارک خفیہ نورانی تصویر کی یہ حالت کہ گویا
 کہتی ہے سانس لے رہی ہے (سرکاری ہے) کہا اتن واقف ہو۔ پہنے کہا نہ کہ یہاں پر ابراہیم ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پھر اسے کھل کر دغا کھولا اس میں
 سے سر پر ریشم کا پانچ نکالا اسے جو پہنے دیکھا وہ حضور پر نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر تھی۔ بولا انہیں پچا تے ہو۔ ہم رونے لگے۔ اور جواب دیا
 کہ یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر پاک ہو گویا ہم حضور کو حالت حیات نبوی میں دیکھ رہے ہیں۔ اسے سننے ہی وہ اچھل پڑا جو اس ہو گیا۔ یہ صاف کھرا
 ہوا پھر پوچھا گیا۔ دیر تک ہم بخود رہا پھر ہماری طرف نظر ڈھا کر بولا لَمَّا رَاْنَهُ کَانَ اَخْرَجَ الْبُیُوتَ وَابْنُیْ جَلَّتْ لَا تَفْکَرُ مَا عِنْدَ کُمْ
 ترجمہ سننے میں خانہ سب خانوں کے بعد تھا۔ ان میں نے عہدی کی کہ کھاداکہ کیوں نہ تھا مجھے پاس اس باب میں کیل ہے (یعنی اگر ترتیب رکھنا آتا تو اچھا)

فہم لکھنا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی شان نبوت کی دلالت ہے

وہ حضرت ابراہیمؑ کی تصویر تھی جو حضور پر نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر تھی۔

فہم لکھنا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی شان نبوت کی دلالت ہے

فہم لکھنا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی شان نبوت کی دلالت ہے

نہ کہہ کر خدا تعالیٰ سے کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب سے کہا ہے کہ

نہ کہہ کر خدا تعالیٰ سے کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب سے کہا ہے کہ

اقول۔ یہیں جیل میں طویل عرصہ تک رہا۔ امام حافظ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ امام خاتم الفقہاء سیوطی نے فرمایا۔ ہذا حدیث
 جیدہ اسناد و رجالہ ثقات۔ سوال اس حدیث پر قیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضور پر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین
 یعنی آخر نبی ہیں کیونکہ آپ کا خاتمہ تصدیق سے سابقوں کے اخیر میں تھا جس کے ہر قیل کے قول کو خدا امانتہ کا آخر البیوت (آخر سے روشن ہوا) صحیح بخاری
 مسلم میں اس کی تصریح بھی باہل الفاظ اور کجوجہ خدا تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین فرمادیا کہ لا ینبئ بعدہ احد منکم۔ اہل بیت علیہم السلام
 انہ نبی وانا خاتم النبیین کا نبی بعدی، ولذا البخاری لکھا (وہ جالون کذا ابن قریباً) اہل بیت علیہم السلام میں سے ہیں۔ بلکہ خود قرآن کریم فرماتا ہے۔
 وما کان محمد الا احد من رسلنا وکان للذات قبلہ من رسلنا من قبلہ۔ بلکہ خود قرآن کریم فرماتا ہے۔
 کسی کے بابت نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پہلے اور اللہ کے ساتھ ہے جس سے انہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد دوسرے خاتم النبیین
 ہونگا اور دریافت طلب مرید ہے کہ آپ کے بعد دوسرے خاتم النبیین کون ہیں یا انہیں کیا الفاظ و دیگر دریافت طلب امر ہے کہ آپ کا مثل ممکن ہی نہیں۔ اور
 جو شخص ممکن ملے اس کا شرعی حکم کیا ہے **جواب**۔ ختم نبوت اسلام کا وہ عظیم الشان عقیدہ ہے جس پر ایمان کی صحت موقوف ہو بلکہ نہ سب سلام کی
 جان کہا جائے تو بجا ہو گا۔ شیخ اسلام عبد اللہ ابن سبیا چھوٹی کے مشن نے جزیرہ کبیرہ صفحہ ۹۹ پر یہ فرمایا ہے کہ اس عقیدہ کو کھینچ لگانے
 کے لئے مختلف تدابیر اختیار کیں۔ چنانچہ بعض عریان اسلام کو قطع زریں پچاس کروڑ سے امکان کی بحث چھڑا دی جس میں بعض راہباں علم بھی نذر کر گئے
 نظریہ ان ضروری ہمارا اس مسئلہ کو غور سے سے تحریر کر دیا جائے تاکہ جملہ ناظرین خصوصاً طلبہ علم دین اہل باطل کے دام فریب سے محفوظ رہیں۔
 تحقیق اہل سنت و جماعت کی مدنی میں سرور انبیا محبوب خدا جانا محمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مثل متنع بالذات ہے
 اسکی تفصیل سے پیشتر وہ باتوں کا بیان ضروری ہے۔ اقل متنع بالذات کی تشریح کہ اس سے فہم جواب میں سہولت ہوگی۔ اور وہ یہ کہ متنع بالذات
 تحت قدرت نہیں ہوتا۔ اس سے مخالفین کا دام فریب تار تار ہو جائے گا۔

متنع بالذات۔ وہ مفہوم ہے جس میں مصداق کا وجود عقلاً جائز نہ ہو جیسے اجتماع النقیضین اور اس تفصیل
 کہ ان میں سے ہر ایک کے مصداق کا وجود ممکن نہ ہو جیسے اجتماع النقیضین اور اس تفصیل کہ ان میں سے ہر ایک کے مصداق کا وجود ممکن نہ ہو جیسے اجتماع النقیضین
متنع بالغیر۔ وہ مفہوم ہے جس کے مصداق کا تحقق عقلاً درست ہو مگر کسی امر خارجی کے پیش نظر درست نہ ہو جیسے برہنہ بطلان عقل
 اول کا عدم کہ متنع بالغیر ہے عقل اس کا تحقق جائز رکھتی ہے مگر جب لحاظ کریں کہ عقل اول علت تامہ (واجب الوجود) کی معلول ہے تو جائز نہیں کہ عقل
 جائزہ ہو جو کسی حال کو مستلزم نہ ہوا۔ یہ حال کو مستلزم جو عدم واجب الوجود ہے اسلئے کہ معلول کا عدم علت تامہ کے عدم کو مستلزم ہوتا ہے۔ ہر علم
 ہوا کہ عدم عقل اول میں متنع بالغیر نہیں۔ بلکہ علت تامہ (واجب الوجود) کی معلولیت کی بنا پر آیا۔ اسی لئے متنع بالغیر ہے۔ اور وہ مذہب اہل سنت و جماعت
 والوں کا ایمان متنع بالغیر تھا اور وہ غیر خدا راہی ہے جس کے متعلق عدم ہونی سے امتناع آیا اور نہ فی نفسہ ممکن ہو اس واسطے یہ دونوں کے ساتھ متکلف تھے۔
 و نہ متنع بالذات کیساتھ تکلیف واقع نہیں تھی کہما تھا عقلاً فی الاصول۔ **آجکل** طلبہ اسلام سب سے زیادہ ان پر متنع بالذات کی تشریح باطل
 جاری ہے کہ جس چیز کی ذات اس کے متعلق ہو اس کے متنع بالذات کہتے ہیں۔ یہ تعریف غلط ہے کیونکہ اسکی ذمہ متعلق ہی کہاں ہے جو ان کا امتناع کو متفق ہی ہو۔
فامعن بالنظر ولا تکن من الموعبین۔

متنع بالذات۔ بالفاظ دیگر محال بالذات زیر قدرت نہیں اور نہ مقدور نہ ہو جسے قادر مطلق جل جلالہ کا عجز لازم نہیں کیونکہ بعض
 فریب یا کرتے ہیں بلکہ محالات کا دائرہ قدرت خارج رہنا عین کمال ہو۔ اگر محالات کو مقدور مانا جائے تو قادر مطلق عز اسماء کے وجود خدائی سے باخبر و حوٹیا ہوگا
 جس کے تجویس یہ بات آئیگی کہ قادر مطلق عز اسماء عالم کا خالق نہیں کیونکہ جب جہاں انی متعلق ہوا تو قادر مطلق عز اسماء یا تو ممکن ہوگا یا متنع۔ ممکن کی شان آقا

نہ کہہ کر خدا تعالیٰ سے کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب سے کہا ہے کہ
 نہ کہہ کر خدا تعالیٰ سے کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب سے کہا ہے کہ

دہندہ نہیں تو متنع سے بڑھ کر اول کہتا دین فی الاصول دلیل یہ کہ حال اگر مقدور ہو تو وہ حال سے خالی نہیں یا تو ہر حال مقدور ہو گا یا بعض
حالات مقدور ہو گئے اللہ بعض ہو گئے۔ دوسری صورت تہجیم بلا مرجع کو مستلزم ہے اور ترجیح باطل اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ باطل تو یہ ممکن
عنون باطل چھٹی اور چھٹی مسئلے باطل کہ جب ہر حال مقدور ہو گا تو حالات میں سے ایک حال قاعدہ ظن واجب الہمد کی قیاسی ترقی یہ بھی مقدور ہوگی۔
اور جب ایک خاص مقدور ہو تو وہ واجب بالذات نہ کہ اس کی خاصا مقدور ہو وہ ممکن ہوتا ہے نہ واجب بالذات کیونکہ واجب بالذات موجود ہے جس کی خاصا ممکن ہو۔
پس مجدد خالی ثابت ہوا کہ متنع بالذات زیر قدرت نہیں یہ وال قرآن کریم فرماتا ہے (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے
اور متنع بالذات میں ایک شے ہو تو اس پر بھی قادر ہو چکا ہے کہ کس طرح درست ہر کہ متنع بالذات پر قادر نہیں جو اب اس مقام پر آیت مذکورہ کو پیش کرنا
باطل ہے متون کو فریب دینا غلط ہے جس سے بھولے بھالے کم فہم انسانوں کو گمراہ کیا کرتے ہیں۔ آیت سے یہی ثوابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ متنع بالذات
تو شے نہیں ہوتا تو شے پر اور آیت شے قدرت کا ثبات کر رہی ہے نہ کہ شے پر اور شے موجود کہتے ہیں اور متنع بالذات موجود نہیں ہر اس پر ثبات قدم
کس طرح ہو گیا۔ شجر عقائد نسفی کے شروع میں ہوا الشی عندنا هو الموجدون، المستکبر نزدیک شے وجود کو کہتے ہیں۔ ان دو کو لکھنا
کرنے کے بعد جواب کی تقریر کی۔

جواب کی تقریر

نہ
تقریر

اوصاف و قسم ہیں قسم اول وہ وصف جس کے موصوف کا تعدد عقل جائز کہتی ہے بجز یہ وہم پر ہے ایک ہے جس میں شرک واقع ہے اور
اس کے موصوف کثرت متحقق ہیں جیسے بشریت، عریت، ہاشمیت، نبوت، رسالت وغیرہ اوصاف جو کثیرین میں مشترک ہیں جو مجموعہ اوصاف کے اعتبار
سے آپ کا مثل متحقق ہے۔ دوسرا وہ وصف جس میں شرک واقع نہیں جیسے حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پس ہونا حضرت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شوہر ہونا، رحمة اللعالمین ہونا، منزل علیہ القرآن ہونا، جمالی معراج ہونا وغیرہ اوصاف
جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان میں شرک واقع نہیں ہوا۔ ایسے اوصاف میرا آپ کا مثل ممکن ہے مگر واقع نہیں ہوا اور ہر کا قسم دوم وہ
وصف جس کے موصوف کا تعدد عقلاً جائز نہیں جیسے اول مخلوق ہونا، اول مومن ہونا، بیرون قیامت اول شافع ہونا، اول مشفق ہونا، خالق النبیین
ہونا، انیس سے ہر ایک وصف کا موصوف ایک ہی ہو سکتا ہے متعدد ہونا ممکن نہیں کیونکہ اول مخلوق کے معنی میں وہ ذات واحد و خالق ہیں ہے جس کا
ہر سابق ہوا اول مومن کے معنی میں وہ ذات واحد ہوا، اول شافع کے معنی میں وہ ذات واحد ہوا، اول مشفق کے معنی میں وہ ذات واحد ہوا، اول خالق النبیین
کرنے میں اپنے جمیع ماسوا پر سابق ہوا۔ اول مشفق کے معنی میں وہ ذات واحد ہوا، اول شافع کے معنی میں وہ ذات واحد ہوا، اول مشفق کے معنی میں وہ ذات واحد ہوا، اول خالق النبیین
النبیین کے معنی میں وہ ذات واحد ہوا، اول شافع کے معنی میں وہ ذات واحد ہوا، اول مشفق کے معنی میں وہ ذات واحد ہوا، اول خالق النبیین
انہیں آپ کا مثل متنع بالذات ہے۔ علمائے اہلسنت ایسے ہر اوصاف کا اعتبار آپ کے مثل کو متنع بالذات فرماتے ہیں انہوں نے اوصاف قسم اول میں
مثل مکان کی نفی نہیں فرمائی۔ نہ ان سے یہ تصور بلکہ کوئی جاہل سے جاہل میں ہیں کہ سنا کہ نور قرآن کیا ہے نصف بشریت میں شرک کا ثبوت فرما رہے۔

(قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ) اور وصف بشریت تم اہل سے ہے۔ اہل میں مثل کی نفی سے قرآن کا انکار ہو جائے گا جو کفر ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا
کہ قسم دوم کے اوصاف مذکورہ میں آپ کا مثل متنع بالذات ہے تو اس میں ان کے حکم شرعی کا تفاوت بیان کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اول چار اوصاف میں شرک
کو ممکن اعتقاد دینے والا گمراہ ہے۔ کیونکہ یہ چار اول اوصاف آپ کے لئے حدیث غیر متواتر سے ثابت ہیں، اہل جان اوصاف میں مثل کو ممکن اعتقاد کرنے سے
حدیث غیر متواتر ظنی کا انکار لازم آئے گا اور یہ حدیث غیر متواتر ظنی کا انکار گمراہی ہے کفر نہیں۔ اہل پنجویں وصف ذاتہ النبیین میں مثل کو ممکن اعتقاد
کرنے سے قرآن ظنی کا انکار لازم آئے گا اور ان ظنی کا انکار کفر ہے۔ ایسا وسطی امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورشہ حنفی اپنی
کتاب (المعتدل فی المعتقد) میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بجا دے کہ نبی دیگر دیا ہست یا خواہد بود یا کسی کو گویا مکان انکار یا کسی کو فرست

ت
ن
ع
ن
م

فائدہ
ملاحظہ
فرمائیے

این است شرط صحتی ایمان بخاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جو شخص کہہ کر کہے کہ بدو سرانی ہوا نمایاں ہوا
ہوگا اور جو شخص کہہ کہے کہ ممکن ہے کہ ہوا انیس سے ہر ایک کا فر ہے بخاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ایمان و دین
مہنگی یہ شرط ہے کہ آپ کے بعد دست نبی کے مکان کی نفی کرے اور اسکو متفق بالذات لے کیونکہ ممکن اتفاقاً کہ نبی آیت (وَلَا تَكُن مِّنَ الْمُشْرِكِينَ) اللہ و
خاتم النبیین کا انکار لازم آئے گا جو کہ ہے

اقول قدر لت قدم العلامة محمد بشیر الدین ابن مولانا محمد کریم الدین عثمانی القزوينی فی هذا المسئلة
عن طریق الصواب حيث قال فی متن شرحه لمسئلة الثبوت المسمى بكتشف المبهم مما فی المسئلة (و من ههنا يفهم
بطلان قول من قال بامتناع مثل سيدنا ونبينا محمد صلي الله عليه وسلم عقلا لاخبارا بالدلالة على ان الله تعالى
لا يخلق جده نبيا وهو خاتم النبیین وجه البطلان ان نبينا محمد صلي الله عليه وسلم ممكن مثل الممكن ممكن
كما يشهد بصقولهم ان القادر على الشيء قادر على مثله كما فی شرح المواقف وغيره من الكتب المذكورة فلا بد
ان يكون مثله ممكنا والممكن كما يخرج عن كماله كان بغيره او قد وقع النزاع فی هذا فی عصرنا وكتب فيه
رسائل لكن جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا وذلك لوجوب الاول له بناء على سوء
الفهم الذي يقلل احد من المعتمدين ان امتناع المثل عقلا لايجل لاخبارا بالدلالة على ان الله تعالى لا يخلق بعد
نبيا وهو خاتم النبیین كما افهم حتى يتوجه عليه ان لاخبارا بعد ما الشيء لا يجعل الشيء ممتمعا عقلا كيف
هو لا يخلق بما قبله فضلا عن الفضلاء الذين هم حماة الملة البيضاء بل القول بامتناع المثل عقلا مبنی على
ان وصف الخاتمية لا يحتمل التعدد عقلا كما ذكرناه آنفا ونعم ما قيل - وكمن عائب ولا صحیحا ولفظة
من الفهم السقيم والثاني انك قد علمت ان المثل فی القسم الاول من الوصف ممكن فی القسم الثاني من الوصف
ممتنع بالذات فان اراد بقوله (ومثل الممكن ممكن) المثل فی القسم الاول فقوله صحيح ولكن لا ينفعه ولا
يضو اهل الحق فاعلموا انهم باطلون باطله وان اراد المثل فی القسم الثاني من الوصف فقوله باطل لا يصح الاشتغال
بما فی شرح المواقف من ان القادر على الشيء قادر على مثله لان المراد بالمثل فی هذا القول المثل فی القسم الاول من
الوصف وهو ان المثل فی القسم الثاني من الوصف لازم لاستحالة وهو اشتغال الرجوع لذاتي كما فصلناه سابقا
فحينئذ ينبغي ان يقره قوله تعالى جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا فتام لا يتجلى الحق حقيق
بالاخذ فلو كان مراد الباطل حري بالرفض ولو كان ذمرا فلا ختم هذا القول البرودي قلبا خينا المسعور المبرور
محمد الياس لا عظمى هذا الله القوي عن شوك غي وغوى فما لفتنه حين قرأته مسلم الثبوت عند فاجيته بما قدر

سوال برقی نے روایت ابو الفخی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت (ومن الارض مثلهم یتنزل الامم من بینهم) کا تفسیر
صحیح اس کی کیا تفسیر دایت پیش کی ہو؟ قال سبع ارضیں کی کل ارض نبی کنبیہ کو آدھ کر کے دو حصوں کو حکم و ابراہیم کا براہیم کہہ کر
عیسیٰ کہہ کر جو اس نے بدلت کر نبی کے خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ان کا مثل نہ رہا بلکہ واقع ہے کیونکہ ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے زمانے میں اس کا اثبات فرماتے ہیں پھر مشکی نے کئی کس طرح درست ہو گئی ہے جواب یہ وایت مفید وہ نہیں آؤ کہ اس نے
کہ اگر آپ اسکی سند صحیح ہے جیسا کہ آگاہی ہے کسی کی ہر مگر متن میں شذیت کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر نہیں ابو الفخی متروک
اسی واسطے خود ہی نے (شعب) میں ان کی روایت شاذ المتن ہے اور جب یہ شذوذ متن روایت ضعیف تھی تو قابل احتجاج نہ رہی۔

فائدہ
ملاحظہ
فرمائیے

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں کہ سلاسل قبل عقاید سے جن میں حدیث مشہور بھی معتبر نہیں ہوتی اور بار قبل احادیث۔ ثانیاً اس نے کلام مطلقاً نقل کی نفی میں نہیں حتیٰ اگر ایک اثبات میں سکوت بھی کرنا درست ہو بلکہ کلام مثل خاص کی نفی میں ہے کہما مطلقاً اس کے تحقق پر یہ بات دلالت نہیں کرتی اور غالباً اس سے مراد وہ متذکرین ہیں جنہیں انبیاء کے ہمدر ہیں ان کی جانب سے طبقات زیریں میں حکام پہنچاتے تھے۔ روایت میں نیائے سابقین کا ذکر زمانہ ماضی پر قریب ہو سکتا ہو۔ قاضی حدیثیہ ۱۱۱ میں پر صحیحہ الحاکم ایضاً لکن ذکر السہقی فی الشعب انہ شاذ المتن بالمرة قال لحافظ السيوطي وهذا الكلام في غاية الحسن فانه لا يلزم من صحة الاسناد صحة المتن لاحتمال صحته لا سناد ويكون في المتن شذوذاً وعلّة تمنع صحته في ذاتين ضعف الحديث اعني ذلك عن تاويله لان مثل هذا المقام لا تقبل فيه الاحاديث الضعيفة ويمكن ان يؤول على ان المراد بهم الذين قالوا في كافيهم لنون الحسن عن انبياء البشر ولا يبعد ان يسمي كل من هذا اسم النبي الذي بلغ عنه والله اعلم ما وبعد فيه كلام لا يسهه هذا المقام۔

(س) قال صالح ابن كيسان يونس بن معمر عن الزهري (غیر منقول) کہ ہرگز حدیث ہر قل ہے جو بشریہ مذکور ہوئی۔ اور اس کلام کے معنی یہ ہیں کہ حدیث ہر قل کو نہ زہری سے ان ہر حضرت کے روایت کیا ہے چنانچہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے صالح ابن کيسان کی روایت بطریق ابو اہیم ابن سعد کتاب الجہاد کیا ہے یوں پائے صفحہ ۴۱۱ میں یراب (ابن عمار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) الی الاسلام والنبوة (بیان فرمائی ہے جو ابوسفیان کے قول (حقاً ادخل الله علی الاسلام) پر مبنی روایت (وانا کاکا) ختم ہوتی ہے اس میں فقہ ابن فاطمہ مذکور نہیں۔ اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کی تخریج بطریق مذکور فرمائی ہے۔

اور روایت یونس بن معمر اور مقام ہر قل بطریق لیث کتاب الجہاد کیا ہے یوں پائے صفحہ ۴۱۳ میں یراب قول اللہ عزوجل قل هل ترصون بنی الا احدی احسنین (مخبر بحال) اور وہ بطریق ابن المبارک کتاب الاستیذان بھی یوں پائے صفحہ ۹۲ میں زیر یراب کیف یکتب الی اهل الکتاب (انکی روایت کہ بطریق عبد اللہ ابن صالح عن الیث بقامہ طبرانی نے ذکر کیا ہے اس میں فقہ ابن فاطمہ بھی ہے۔

۱ اور روایت معمر بطریق ہشام ابن یوسف اور عبد الرزاق ابن ہمام کتاب التفسیر اٹھا ہے یوں پائے صفحہ ۲۵۲ میں زیر (ابن فاطمہ) اهل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوا بیننا و بینکم (بیان فرمائی ہے مگر اس میں فقہ ابن فاطمہ کا ایک حصہ ذکر کیا ہے پورا نہیں۔) سوال فقہ زہری کے معنی میں دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے حدیث ہر قل کو ان ہر حضرت کے بطریق اپنے شیخ ابو الیمان روایت کیا ہے اس قدر پر اسناد چھوٹی۔ حدیث ثابۃ الیمان انا الثلاثۃ عن الزہری (دوم یہ کہ بطریق دیگر روایت کیا ہے جو کہ مذکور ہے۔ اسی طرح ان ہر حضرت کی روایت کے اندر بھی کچھ شیخ میں دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ وہی عبید اللہ بن جواسند مذکور ہیں تھے۔ دوم یہ کہ شیخ دیگر ہیں جبکہ دونوں احتمال میں تو شرح میں مقال دوم۔ اقتضا کیوں کیا گیا جو اب ابو الیمان سرچ لادت ۳۳۵ء اور صالح ابن عبیدان کی وفات ۳۴۵ء میں ہوئی اور یونس کی ۳۵۵ء میں وہ معمر کی ۳۵۳ء میں نظر برآں گئے ابو الیمان ان ہر حضرت کے سماع عقلاً ممکن ہو مگر اس فن روایت میں عقلی احتمال کفایت نہیں کرتا ثبوت سماع ضروری ہے جو امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کی سند میں متیاب نہیں۔ بیواسطہ احتمال دوم پاقصداً کیا گیا۔ نیز یہ احتمال بھی قابل سماع نہیں کہ ان ہر حضرت کی روایت کے اندر عبید اللہ کے علاوہ زہری کے کوئی اور شیخ ہوں کہ ان کو روایا ہو تو امام بخاری علیہ رحمۃ الباری فقہ زہری کو عن الزہری (پرچہ فرماتے بلکہ ان دو کے شیخ کا ذکر ضروری تھا کیونکہ (عن الزہری) پر اختتام اس بات کی تین دلیل ہے کہ ان ہر حضرت کی روایت میں نہ زہری کے بعد کسی مدد سے جو سند سابق میں مذکور ہو چکے اس واسطے ان کو یہاں پر ذکر نہیں کیا گیا۔

التطبيق الصواب بين الأحاديث ترجمة الباب

قال الإمام البخاري عليه رحمة الباري باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم
 أقول اعترض عليه بأن الأحاديث المذكورة تحت هذه الترجمة لا يطابقها كثير منها وقد تصدى لمذنبه
 الأكدياء وقد يحدونا فلا تسلات أفاد وأمن المحاولات يجرى فيها ههنا ويهايا في من الأبواب الأخارات شمر الذيل
 للتطبيق بين هذه الترجمة وكل حديث من هذه الأحاديث فإورد إما الاستئذان بالإسماع ولا تميل إليه
 الطباع كما ستقف عليه إنشاء الله تعالى. وسنم فكرى القارئ ما يفيد هذا التطبيق على الوجه الذي نذكر من الرواية وتعيدها
 الأول أن الوحي في قوله (بدء الوحي) اسمها في عدة القاسري ومعناه الكلام الموحى التعريف للعهد المعبود وهو القرآن يكون
 الوحي اسمها يمنع تلقن إجابته فلا تزل. فصاحجهال الترجمة كيف كان ابتداء القرآن نزولاً على رسول الله صلى الله عليه وسلم
 ومحصوله كيف القرآن باعتبار نزوله لا دل على رسول الله صلى الله عليه وسلم وأدلية النزول عمر من أن يكون
 على الإطلاق أو بعد الاحتباس فالمستول بكيف حال القرآن بذلك الاعتبار. هذا هو ترجمة الباب المعبر عنها
 بقوله كيف كان بدء الوحي الخ فذوق النظر والوحي ينقسم إلى المتلو وغير المتلو وهو الحديث فخصيص المتلو ههنا
 بالنسبة كونه أعظم معجزاته صلى الله عليه وسلم تعالى عليه وآله وسلم والمبحوث عنه في علم الحديث ذاته الشريعة صلى
 الله تعالى عليه وآله وسلم لا مطلقاً بل من حيث الرسالة واليه إيماء في الترجمة حيث أورد لفظ الرسول القرآن
 أعظم البراهين على رسالته صلى الله عليه وسلم الثاني أن الصفة تنقسم إلى قيمين صفة الشيء في نفسه وصفة
 الشيء بالنسبة إلى متعلقه ومعلوم أن تضاد الشيء بصفة في الواقع يصحح أن يعتبر تضاداً متعلق ذلك الشيء من
 حيث أنه متعلق بصفة أخرى مثلاً إذا قيل زيد بوجه ضارب فيستفاد منه أن الضرب لا ي زيد بوجه ضارب
 بغير بوجه صفة زيد كما لا يخفى على المتأمل في القرآن محي طه حامل هو جبريل عليه السلام والموحى إليه هو
 رسول الله صلى الله عليه وسلم فههنا ثلاثة أشياء الوحي الحامل للموحى إليه لكل واحد من هذه الثلاثة
 تعلق مخصوص مع الآخر فاضاف الحامل للموحى إليه بصفة مصحح بالنظر إلى ما ذكرنا أنفاً اعتبر تضاداً هذا
 الوحي بصفة أخرى الثالث معلوم أن جبريل عليه السلام جاء حين ابتداء نزول القرآن مستكلاً بشكل جبريل
 ولذا حفظت ما تلونا عليه فاعلم أن الحديث الأول هو حديث عبد الله بن يوسف ذكر فيه وصف من أوصى الحامل
 أعني تشكله بشكل رجل هو من أوصى التي كان منصفاً بما حين ابتداء رضى وهذا لا أوصى المعنى
 في هذا المقام ولا لا يخفى على ذي كلاً فهما في النظر إلى الأمر الثاني يؤخذ من هذا الحديث حال ابتداء الوحي أعني حال
 القرآن بذلك الاعتبار هو كونه بحيث تشكل حاملاً بشكل جبريل فحصل التطابق بين هذا الحديث وترجمة الباب -
 أما الحديث الثاني وهو الأول من حديثي يحيى بن بكير فقد ذكر فيه وصف من أوصى الوحي إليه وهو كونه في حال
 حين ابتداء في النظر إلى الأمر الثاني يستخرج من هذا الحديث حال ابتداء الوحي أعني حال القرآن بذلك الاعتبار هو كونه
 بحيث كان الموحى إليه في حاله فطابق هذا الحديث ترجمة الباب أما الحديث الثالث وهو الثاني من حديث يحيى بن بكير
 فقد ذكر فيه القرآن باعتبار نزوله لا دل بعد الاحتباس لزوماً وذلك لأن المذكور فيه ما نزاله الأول بعد الاحتباس

فصل المطابقة ولا يخفى عليك انه يلزم حينئذ استدراك الثلاثة الفاظ في الترجمة الاول كيف الثاني كان الثالث
 بده وهو كما ترى ولا يلزم ذلك على جوابه لا سلاف حيث جعلوا الترجمة وحزها كلها مقصودين فلا تغفل وحاصل
 الثاني على ما فهمت ان المقصود بيان مبدء الوحي لفظ المبدء بمعنى المبدأ حيث قال ويدبره مبدء الذي صدر منه هو الله
 تعالى فعلى هذا يلزم اتحاد لفظين في الترجمة الاول وكيف في الثاني كان ومع ذلك لم يحصل المطابقة بين جميع الاحاد
 وترجمة الباب كما لا يخفى على اولى الابواب ان الحديث الاول والثاني والخامس والسادس ليس فيها ذكر مبدء الوحي
 حيث انه مبدء الوحي ثم بعد اللبث والتمسك اتى اقول ان كان بدا الوحي بمعنى مبدء الوحي للمبدء عند الله تعالى فيما معنى قوله
 اى كيف كان مبدء ما روى عنه صلى الله عليه وسلم هل هو استكشاف عن كيفية الله تعالى الكائنة في الزمان الماضي
 تعالى الله عما يصفون ثم تفرعه عليه بقوله فثبت باحاديث الباب ان كان بالوحي توسط الملك يقتضون
 الضمير المنصوف في قوله انه راجع الى مبدء ما روى على هذا معنى كلامه ان مبدء ما روى كان بالوحي توسط الملك
 ومبدء ما روى هو الله تعالى كما قال ولا يخفى من هذا المعنى ان الله تعالى كان بالوحي توسط الملك هذه الفاظ ليس
 تحتها معنى ان كان لاجل ما روى في القول يا ثبات ان ما روى كان بالوحي توسط الملك باحاديث الباب غير ان بعد
 المطابقة لان ترجمة الباب هو المبدء لا ما روى الاحاديث المذكورة تحت الترجمة لا تنبئها بقى ان تفسير الوجه الثاني
 يقولون يمكن للمشعر بضعفه بخلاف الوجه الاول غير مستل لأنه اقل تكلفاً من الوجه الاول حيث يلزم فيه اتحاد
 اللفظين في الاول اتحاد ثلثة الفاظ كما عرفت ثم قال المحمد في هامش هذه الرسالة مبيناً لمعنى آخر لترجمة الباب
 معناه عندي ان هذا الوحي المتلوه المحفوظ يعنى لقان وغير المتلوه الذي يقال له الحديث مما هو متداول على السنين
 خفيف بدئه ومن ارجاهه ومن اى جهة وقع عندنا جوابه وقع عندنا عن ثقة العلماء عن الصحابة عن النبي صلى الله
 عليه وسلم عن ابياء الله تعالى اليه فساق في الباب احاديث تدل على ان ابياء الله تعالى اليه هذه الامور امر متواتر
 بلا شبهة عندنا اقول فيه كلام من جهة الاول في فهم الوحي المتلوه في ترجمة الباب بحيث يشمل غير المتلوه ليس
 دافعا للاشتغال كيف جميع الاحاديث ما خلا الحديث الثاني ساكتة عن كيفية ابتداء الوحي الغير المتلوه كما ان الجمع
 بدون استثناء الحديث الثاني ساكت عن جواب السؤال الثالث المعبر عنه بقوله من اى جهة وقع عندنا وذلك لان الحديث
 عبارة عن المتن لا مع الاسناد والدليل على اشكوك احتياجه الى جوابه عن نفسه حيث قال روى وقع عندنا انما هذا
 على تقدير صرف قوله وجوابه وقع عندنا انما الى السؤال الثالث فقط كما هو الظاهر من فهم الضمير المضاعف اليه ان جعلنا جوابا
 عن السؤال الثاني ايضا راجعا الى الضمير المضاعف اليه الى السؤال الثاني والثالث بتاويل كل واحد ظاهر من ذكر الجوابان جميع
 ساكت عنه ولا يفتقر اليه الثاني ان الترجمة سؤال احد راجعه الى ثلثة اسئلة بقوله (معناه عندي ان) ليس كما
 ينبغي الثالث ان قوله (معناه عندي ان) يدل على ان الترجمة راجعة الى الاسئلة الثلاثة ضلي هذا لا بد ان يكون جوابا
 الثلاثة في الاحاديث المذكورة تحت هذه الترجمة وقوله (جوابا) وقع عندنا انما يدل على خلاف الاول فيحمل ذكر الجواب عن نفسه قوله (رضا) في
 الباب الثالث تدل على ان ابياء الله تعالى هذه الامور لا تروى لا بشبهة عندنا ولا يفهم معناه لان الامور لم تذكر فيما قبل الله اعلم بالصواب
 والجواب الثاني ما ذكره الفاضل العلامة المدعو شيخ الهند عند الديان به مولانا محمود حسن الدين بندي في
 كتابه المسمى بالابواب التراجمة ص ١٠٢ في صفح ١٠٢ تحت الاصل الاول من الاصول المذكورة في آخره في صفح ١٠١ و١٠٢ حيث قال

اصول

۱۔ مؤلف زاد النصارى اوقات معلومہ ذکر کردہ فی الحدیث تو ایسا کہ قول اور عبارت کو ترجمہ کرنا ہے مگر اسکا مدلول مرعی مطابق مقصود نہیں تو بالکل اسکا مدلول الٹ کر دینا ہے۔ لاشعار مؤلف تو مقصود ہوتا ہے اسلئے جو دلیل بیان کرے گا اس غرض یعنی کھیلان ہی کی خاطر ترجمہ کھیلان ہی ہو گا کیونکہ مقصود ہے جو ظاہر ترجمہ مقصود ہے۔
 ۲۔ مؤلف کو ہیبت و قیادہ رکھنے کے بعد بھی قابل قبول تطبیق دینا مستحسن ہو گا۔ دیکھ لیجئے مؤلف کے شروع کتاب میں باب کیف کان بدء الوحی الی ہرمل اللہ جلّٰہ علیہ سلم فرمایا اور اس کے بعد فقہ حنفی میں ذکر فرمایا بعض میں تو وہی کا بھی ذکر نہیں و بدینہ وحی سے تو اکثر غلطی میں صرف ایک ہی جرحہ میں نہاد وہی و کہتے اسلئے بعض حضرات کو صاف فرمادیا ان کثیرا من اصحابہ المادۃ یعلق الالباحی کا یہیں و الوحی تکلیف جعل النرجۃ باب بدء الوحی اور اکثر حضرات نے تاویلا سے تفسیر فرما کر مطابقت میں فرق دینے کی ہر تشریح میں تفصیل موجود ہیں مگر انصاف یہ ہے کہ کوئی محقق اس حوالہ تک نہیں اسکی شان کیجوان غفر نہیں آج کل وجہ سے تمام اصحاب یہ کہ یہ ترجمہ کھیلان ہی ہوتا و نشین ہو چکے ہیں جبکہ یہی ایسا ہے تو ائمہ کیا ہو گئے فی سکن کجستان میں بہار مرا۔ مگر احادیث مذکورہ فی الباب یہی ذکر کرنے سے اور حضرت شامی صاحب غفرلہ کے بعض نسخہ سے یہ معلوم ہوا کہ مؤلف کی غرض اصلی بن و وحی کا بیان کرنا نہیں بلکہ وہی کی غفلت در اسکا غلط و غلط سے منہ پر ہونا اور واجبہ لایزال اور ضروری تسلیم ہونا جاتا ہوا موطو یہ ہے جو ابتدائے کتاب میں یہ مفید اور مناسب ہے۔ اور وحی منکرو اور غیر منکرو۔ و ان کو شامل ہو۔ اور مجدد بھی عام ہے۔ زمانہ ہونا مکان اخلاق ہونا حالات بغیر سن کی یہ مجاہد مرادیں۔ اب اس کے بعد جملہ احادیث اور ترجمہ میں مطابقت بلا تکلف نظر آتی ہے۔ جب اس کو موقع آئیگا۔ انشاء اللہ بالتفصیل میں عرض کیجئے۔ بالآخر عرض مؤلف کا تھا اہم اور ضروری بہت واقع سے مفید کا نام ہے۔ انتہی بلفظ۔

من چہ میگویم و طنبور من چہ می سواد

اقول بنا ابل رشید ائمہ ہنس کہ اب ہر کتاب کے بیٹو مرعی باری آئی۔ غیر کتاب بحروف ارباب علم کی خدمات میں عرض کرتا ہے کہ مشہور نصیحت را نظر الی ما قال لا یظن الی قن قال کے ماتحت حضرت شیخ الہند کی خانہ ساز شخصیت کو نظر انداز کر کے انکے مذکورہ بالا کلام پر بغیر جواب لرا نہ نظر فرمائیں پھر اس کے وجہ سے انکے نظر انصاف کبھی جگہ غیر پیش کرتا ہے تاکہ حضرت شیخ الہند کو فہم بخاری کی کما حقہ داد دے سکیں۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت شیخ الہند سے ہم مذکور تجدید و فاسدہ اول اس لئے کہ بغیر اس سے من چہ میگویم۔ طنبور من چہ می سواد امام بخاری علیہ رحمۃ البی نے بظاہر ترجمہ الیہ ب کیف کان بدء الوحی الخ کو قرار دیا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ بدن و الوحی ہے جابجہ خط کشیدہ جملات غیر مرسوس اس پر لالت کرتی ہیں کہ حضرت شیخ (بدن و الوحی) کو ترجمہ الباب کچھ رکھا ہے۔ اسسوس صمد اسسوس کہ حضرت شیخ الہند بخاری پڑھی اندر مرسوس و العلوم دیوبند کے دارالحدیث میں اسکا درس دیا۔ پھر یہ محسوس نہیں ہوا کہ ترجمہ الباب کس ہے۔ حالانکہ بخاری مطبوعہ ہند میں کیف کان بدء الوحی سلم ہے کہ تہذیب جی کہ ضعف اصر کا عند پیش کیا جاسکے بلکہ نظم ملی تحریر ہے۔ اور اگر تیغ الہنک خیالی شریف من تھا کہ (کیف کان بدء الوحی) اور بدن و الوحی کا مفہوم متحد ہوا اس تمام کی بنا پر کچھ گئے کہ (بدن و الوحی) ترجمہ البانی کو اس تمام مفہوم کا بطلان اظہار من الشمس و ما بین من کلا ہنس ہے کہ یہ اول مرتبہ انشائی ہو اور دوم مرکب ناقص تقیدی کیا مرتبہ نام اور مرکب نامہ کا سہمی متحدہ کرتا ہے یہ تو ایسی برہمی البطلان بات ہے جس پر کافیہ پڑھنے والا طالب علم بھولے سے بھی حیات نہ کر سکے گا قاضیا اسلئے کہ اصول مذکورہ حاصل ہے کہ بسا اوقات ترجمہ البانی عوی اور ذیلی احادیث لڑل ہو کرتی ہیں چنانچہ اس پر خط کشیدہ عبارت تابر ادالات کرتی ہے و نظر پرا (ن اصول مذکورہ کے ماتحت اس ترجمہ الباب کے پیش کرنا غلط ہے و یہ ہمیں بخاری نہیں ہو سکتا کیونکہ اصول مذکور اس ترجمہ میں جاری ہوگا جو بھوتہ عوی ہو تاکہ ذیلی احادیث حسب ارشاد و گرامی ترجمہ کے لئے دلیل بن سکیں و در یہ ترجمہ الباب بصورت عوی نہیں اسلئے کہ وہی جملہ غیر متعلقہ اور زیادتہ ہے۔

من چہ میگویم و طنبور من چہ می سواد

میں ہے جس کو انہوں نے بالفاظ دیگر عرض خفی سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ **الترزی** اور ثابت بالاشارہ جملہ خبریہ پر ہر اصل
مذکور کے ماتحت اس ترجمہ کو پیش کرنا درست ہو جائیگا البتہ حضرت شیخ الہند کی روایت کو ظاہر ترجمہ کیلئے دلیل قرار دیتے تو آپ کا اعتراض صریح تھا
جواب۔ ردنا تو اس کیلئے کہ شیخ الہند اصول مذکور کے پیش نظر ذیلی احادیث میں سے ایک حدیث کا ظاہر ترجمہ کیسا تھا مطابق ہونا تسلیم کر
لیجئے جس چنانچہ اس جواب کو رد ہوا۔ مثلاً پر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: اس کے بعد احادیث سنہ مذکورہ فی الباب میں بھی غور کرنا ضروری ہے۔
کہ ظاہر ترجمہ کے موافق ایک روایت ہے جس سے سبب ہولت یہ گھمیں آئے کہ ظاہر ہی ہے کہ ظاہر ترجمہ کا بیان کرنا مقصود نہیں۔ مؤلف کی عرض
کچھ تو ہے) اب تو باوجود ہونے کے شیخ الہند ذیلی احادیث میں سے ایک حدیث کا ظاہر ترجمہ کی دلیل قرار دے رہے ہیں جس میں صحت کا اشارہ بھی نہیں
کیونکہ ظاہر ترجمہ (کیف کان بدء الوحي) جو جسکے جملہ انشائیہ ہونے میں کوئی مستندی بھی شک نہیں کر سکتا اور جملہ انشائیہ تو دعویٰ ہوتا نہیں
حتیٰ کہ ذیلی حدیث کو اس لئے دلیل بنانا صریح ہو۔ **سوال** حضرت شیخ الہند (بدء الوحي) کو ظاہر ترجمہ قرار دے رہے ہیں جس پر سابق
میں نقل کردہ حضرت کی یہ عبارت تین دلیل ہے: اس اور اس کے بعد چھ حدیثیں اس باب میں ذکر فرمائیں بعض میں تو دعویٰ کا ذکر بھی نہیں اور بدء
وحي سے تو کفر خالی ہیں۔ صرف ایک حدیث حملہ میں ابتدا وحي کا ذکر ہے) حضرت کے اس ارشاد و گرامی کے مطابق جب ظاہر ترجمہ (بدء الوحي)
ہو تو یہ جملہ انشائیہ نہیں حتیٰ کہ ذیلی حدیث کو اس کے لئے دلیل نہ بن سکے **جواب** بدء الوحي کو ظاہر ترجمہ قرار دینے پر قوت جہانی کی داد
دی جا سکتی ہے لیکن ذیلی حدیث کو اس کے لئے دلیل قرار دینا پھر بھی درست نہ ہوگا۔ کیونکہ دلیل دعویٰ کے واسطے ہوتی ہے اور دعویٰ جملہ خبریہ
ہوتا ہے اور بدء الوحي جملہ خبریہ نہ کہ اس کے جملہ خبریہ نہیں وہ تو مرکباً قصہ فقیدی ہے اور اگر شیخ الہند کی اشراک شون کے ماتحت کھینچنا ان
کے مبتدا مقدر مان کر بدء الوحي کو جملہ خبریہ قرار دیں اور یوں کہا جائے کہ اصل عبارت یہ ہے: **هذا بدء الوحي** تو فادول بود کہ اگر ایسا کہ
ظاہر ترجمہ (کیف کان بدء الوحي) ہے: نہ کہ **هذا بدء الوحي** نہ پلے رفتن نہ چلے ماندن عجیباً فیت میں مبتلا ہوں۔ لگاتار تو دل لگایا
پر نہ سمجھا اس کا مال کیا ہے۔ **فما مل ولا تعجل قال الشا اسئلے** کہ شیخ الہند کا اپنے خیال شریف کی تائید میں بعض حضرات کا قول (ان
کثیراً من اشادیث الباب لا یعلق الا بالوحي لا بدء الوحي فکیف جعل الترجمة باب بدء الوحي) پیش کرنا درست
نہیں کیونکہ شیخ الہند کی نظر میں امام بخاری نے بدء الوحي کو ترجمہ الباب قرار دیا ہو اور ان بعض حضرات کے خیال میں باب بدء الوحي کو رد و
باتوں پر بعد المشرقین ہو کر ان بعض حضرات کے قول پر تو ذیلی احادیث میں سے ایک بھی حدیث ترجمہ الباب کے مطابق نہیں ہو سکتی بلکہ پوری بات
میں ایسی حدیث کا ملنا ممکن نہیں بلکہ جملہ احادیث نبویہ میں ایسی حدیثیں تھیں جن کے کیونکہ کسی حدیث میں (باب بدء الوحي) کا تذکرہ نہیں مل
سکتا جو ان کے نزدیک ترجیحاً الباب پر اس قول سے تائید کس طرح ہو سکتی ہو فعلیات بتدقیق النظر علاوہ ازیں کوئی ذی شعور یہ نہیں
سکتا کہ (باب بدء الوحي) ترجمہ الباب کے ہی لئے فقیر کا ظن غالب ہو گیا ہمارے کسی کی نہیں شیخ الہند خود تراشیدہ ہو دیوبندی صاحبان کی
قدیم عادت ہے کہ اپنی تائید کے لئے عباراتیں درکار کر کے میں خراج کر کے غلط نسبت کو دیا کرتے ہیں یا شیخ الہند نے محمد ابن اسماعیل عی کے مقولے کو
اپنی تائید کی خاطر سح کر کے اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ انہوں نے امام بخاری علیہ رحمۃ الہی پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا تھا (لو قال کیف
کان الوحي لکان احسن لانه قد مضی فیہ لیبان کیفیت الوحي لا لیبان کیفیت بدء الوحي فقط) یعنی اگر امام بخاری علیہ رحمۃ الہی
(کیف کان بدء الوحي) کے بجائے ترجیحاً الباب میں (کیف کان الوحي) فرماتے تو زیادہ اچھا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اس باب میں ایسا تذ
بیان کر دیا جس کی کیفیت دعویٰ کا ذکر ہے نہ صرف کیفیت ائمہ کے دعویٰ کا حالانکہ ترجیحاً الباب کا مقصد ہی یہ ہے کہ عریضہ قدسہ الطریق الصواب
مرا لیا اس لئے نہ صرف یہ کہ اصل دعویٰ ہے شیخ الہند نے ذیل ترجمہ الباب (کیف کان بدء الوحي) نہیں بلکہ مرند بن الوحي اور اصول (کیف کان بدء الوحي) کا
مطلوبہ مذکور ہے بلکہ **الترزی** اور ثابت بالاشارہ مقصود ہے بلکہ **الترزی** اور ثابت بالاشارہ کیا ہے تو حضرت بہت سے گستاخانے چسپا

فرماتے ہیں (۱) وحی کی عظمت (۲) اس کا خطا و سہو و غلط سے منزہ ہونا (۳) اس کی واجب الاتباع ہونا (۴) اس کا ضروری تسلیم ہونا اور جب شمار کرتے کرتے شک گئے تو آخر میں فرماتے ہیں (غرض وحی کی جملہ مبادی مراد ہیں)۔

یہ نشانی کے ارشاد والا ہوتا ہے کہ اب اس کے بعد علماء احادیث اور تفسیر میں مطابقت بلا تکلف نظر آتی ہے، اس ارشاد والا کا مطلب یہی تھا کہ تا مذہبی احادیث میں وحی کی عظمت اور وحی کا خطا و سہو و غلط سے منزہ ہونا اور وحی کا واجب الاتباع ہونا اور وحی کا ضروری تسلیم ہونا مذکور ہے جس کے باعث وہ ترجمہ کیا ہے باعتبار ردلول التزانی اور ثابت بالاشارة مطابق ہو گئیں جب مذہبی احادیث میں وحی کی عظمت کا ذکر ہے تو وحی کا ذکر بھی ہوا یہ تو ممکن نہیں کہ عظمت وحی کا ذکر ہوا اور وحی کا نہ ہو کیونکہ عظمت مضاف ہے اور وحی مضاف الیہ اور مضاف کا ذکر مضاف ہونے کی حیثیت سے مضاف الیہ کے ذکر کو مستلزم ہے۔ اسی طرح ذیلی احادیث میں جب وحی کا خطا و سہو و غلط سے منزہ ہونا مذکور ہے تو وحی کا ذکر بھی ہوا۔ ویس ذیلی احادیث میں جب وحی کا واجب الاتباع ہونا اور وحی کا ضروری تسلیم ہونا مذکور ہے تو وحی کا بھی ذکر ہوا۔ غرض مکہ اس ارشاد والا کی بنا پر ذیلی احادیث میں سے ہر حدیث میں وحی کا ذکر ہے اور حضرت پہلے یہ فرمایا ہے کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہدی نے اس باب میں پچھلے حدیثیں ذکر فرمائیں بعض میں تو وحی کا ذکر بھی نہیں تو حضرت کے دونوں قول متناقض ہو گئے کیونکہ یہ سالیہ جرح فیہ کی قوت میں ہے اور وہ موجبہ کلیہ کی قوت میں اور یہ دونوں متناقض ہوتے ہیں اگر باور نہ ہو تو قطعی ہی اٹھا کر ملاحظہ فرمائیے۔ اور متناقض ہیں سے ایک صادق اور دوسرا کاذب ہوتا ہے تو حضرت کا ایک قول صادق تھا اور دوسرا کاذب ہوا۔ یہ کہ کون سا صادق اور کون سا کاذب ہے اس کو آپ خود طے فرمائیں۔ ہمارا دعویٰ اسی قدر تھا کہ یہ کلام متناقض پر مشتمل ہے وہ بحد ہر تعالیٰ با حسن وجہ ثابت ہو گیا۔ جس میں کسی مائل کے نزدیک ملاحظہ فرمائیں۔ **خاصاً مسئلہ** کا مصلوں مذکور کے ماتحت بھی احادیث غیر مطابق رہیں کیونکہ حضرت فرماتے ہیں کہ (عبد بھی عام ہے زمانہ ہو یا مکان اخلاق ہوں یا حالات غرض وحی کی جملہ مبادی مراد ہیں) اور جب اس حدیث اور الہام کے مطابق کل اخلاق و حالات بھی عہد و ہونے اور وجہ الیہ باب سے جملہ مبادی مراد تو جملہ اخلاق و حالات بھی ترجمہ آتا ہے سے مراد ہم نے اور جب ترجمہ الیہ باب جملہ اخلاق و حالات بھی مراد ہیں تو ضروری ہے کہ ہر حدیث جملہ اخلاق و حالات پر مشتمل ہو تاکہ ترجمہ الیہ باب کے مطابق ہو جائے۔ حالانکہ ہر حدیث کا اشتغال دو کنار احادیث سنت کا مجموعہ بھی جملہ اخلاق و حالات پر مشتمل نہیں کیونکہ قبل وحی کے حالات سے نبوی ولادت با سعادت بھی ہے جو تمام عالم کے حق فیضیت مظنی تھی وہ انہیں سے کسی حدیث میں مذکور نہیں پس ثابت ہوا کہ حضرت کے بیان کردہ اصول مذکور کے ماتحت احادیث ترجمہ الیہ باب کے ساتھ انفراداً مطابق ہیں نہ جملہ۔ اب فقیر کا تب الحروف ناظرین کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ جب حضرت شیخ الہند کے پہلے ہی اصول کا یہ حال ہے تو باقی ماہرہ اصول کو اسی پر قیاس کر لیں اور ترجمہ کے ساتھ جہوم جہوم کو ہی معہ پڑھیں جو حضرت نے امام بخاری علیہ رحمۃ الہدی کے لئے تحریر فرمایا ہے یعنی یہ قیاس کن رنگستان من بہا و مرا۔ بخوف طوالت اور قلت فرصت انہیں پانچ وجہ فساد پر کٹا کرتا ہوں اور نہ سے زرق تا بقدم ہر کہا کسی نگرہ کہ شہدہ داس دل یکشد کہ جالہ نچاست۔

مخاری شیخ کے اس پہلے باب کی احادیث پر ہم مطابقت کا جو اشکال پیش کیا گیا تھا۔ شیخ الہند نے اس کا جواب اپنی کتاب (اکالہ بواب التزاجم) میں دو جگہ ذکر فرمایا۔ اول مقدم میں زیر اصول سبکی حقیقت ناظرین ملاحظہ کر چکے حوصم صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۲ پر ابتداء کتاب میں جب کو اب پیش کرتا ہوں حضرت فرماتے ہیں۔

رباب کیف کان بدو الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قول اللہ جل جلالہ
 انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح و الیسمین من بعدک یہ اہل باب ہے اور یوسف رحمۃ اللہ ناظرین علماء کی نظر میں ہمیشہ بہتم بالشان چلا آتا ہے بشرح متقیین نے اس کے متعلق ہر ہر امر کو اسطے سے تحریر فرمایا ہے مگر ہر صورت وہی امر عرض کرنا چاہتے ہیں۔ جو ہم کو اس تاہیف سے مقصود ہے۔ واللہ العالی۔

شروع اصول میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس اوقات توجہ اللہ الباب کا مدلول مطابقی مؤلف کو مطلوب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے کسی خاص غرض کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اسی کو احادیث ثابت کرنا منظور ہے تاہم سو یہاں یہی صورت ہر اول تو ملاحظہ فرمائیے کہ مؤلف نے کتاب کو باطنی معنی سے شروع کیوں فرمایا اسکی یاد دہانہ کر دیکر کتب احادیث کے موافق ابواب فضائل تسکین کو اپنے مرقع پر بیان کیا ہے۔ اور متعدد ابواب نے دل کی کے متعلق وہاں مذکور ہیں۔ یہاں صرف اس ایک باب کے مقدمہ لائن میں کیا غرض ہے۔ اس حدت کی یاد دہانی توجہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ نبی کی نبوت اور تمام اصول و فروع اسلامی کی صحت جو نکتہ حی پر موقوف ہے۔ اسلئے سب سے پہلے جی کر بیان اور علم سے جی اول دہی کا ذکر کرنا سب سے پہلا۔ چنانچہ شراح محققین صاف ہی ارشاد فرماتے ہیں سو اس سے معلوم ہو گیا کہ مؤلف رحمت اللہ کی غرض اس موقع میں ہے کہ وہ جی پر چونکہ جملہ امور اسلامی کا مدار ہے اور یہی ایک ایسی دلیل ہے کہ جس کی طرف خطا و غلط کا ادنیٰ احتمال نہیں ہو سکتا لہذا قیادہ الباطل من بین ید یدہ وکذا من خلفہ اور یہی مسندہ پر مقرر غرض الطاعت ہے ان الحکمہ آلا اللہ۔

اور تمام اہل عقل و ادب اہل شرع و حکمت اور تمام مخلوقات بھی مل کر اس کے کسی ایک حکم کا معارفہ نہیں کر سکتے اور جیسا ادنیٰ کا حق و صوابیہ مقرر ہے ایسے ہی اس کے خلاف کا باطل اور لغو ہونا یقینی ہے۔ حقایق ہوں یا اعمال اصول ہوں یا فروع عبادات ہوں یا معاملات یا اخلاق ہوں یا احوال سب کے حسن و قبح کا منشا اور تحت قاطعہ جی ہے۔ وحی کے ہوتے کوئی دلیل کوئی حجت قابل التفات بھی نہیں اسلئے مؤلف اپنی کتاب میں اہل وحی کی عظمت اور عصمت و معصیت کو بیان فرما کر اس کے بعد اور چیزوں کو ذکر کر گیا اور جو کچھ بیان کر گیا سب کا خود من الہی ہو گا جی کہ وحی کے متعلق بھی جو احوال بیان کر گیا وہ جی سے ماخوذ ہونگے کیونکہ قابل اعتماد الہیہ ہوتی ہے اس کے بعد احادیث مستندہ ذکر کردہ فی الباب میں بھی خود کرنا ضروری ہے۔ کھانا ہر ترجمہ کو افی ایک ایت ہو جس سے سہولت یہ سمجھ میں آئے کہ ظاہر یہی ہے کھانا ہر ترجمہ بیان کرنا مقصود نہیں مؤلف کی غرض کچھ اور ہے۔ سو اس غرض صغیر کے دریافت کرنا کہ طریقہ اس سے بہتر اور سہل و قابل اعتماد کوئی نہیں ہو سکتا کہ انہیں احادیث میں خود کرنا کہ بعد ایک امر مشترک مناسب مقام معین کے مقصود ترجمہ پڑایا جائے کہ جہاں احادیث مذکورہ فی الباب سہولت اس پر منطبق ہو جائیں اور مؤلف کا مقصود بھی محقق اور ثابت ہو جائے سو احادیث مذکورہ میں تامل کر نیسے ہی سمجھ میں آئے کہ غرض مؤلف بیان عظمت و عصمت وحی ہے کہ لاکھ بھی علی المتامل المتفطن بالجللہ ہر دو امر معترضہ بالاسے خوب نشین ہوتا ہے کہ ترجمہ الباب سے مؤلف کی غرض اثبات عظمت و صداقت وحی ہے اب اس پر صائب ہم کا دل چکا احادیث باب کے منطبق کر لے۔ انشاء اللہ کسی روایت کی تطبیق میں تاویل کی بھی حاجت نہ ہو گی۔ استحضار آنا تاہم ادبی غرض کئے دیتے ہیں کہ بدن و الوحی میں مؤلف نے بعد کو عام رکھا ہے اسلئے اسکو اپنی طرف ذہان یا مکان کیساتھ مقید کر لینا ہرگز ٹھیک نہیں۔ بلکہ ذہان مکان دونوں سے عام ہے کہما بظہر من الہ احادیث نیز وحی بھی متلو اور غیر متلو دونوں کو شامل ہے کہما صرح بہ الشاکہ ولی اللہ قدس سرہ بلکہ مؤلف کا مقصود اہم وحی غیر متلو ہے اور اس موقع پر خاص جی متلو مراد لینے سے صرف تطبیق ہی میں خلل نہیں پڑتا۔ مؤلف رحمت اللہ کی جو اس ترجمہ سے غرض اصلی یہ وہ فوت ہوئی جاتی ہے فالحد لہ الحد لہ خلاصہ یہ ہے کہ یہ باب مقدمہ الکتاب ہے اس کے بعد مقاصد میں انقی بلطفہ

سوال نہا سمان جواب زریسمان

اقول یہ کلام بھی بجز وجہ فاسد ہے اول اسلئے کہ لفظ باب کے بعد جو عبارت ذکر کی جاتی ہے اسکو توجہ اللہ الباب کہتے ہیں اس کے بجز ترجمہ آیت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ حدیث پڑھنے والا ہر طالب علم اسکو جانتا ہے نظر برائے کیا خود دیکھ کر اور نایاب کو قادی کی قرأت سے نگرین ہو جاتا ہے کہ بخاری شریف اس پہلے باب کا ہر ترجمہ کیف کان بدو الوحی الخ ہے انشاء اللہ الوحی نہیں جیسا کہ حضرت شیخ الحدیث نے کچھ کہا اور جو کچھ ترجمہ جملہ سوال ہے اسلئے سلام احادیث میں حسن قسط لانی قدس سرہ انوارانی ارشاد انکشافی شرح صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں کیف فی قول البخاری باب کیف کان بالحق

لکان ان كانت ناقصة وحال فاعلم انك انت تامة ولا بد قبلها امر مضاف الى ناقصة فالتقدير بانك اب كيف كان بدء الوحي كما جرت له
 المضاف الى المضاف الى التامة فاعلم انك انت تامة ولا بد قبلها امر مضاف الى ناقصة فالتقدير بانك اب كيف كان بدء الوحي كما جرت له
 اس من انك كيف انظره ان كان في خبره فاعلم انك انت تامة ولا بد قبلها امر مضاف الى ناقصة فالتقدير بانك اب كيف كان بدء الوحي كما جرت له
 ذكر كبري اسك معنى مفهوم من انك كيف انظره ان كان في خبره فاعلم انك انت تامة ولا بد قبلها امر مضاف الى ناقصة فالتقدير بانك اب كيف كان بدء الوحي كما جرت له
 بدء الوحي اور اس مضاف الى ناقصة فاعلم انك انت تامة ولا بد قبلها امر مضاف الى ناقصة فالتقدير بانك اب كيف كان بدء الوحي كما جرت له
 ذكره انك اور اس مضاف الى ناقصة فاعلم انك انت تامة ولا بد قبلها امر مضاف الى ناقصة فالتقدير بانك اب كيف كان بدء الوحي كما جرت له
 اور اس مضاف الى ناقصة فاعلم انك انت تامة ولا بد قبلها امر مضاف الى ناقصة فالتقدير بانك اب كيف كان بدء الوحي كما جرت له
 اس سے روشن ہو گیا نظر ہر ترجمہ رکھ کا ان بدء الوحي الخ ہے اور فی الحقیقت یہ جواب کیف کان بدء الوحي الخ اور اس مضاف الى ناقصة فاعلم انك انت تامة ولا بد قبلها امر مضاف الى ناقصة فالتقدير بانك اب كيف كان بدء الوحي كما جرت له
 جواب کو رہے جو نہ سوال حملہ کی کیفیت کے بارے میں تھا اسلئے ذیل احادیث میں جملہ وحی کی کیفیت کا بیان ہونا چاہئے تاکہ جو اس کے اکیطائی ہو۔
 حضرت شیخ الہند کے اس مذکورہ بالا استاذ کے پیش نظر اگر احادیث اور ترقیہ الہاب میں مطابقت اس طرح بیان کی گئی کہ ترقیہ سے امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کا
 مقصد و غلت جی وغیرہ بیان کرتے ہیں تمام احادیث مطبق ہو جاتی ہیں کہ انہیں غلط جی وغیرہ کا ذکر ہے تو یہ مثل بلا تعلق صادق آجائے گی کہ سوال اور
 آسان جواب زبانی کیونکہ سائل وحی کے ابتدائی حالات دریافت کرتے اور ابتدائی حالات وہ کہلاتے ہیں جو مستمر نہوں اور یہ سب سب حالت تھیں۔ تو
 جواب مطابق مول نہوا احادیث میں اس طرح تفسیر ہے امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی غلت شان کا اظہار ہوتا ہے یا درودہ کسر شان کی جگہ ہے۔ بالقرین
 اگر ایک حد سوال کرے کہ جملہ وحی کی حالت کیا تھی اور جو جواب دے کہ وحی غلت والی تھی واجباً ملتا تھا غلطی سے منظر تھی مفہود یہ تسلیم تھی۔
 موصوف بعد تھی۔ تو اگر چاہد کہ یہ سے خاموش ہو جائے۔ لیکن ہر ذی عقل یہ فیصلہ کرے کہ جو جواب دے کہ جو جواب عالم حوس نہیں یا بلکہ حالت جملہ
 سکر اسلئے کہ یہ وحی کے ابتدائی حالات ہے اور ابتدائی حالات انہیں حالات کہتے ہیں اور اول تا آخر مستمر نہوں غلطی۔ واجباً ملتا تھا ہوتا۔ ذخا و سہو کہ
 منظر ہوا غلطی تسلیم اور موصوف بعد تھی ہونا وحی کے ابتدائی حالات نہیں تھے جو حالات تھے مستمر تھے اور وحی ان کیساتھ ہمیشہ موصوف ہی۔ پھر سوال
 کے جواب میں کہو کہ اگر اس طرح درست ہو سکتا ہے۔ یہ تو سوال دیگر جواب دیگر مضمون ہو گیا جبکہ اس قدر دائرہ تکلیف خارج ہی ہو کہ ہو سکتا ہے اور جو جو وحی بعد
 واپسی خواہ غلط یا غلط اس جواب کے بعد اس طرح بایں الفاظ واضح کرتے پھر ہو گا کہ کہ گیا ہوں جن میں کیا کیا۔ کچھ نہ سمجھ کر خد کرے کوئی
 وحی اسلئے کہ وہ چشمہ بند گوش بند و لب بند کی استثنائے ثالث تعبیر کرتے ہو اگر تسلیم کر لیں کہ ظاہر ترجمہ (بدء الوحي) سے تو یہ فرمایا گیا کہ
 ذکر ترقیہ الہاب کے موافقت غرض اشارت غلت صدقہ وحی ہے حضرت شیخ الہند کی دعوت امام کے راہ پر جس صاحب نے کمال چاہے احادیث کے مطبق
 کر لے انشاء اللہ کبھی دایت کی تطبیق میں تاویل کی بھی حاجت نہ ہوگی غلاب پریشانی کی طرح شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتی کیونکہ حدیث ہر قل اسکے بعد انبیاء سے
 رہ جاتی ہے۔ اس سے غلت جی کا اثبات ہوتا ہے اور بقول شیخ الہند صدقہ وحی کا بلاخوشی الہند کے کلمات تطبیق تائب ہے کہ حضرت اس حدیث غلت
 وحی یا قبول غلط صدقہ وحی کا اثبات عاجز ہے۔ ناظرین کلمات تطبیق پر گہری نظر ڈالیں حضرت صفحہ ۳۴۶ پر تطبیق میں اضافہ فرماتے ہیں اسکے بعد جی تائب
 بھی اس عباس کی ہے جس میں ہر قل کا قول تقدیر کر لیتے ہیں قل نے جو اس گیارہ سوال ابو سفیان بن حرب کے اور سب کے جواب میں فرمایا۔ فان کان
 ما تقول خافضاً لکلامک و وضع قدس ہا تین الی آخر فقالت اس کے بعد وحی جی بہت ہی معلوم ہوتی ہیں اور ابو سفیان سوت تک شرف اسلام
 نہوئے تھے خود ابو سفیان کا قول صحیح موجود ہے حقاً ان خل اللہ علیہ السلام والفضل مشہد تہا لہ اعداء واذن سنیارہ توں کے سوال اور
 اور بھی اس دایت میں یہ موجود ہیں کہ تہ سے آجی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے، لیس جان اللہ ماروں میں پھولے آئندہ۔ اسی کو کہتے ہیں اگر ہر قل
 کے قول ذکر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مباحث جی معلوم تھے اس پر ہی و اس کے وہ اس پر دافعت جسے جن سے نبوت کی تصدیق ہوتی ہے

تو حکمت وحی اور بقول خود صداقت وحی کا اثبات کیسے ہو گا حتیٰ اگر حدیث کا ترجمہ الہابی الطباق حاصل ہو جس کے لئے بڑی بلند آہنگی کیساتھ جو کلام وحی
 الہی نقلی نبوی مادی وحی اور مصدق نبوت غلبت وحی اور نقل خود صداقت وحی کیا یہ چاروں لفاظی خود المعنی ہیں کہ ہر ایک کے اثبات سے دوسرے
 کلمات ثابت ہو جائے اور جب خود المعنی نہیں اور یقیناً نہیں تو حدیث پر نقل مخصوصہ ترجمہ کے ساتھ مطابق ہونے سے مدد ملے گی۔

حضرت شیخ المہند کی قرآن کریم میں معنوی تشریف

اور تم ہدایت ستم بہرہ انحضرت مدظلہ العالی ہیں مگر وہ بلا عرفی معنی ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں تحریر کیے جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ احسن اصطلح
 علی کلام السلام کا صحیح معنوم نہیں شریف نہیں یا درمجموع معنوم کے بہتر نظر ہو کہ ہم ترجمہ میں بیان کی جگہ ہیں یہ معنی اگرچہ انہیں نہیں آتا علاوہ انہیں ان کی کتاب
 صحابیت کو نظر رکھتے ہوئے ایسے معنی استعمال کی شان میں یقیناً بلا غلطی ہو کہ نقل مذکور کے معنی صحیح کی بنا پر مشرف باسلام تھیں کہ بعد ان کو دشمن اسلام کہلا کر نام آتا
 مگر حضرت شیخ المہند اس کی کیا شکایت کہ انہیں فیض قریم جب میلان یقین میں سر پہ گامزن ہوتا ہے تو امام بخاری کو دیکھ کر کسی معانی کو کوئی بھی زبوں نہیں جانتے پڑا وہ
 نہیں جتنی کہ آپ کے علم کا تشہارے کے شارح کی جی علی الصلوٰۃ والسلام کا دامن پاک بھی محفوظ نہ رہ سکا وہ بھی جھلکا کہ اس ترجمہ پر چنانچہ ملاحظہ ہو دیوہندی کے ایک
 قطب الاعتقاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب لکھنؤ کے ترجمہ میں ان کی فضیلت میں کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ مردوں کو زور دینا زبوں کو مرے نہ زیادہ اس کی جانی
 کو دیکھیں فی دی ابن کریم ناظرین اسکا مطلب یہی تو ہے کہ مولانا رشید احمد صاحب کو معنی علی السلام پر فضیلت پر کچھ تو صرف مردوں کو زور دینے والے اپنے مردوں
 کو زور دینے کے ساتھ ساتھ زندگی مرے سب سے روکنا یہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ ناظرین آپ نے بھی حضرت شیخ المہند کے بے ادبیان دنیا کی کسی محدود میں نہیں
 اپنے خدا کو بھی نہیں جو ترجمہ قرآن کریم میں اپنے علم پر عقائد کے تقابلی جاننے کے باعث علم الہی پر بھی نقص کرنا دیکھنا چکے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو آپ کا
 مترجم قرآن کریم موسوم بنام (الوافر القرآن مجید و ترجمہ والا مطبوعہ محمد سعید شمس الدین سترناجران کے مقابل مولوی سافرانہ کو لکھی پاکستان جو تھا بارہ سورہ آل عمران میں
 آیت (واحببتم ان تدخلوا الجنة فلما ابدل الله الذين جاهدوا احبكم واطهر الصابرين) کا ترجمہ بیان لفظا ظہر ہے ان کا کیا خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ
 جنت میں اور اسی تک علوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میرے رسول نہیں کیا ثابت بنے والوں کی خاک کش بدھن جب لڑنے والے اور ثابری بنے والے اللہ
 نے معلوم نہیں کیے تو اسکا مطلب یہی تو ہے کہ اللہ ان سے پہلے رہا۔ استغفر الله ثم استغفر الله اس پر حکم کیا گاہ الہی میں دیکھا جائے اور کتنی کتب کیسے کا کہ
 اس کے علم کا کوئی خاص پڑا۔ یہ ترجمہ ان کے ترجمہ پر کیا اس معنوی تشریف سے تیرہواں مائیدان ازاد طبع و حضرت ابنی اللہ نے دہلی دہلی کو بیجا باش دہرچ
 خواہی کہ علاوہ انہیں آپ کے ترجمہ کی بنا پر آیت مذکورہ آیت (ان الله يخل شي علم) کے منافی ہو گئی کہ اس کے معنی ہیں کہ اللہ کو ہر شے کا علم ہوا آپ
 اس آیت کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ لڑنے والوں اور ثابری بنے والوں کا علم نہیں وہ موجب تکلیف کی قوت میں ہوا یہ سالہ جہاد کی کہ اور دونوں متنازع
 کہلا لائے تھے۔ تو حضرت ترجمہ کی بنا پر کلام الہی میں تناقض لازم آیا جو اصل یہود ہوا مل کو تسلیم ہو وہ خود باطل تو حضرت کا ترجمہ باطل پڑا اگر تفسیر کی بنا
 پر تفسیر کا قیاس بلا بدی میں گرفتار نہ ہوتے تھے یہ کہ اساتذہ تفریح موجود کہ اس آیت میں لڑنے والے معنی مراد ہیں یعنی لغی علم سے نفی معلوم مراد ہے۔ بقول
 ہدایت حضرت علیہ السلام صابریں میں لڑا و ہر وقت۔ مشکل شہر حادی میں پڑی تھی (لا تاكل الشراك وتشتوب اللبن) اور ترجمہ یہ ہوگا (کیا اس گان
 میں ہمارے بھائی ہیں جہاد کے حال کا کہنے ہو کہ کیا تھا۔) یہ کہ انہیں اسود سید (وعدوا العلم كناية عن عدم العلم لما بينهما من التماثل والعدم البتة على
 التماثل حقيقة الدل ليقين الشان في حروقة استعالة شعلتين علمه تعالى بهما اشارا على التماثل في حقيقة المعنى المراد فاذا اثبات
 عدم جہاد والبرهان للاذیان بان مراد تفریق الجہاد علی کمالہما علی ما هو علی اللہ تعالیٰ جہاد کا نہ قبل الحال انہما لیسوا جہاداً جہاداً
 احکم وانا دعوہ النفی الی الموصوفین مع ان النفی هو الوصف فقط

وكان ينبغي ان يقال ولما ابدل الله جهاكم كناية عن معنى لما تجاهدوا اللبا الفة في میان
 انتفاء الوصف عدم تحققة اصلا ثم قال بعد ان تحت قوله تعالى ويطهر الصابرين) منصوب باضاد ان علی ان الواد للجمع كما فی

نقد حضرت شیخ المہند کی قرآن کریم میں معنوی تشریف

نقد حضرت شیخ المہند کی قرآن کریم میں معنوی تشریف

ارادہ تعظیم کو بصیغہ (یکم) تعبیر فرمایا ہے جسکی ضعف پر حالات قلبی بھی جانتے ہیں محلی مللۃ کے نزدیک ارادہ تعظیم ضعیف نہیں اور آپ کو محقق فرمایا ہے
 ہیں تو آپ ہی انصاف سے کہیں گی تصریح آپ کیلئے مفید ہوئی یا عسر بلکہ حضرت تصریح مذکور کو مقام تحقیق میں پیش کرنا آپ کو کھلا نظر ہوا اور صفحہ ۱۹
 پر علامہ مذکور نے جو کچھ لکھا ہے لکھ لکھ کر یہ فرمایا (بلکہ مولف کا مقصود اعلیٰ و غیر متلو ہے) مفید دلی نہیں کیونکہ جب جی غیر متلو
 مقصود اعلیٰ ہوئی تو جی متلو غیر اعلیٰ ہوئی اور ظاہر ہے کہ اعلیٰ کو غیر اعلیٰ پر اولیت حاصل ہوتی ہے تو توجہ الباب میں (الوحی) سے صرف جی غیر متلو کا
 مراد لینا اولیٰ ہوا اور اس کی غلطیت ارادہ تعظیم کی مثبت ہوئی بلکہ اس نے ارادہ تعظیم کا افادہ کیا حالانکہ مخدوم الملۃ حوالہ مذکورہ میں اسکی
 تضعیف فرما چکے ہیں کیونکہ انہوں نے ارادہ تعظیم کو بھی بصیغہ (یکم) تعبیر فرمایا ہے جو کماں ضعف کی واسطے لایا کرتے ہیں الغرض یہ مخدوم الملۃ
 کے کلام سے تعظیم کا اثبات ہو سکتا ہے آپ کے بے بطیمان سے اب حقیقت حال مجھے سنئے ترجمہ باب میں خود (الوحی) کے اندر تین احوال ہو چکے ہیں۔
 (۱) یہ کہ صرف جی غیر متلو مراد جو یہ درست نہیں لکھا اسلئے کہ مخدوم الملۃ نے اسکی تضعیف فرمادی ہے جبکہ ہر بات آپ کے سمجھے ہوئے تسلیم فرما کر دیا کرتے ہیں۔
 ثانیاً اسلئے کہ بریں تقریر حدیث کو کوئی حدیث ترجمہ الیاب کے مطابق نہ ہے گی کہ انہیں جی غیر متلو کے ابتدائی حالات مذکور نہیں (۳) یہ کہ جی متلو
 غیر متلو دونوں مراد ہیں یہ بھی درست نہیں کیونکہ کلف لام میں اصل عہد ہے جس سے بدون قرینہ صارف مدلول جائز نہیں کما حقہ مصحح فی کمال و درجہ
 یہاں پر مقصود تعظیم کا فور ہوئی چونکہ جی غیر متلو کا مفہود ہونا باطل ہو چکا اسلئے جی متلو مراد ہونے کے لئے متعین ہو گئی۔ اس پر آپ نے یہ فرما کر (اور اس قلع
 پر غاص جی متلو مراد لینے سے تطبیق ہی میں خلل نہیں پڑتا مولف رحمہ اللہ کی جو اس ترجمہ سے غرض اصلی ہے فوت ہوئی عاتی جو الحمد للہ الخد باب
 دو مخدوم ملکہ ہیں اول یہ کہ خاص جی متلو مراد لینے سے تطبیق میں خلل پڑا لیکن یہ اس پر مبنی ہو کر آپ تطبیق احادیث سمجھنے سے غاصر بہرہ نہ ہم بیان کیجئے
 ہیں کہ ہر حدیث سے جی متلو کا ابتدائی حال مفہوم ہوتا ہے دوم یہ کہ مؤلف رحمہ اللہ کی غرض اصلی فوت ہو جاتی ہے سو یہ اس پر مبنی ہے کہ آپ کے بیان کی وہ
 امور محکم جی عصمت جی صداقت جی وغیرہ مؤلف کے مقصود ہوں دران کا مقصود ہونا بظاہر و درجہ ثابت ہو سکتا ہو اولیٰ یوں کہ مؤلف آپ کی تصریح
 کی ہو کہ اس ترجمہ سے مجھے یہ مفہوم مقصود ہے سو تصریح تو مقصود ہے۔ دوم یہ کہ آپ کے پیچھے میں کہہ دیا ہو جب دلیا کے کرام کا اہام دوسرے کے حق میں
 حجت نہیں ہوتا کما فی شیخ العقاید النسفی تو آپ کا سپنا دوسرے کے حق میں حجت کیونکہ ہو سکتا ہے پس بفضلہ تعالیٰ ثابت ہو کہ ترجمہ باب میں (الوحی)
 سے مراد جی متلو ہے۔ اسکی ایک جہاد بھی ہے جو کیم التطبیق الصواب میں بیان کر چکے ہیں وہ یہ کہ علم حدیث کا مفعول محبوب خدا علیہ السلام تعالیٰ
 علیہ السلام کی ذات کو سلم کی ذات گرامی صفات پر مگر مطلقاً نہیں بلکہ من حدیث الرسالۃ اور جی متلو رسالت پر برہان اعظم نظر میں ابتدائے کمال جی متلو
 کما ابتدائی حالات بیان کرنا مناسب ہوا

درجہ تعظیم دلی کا نام ہے

بشیر القاسمی

آپ تک ہے کلام شیخ الحدیث کے منوی فادات کا نمونہ پیش کیا تھا قلم مستعجاب نہیں کیا کہ اس کیلئے وقت حولی دیکھا ہے وہ مسائل تہاں سخن از زلف بار
 گفت اب کلام جو نہ فرمایا افتخار ہے اسلئے بجاتے ہیں کہ بعض عقلی فادات پر بھی روشنی ڈالنے والے علین گرجہ ان کا بیان ہمارا مطلع نظر نہیں کر سکتا لیکن
 فساد پر تنبیہ شد فردی ہر تاکہ ناظرین کلام شیخ الحدیث کو باہر ملان باب علم حدیث خصوصاً ان کے ذکر میں ضابطہ دے تہذیب طریقہ کے معاد زین جابن وہ
 یہ کہ حضرت شیخ الحدیث نے کلام مذکور میں امام بخاری طبعۃ الباری کو بایں الفاظ ذکر کیا ہے ترجمہ بنانا ہے ذکر کر گئے بیان کر گئے بلکہ آپ کی کتاب لا ہوا بلکہ
 جس کلام مذکور نقل کیا گیا ہے ایسے کو وہ اضافہ تہذیب الفاظ سے لبریز ہے جو کہ تہذیب الفاظ سے انسان امام بخاری علیہ رحمۃ الباری صبیہ طویل لغت حدیث کی شان
 میں استعمال کی جیسا کہ نہیں کر سکتا مقتضائے تہذیب تھا کہ فہم فرماتے ہیں ذکر کر گئے بیان کر گئے کردیو ہندی صاحبان کی دست زالی و جہاں تقاضا
 تہذیب سے صیغہ صحیح ہو یا صیغہ ماحد ذکر کرتے ہیں وہ جہاں مقتضائے تہذیب یا صیغہ واحد ہے وہاں صیغہ جمع استعمال فرماتے ہیں عا ہر طور پر دیو ہندی صاحبان
 اللہ تعالیٰ کا ذکر بصیغہ جمع کیا کرتے ہیں چنانچہ انکی زبانوں پر جاری ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور بعض صاحبان
 بجائے نظر (تعالیٰ) نظر (صاحب) کا استعمال کرتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ایسے ہی کلمات جو صرف تعالیٰ فرق

استعمال کر اگر چہ نبوی ہوا وقت حاصل نہیں مگر وہی وقت تو حاصل ہوگئی پھر انکا استعمال غلط کیسے پورا جواب غلط اسلئے ہوا کہ انہوں نے حکم خداوندی سے روگردانی کی اسلئے حکم دیا تھا (منا کا ذکر الرسول فخذوا بحذرة رسول نہیں ہو بھی رہا ہو سکے ہو۔ اور رسول اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے اپنے راہی میں حکم دیا تھا کہ ضربا باری غزائیں میں سے حد استعمال کیا جائے جسکو پو بندی صاحبان نے صیغہ جمع استعمال کر کے ترک کر دیا نظر برائے حکم خداوندی سے روگردانی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا تھا کہ جو صیغہ اپنے لئے میں استعمال کروں تم بھی میرے لئے وہ صیغہ استعمال کرو حتیٰ کہ پو بندی صاحبان کا صیغہ جمع استعمال کیا صحیح قرار پائے۔ اسکو یوں سمجھئے کہ حضرت شیخ الہند نے اپنی اسی کتاب الاوائی للتراجمہ کے شروع میں تحریر فرمایا ہے (منا بعد ہذا ظلم و جہول ارباب فہم و انصاف کچھ مدت میں ملتے ہی اس عبارت میں انہوں نے اپنے لئے فقط ظلم و جہول استعمال کیا ہو یا انکے تلمیذ رشید شیعہ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے اپنی کتاب (ننگ سلاطین) میں تحریر فرمایا کرتے تھے تو کوئی پو بندی حسان دونوں حضرت کا استعمال کی چیز کی کہ تمہارے یوں کہیں کہ ہذا ظلم و جہول حضرت شیخ الہند نے فرمایا ہو یا یوں کہیں ننگ سلاطین شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب فرماتے تھے۔ تو تمام ترمیم کی حضرت اس شخص پر نفیس کرینگے اور اسکو بلا وجہ قرار دیا جائیگا۔ کیوں۔ اسلئے کہ بڑوں کا عمل قابل تقلید نہیں ہوا کرتا۔ معمولات و کام تہذیب و تمدن کے اور اپنے خصوصیات لانا محمود و منافی اللہ کہا جاسکتا۔ مسکن ہندوؤں کے ہذا طریقہ کا محذور ہو کر جو باقی ہوا اور انکے شاگرد شیخ الاسلام مہدی جلی دست ہندوستان اور غیر ہندوستان تمام عالم اسلامی کا شامل ہو جواب دینے نہ انہیں شیخ الہند کہا نہ انہیں شیخ الاسلام مہدی دینے ہی صاحبان عطا کردہ الفاظ کا ناقل ہوا اور ناقل پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ بقول شخصے (نقل کافر لفریاد) سوال تو آخر انہوں نے شاگردوں کو استاد پر فضیلت کیسے دی جواب یہ تو ہی خوب چاہ سکتے ہیں کہ (صاحب المصنف لہری یا فہم) سوال تو کیا شاگردوں کو استاد پر اسلئے فضیلت دی کہ شاگرد کو اسلامی تاریخ پر زیادہ عرصہ تھا یا ہندوستانی تاریخ پر جواب اسلامی تاریخ پر جو بڑے بارگاہی ہیں زیادہ معلومات نہیں صرف استاد علم ضرور ہے کہ ایک تہہ حضرت شیخ الاسلام نے دینی میں ہی تحریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ملت دین سے بنتی ہے۔ بات کہیں نہ عدو خدا کا اقبال مرحوم کے کافروں تک پہنچ گئی۔ تو انہوں نے جواب میں یہیں شریعت کے ساتھ جو ہم ہندوستان پر ہذا ہذا

زیر قلم یہ حسین احمد صاحب لہری صاحب است + مزدور بر سر مکتب از وطن است + چہ بے خبر تمام محمد عربی است + بے خطے برسوں خوش را کہ در ہندوستان آگرا نہ رسیدی تمام بولہیں ست۔ البتہ یہ بات ہم اپنے نظریات میں مل جکتی ہے کہ ہندوستانی تاریخ پر انکو اسکا مسل و ہوا کہ انکا زمانہ گزشتہ میں نہ کسی کو تھا اور نہ زمانہ موجودہ میں کسی کو ہے۔ آئندہ کی خبر خدا جانتے۔ اور ان کو تو تاریخ کے موئے مرنے واقعات محفوظ آتے ہیں ورا پکرتو اللہ اکبر کہ یہاں خود روش تک کے تحریکات ازبختی اور وہیں را انگریزی عہد حکومت میں اپنی پھر آؤں تقریریں کہ اندر مملکت عہد الہی کے فیض بیان فرمایا کرتے تھے اودہ بھی اس مکتب کے کرامتیں بھی انہوں نے کا نظر بن گئے۔ مگر یہ کہتے جہود و سیاہی کچھ نہیں یا کہ انگریزوں کے یک سنی دو گوش رخصت ہوئے بعد بدیہی حکومت آئی تو حضرت شیخ الاسلام ان میں بہا تاریخ معلوم کیا اور اسے ایسے خاموش ہوئے کہ کجیات کے آخری لمحہ تک بھی بھول کر ہی نام نہ دیا حالانکہ ان کے بیان کے میں انکا حاجت زیادہ تھی غیر میں ان کا نام نہ سہ سہ کے انکشاف کی جنہوں نے کی کیا ہر روز سہ گونے خاکی فنی تو حقائق محروم + روز مصلحت خویش خرواں دانند پیچھے اسلئے کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے اس پہلے باب کے بعد آخر کتاب کے بیان فرمایا کہ وہ سب سبھی سے ماخذ نہیں بلکہ بعض تو نبی و وحی سے صحیح بات فرمائی ہوا اسباب کے بعد مصلحت طلب لایمان میں آئی ہیں پھر آخر کتاب کے مختلف مقامات پر بالخصوص کتاب التفسیر میں۔ اور بعض دینی سے ماخذ جیسے کتاب اکو حاکم پہلے باب میں امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کا اسلام کے بار میں قول (وہو قول) فصل ۲ بزرگ (فی قص) لا لافا لاجی انہیں بلکہ اعتبار معنی دینی سے ماخذ ہیں اسی طرح انہوں نے وہ کثیر سائل جگہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے دینی مکتوب یا غیر متلو سے اخذ کیا ہوا اور بعض دینی دینی سے ماخذ جیسے کتاب العلم ملک

میں (و یقال للربانی الذی یوئ الناس لصفہ العالم قبل کبارہ) اور (میں) (و الصفت المستوی من الارض) کہ یہ قول ان کا قبل بیان لغت میں ان رشو کتاب التفسیر میں (نظر حق) اور (حجیر) کے باب میں فرمایا (اسما من الرحمة) یہ بیان مشتاق ہوا ہے (الولایۃ مفتوحہ مصد الولایۃ دعی الربوبیۃ) اخلاص و الوافہ الامارۃ) یہ بیان لغت ہے۔ اسکی مثالیں بخاری شریف میں کثرت میں لگی اور بعض مثالیں پر آئند

مستند اور مندرجہ ذیل تاریخ

نہایتی دکان شیعہ تلمذ

صغری فاسدہ قیاس دل سے لازم آیا تھا۔ لہذا میں نے نظر کیجئے۔ اسکی ہیئت میں بھی خساد نہیں وہ بدیہی الانشاج ہو تو لامعلا وہ میں خساد ہوا جو صغری اور کبری پر مشتمل ہے صغری میں ہی ہو نیکیا۔ عت خداد نہیں تو لامعلا کبری فاسد ہوا جو شیخ الاسلام کا یا شاہد الا تھا کہ امام بخاری کی پیش کردہ ہر بات دینی کی بات ہی اصل قیاس کے صغری کا شائبہ بطریق مذکور ہوا اور کبری بدیہی تھا اور ہیئت بھی بدیہی الانشاج تو ثابت ہوا کہ توجہ حق حق ہے یعنی شیخ الاسلام کا ارشاد والا کہ (امام بخاری کی پیش کردہ ہر بات دینی کی بات ہے) باطل باطل باطل ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اب تک مجھے حضرت شیخ الاسلام کی فہم بخاری نہ پڑی تھی کہ انہوں نے اصطلاحات فقہیہ کی حقیقت کا کون سا مفہوم بیان کیا ہے۔ تاکہ ان طریقہ امتیاز پر درک طرح آسکے۔ جو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نقل ہوئے ہیں۔ یہ طبعی اور قدیم تھے۔ چنانچہ اصطلاحات فقہیہ کی حقیقت کا یہ عالم ہے کہ حضرت بخاری کی کتاب صغری کو تمام لانوں کے لئے صفت بیان حصول میں اسطرح فی الحدیث درج کیا ہے۔ چنانچہ بخاری کی یہ فرمائیں (اسلئے لایمان منین کے پاس آپ کے اسلئے تھے یا تو آپ کی حقیقت واسطہ بالعرض تھے) اور اسطرح بالعرض واسطہ بالعرض تھے۔ اسطرح کہتے ہیں جو صفت کے ساتھ حقیقت متصف ہو اور ذی واسطہ متصف نہ ہو جسے ہم کہہ کر اعراض کی واسطہ صفت این کے حصول میں اسطرح فی الحدیث بیان کیا ہے کہ صفت این کیساتھ جسم متصف ہو اور اس جسم متصف نہیں جسے ہم کہہ کر صفت این کے حصول میں اسطرح فی الحدیث بیان کیا ہے کہ صفت این کیساتھ متصف نہ ہو۔ یہ بھی بیان کی نفی ہوگی تاہم اور توجہ تابعین سے بھی اسے جہتہد کی بھی دلیل ہے ائمہ و علمائے ملت سے بھی بلکہ تمام منہجین مومنان کے بیان کی نفی ہوگی۔ انیس کوئی بھی مومن یا ائمہ و علمائے ملت سے دیکھئے یہی بات ہے جو ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ان حضرات کی جس عہدیت کا انجام پڑا وہی ہے۔ سب کچھ بوجہ واسطہ بالعرض کا اطلاق کر کے ایک کلمہ میں تمام عالم اسلامی سے ایمان کی نفی کر ڈالی یہی کلمہ جس کیلئے حدیث بخاری میں فرمایا (ان العبد لیسکلمہ والکلمۃ من سخط اللہ لا یبقی لہا بالایہوی بھائی نا اھمہم) ترجمہ بیشک کے بیان سے کبھی بے خیالی میں ایسا کلمہ نکل جاتا جس کے سبب نارودنخ میں جلتے کہنا یہ تھا کہ نبوی ذات گرامی صفات سلمانوں کیلئے صفت ایمان کے حصول میں واسطہ فی الثبوت جو میں اسطرح و ذی واسطہ دونوں صفت کے ساتھ حقیقتاً متصف ہوتے ہیں فرق اتنا ہو کہ واسطہ اولاً اور ذی واسطہ ثانیاً اگر کہہ گئے واسطہ بالعرض بلکہ واسطہ بالعرض من یلفظ بھی صحیح نہ آیا۔ اجتہاداً اب یا نہ طلبت امر کہ ذات شریف بھی منین میں داخل ہو یا نہیں۔ مگر داخل نہیں خیر میں اس تقدیر پر کلام کرنا نہیں۔ اور اگر داخل ہو تو بقول شخصہ جاہل جاہل در شیخ اب کی ذات شریف بھی تو ایمان کی نفی ہوگی۔ سب کچھ یا چون کا رکھنے لڑیں۔ جو لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔ یہ ہیں دارالعلوم دہلی کے مولانا کی تعلیمات علم تقلید عقلیہ جہاں کھدوا فاضل نکل چکے ہیں اور نکل رہے ہیں۔ انہیں میں سے ایک فاضل مولانا کفیل احمد صاحب کیرانوی ہیں جنہوں نے شیخ الاسلام کی ان تقریرات کو لہذا جمع فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام میدان حشر کی حاضری سے مستثنیٰ کر دئے گئے

اپنی انشا پوزی کی سیر بھی کرتے چلے شیخ الاسلام کے ساتھ احوال پر (تقریر بخاری) کے شائیل بھیجی کی پشت پر خبر پڑتی ہے۔ (یہ لکھتے ہوئے ظلم زمانہ کہ باہر جاوی الاوی ۱۳۳۷ھ بوقت حالی مجھے دیکھ کر حرم استاد حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ایک طرف نفس کی سخت بیماری میں مبتلا ہو کر داخل اعلیٰ کی تالوار پر لپٹا کر فرماتے ہوئے عالم مشائخ سے عالم برزخ کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رخصت کر گئے۔ موت کے بعد تک نہ لے کر عالم برزخ کہتے ہیں: انچہ لفت عرسک مشہور اور معتد کتاب صوفیہ) جو برزخ ہمارا داشت میان جو قریب لایا بین الدنیا والاخرۃ مرثیۃ الموت فی المبعث ذات دخل المبرخ) ترجمہ برزخ جو چہ کہ دوسرا اوکو کہتے ہیں اور دوسرا آخر کے دوسری زمانہ کو بھی کہتے ہیں جو موت کے شروع ہو کر بعد از ختم ہو تا وہ جو کسو کوئی وہ برزخ میں داخل ہو گیا۔ اور وقت موت کے عالم آخرت کی ابتدا ہوتی ہو جس کے لئے انہما نہیں۔ اہلست کا عقیدہ ہے کہ انسان عالم برزخ سے نکل کر عالم آخرت میں پہنچتا ہے۔ اور میدان حشر ہر ایک کے حاضر ہونا لازم ہوگی تو شخص بھی عالم برزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا۔ لیکن فاضل دہلی مولانا کفیل احمد صاحب کیرانوی اپنے استاد محترم کے حق میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ (عالم برزخ کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رخصت کر گئے) ان الفاظ کا مطلب یہی تو ہوا کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ عالم برزخ میں تشریف فرما رہیں اور جب عالم برزخ میں ہمیشہ رہیں تو کیا ان کو مردان حشر کی حاضری سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ استغفر اللہ کیا یہ غلطی وہ عالم برزخ کی طرف رخصت کر گئے۔ لفظ ہمیشہ ہمیشہ ہمیشہ ہمیشہ سے مراد عالم برزخ اس جملہ کی موت کے عالم برزخ کیلئے دوام معلوم ہوتا ہو جس سے بعد از

نکاح اسلام میں صیاد آگیا

نکاح اسلام میں صیاد آگیا

نکاح اسلام میں صیاد آگیا

نکاح اسلام میں صیاد آگیا

